آپ کے مسائل
اور اُن کا حل
جلد اوّل
عقائد، اجتہاد و تقلید،
محاسن اسلام، غیر مسلم
سے تعلقات، غلط عقائد
رکھنے والے فرقے،
جنت و دوزخ،
توہم پرستی
حضرت مولانا
محمد یوسف لدھیانوی
شہید

آپ کے مسائل

اور

اُن کا حل

جلد اوّل

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مکتبہ لدھیانوی

روز نامہ "جنگ" کے صفحہ "اقرأ" میں شائع شدہ
دینی سوالات و جوابات کا مجموعہ

تعارف

مشرقی پنجاب کے ضلع لدھیانہ اور ضلع جالندھر کے درمیان دریائے ستلج حدِّ فاصل کا کام دیتا تھا۔ ضلع لدھیانہ کے شمال مشرقی کونے میں دریائے ستلج کے درمیان ایک چھوٹی سی جزیرہ نما بستی 'عیسیٰ پور' کے نام سے آباد تھی جو ہر برسات میں گرنے اور بننے کی خوگر تھی۔ یہ مصنف کا آبائی وطن تھا۔ تاریخ ولادت محفوظ نہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ سن ولادت 1351ھ - 1932ء ہوگا۔ والدہ ماجدہ کا انتقال شیر خوارگی کے زمانہ میں ہوگیا تھا۔ والد ماجد الحاج چوہدری اللہ بخش مرحوم و مغفور ' حضرت اقدس شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ سے بیعت اور ذاکر و شاغل اور زیرک و عاقل بزرگ تھے۔ دیہات میں پنچایتی فیصلے نمٹانے میں ان کا شہرہ تھا قریب کی بستی موضع جسووال میں والد صاحب کے پیر بھائی حضرت قاری ولی محمد صاحب ایک خضر صفت بزرگ تھے۔ قرآن کریم کی تعلیم انہی سے ہوئی ' پرائمری کے بعد 13 برس کی عمر ہوگی کہ لدھیانہ کے مدرسہ محمودیہ اللہ والا میں داخل ہوئے یہاں حضرت مولانا امداد اللہ صاحب حصاروی سے فارسی پڑھی ' اگلے سال مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے مدرسہ انوریہ میں داخلہ لیا ' دو سال یہاں مولانا انیس الرحمٰن ؒ، مولانا لطف اللہ شہید ؒ و دیگر اساتذہ سے ابتدائی عربی کی کتابیں ہوئیں۔ 27 رمضان 1366ھ کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا اور مشرقی پاکستان سے مسلم آبادی کے انخلاء کا ہنگامہ رستاخیز پیش آیا۔ مہینوں کی خانہ بدوشی کے بعد چک 335 ڈبلیو بی ضلع ملتان میں قیام ہوا۔ وہاں سے قریب منڈی جہانیاں میں چوہدری اللہ داد خان مرحوم کی تعمیر کردہ جامع مسجد میں مدرسہ رحمانیہ تھا۔ وہاں حضرت مولانا غلام محمد لدھیانوی اور دیگر اساتذہ سے تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا ایک سال مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر میں حضرت مولانا عبد اللہ رائے پوری ؒ ان کے برادر خورد حضرت مولانا لطف اللہ شہید رائے پوری ؒ اور حضرت مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب مدظلہ العالی سے متوسطات کی تعلیم ہوئی اس کے بعد چار سال جامعہ خیر المدارس ملتان میں تعلیم ہوئی۔ 1372-73ھ میں مشکوٰۃ شریف ہوئی۔ 73-74ھ میں دورہ حدیث اور دورہ حدیث کے بعد 74-75ھ میں تکمیل کی۔ خیر المدارس میں درج ذیل اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔

حضرت اقدس استاد العلماءؒ مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ (بانی خیر المدارس ' و خلیفہ مجاز حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ) ۔ حضرت مولانا عبد الشکور کامل پوری ۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ ڈیروی ۔ حضرت مولانا محمد نور صاحب ۔ حضرت مولانا غلام حسین صاحب ۔ حضرت مولانا جمال الدین صاحب ۔ حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیری ۔

تعلیم سے فراغت کے سال حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے سلسلہ اشرفیہ ' امدادیہ ' صابریہ میں بیعت کی اور علوم ظاہری کے ساتھ تعمیر باطن میں ان کے انوار و خیرات سے استفادہ کیا۔

تعلیم سے فراغ پر حضرت مرشد کے حکم سے روشن والا ضلع لائلپور کے مدرسہ میں تدریس کے لئے تقرر ہوا اور دو سال میں وہاں ابتدائی عربی سے لیکر مشکوۃ شریف تک تمام کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی۔ دو سال بعد حضرت مرشد نے ماموں کانجن ' ضلع لائلپور بھیج دیا۔ وہاں حضرت الاستاد مولانا محمد شفیع ہوشیارپوری (حال مدرس دار العلوم کورنگی) کی معیت میں قریباً دس سال قیام رہا۔

تعلیم و تدریس کے ساتھ لکھنے کا شوق شروع ہی سے تھا۔ مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے زمانے میں طبع زاد مشکوٰۃ التقریر النجیح کے نام سے تالیف کی تھی۔

سب سے پہلا مضمون مولانا عبد الماجد دریابادی کے ردّ میں لکھا۔ موصوف نے " صدق جدید " میں ایک شذرہ قادیانیوں کی حمایت میں لکھا تھا۔ اس کے جواب میں ماہنامہ " دار العلوم " دیوبند میں ایک مضمون شائع ہوا تھا لیکن اس سے تشفی نہیں ہوئی اس لئے برادرم مستری ذکر اللہ کے ایما پر مرحوم کی تردید میں مضمون لکھا جو " دار العلوم " ہی کی دو قسطوں میں شائع ہوا۔ ماہنامہ دار العلوم کے ایڈیٹر مولانا ازہر شاہ قیصر کی فرمائش پر " فتنہ انکار حدیث " پر ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ دار العلوم دیوبند کے علاوہ ہفت روزہ ترجمان اسلام میں بھی شائع ہوا۔ جمعیت علمائے اسلام سرگودھا کے احباب نے اس کو کتاب شکل میں شائع کیا۔

فیلڈ مارشل ایوب خان 62ء میں بی ڈی نظام کے تحت ملک کے صدر بنے تو پاکستان کے " اکبر اعظم " بننے کے خواب دیکھنے لگے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور اس کے رفقاء کو ابو الفضل اور فیضی کا کردار ادا کرنے کے لئے بلایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے آتے ہی اسلام پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ ان کے مضامین اخبارات کے علاوہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ماہنامہ " فکر و نظر " میں شائع ہو رہے تھے۔ حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ کی تمامتر توجہ " فضل الرحمانی فتنہ " کے کچلنے میں لگی ہوئی تھی اور ماہنامہ " بینات " کراچی میں اس فتنہ کے خلاف جنگ کا بگل بجایا جا چکا تھا۔ ماہنامہ " بینات " میں ڈاکٹر صاحب کے جو اقتباسات شائع ہو رہے تھے ان کی روشنی میں ایک مفصل مضمون لکھا جس کا عنوان تھا " ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا تحقیقاتی فلسفہ اور اس کے بنیادی اصول " یہ مضمون " بینات " کو تصحیح کے لئے بھیجا تو حضرت اقدس بنوریؒ نے کراچی طلب فرمایا اور حکم فرمایا کہ ماموں کانجن سے ایک سال کی رخصت لے کر کراچی آجاؤ۔

یہ 1966ء کا واقعہ ہے چنانچہ حکم کی تعمیل کی سال ختم ہوا تو حکم فرمایا کہ یہاں مستقل قیام کرو۔ بعض وجوہ سے ان دنوں کراچی میں مستقل قیام مشکل تھا۔ جب معذرت پیش کی تو فرمایا کہ کم سے کم ہر مہینے دس دن " بینات " کیلئے دیا کرو۔ ہر مہینے دس دن کا ناغہ ماموں کانجن کے حضرات نے قبول نہ کیا اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدی مرحوم و مغفور نے اس کو قبول فرمالیا۔ چنانچہ تدریس کے لئے ماموں کانجن سے ساہیوال جامعہ رشیدیہ میں تقرر ہوگیا۔ یہ سلسلہ 1974ء تک رہا۔ 1974ء میں حضرت اقدس نبوریؒ نے " مجلس تحفظ ختم نبوت " کی امارت و صدارت کی ذمہ داری قبول فرمائی تو جامعہ رشیدیہ کے بزرگوں سے فرمایا کہ ان کو جامعہ رشیدیہ سے ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان آنے کی اجازت دی جائے۔ ان حضرات نے بادل ناخواستہ اس کی اجازت دے دی۔ اس طرح جامعہ رشیدیہ سے تدریسی تعلق ختم ہوا۔ بیس دن مجلس کے مرکزی دفتر ملتان میں اور دس دن کراچی میں گزارنے کا سلسلہ

حضرتؒ کی وفات (3 ذیقعدہ 1397ھ، 17 اکتوبر 1977ء) تک جاری رہا۔ حضرت نوریؒ کا ہمیشہ اصرار رہا کہ مستقل قیام کراچی میں رکھیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کی خواہش کی تکمیل ہوئی۔ اس طرح 1966ء سے آج تک "بینات" کی خدمت جاری ہے اور رب کریم کے فضل واحسان سے توقع ہے کہ مرتے دم تک جاری رہے گی۔

مئی 1978ء میں جناب میر شکیل الرحمن صاحب نے جنگ کا اسلامی صفحہ اقراء جاری فرمایا تو ان کے اصرار اور مولانا مفتی ولی حسن اور مولانا مفتی احمد الرحمن کی تاکید فرمائش پر اس سے منسلک ہوئے اور دیگر مضامین کے علاوہ "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کا مستقل سلسلہ شروع کیا۔ جس کے ذریعہ بلا مبالغہ لاکھوں مسائل کے جوابات، کچھ اخبارات کے ذریعہ اور کچھ نجی طور پر لکھنے کی نوبت آئی۔ الحمدللہ، یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

بیعت کا تعلق حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری نوراللہ مرقدہ سے تھا۔ ان کی وفات (21 شعبان 1390ھ۔ 22 اکتوبر 1970ء) کے بعد حضرت قطب العالم ریحانۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ (المتوفی ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء، ۲۹ رجب ۱۴۰۲ھ) سے رجوع کیا اور حضرت شیخؒ نے خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ اسی کے ساتھ عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی نوراللہ مرقدہ المتوفی (۱۵ رجب ۱۴۰۶ھ) نے بھی سند اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

بینات، ہفت روزہ ختم نبوت اور ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ کے علاوہ ملک کے مشہور علمی رسائل میں شائع شدہ سیکڑوں مضامین کے علاوہ چند کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

(1) اردو ترجمہ خاتم النبیین۔ از علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ
(2) اردو ترجمہ حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، از حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ
(3) عہد نبوت کے ماہ وسال (ترجمہ بذل القوہ فی سنی النبوۃ، از مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ)
(4) سیرت عمر بن عبدالعزیز (عربی سے ترجمہ)
(5) سوانح حیات حضرت شیخؒ
(6) اختلاف امت اور صراط مستقیم، دو جلدیں
(7) عصر حاضر حدیث نبوی کے آئینہ میں
(8) شہاب مبین لرجم الشیاطین
(9) تنقید اور حق تنقید
(10) ترجمہ فرمان علی پر ایک نظر
(11) مرزائی اور تعمیر مسجد
(12) قادیانیوں کو دعوت اسلام
(13) سر ظفر اللہ خان کو دعوت اسلام
(14) قادیانی جنازہ
(15) قادیانی مردہ
(16) قادیانی ذبیحہ
(17) قادیانی کلمہ
(18) قادیانی مباہلہ (مرزا طاہر کے جواب میں)
(19) قادیانیوں اور دوسرے غیر مسلموں کا فرق
(20) مرزا قادیانی اپنی تحریروں کے آئینہ میں
(21) حیات عیسیٰ علیہ السلام، اکابر امت کی نظر میں
(22) نزول عیسیٰ علیہ السلام
(23) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مرزا قادیانی
(24) المہدی والمسیح
(25) غدار پاکستان، ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی
(26) ربوہ سے تل ابیب تک

پیش لفظ

الحمدللہ ۵ مئی ۱۹۷۸ء وحی کے پہلے لفظ "اقراء" کے نام سے اسلامی صفحہ کا آغاز کیا گیا اس صفحہ کے پہلے شمارہ میں درج ذیل تحریر اس صفحہ کے مقصد کے طور پر بیان کی گئی اس کا عکس پیش خدمت ہے۔

بفضل خدا ابتدا ہی سے اس شعبہ کی سرپرستی میرے محترم اور شفیق بزرگ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے قبول فرمائی اور دیگر مضامین کے ساتھ ایک مستقل سلسلہ " آپ کے مسائل اور ان کا حل " کے عنوان سے شروع کیا جس میں قارئین کے مذہبی سوالات کے جواب دیئے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ الحمدللہ بہت جلدی مقبول ہوا اور یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں کہ اس کے ذریعہ قارئین کو بے شمار دینی باتیں معلوم ہوئیں اور ہزاروں غلطیوں کی اصلاح ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ "جنگ" کا یہ صفحہ سب سے زیادہ مقبول اور معلومات افزا ہے۔ جنگ کا ہر قاری سب سے پہلے اسی کو پڑھتا ہے۔ ۵ مئی ۱۹۷۸ء کو شروع کیا ہوا یہ سلسلہ الحمدللہ اقرا کی صورت میں اپنی اسی مقبولیت کے ساتھ آج بھی جاری ہے گیارہ سال گزرنے کے باوجود قارئین کی دلچسپی میں ذرا بھی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اخبار کی زندگی بہت محدود ہوتی ہے اور اس کا ریکارڈ رکھنا اور اسے محفوظ کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اس لئے قارئین کی طرف سے بہت اصرار تھا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے اس علمی ذخیرہ کو کتابی شکل میں محفوظ کر دیا جائے تاکہ مستقبل کی نسلیں اس علمی ذخیرہ سے استفادہ کر سکیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہم اپنے قارئین کی خواہش کی تکمیل میں " آپ کے مسائل اور ان کا حل " کی پہلی جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی تدوین وطباعت کے مراحل میں جناب ڈاکٹر شہیر الدین صاحب' مولانا محمد جمیل خان (انچارج اسلامی صفحہ اقرا) مولانا محمد نعیم امجد سلیمی' عبداللطیف طاہر' مولانا سعید احمد جلال پوری' محمد وسیم غزالی' محمد صغیر کاتب' محمد جاوید ڈسکوی اور عبدالستار چودھری نے بہت تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور میرے لئے اور میرے ادارہ کیلئے اس کتاب کو صدقہ جاریہ بنائے۔ (وما توفیقی الا باللہ)۔

(ناشر)

محمد عتیق الرحمٰن لدھیانوی

فہرست

غیر مسلم سے تعلقات ″

ایمانیات
مسلمانوں کے بنیادی عقائد

ایمان کی حقیقت

س...... ایمان کیا ہے؟ حدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔

ج...... حدیث جبرئیل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا پہلا سوال یہ تھا کہ اسلام کیا ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے پانچ ارکان ذکر فرمائے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دوسرا سوال یہ تھا کہ ایمان کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر' اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر' قیامت کے دن پر اور ایمان لاؤ اچھی بری تقدیر پر"۔

ایمان ایک نور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے دل میں آجاتا ہے اور جب یہ نور دل میں آتا ہے تو کفر و عناد اور رسوم جاہلیت کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور آدمی ان تمام چیزوں کو جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے' نور بصیرت سے قطعی سچی سمجھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا ہے یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں"۔ آپؐ کے لائے ہوئے دین میں سب سے اہم تر یہ چھ باتیں ہیں جن کا ذکر اس حدیث پاک میں فرمایا ہے۔ پورے دین کا خلاصہ انہی چھ باتوں میں آجاتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں یکتا سمجھے وہ اپنے وجود اور اپنی ذات و صفات میں ہر نقص اور عیب سے پاک اور تمام کمالات سے متصف ہے کائنات کی ہر چیز اسی کے ارادہ و مشیت کی تابع ہے سب اسی کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں کائنات کے سارے تصرفات اسی کے قبضہ میں ہیں' اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔

۲۔ فرشتوں پر ایمان یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل نورانی مخلوق ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم ہو بجالاتے ہیں اور جس کو جس کام پر اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

۳۔ رسولوں پر ایمان یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور انہیں اپنی رضامندی اور ناراضی کے کاموں سے آگاہ کرنے کے لئے کچھ برگزیدہ انسانوں کو چن لیا' انہیں رسول اور نبی کہتے ہیں۔

انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی خبریں رسولوں کے ذریعے ہی پہنچتی ہیں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ بلکہ آپ ہی کا لایا ہوا دین قیامت تک رہے گا۔

۴ ۔ کتابوں پر ایمان یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی معرفت بندوں کی ہدایت کے لئے بہت سے آسمانی ہدایت نامے عطا کئے ان میں چار زیادہ مشہور ہیں۔ تورات' جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی' زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ انجیل جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اور قرآن مجید جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ یہ آخری ہدایت نامہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے پاس بھیجا گیا اب اس کی پیروی سارے انسانوں پر لازم ہے اور اس میں ساری انسانیت کی نجات ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب سے روگردانی کرے گا وہ ناکام اور نامراد ہو گا۔

۵ ۔ قیامت پر ایمان یہ کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا ختم ہو جائے گی زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا اور اس دنیا میں لوگوں نے جو نیک یا برے عمل کئے ہیں' سب کا حساب و کتاب ہو گا۔ میزان عدالت قائم ہو گی اور ہر شخص کی نیکیاں اور بدیاں اس میں تولی جائیں گی' جس شخص کے نیک عملوں کا پلہ بھاری ہو گا اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا پروانہ ملے گا اور وہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کے مقام میں رہے گا جس کو جنت کہتے ہیں اور جس شخص کی برائیوں کا پلہ بھاری ہو گا اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا پروانہ ملے گا اور وہ گرفتار ہو کر خدائی قید خانے میں جس کا نام جہنم ہے' سزا پائے گا اور کافر اور بے ایمان لوگ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔ دنیا میں جس شخص نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہو گا۔ اس سے رشوت لی ہو گی۔ اس کا مال ناحق کھایا ہو گا۔ اس کے ساتھ بدزبانی کی ہو گی یا اس کی بے آبروئی کی ہو گی قیامت کے دن اس کا بھی حساب ہو گا۔ اور مظلوم کو ظالم سے پورا پورا بدلا دلایا جائے گا۔ الغرض خدا تعالیٰ کے انصاف کے دن کا نام قیامت ہے جس میں نیک و بد کو چھانٹ دیا جائے گا۔ ہر شخص کو اپنی پوری زندگی کا حساب چکانا ہو گا اور کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں ہو گا۔

۶ ۔ "اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانے" کا مطلب یہ ہے کہ یہ کارنامہ عالم آپ سے آپ نہیں چل رہا بلکہ ایک علیم و حکیم ہستی اس کو چلا رہی ہے۔ اس کائنات میں جو خوشگوار یا ناگوار واقعات پیش آتے ہیں وہ سب اس کے ارادہ و مشیت اور قدرت و حکمت سے پیش آتے ہیں۔ کائنات کے ذرہ ذرہ کے تمام حالات اس علیم و خبیر کے علم میں ہیں اور کائنات کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے ان تمام حالات کو' جو پیش آنے والے تھے 'لوح محفوظ میں لکھ لیا تھا۔ بس اس کائنات میں جو کچھ بھی وقوع میں آ رہا ہے وہ اسی علم ازلی کے مطابق پیش آ رہا ہے' نیز اسی کی قدرت اور اسی کی مشیت سے پیش آ رہا ہے...... الغرض کائنات کا جو

نظام حق تعالیٰ شانہ نے ازل ہی سے تجویز کر رکھا تھا یہ کائنات اس طے شدہ نظام کے مطابق چل رہی ہے۔

نجات کے لئے ایمان شرط ہے

س...... ہم نے سن رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر میں دوزخ سے ہر اس آدمی کو نکال لے گا جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی موحد کو مشرک کے ساتھ رکھوں۔ تو کیا آج کل کے عیسائی اور یہودیوں کو بھی دوزخ سے نکال دے گا کیونکہ وہ بھی اللہ کو مانتے ہیں لیکن ہمارے رسولؐ کو نہیں مانتے اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں۔ تو کیا عیسائی اور یہودی "رائی برابر ایمان والوں" میں ہوں گے یا نہیں۔

ج...... دائمی نجات کے لئے ایمان شرط ہے۔ کیونکہ کفر اور شرک کا گناہ کبھی معاف نہیں ہو گا اور ایمان کے صحیح ہونے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کو ماننا کافی نہیں' بلکہ اس کے تمام رسولوں کا ماننا بھی ضروری ہے اور جو لوگ حضرت محمد رسول اللہؐ کو خدا تعالیٰ کا آخری نبی نہیں مانتے وہ خدا تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسولؐ اور آخری نبیؐ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے رسولؐ اور خاتم النبیین ہونے کی شہادت دی ہے۔ پس جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے وہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کو جھٹلاتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بات کو جھوٹی کہے وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے والا نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو قبول کرنا شرط نجات ہے غیر مسلم کی نجات نہیں ہو گی۔

مسلمان کی تعریف

س...... مسلمان کی تعریف کیا ہے؟۔

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو ماننے والا مسلمان ہے دین اسلام کے وہ امور جن کا دین میں داخل ہونا قطعی تواتر سے ثابت ہو اور عام و خاص کو معلوم ہو ان کو "ضروریات دین" کہتے ہیں۔ ان "ضروریات دین" میں سے کسی ایک بات کا انکار یا تاویل کرنے والا کافر ہے۔

س...... قرآن اور حدیث کے حوالہ سے مختصراً بتائیں کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے۔
یہ بات پھر عرض کروں گا کہ صرف قرآن شریف اور حدیث شریف کے حوالے سے بتائیں۔ دوسرا کوئی حوالہ نہ دیں۔ ورنہ لوگوں کو پھر موقع ملے گا کہ یہ ہمارے فرقہ کے بزرگ کا حوالہ نہیں ہے۔

ج..... ایمان نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو بغیر کسی تحریف و تبدیلی کے قبول کرنے کا اور اس کے مقابلہ میں کفر نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی کسی قطعی و یقینی بات کو نہ ماننے کا۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات میں "ما انزل الی الرسول" کے ماننے کو "ایمان" اور "ما انزل الی الرسول" میں سے کسی ایک کے نہ ماننے کو کفر فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی یہ مضمون کثرت سے آیا ہے۔ مثلاً صحیح مسلم (جلد اول ص۔ ۳۷) کی حدیث میں ہے: "اور وہ ایمان لائیں مجھ پر اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر"۔ —— اس مسلمان اور کافر کی تعریف معلوم ہو جاتی ہے۔ یعنی جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تمام قطعی و یقینی باتوں کو من و عن مانتا ہو وہ مسلمان ہے اور جو شخص قطعیات دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو یا اس کے معنی و مفہوم کو بگاڑتا ہو وہ مسلمان نہیں، بلکہ کافر ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا ہے اور بہت سی احادیث شریفہ میں اس کی یہ تفسیر فرمائی گئی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور امت اسلامیہ کے تمام فرقے (اپنے اختلافات کے باوجود) یہی عقیدہ رکھتے آئے ہیں، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس عقیدے سے انکار کر کے نبوت کا دعویٰ کیا، اس وجہ سے قادیانی غیر مسلم اور کافر قرار پائے۔

اسی طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اس عقیدے سے منحرف ہیں۔ اور وہ مرزا کے عیسیٰ ہونے کے مدعی ہیں، اس وجہ سے بھی وہ مسلمان نہیں۔ اس طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو قیامت تک مدار نجات ٹھہرایا گیا ہے لیکن مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میری وحی نے شریعت کی تجدید کی ہے۔ اس لئے اب میری وحی اور میری تعلیم مدار نجات ہے۔ (اربعین نمبر۴ ص۔ ۷ حاشیہ) غرض کہ مرزا قادیانی نے بے شمار قطعیات اسلام کا انکار کیا ہے۔ اس لئے تمام اسلامی فرقے ان کے کفر پر متفق ہیں۔

ابتدائی وحی کے تین سال بعد عمومی دعوت و تبلیغ کا حکم ہوا

س..... زمانہ فترۃ وحی میں تبلیغ اسلام کی دعوت جاری رہی یا نہیں جب کہ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ ..... صاحب کی رائے میں پہلی وحی کے بعد تین سال تک آپ کو ٹریننگ دی جاتی رہی اور اس کے بعد تبلیغ کا حکم ہوا۔ امید ہے کہ آپ جواب سے نوازیں گے۔

ج..... ابتدائی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کا نزول بند رہا۔ یہ زمانہ "فترۃ وحی" کا

زمانہ کہلاتا ہے۔ اس وقت تک دعوت و تبلیغ کا عمومی حکم نہیں ہوا تھا۔ "زمانہ فترت" کے بعد سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور آپ کو دعوت و انذار کا حکم دیا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس "فترۃ وحی" میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ صاحب نے "ٹریننگ" کی جو بات کی وہ ان کی اپنی فکری سطح کے مطابق ہے۔

گونگے کا اظہار اسلام

س..... ہمارے ہاں ایک گونگا ہے جس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور وہ پیدائش سے اب تک ہندو رہا ہے اور اب وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے اس کی عمر ۲۸ سال ہے جبکہ وہ ان پڑھ ہے مسئلہ یہ ہے کہ اس کو کلمہ کس طرح پڑھایا جائے جبکہ وہ سن بھی نہیں سکتا۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کو لکھ کر پانی میں گھول کر پلا دیا جائے مسلمان ہو جائے گا؟

ج..... کلمہ گھول کر پلانے سے تو مسلمان نہیں ہو گا البتہ اگر وہ اشارے سے توحید و رسالت کا اقرار کرے تو مسلمان ہو جائے گا۔

ہر مسلمان غیر مسلم کو مسلمان کر سکتا ہے

س..... کیا کوئی عام مسلمان (جو روزے نماز کا پابند ہو) کسی غیر مسلم کو مسلمان بنا سکتا ہے؟ ور اگر بنا سکتا ہے تو اس کا طریقہ کار کیا ہے؟۔

ج..... غیر مسلم کو کلمہ شہادت پڑھا دیجئے، اور جس کفر میں وہ گرفتار تھا اس سے توبہ کرا دیجئے، بس مسلمان ہو جائے گا۔ اس کے بعد اسے اسلام کی ضروری باتوں کی تعلیم دیجئے

دین اور مذہب میں کیا فرق ہے

س..... مذہب اور دین میں کیا فرق ہے؟ نیز یہ کہ اسلام مذہب ہے یا دین

ج..... دین اور مذہب کا ایک ہی مفہوم ہے آج کل بعض لوگ یہ خیال پیش کر رہے ہیں کہ دین اور مذہب الگ الگ چیزیں ہیں مگر ان کا یہ خیال غلط ہے۔

صراط مستقیم سے کیا مراد ہے

س..... اکثر بزرگوں نے صراط مستقیم کو صرف مسجد تک محدود رکھا۔ نیک کام صرف روزہ زکوٰۃ اور

نماز کو قرار دیا۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو کافر کہنا کیا درست ہے 'ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر قرار دینا کیا صحیح ہے؟۔ نماز فرض ہے 'فرض کریں اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب رہا ہے اور چیخ چیخ کر بچاؤ بچاؤ پکار رہا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو بچائیں اور ایک فرض نماز ہے اگر دو منٹ ہم نے صرف کر دیئے تو قضا ہو جائے گی۔ کیا ہم ایسے میں مصلیٰ بچھا کر دریا کے کنارے نماز ادا کریں گے؟ یا اس ڈوبتے ہوئے انسان کی زندگی بچائیں گے؟۔

خداوند کریم نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ 'ترجمہ..... دکھا ہم کو سیدھا راستہ 'یہ سورہ فاتحہ میں آیا ہے جسے الحمد شریف کہا جاتا ہے 'جو ہر ایک نماز میں پڑھی جاتی ہے جس کے نہ پڑھنے سے نماز نامکمل ہوتی ہے جسے ہم ہر نماز میں پانچ وقت پڑھتے ہیں کہ دکھا ہم کو سیدھا راستہ 'کیا ہم غلط راستے پر ہیں؟ اگر نہیں تو ہم کون سا صحیح راستہ مانگ رہے ہیں؟ اس کا مطلب ہے کہ صراط مستقیم کوئی اور ہے 'سیدھی راہ کوئی اور ہے، جو جنت کی طرف جاتی ہے؟ کیا ہم اس راہ پر چل رہے ہیں جو صرف مسجد تک جاتی ہے؟۔
براہ کرم آپ ہمیں وہ طور اور طریقے بتائیں جن پر عمل کر کے ہم سیدھے راستے یعنی صراط مستقیم پر چل سکتے ہیں؟۔

ج...... قرآن کریم نے جہاں ہمیں یہ دعا سکھائی ہے "دکھا ہمیں سیدھا راستہ" وہیں اس سیدھی راہ کی یہ کہہ کر وضاحت بھی کر دی ہے۔ "راہ ان لوگوں کی کہ انعام فرمایا آپ نے ان پر 'نہ ان پر غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم 'صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے راستہ کا 'اسی صراط مستقیم کا مختصر عنوان اسلام ہے اور قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات اسی کی تشریح کرتے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے پا کر جتنے اعمال امت کو بتائے ہیں اور جس جس وقت کے لئے جو جو عمل بتایا اپنے اپنے درجہ کے مطابق ان سب کا بجالانا ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی معمولی اور حقیر سمجھنا درست نہیں 'اگر ایک ہی وقت میں کئی عمل جمع ہو جائیں تو ہمیں یہ اصول بھی بتا دیا گیا ہے کہ کس کو مقدم کیا جائے گا اور کس کو موخر؟ مثلاً آپ نے جو مثال لکھی ہے کہ ایک شخص ڈوب رہا ہے تو اس وقت اس کو بچالانا پہلا فرض ہے اسی طرح اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے کوئی نابینا آدمی کنویں یا کسی گڑھے میں گرنے لگے تو نماز کو توڑ کر اس کی جان بچانا فرض ہے۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم مسجد تک محدود نہیں اور وہ شخص احمق ہے جو اسلام کو مسجد

تک محدود سمجھتا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مسجد والے اعمال ایک زائد اور فالتو چیزیں ہیں' بلاشبہ اسلام صرف نماز' روزے اور حج زکوٰۃ کا نام نہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ چیزیں غیر ضروری ہیں' نہیں' بلکہ یہ اسلام کے اعلیٰ ترین شعائر اور اس کی سب سے نمایاں علامتیں ہیں' جو شخص دعویٰ مسلمانی کے ساتھ نماز اور روزے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اس کے قدم "صراط مستقیم" کی ابتدائی سیڑھیوں پر بھی نہیں کجا کہ اسے صراط مستقیم پر قرار و ثبات نصیب ہوتا۔

رہی یہ بات کہ جب ہم صراط مستقیم پر قائم ہیں تو پھر اس کی دعا کیوں کی جاتی ہے کہ "دکھا ہم کو سیدھی راہ" اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں' ایک ہے صراط مستقیم پر قائم ہو جانا اور دوسری چیز ہے صراط مستقیم پر قائم رہنا۔ یہ دونوں باتیں بالکل جدا جدا ہیں' بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص آج صراط مستقیم پر قائم ہے لیکن خدانخواستہ کل اس کا قدم صراط مستقیم سے پھسل جاتا ہے اور وہ گمراہی کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ قرآن کریم کی تلقین کردہ دعا "اھدنا الصراط المستقیم" حال اور مستقبل دونوں کو جامع ہے اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ آئندہ کا کوئی بھروسہ نہیں' اس لئے آئندہ کے لئے صراط مستقیم پر قائم رہنے کی دعا کی جاتی ہے کہ "اے اللہ! جس طرح آپ نے محض اپنے لطف و کرم سے ہمیں اپنے مقبول بندوں کے راستہ صراط مستقیم پر ڈال دیا ہے۔ آئندہ بھی ہمیں مرتے دم تک اسی پر قائم رکھئے۔

آپ نے دریافت کیا ہے کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو کافر کہنا کیا درست ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا لیکن وہ نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ میں اس اعلیٰ ترین فریضۂ خداوندی کو ترک کر کے بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں اور میں قصوروار اور مجرم ہوں' ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا اور نہ اسے کوئی کافر کہنے کی جرأت کرتا ہے۔

لیکن یہ شخص اگر نماز کو فرض ہی نہ سمجھتا ہو اور نہ نماز کے چھوڑنے کو وہ کوئی گناہ اور جرم سمجھتا ہو' تو آپ ہی فرمایئے کہ اس کو مسلمان کون کہے گا؟ کیونکہ اس کو مسلمان سمجھنے کے معنی یہ ہیں کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمانوں پر نماز فرض ہونا ذکر فرمایا ہے وہ نعوذ باللہ غلط ہے' کیا خدا اور رسولؐ کی بات کو غلط کہہ کر بھی کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟۔

آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ کیا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر کہنا صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز صحیح نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے' مگر یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمان کون ہوتا ہے؟۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے پا کر جو دین امت کو دیا ہے' اس پورے کے پورے دین کو اور اس کی ایک ایک بات کو ماننا اسلام ہے۔ اور ماننے والے کو مسلمان کہتے ہیں اور دین اسلام کی جو

باتیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں ان میں سے کسی ایک بات کو نہ ماننا یا اس میں شک و تردد کا اظہار کرنا کفر کہلاتا ہے۔ پس جو شخص دین اسلام کی کسی قطعی اور یقینی بات کو جھٹلاتا ہے یا اس کا مذاق اڑاتا ہے وہ مسلمان نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو ماننے کا مختصر عنوان کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے۔ مسلمان یہ کلمہ پڑھ کر خداتعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اقرار کرتا ہے اور اس اقرار کے یہی معنی ہیں کہ وہ خدا کے ہر حکم کو مانے گا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو خدا کا فرمان سمجھے گا اس کلمہ طیبہ کے پڑھ لینے کے باوجود جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کو نعوذ باللہ غلط کہتا ہے وہ اپنے اس اقرار میں قطعاً جھوٹا ہے اس لئے ایسے شخص کو مسلمان کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہ کسی مسلمان کو کافر کہنے کی اجازت ہے اور نہ کسی بے ایمان کافر کو مسلمان کہنے کی گنجائش ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

"اے نبی کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے آچکا' اب جس کا جی چاہے (اس حق کو مان کر) مومن بنے اور جس کا جی چاہے (اس کا انکار کردے) کافر بنے۔ (مگر یہ یاد رکھے کہ) بے شک ہم نے (ایسے) ظالموں کے لئے (جو حق کا انکار کرتے ہیں) آگ تیار کر رکھی ہے"۔ (الکہف: ۲۹)

کیا امت محمدیہؐ میں غیر مسلم بھی شامل ہیں

س..... کیا امت محمدیہؐ میں غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ ایک صاحب نے بتایا کہ امت محمدیہؐ کی مغفرت کی دعا نہیں کرنی چاہئے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ امت مسلمہ کی مغفرت کر کیونکہ کافر بھی امت محمدیہؐ میں شامل ہیں۔ میں جوابی لفافہ کے ذریعے بھی جواب منگوا سکتی تھی لیکن اخبار میں جواب دینے کی

ج..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس اعتبار سے تو کافر بھی ہیں کہ آپؐ کی دعوت اور آپؐ کا پیغام ان کے لئے بھی ہے، مگر جب "امت محمدیہؐ" کا لفظ بولا جاتا ہے تو مراد اس سے وہی لوگ ہوتے ہیں جنھوں نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہی۔ آپؐ کے پیغام کی تصدیق کی اور آپؐ پر ایمان لائے۔ اس لئے "امت محمدیہؐ" کے حق میں دعائے خیر کرنا بالکل درست ہے اور ان صاحب کی بات صحیح نہیں۔

تحریف شدہ آسمانی کتب کے ماننے والے اہل کتاب کیوں؟

س..... خداتعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ چاروں کتابوں میں سے کسی ایک کتاب میں بھی تبدیلی یا

اس میں اپنی مرضی سے کچھ گھٹایا بڑھا کر اگر اس کی پیروی کی جائے تو کیا اس صورت میں پیروی کرنے والے اہل کتاب کہے جائیں گے؟۔

ج...... قرآن کریم تو تحریف لفظی سے محفوظ ہے۔ اس لئے قرآن کریم کے بارے میں تو یہ سوال غیر متعلق ہے۔ پہلی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے۔ مگر چونکہ وہ لوگ اصل کتاب کو ماننے کے مدعی ہیں اس لئے ان کو اہل کتاب تسلیم کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو اہل کتاب کہنا کیسا ہے؟

س...... حالانکہ مسلمان کتاب سماوی کے حامل ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں تو کیا اس وجہ سے ان کو اہل کتاب کہنا شرعاً یا لغتاً "کسی بھی نوع سے درست ہے یا نہیں؟۔

ج...... "اہل کتاب" اصطلاحی لفظ ہے جو قرآن کریم سے پہلے کی منسوخ شدہ کتابوں کے ماننے والوں پر بولا جاتا تھا۔ مسلمانوں پر نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے ایمان پر بحث کرنا جائز نہیں

س...... مولانا صاحب ایک بہت اہم مسئلہ ہے، جو تین چار دن سے مجھے بے حد پریشان کئے ہوئے ہے مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے محلے میں ایک صاحبہ ہیں تین چار روز پہلے وہ ہمارے گھر بیٹھی فرما رہی تھیں کہ رسولؐ خدا کی والدہ (نعوذ باللہ) کافر تھیں کیونکہ رسول اکرمؐ سے پہلے اسلام نہیں تھا۔

ج...... یہ مسئلہ بہت نازک اور حساس ہے۔ محققین نے اس میں گفتگو کرنے سے منع کیا ہے۔ امام سیوطیؒ نے تین رسائل اس مسئلہ پر لکھے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کا ایمان ثابت کیا ہے اگر کسی کو ان کی تحقیق پر اطمینان نہ ہو تب بھی خاموشی بہتر ہے ان محترمہ سے کہئے کہ ان سے قبر میں اور حشر میں یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا تھا اس لئے وہ اس غلط بحث میں پڑ کر اپنا ایمان خراب نہ کریں اور نہ اہل ایمان کے جذبات کو بے ضرورت مجروح کریں۔

انگریز امریکن وغیرہ کفار رحمتوں کے زیادہ حقدار ہیں یا مسلمان؟

س...... کیا یورپ ایشیا اور امریکن اقوام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل نہیں ہوتیں کہ وہاں کا عام آدمی خوشحال

ہے۔ نیک 'ایماندار اور انسان نظر آتا ہے ہم مسلمانوں کی نسبت خدائی احکامات (حقوق العباد) کا زیادہ احترام کرتا ہے۔ کیا وہ اللہ (جو رحمت اللعالمین ہے) کی رحمتوں سے ہماری نسبت زیادہ مستفید نہیں ہو رہا ہے۔ حالانکہ ان کے ہاں کتے 'تصاویر' دونوں کی بہتات ہے۔ کیا ہم صرف اس وجہ سے رحمت کے حق دار ہیں کہ ہم مسلمان ہیں؟ چاہے ہمارے کرتوت دین اور اسلام کے نام پر بدنما دھبہ ہی کیوں نہ ہوں۔ رحمت کا حق دار کون ہے؟ پاکستانی؟ جو حقوق العباد کے قاتل اور چینی انگریز کے پیروکار ہیں! جواب سے آگاہ فرماویں۔

ج..... حق تعالیٰ شانہ کی رحمت دو قسم کی ہے ایک عام رحمت' دوسری خاص رحمت۔ عام رحمت تو ہر عام و خاص اور مومن و کافر پر ہے اور خاص رحمت صرف اہل ایمان پر ہے۔ اول کا تعلق دنیا سے ہے اور دوسری کا تعلق آخرت سے۔ کفار جو دنیا میں خوشحال نظر آتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ساری اچھائیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے اور ان کے کفر اور بدیوں کا وبال آخرت کیلئے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو ان کی برائیوں کی سزا دنیا میں ہی دی جاتی ہے۔ بہرحال کافروں اور بدکاروں کا دنیا میں خوشحال ہونا ان کے مقبول ہونے کی علامت نہیں۔ دوسرا کافروں کو دنیا میں خوش رکھنا ایسا ہے جس طرح سزائے موت کے قیدی کو جیل میں اچھی طرح رکھا جاتا ہے۔

نسخ قرآن کے بارہ میں جمہور اہل سنت کا مسلک

مسئلہ یہ ہے کہ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ 'علوم القرآن ص۔ ۱۶۴ پر رقم طراز ہیں کہ "جمہور اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم میں ایسی آیات موجود ہیں جن کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ لیکن معتزلہ میں سے ابو مسلم اصفہانی کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ تمام آیات اب بھی واجب العمل ہیں۔ ابو مسلم کی اتباع میں بعض دوسرے حضرات نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔ اور ہمارے زمانے کے اکثر تجدد پسند حضرات اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ جن آیتوں میں نسخ معلوم ہوتا ہے یہ حضرات ان کی ایسی تشریح کرتے ہیں جن سے نسخ تسلیم نہ کرنا پڑے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ موقف دلائل کے لحاظ سے کمزور ہے اور اسے اختیار کرنے کے بعد بعض قرآنی آیات کی تفسیر میں ایسی کھینچ تان کرنی پڑتی ہے جو اصول تفسیر کے بالکل خلاف ہے۔" یہ تو تھا تقی صاحب کا بیان۔ ادھر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری "فیض الباری ج۔۳ ص۔ ۱۴۷ پر فرماتے ہیں:۔

انکرت النسخ راسًا و ادعیت ان النسخ لم یرد فی القران راسًا

آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں:۔

اعنی بالنسخ کون الآیۃ منسوخۃ فی جمیع ماحوتہ بحیث لا تبقی معمولۃ فی جزئی من جزئیاتہا فذالک عندی غیر واقع وما من آیۃ منسوخۃ الا وھی معمولۃ بوجہ من الوجوہ وجھۃ من الجہات

(فیض الباری ج ۳۔ ص ۱۴۷)

برائے کرم یہ بتائیں کہ مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کے بارے میں کیا تاویل کریں گے۔ کیا یہ صریح نسخ کا انکار نہیں ہے۔ واللہ میرا ان کے بارے میں حسن ظن ہی ہے صرف اپنے ناقص ذہن کی تشفی چاہتی ہوں۔ نیز ناچیز لڑکیوں کو پڑھاتی ہے تو اس قسم کے مسائل میں توجیہ بہت مشکل ہوتی ہے برائے کرم یہ بتائیں کہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ کے نزدیک مندرجہ ذیل آیت کی کون سی جزئی پر عمل باقی ہے۔

یایہا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ ذالک خیر لکم واطہر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم

(المجادلۃ۔ ۱۲)

میرے کہنے کا مقصود یہ ہے کہ ادھر مولانا محمد تقی صاحب کا فرمان کہ بجز معتزلہ یا ان کے ہم مشرب کے کسی نے نسخ کا انکار نہیں کیا اور ادھر دیوبند کے جلیل القدر اور چوٹی کے بزرگ یہ فرمائیں۔

ان النسخ لم یرد فی القران راسًا

تو توجیہ مجھ جیسی ناقص العقل والدین کے لئے بہت مشکل ہے۔ اس الجھن کو حل فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

ج...... معتزلہ کے مذہب اور حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے مسلک کے درمیان فرق یہ ہے کہ معتزلہ تو نسخ فی القرآن کے سرے سے منکر ہیں۔ جیسا کہ آج کل کے قادیانی اور نیچری بھی یہی رائے رکھتے ہیں، ان کے نزدیک قرآن کریم میں جو حکم ایک بار نازل کر دیا گیا اس کی جگہ پھر کبھی دوسرا حکم نازل نہیں ہوا، حضرت شاہ صاحبؒ دیگر اہل حق کی طرح نسخ فی القرآن کے قائل ہیں، مگر وہ یہ فرماتے ہیں کہ آیات منسوخہ کو جو قرآن کریم میں باقی رکھا گیا اس میں حکمت یہ ہے کہ ان آیات کے مشمولات میں کسی نہ کسی وقت کوئی نہ کوئی جزئی معمول بہ ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوا کہ کسی آیت کو اس طرح منسوخ کر دیا جائے کہ اس کے مشمولات و جزئیات میں سے کوئی فرد کسی حال میں بھی معمول بہ نہ رہے، مثلاً آیت فدیۂ صوم کا حکم ان لوگوں کے حق میں تو منسوخ ہے جو روزے کی طاقت رکھتے ہوں، خواہ ان کو روزے میں تکلیف و

مشقت ہی برداشت کرنا پڑتی ہو۔ مگر شیخ فانی وغیرہ کے حق میں روزے کا فدیہ اب بھی جائز ہے اور وہ اسی آیت کے تحت مندرج ہے۔ اس لئے یہ آیت اپنے بعض مشمولات کے اعتبار سے تو منسوخ ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ لیکن اس کے بعض جزئیات اب بھی زیر عمل ہیں۔ اس لئے یہ بالکلیہ منسوخ نہیں۔ بلکہ بعض اعتبارات و جزئیات کے اعتبار سے منسوخ ہے۔ اس کی دوسری مثال آیت مناجات ہے۔

یاایہا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول (الآیۃ)

جو آپ نے نقل کی ہے، آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ پہلے واجب تھا۔ جسے منسوخ کر دیا گیا اور اس کے نسخ کی تصریح اس کے مابعد کی آیت میں موجود ہے۔ مگر اس کا استحباب بعد میں بھی باقی رہا اس لئے اس آیت میں بھی "نسخ بالکلیہ" نہیں ہوا بلکہ اپنے بعض مشمولات و جزئیات کے اعتبار سے یہ آیت بعد میں بھی معمول بہا رہی۔

الغرض حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشاد ان النسخ لم یرد فی القرآن راسًا کا یہ مطلب نہیں کہ

قرآن کریم میں نازل ہونے کے بعد کبھی کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا، جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی جو آیات منسوخ ہوئیں ان میں "نسخ من کل الوجوہ" یا "نسخ بالکلیہ" نہیں ہوا۔ کہ ان آیات کے مشمولات و جزئیات میں سے کوئی جزئیہ کسی حال اور کسی صورت میں بھی معمول بہا نہ رہے بلکہ ایسی آیات میں "نسخ فی الجملہ" ہوا ہے۔ یعنی یہ آیات اپنے بعض محتویات و مشمولات کے اعتبار سے اگرچہ منسوخ ہیں۔ مگر ان کے بعض جزئیات و مشمولات بدستور معمول بہا ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد کی یہ تشریح خود ان کی اس عبارت سے واضح ہے جو آپ نے نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ان النسخ لم یرد فی القرآن راسًا اعنی بالنسخ کون الآیۃ منسوخۃ فی جمیع ما حوتہ بحیث لا تبقیٰ معمولۃ فی جزئی من جزئیاتہا۔ فذالک عندی غیر واقع وما من ایۃ منسوخۃ الا وھی معمولۃ بوجہ من الوجوہ وجھۃ من الجہات

ترجمہ

بے شک قرآن کریم میں نسخ بالکلیہ واقع نہیں ہوا اور اس نسخ بالکلیہ سے میری مراد یہ ہے کہ کوئی

آیت اپنے تمام مشمولات کے اعتبار سے منسوخ ہو جائے۔ کہ اس کی جزئیات میں سے کوئی جزئی بھی معمول بہ نہ رہے۔ ایسانسخ میرے نزدیک واقع نہیں۔ بلکہ جو آیت بھی منسوخ ہے وہ کسی نہ کسی وجہ اور کسی نہ کسی جہت سے معمول بہا ہے۔

اس ضمن میں آیت فدیہ کی مثال دینے کے بعد فرماتے ہیں۔

و بالجملة ان جنس الفدية لا ينسخ بالكلية فهي باقية الى الآن في عدة مسائل و ليس لها ماخذ عندي غير تلك الآية فدل على انها لا تنسخ بمعنى عدم بقاء حكمها في محل ونحوه

ترجمہ

خلاصہ یہ کہ جنس فدیہ بالکلیہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ فدیہ متعدد مسائل میں اب تک باقی ہے اور ان مسائل میں فدیہ کا مأخذ میرے نزدیک اس آیت کے سوا نہیں۔ پس اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت بایں معنی منسوخ نہیں ہوئی کہ اس کا حکم کسی محل میں بھی باقی نہ رہا ہو۔

متعدی امراض اور اسلام

س..... کیا جذام والے سے اسلام نے رشتہ ختم کر دیا ہے اگر نہیں تو اس کے مریض سے جینے کا حق کیوں چھینا جاتا ہے اور یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اس سے شیر کی طرح بھاگو اور اس کو لمبے بانس سے کھانا دو۔

ج..... جو شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہو، اگر لوگوں کو اس سے الگ رہنے کا مشورہ دیا جائے تو یہ تقاضائے عقل ہے، باقی بیماری کی وجہ سے اس کا رشتہ اسلام سے ختم نہیں ہو گا اس بیماری پر اس کو اجر ملے گا۔ اسلام تو مرض کے متعدی ہونے کا قائل نہیں، لیکن اگر جذامی سے اختلاط کے بعد خدانخواستہ کسی کو یہ مرض لاحق ہو گیا تو ضعیف الاعتقاد لوگوں کا عقیدہ بگڑے گا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ مرض اس کو جذامی سے لگا ہے اس فساد عقیدہ سے بچانے کے لئے لوگوں سے کہا گیا ہے کہ اس سے شیر کی طرح بھاگو (لمبے بانس سے کھانا دینے کا مسئلہ مجھے معلوم نہیں، نہ کہیں یہ پڑھا ہے)۔ الغرض جذام والے کی تحقیر مقصود نہیں بلکہ لوگوں کو ایذائے جسمانی اور خرابیٔ عقیدہ سے بچانا مقصود ہے۔ اگر کوئی شخص قوی الایمان اور قوی المزاج ہو وہ اگر جذامی کے ساتھ کھا پی لے تب بھی کوئی گناہ نہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھایا ہے۔

اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے انبیاؑ کی معیت نصیب ہو گی ان کا درجہ نہیں

س..... کیا آپ مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی پوری تشریح بیان فرمائیں گے ؟۔

ومن يطع الله والرسول فاولئک مع الذين انعم الله عليهم من النبين والصديقين والشهداء والصلحين وحسن اولئک رفيقا

(آیت ۶۹ ۔النساء)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں میں شامل ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء (علیہم السلام) اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں۔ اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں"۔ اور اس کی تشریح یہ بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نبی، صدیق، شہید اور صالح کا درجہ مل سکتا ہے۔

ج..... یہ تشریح دو وجہ سے غلط ہے ایک تو یہ کہ نبوت ایسی چیز نہیں جو انسان کو کسب و محنت اور اطاعت و عبادت سے مل جائے دوسرے اس لئے کہ اس سے لازم آئے گا کہ اسلام کی چودہ صدیوں میں کسی کو بھی اطاعت کاملہ کی توفیق نہ ہوئی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کوشاں رہیں گے گو ان کے اعمال کم درجے کے ہوں ان کو قیامت کے دن انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہداء اور مقبولان الٰہی کی معیت نصیب ہو گی۔

ولی اور نبی میں کیا فرق ہے؟

س..... اولیاء اور انبیاء میں فرق کس طرح واضح کیا جائے؟

ج..... نبی براہ راست خدا تعالیٰ سے احکام لیتا ہے۔ اور "ولی" اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع ہوتا ہے۔

کوئی ولی، غوث، قطب، مجدد، کسی نبیؑ یا صحابیؓ کے برابر نہیں

س..... حضرت، ولی، قطب، غوث، کوئی بڑا صاحب تقویٰ، عالم دین، امام وغیرہ ان سب میں سے کس کے درجہ کو پیغمبروں کے درجہ کے برابر کہا جا سکتا ہے؟

ج..... کوئی ولی، غوث، قطب، امام، مجدد کسی ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ نبیوں کی تو بڑی شان ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

کیا گوتم بدھ کو پیغمبروں میں شمار کر سکتے ہیں؟

س..... تعلیم یافتہ جدید ذہن کے لوگ گوتم بدھ کو بھی پیغمبروں میں شمار کرتے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

ج..... قرآن و حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں آیا۔ اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ شرعی حکم یہ ہے کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن کریم میں ذکر کئے گئے ہیں ان پر تو تفصیلاً قطعی ایمان رکھنا ضروری ہے اور باقی حضرات پر اجمالاً ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا' خواہ ان کا تعلق کسی خطہ ارضی سے ہو' اور خواہ وہ کسی زمانے میں ہوئے ہوں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

کسی نبی یا ولی کو وسیلہ بنانا کیسا ہے

س..... قرآن شریف میں صاف صاف آیا ہے کہ جو کچھ مانگنا ہے مجھ سے مانگو۔ لیکن پھر بھی یہ وسیلہ بنانا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ج..... وسیلہ کی پوری تفصیل اور اس کی صورتیں میری کتاب "اختلاف امت اور صراط مستقیم" حصہ اول میں ملاحظہ فرمالیں۔ بزرگوں کو مخاطب کر کے ان سے مانگنا تو شرک ہے۔ مگر خدا سے مانگنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ! بطفیل اپنے نیک اور مقبول بندوں کے میری فلاں مراد پوری کر دیجئے یہ شرک نہیں۔

صحیح بخاری جلد 1 صفحہ ۱۳۷ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا منقول ہے:۔

اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا و انا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا

"اے اللہ! ہم آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ توسل کیا کرتے تھے پس آپ ہمیں باران رحمت عطا فرماتے تھے اور (اب) ہم اپنے نبی کے چچا (عباس) کے ذریعہ توسل کرتے ہیں تو ہمیں باران رحمت عطا فرما"

اس حدیث سے توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اور توسل باولیاء اللہ دونوں ثابت ہوئے۔ جس شخصیت سے توسل کیا جائے اسے بطور شفیع پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بحق فلاں دعا کرنے کا شرعی حکم

س..... بحق فلاں اور بحرمت فلاں دعا کرنا کیسا ہے؟ کیا قرآن وسنت سے اس کا ثبوت ملتا ہے؟

ج..... بحق فلاں اور بحرمت فلاں کے ساتھ دعا کرنا بھی توسل ہی کی ایک صورت ہے، اس لئے ان الفاظ سے دعا کرنا جائز اور حضرات مشائخ کا معمول ہے۔ "حصن حصین" اور "الحرب الاعظم" ماثورہ دعاؤں کے مجموعے ہیں، ان میں بعض روایات میں "بحق السائلین علیک" "فان للسائل علیک حقاً" وغیرہ الفاظ منقول ہیں، جن سے اس کے جواز واستحسان پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ ہماری فقہی کتابوں میں اس کو مکروہ لکھا ہے۔ اس کی توجیہ بھی میں "اختلاف امت اور صراط مستقیم" میں کرچکا ہوں۔

توفیق کی دعا مانگنے کی حقیقت

س..... توفیق کی تشریح فرمادیجئے دعاؤں میں اکثر خدا سے دعا کی جاتی ہے کہ اللہ فلاں کام کرنے کی توفیق دے۔ مثال کے طور پر ایک شخص یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ مجھے نماز پڑھنے کی توفیق دے مگر وہ صرف دعا ہی پر اکتفا کرتا ہے اور دوسروں سے یہ کہتا ہے کہ جب سے توفیق ہوگی تب میں نماز شروع کروں گا۔ اس سلسلے میں وضاحت فرمادیجئے تاکہ ہمارے بھائیوں کی آنکھوں پر پڑا ہوا توفیق کا پردہ اتر جائے۔

ج..... توفیق کے معنی ہیں کسی کار خیر کے اسباب من جانب اللہ مہیا ہوجانا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے تندرستی عطا فرما رکھی ہے اور نماز پڑھنے سے کوئی مانع اس کے لئے موجود نہیں اس کے باوجود وہ نماز نہیں پڑھتا بلکہ صرف توفیق کی دعا کرتا ہے وہ درحقیقت سچے دل سے دعا نہیں کرتا بلکہ نعوذ باللہ دعا کا مذاق اڑاتا ہے، ورنہ اگر وہ واقعی اخلاص سے دعا کرتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ نماز سے محروم رہتا۔

کسب معاش کے آداب

س..... قرآن وسنت کی رو سے مستقبل کی منصوبہ بندی (اپنی ذات کیلئے) کیسی ہے یعنی جائز ذرائع سے مستقبل کے لئے دولت کا جمع کرنا، اپنی آئندہ نسلوں کے لئے سہولیات اور آسانیاں بہم پہنچانا، فراوانی رزق کے لئے کوششیں کرنا، جبکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رازق اور خالق ہے۔ میری مراد یہ نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے بلکہ بہتر مستقبل کی منصوبہ بندی اور اس کے لئے کوششیں کرنا ہے۔ مولانا صاحب اس سے ہمارے معاشرے میں کافی برائیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

ج..... جو شخص حلال ذریعہ سے مال کمائے اور شریعت نے مال کے جو حقوق مقرر فرمائے ہیں وہ بھی

ٹھیک طور پر ادا کرتا رہے۔ اسی کے ساتھ یہ کہ مال کمانے میں ایسا منہمک نہ ہو کہ آخرت کی تیاری سے غفلت اور فرائض شرعیہ کی بجا آوری میں سستی واقع ہو جائے۔ ان تین شرائط کے ساتھ اگر مال کما کر اولاد کے لئے چھوڑ جائے تو کوئی گناہ نہیں لیکن اگر ان تین میں سے کسی ایک شرط میں کوتاہی کی تو یہ کمایا ہوا مال اس شخص کے لئے قبر میں بھی اور حشر میں بھی وبال جان ہو گا۔ مال کے بارے میں کتاب و سنت کی تعلیمات کا خلاصہ میں نے ذکر کر دیا۔ اس کی شرح کے لئے ایک دفتر چاہئے۔

اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں

س...... کسی نفع و نقصان کو پیش نظر رکھ کر کوئی آدمی کوئی قدم اٹھائے اور بیماری کے حملہ آور ہونے سے پہلے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا کیا توکل کے خلاف تو نہیں؟ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا صحیح مفہوم سمجھا دیجئے۔

ج...... توکل کے معنی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ہیں اور بھروسہ کا مطلب یہ ہے کہ کام اسباب سے بنتا ہوا نہ دیکھے بلکہ یوں سمجھے کہ اسباب کے اندر مشیت الٰہی کی روح کار فرما ہے' اس کے بغیر تمام اسباب بیکار ہیں۔

عقل در اسباب می دارد نظر
عشق می گوید مسبب را نگر

مطلقاً ترک اسباب کا نام توکل نہیں۔ بلکہ اس بارے میں تفصیل ہے کہ جو اسباب ناجائز اور غیر مشروع ہوں ان کو توکل بر خدا بالکل ترک کر دے۔ خواہ فوراً یا تدریجاً اور جو اسباب مشروع اور جائز ہیں ان کی تین قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم الگ ہے۔

۱۔ وہ اسباب جن پر مسبب کا مرتب ہونا قطعی و یقینی ہے۔ جیسے کھانا کھانا۔ ان اسباب کا اختیار کرنا فرض ہے اور ان کا ترک کرنا حرام ہے۔

۲۔ ظنی اسباب...... جیسے بیماریوں کی دوا دارو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ہم ایسے کمزوروں کو ان اسباب کا ترک کرنا بھی جائز نہیں۔ البتہ جو حضرات قوت ایمانی اور قوت توکل میں مضبوط ہوں ان کے لئے اسباب ظنیہ کا ترک جائز ہے۔

۳۔ تیسرے وہمی اور مشکوک اسباب...... (یعنی ان کے اختیار کرنے میں شک ہو کہ مفید ہوں گے یا نہیں) ان کا اختیار کرنا سب کے لئے خلاف توکل ہے۔ گو بعض صورتوں میں جائز ہے۔ جیسے جھاڑ پھونک وغیرہ۔

اسباب پر بھروسہ کرنے والوں کا شرعی حکم

س...... رزق کے بارے میں یہاں تک حکم ہے کہ جب تک یہ بندے کو مل نہیں جاتا وہ مر نہیں سکتا

کیونکہ خدا نے اس کا مقدر کر دیا ہے۔ خدا کی اتنی مہربانیوں کے باوجود جو لوگ انسانوں کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ملازمت سے نہ نکال دیئے جائیں۔ تو اس وقت ڈر' خوف وغیرہ رکھنے والے کیا مسلمان ہیں۔ جن کا ایمان خدا پر کم اور انسانوں پر زیادہ کہ یہ خوش ہیں تو سب ٹھیک ہے ورنہ زندگی اجیرن ہے؟۔

ج...... ایسے لوگوں کی اسباب پر نظر ہوتی ہے اور اسباب کا اختیار کرنا ایمان کے منافی نہیں۔ بشرطیکہ اسباب کے اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کی جائے ناجائز اسباب کا اختیار کرنا البتہ کمال ایمان سے منافی ہے۔

کیا عالم ارواح کے وعدہ کی طرح آخرت میں دنیا کی باتیں بھی بھول جائیں گی؟

س...... ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کی چار دفعہ حالت بدلے گی (۱) دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں اللہ سے وعدہ۔ (۲) عالم دنیا میں قیام۔ (۳) عالم قبر۔ (۴) عالم آخرت جنت یا دوزخ۔ مولوی صاحب ہم کو عالم ارواح میں اپنی روح کی موجودگی کا علم اب ہوا ہے اور جو روحوں نے اللہ سے بندگی کا وعدہ کیا اس میں ہماری روح بھی شامل تھی لیکن ہم کو تو پتہ نہ چلا ہمیں تو اس دنیا میں بتایا گیا کہ تم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا تو جس طرح عالم ارواح کا ہمیں احساس نہیں ہوا تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جزا و سزا قبر و آخرت کا ہمیں اس طرح پتہ نہ چلے جس طرح عالم ارواح میں ہمیں کچھ پتہ نہ چلا۔

ج..... عالم ارواح کی بات تو آپ کو بھول گئی لیکن دنیا کی زندگی میں جو کچھ کیا وہ نہیں بھولے گا۔

کشف والہام اور بشارت کیا ہے

س..... کشف' الہام اور بشارت میں کیا فرق ہے؟۔

حضرت محمدؐ کے بعد کسی کو کشف' الہام یا بشارت ہونا ممکن ہے۔ قرآن و احادیث کے حوالے سے واضح کیجئے گا۔

ج...... کشف کے معنی ہیں کسی بات یا واقعہ کا کھل جانا' الہام کے معنی ہیں دل میں کسی بات کا القا ہو جانا اور بشارت کے معنی خوشخبری کے ہیں۔ جیسے کوئی اچھا خواب دیکھنا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کشف والہام اور بشارت ممکن ہے۔ مگر وہ شرعاً حجت نہیں اور نہ اس کے قطعی ویقینی ہونے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے نہ کسی کو اس کے ماننے کی دعوت دی جاسکتی ہے۔

کشف یا الہام ہو سکتا ہے لیکن وہ حجت نہیں

س...... اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھے کشف کے ذریعہ خدا نے حکم دیا ہے کہ فلاں شخص کے پاس

جاؤ اور فلاں بات کہو۔ ایسے شخص کے بارہ میں شریعت کیا کہتی ہے؟

ج..... غیر نبی کو کشف یا الہام ہو سکتا ہے۔ مگر وہ حجت نہیں۔ نہ اس کے ذریعہ کوئی حکم ثابت ہو سکتا ہے بلکہ اس کو شریعت کی کسوٹی پر جانچ کر دیکھا جائے گا' اگر صحیح ہو تو قبول کیا جائے گا ورنہ رد کیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ سنت نبویؐ کا متبع اور شریعت کا پابند ہو۔ اگر کوئی شخص سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چلتا ہو تو اس کا کشف و الہام کا دعویٰ شیطانی مکر ہے۔

اجتہاد و تقلید

کیا ائمہ اربعہ پیغمبروں کے درجہ کے برابر ہیں؟

س..... کیا پیغمبروں کے درجے کے برابر ہونے کے لئے کم سے کم امام (امام اعظم ابو حنیفہؒ' امام شافعیؒ وغیرہ) کے برابر ہونا ضروری ہے؟۔

ج..... امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ تو امتی ہیں اور کوئی امتی کسی نبی کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

کیا کسی ایک فقہ کو ماننا ضروری ہے

س..... کیا اسلام میں کسی ایک فقہ کو ماننا اور اس پر عمل کرنا لازمی ہے یا اپنی عقل سے سوچ کر جس امام کی جو بات زیادہ مناسب لگے اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

ج..... ایک فقہ کی پابندی واجب ہے ورنہ آدمی خود رائی و خود غرضی کا شکار ہو سکتا ہے۔

کسی ایک امام کی تقلید کیوں؟

س..... جب چاروں امام' امام ابو حنیفہؒ' امام شافعیؒ' امام مالکؒ' اور امام احمد بن حنبلؒ برحق ہیں تو پھر ہمیں کسی ایک کی تقلید کرنا کیوں ضروری ہے۔ ان چاروں سے پہلے لوگ کن کی تقلید کرتے تھے؟۔

ج..... جب چاروں امام برحق ہیں تو کسی ایک کی تقلید حق ہی کی تقلید ہوگی چونکہ بیک وقت سب کی تقلید ممکن نہیں لامحالہ ایک کی لازم ہوگی۔

دوم..... تقلید کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ گمراہ ہو کر اتباع ہویٰ کا شکار نہ ہو جائے جبکہ ائمہ عظام سے پہلے کا دور خیر القرون کا دور تھا وہاں لوگ اپنی مرضی چلانے کے بجائے صحابہ کرامؓ سے پوچھ لیتے تھے۔

شرعاً جائز یا ناجائز کام میں ائمہ کا اختلاف کیوں؟

س.... اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں کام فلاں امام کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن فلاں کے نزدیک جائز نہیں دینی اعتبار سے کوئی بھی کام ہو دو باتیں ہی ممکن ہیں جائز یا ناجائز، لیکن یہاں بات مہمل سی ہے اصل بات بتائیں۔ میں نے پہلے بھی کئی ایک سے پوچھا مگر کسی نے مجھے مطمئن نہیں کیا۔

ج...... بعض امور کے بارے میں تو قرآن کریم اور حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ علیٰ صاحبہ وسلم) صاف صاف فیصلہ کر دیا گیا ہے (اور یہ ہماری شریعت کا بیشتر حصہ ہے) ان امور کے جائز و ناجائز ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں اور بعض امور میں قرآن و سنت کی صراحت نہیں ہوتی وہاں مجتہدین کو اجتہاد سے کام لے کر اس کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ علم و فہم اور قوت اجتہاد میں فرق ایک طبعی اور فطری چیز ہے۔ اس لئے ان کے اجتہادی فیصلوں میں اختلاف بھی ہے اور یہ ایک فطری چیز ہے اس کو چھوٹی سی دو مثالوں سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ایک مہم پر روانہ فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ عصر کی نماز فلاں جگہ جا کر پڑھنا۔ نماز عصر کا وقت وہاں پہنچنے سے پہلے ختم ہونے لگا تو صحابہؓ کی دو جماعتیں ہو گئیں ایک نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر نماز عصر پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، اس لئے خواہ نماز قضا ہو جائے مگر وہاں پہنچ کر ہی پڑھیں گے' دوسرے فریق نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشائے مبارک تو یہ تھا کہ ہم غروب سے پہلے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ جب نہیں پہنچ سکے تو نماز قضا کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

بعد میں یہ قصہ بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوا تو آپؐ نے دونوں کی تصویب فرمائی اور کسی پر ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔ دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق منشائے نبویؐ کی تعمیل کی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اگرچہ ان کے درمیان جواز و عدم جواز کا اختلاف بھی ہوا۔ اسی طرح تمام مجتہدین اپنی اجتہادی صلاحیت کے مطابق منشائے شریعت ہی کی تعمیل کرنا چاہتے ہیں مگر ان کے درمیان اختلاف بھی رونما ہو جاتا ہے اور اس اختلاف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ برداشت فرمایا ہے بلکہ اس کو رحمت فرمایا اور اس ناکارہ کو اس اختلاف کا رحمت ہونا اس طرح کھلی آنکھوں نظر آتا ہے جیسے آفتاب۔

دوسری مثال...... ہمیں روزمرہ پیش آتی ہے کہ ایک ملزم کی گرفتاری کو ایک عدالت جائز قرار دیتی ہے اور دوسری ناجائز' قانون کی کتاب دونوں کے سامنے ایک ہی ہے۔ مگر اس خاص واقعہ پر قانون کے تطبیق میں اختلاف ہوتا ہے اور آج تک کسی نے اس اختلاف کو "مہمل بات" قرار نہیں دیا۔ چاروں

ائمہ اجتہاد ہمارے دین کے ہائی کورٹ ہیں جب کوئی متنازعہ فیہ مقدمہ ان کے سامنے پیش ہوتا ہے تو کتاب وسنت کے دلائل پر غور کرنے کے بعد وہ اس کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں۔ ایک کی رائے یہ ہوتی ہے کہ یہ جائز ہے دوسرے کی رائے یہ ہوتی ہے کہ یہ ناجائز ہے اور تیسرے کی رائے یہ ہوتی ہے کہ یہ مکروہ ہے اور چونکہ سب کا فیصلہ اس امر کے قانونی نظائر اور کتاب وسنت کے دلائل پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے سب کا فیصلہ لائق احترام ہے۔ گو عمل کے لئے ایک ہی جانب کو اختیار کرنا پڑے گا۔ یہ چند حرف قلم روک کر لکھے ہیں۔ زیادہ لکھنے کی فرصت نہیں ہے ورنہ یہ مستقل مقالے کا موضوع ہے۔

کسی ایک فقہ کی پابندی عام آدمی کیلئے ضروری ہے مجتہد کیلئے نہیں

س..... کیا ہم پر ایک فقہ کی پابندی واجب ہے؟ کیا فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی، فقہ حنبلی یہ سب اسلام ہیں۔ حق تو صرف ایک ہوتا ہے۔

کیا آپ کے ائمہ نے فقہ کو واجب قرار دیا ہے؟ امام شافعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے فقہ کی پابندی کیوں نہیں کی۔ ایک واجب چھوڑ کر گنہگار ہوئے اور یہی نہیں بلکہ ایک نئی فقہ پیش کر دی (نعوذ باللہ)

ج..... ایک مسلمان کے لئے خدا اور رسولؐ کے احکام کی پابندی لازم ہے۔ جو قرآن کریم اور حدیث نبویؐ سے معلوم ہوں گے اور علم احکام کے لئے اجتہاد کی ضرورت ہوگی اور صلاحیت اجتہاد کے لحاظ سے اہل علم کی دو قسمیں ہیں۔ مجتہد اور غیر مجتہد، مجتہد کو اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا لازم ہے اور غیر مجتہد کے لئے کسی مجتہد کی طرف رجوع کرنا ہے۔

لقوله تعالىٰ فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (النحل-۴۳)
و لقوله عليه السلام الا سألوا اذلم يعلموا فانما شفاء العي السوال
(ابو داؤد ص ۴۹ ج ۱)

ائمہ اربعہ مجتہد تھے۔ عوام الناس قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے لئے ان مجتہدین سے رجوع کرتے ہیں اور جو حضرات خود مجتہد ہوں ان کو کسی مجتہد سے رجوع کرنا نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ جائز بھی نہیں۔ اور کسی معین مجتہد سے رجوع اس لئے لازم ہے تاکہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے بجائے خواہش نفس کی پیروی نہ شروع ہو جائے کہ جو مسئلہ اپنی خواہش کے مطابق دیکھا وہ لے لیا۔ آنجناب اگر خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہوں تو اپنے اجتہاد پر عمل فرمائیں۔ میں نے جو لکھا وہ غیر مجتہد لوگوں کے بارے میں لکھا ہے۔

کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے؟

س..... علماء کرام سے سنتے آئے ہیں کہ تیسری صدی کے بعد سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اور اس کے بعد پیش آنے والے مسائل کے حل کی کیا صورت ہے؟۔

ج..... چوتھی صدی کے بعد اجتہاد مطلق کا دروازہ بند ہوا ہے یعنی اس کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا۔ جہاں تک نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کا تعلق ہے ان پر ائمہ مجتہدین کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں غور کیا جائے گا اور اس کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔

اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد ممنوع قرار دے دیا گیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ اجتہاد مطلق کے لئے جس علم و فہم، جس بصیرت و ادراک اور جس وَرع و تقویٰ کی ضرورت ہے وہ معیار ختم ہو گیا اب اس درجہ کا کوئی آدمی نہیں ہوا جو اجتہاد مطلق کی مسند پر قدم رکھنے کی صلاحیت رکھتا، شاید اس کی حکمت یہ تھی کہ اجتہاد سے جو کچھ مقصود تھا یعنی قرآن و سنت سے شرعی مسائل کا استنباط وہ اصولاً و فروعاً مکمل ہو چکا تھا اس لئے اب اس کی ضرورت باقی نہ تھی ادھر اگر یہ دروازہ ہمیشہ کو کھلا رہتا تو امت کی اجتماعیت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

چاروں اماموں کی بیک وقت تقلید

س..... عصر حاضر کے ایک مشہور واعظ (..........) فرماتے ہیں کہ وہ کسی ایک فقہ کے مقلد نہیں، بلکہ وہ پانچ ائمہ (امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ) کی پیروی کرتے ہیں معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا بیک وقت ایک سے زائد فقہوں کی پیروی کی جا سکتی ہے؟ انسان حسب منشا کسی بھی فقہ کے فیصلہ کو اپنا سکتا ہے؟ یا یہ عمل کلی مقصد شریعت کے منافی نہیں؟۔

ج..... مسائل کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ مسائل جو تمام فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہیں۔ ان میں تو ظاہر ہے کہ کسی ایک مسلک کی پیروی کا سوال ہی نہیں۔ دوسری قسم ان مسائل کی ہے جن میں فقہاء کا اجتہادی اختلاف ہے ان میں بیک وقت سب کی پیروی تو ہو نہیں سکتی ایک ہی کی پیروی ہو سکتی ہے اور جس فقیہ کی پیروی کی جائے اس مسلک کے تمام شروط کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ پھر اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ تمام مسائل میں ایک ہی فقہ کی پیروی کی جائے اس میں سہولت بھی ہے یکسوئی بھی ہے اور نفس کی بے قیدی سے امن بھی ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک فقیہ کی پیروی کر لی اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے فقیہ کی۔ اس میں چند خطرات ہیں، ایک یہ کہ بعض اوقات ایسی صورت پیدا ہو جائے گی کہ اس کا عمل تمام فقہاء کے نزدیک غلط ہو گا مثلاً کوئی شخص یہ خیال کرے کہ چونکہ گاؤں میں امام شافعیؒ کے نزدیک جمعہ جائز ہے اس لئے میں ان کے مسلک پر جمعہ پڑھتا ہوں حالانکہ امام شافعیؒ کے مسلک پر نماز

صحیح ہونے کے لئے بعض شرائط ایسی ہیں جن کا اس کو علم نہیں نہ اس نے ان شرائط کو ملحوظ رکھا تو اس کا جمعہ نہ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہوا اور نہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہوا۔

دوسرا خطرہ یہ ہے کہ اس صورت میں نفس بے قید ہو جائے گا جس مسلک کا جو مسئلہ اس کی پسند اور خواہش کے موافق ہو گا اس کو اختیار کر لیا کرے گا۔ یہ اتباع ہویٰ و نفس ہے۔

تیسرا خطرہ یہ کہ بعض اوقات اس کو دو مسلکوں میں سے ایک کے اختیار کرنے میں تردد پیدا ہو جائے گا اور چونکہ خود علم نہیں رکھتا اس لئے کسی ایک مسلک کو ترجیح دینا مشکل ہو گا اس لئے ہم جیسے عامیوں کے لئے سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ایک مسلک کو اختیار کریں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ یہ تمام فقہی مسلک دریائے شریعت سے نکلی ہوئی نہریں ہیں۔

قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے چاروں فقہوں خصوصاً حنفی فقہ پر زور کیوں؟

س : کوئی شخص فقہ حنفی سے تعلق رکھتا ہے لیکن اپنا مسئلہ فقہ مالکی سے حل کرانا چاہتا ہے تو آپ اس کو روک دیتے ہیں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہو کہ فقہ حنفی میں ہوتے ہوئے فقہ مالکی کی طرف اس لئے رجوع کر رہا ہو کہ اس میں نرمی ہو۔ تو اسی دائرہ (فقہ حنفی) میں رہتے ہوئے اسے ناجائز کہہ سکتے ہیں۔ لیکن قطع نظر ان ساری باتوں میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر ان ائمہ اربعہ کی فقہ کو مذہب کا درجہ کیوں دیا جاتا ہے کہ اس وقت چاروں اماموں کے ماننے والوں کے مابین اس قدر دوری ہے جبکہ ایک اچھے مسلمان کو ہر وہ بات جو کتاب و سنت کے نزدیک حقیقت ہو ماننی چاہئے اور فقہ کی اہمیت بہت زیادہ کر دی گئی حالانکہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ضروری ہے اس واضح حکم کے بعد آپ بتائیں کہ کسی امام ' مجدد ' ظلی یا بروزی ' نبی کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے؟۔

ج...... محترم و مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجھے جناب کے گرامی نامہ سے خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنی تمام الجھنیں بے کم و کاست پوری بے تکلفی سے بیان کر دیں تفصیل سے لکھنے کی افسوس ہے کہ فرصت نہیں۔ اگر جناب سے ملاقات ہو جاتی تو زبانی معروضات پیش کرنا زیادہ آسان ہوتا۔ بہر حال چند امور عرض کرتا ہوں۔

۱۔ دین اسلام کے بہت سے امور تو ایسے ہیں جن میں نہ کسی کا اختلاف ہے نہ اختلاف کی گنجائش ہے۔ لیکن بہت سے امور ایسے ہیں کہ ان کا حکم صاف قرآن کریم یا حدیث نبویؐ میں مذکور نہیں۔ ایسے امور کا شرعی حکم دریافت کرنے کے لئے گہرے علم ' وسیع نظر اور اعلیٰ درجہ کی دیانت و امانت درکار

ہے۔ یہ چاروں بزرگ ان اوصاف میں پوری امت کے نزدیک معروف و مسلم تھے اس لئے ان کے فیصلوں کو بحیثیت شارح قانون کے تسلیم کیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ عدالت عالیہ کی تشریح قانون مستند ہوتی ہے اس لئے یہ تصور صحیح نہیں کہ لوگ اللہ و رسولؐ کی اطاعت کے بجائے ان بزرگوں کی اطاعت کرتے ہیں صحیح تعبیر یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ کے فرمودات کی جو تشریح ان بزرگوں نے فرمائی اس کو مستند سمجھتے ہیں قانون کی تشریح کو کوئی عاقل قانون سے انحراف نہیں سمجھا کرتا۔ اس لئے چاروں فقہ قرآن و سنت ہی سے ماخوذ ہیں اور ان کی پیروی قرآن و سنت کی پیروی ہے۔

۲۔ رہا یہ کہ جب چاروں تشریحات مستند ہیں تو صرف فقہ حنفی ہی کو کیوں اختیار کیا جاتا ہے؟ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری فقہوں کی پوری تفصیلات ہمارے سامنے نہیں۔ نہ ساری کتابیں موجود ہیں اس لئے دوسری فقہ کے ماہرین سے رجوع کا مشورہ تو دیا جاسکتا ہے مگر خود ایسی جرأت خلاف احتیاط ہے۔

دوم...... یہ کہ یہاں اکثر لوگ فقہ حنفی سے وابستہ ہیں پس اگر کوئی شخص دوسری فقہ سے رجوع کرے گا تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ سہولت پسندی کی خاطر ایسا کرے گا نہ کہ خدا اور رسولؐ کی اطاعت کے لئے۔

ایک دوسرے کے مسلک پر عمل کرنا

س..... اگر کوئی شخص اپنے مسلک کے علاوہ کسی مسلک کی پیروی ایک یا ایک سے زائد مسائل میں کرے تو کیا اس کی اجازت ہے؟ یعنی اگر کوئی شافعی امام ابو حنیفہؒ کے مسئلہ پر عمل کرے تو کیا اس کی اجازت ہے؟۔

ج..... اپنے امام کے مسلک کو چھوڑ کر دوسرے مسلک پر عمل کرنا دو شرطوں کے ساتھ صحیح ہے۔ ایک یہ ہے کہ اس کا منشاء ہوائے نفس نہ ہو بلکہ دوسرا مسلک دلیل سے اقویٰ (زیادہ قوی) اور احوط (زیادہ احتیاط) والا نظر آئے۔ دوم یہ کہ دو مسلکوں کو گڈمڈ نہ کرے، جس کو فقہاء کی اصطلاح میں "تلفیق" کہا جاتا ہے بلکہ جس مسلک پر عمل کرے اس مسلک کے تمام شرائط کو ملحوظ رکھے۔

محاسن اسلام

اسلام دین فطرت

س..... میرے ایک مسیحی دوست کے سوال کا جواب قرآن و سنت کی روشنی میں عنایت کریں۔

انہوں نے کہا کہ اسلام بڑا خشک مذہب ہے اور فطری دین ہونے کا دعویدار بھی ہے۔ اسلام میں تفریح کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ ہر طرف بوریت ہی بوریت ہے دل بہلانے والی سب چیزیں ناجائز ہیں۔ موسیقی کی طرف ہر انسان کا رجحان ہوتا ہے۔ اور ہر روح وجد میں آجاتی ہے اسلام فطرت انسان کو اس تقاضے سے کیوں باز رکھتا ہے محظوظ ہونے کی اجازت کیوں نہیں دیتا۔ موجودہ زمانے میں مشینی دور کی وجہ سے ہر آدمی مصروف ہے، اور دن بھر کام کرنے کے بعد ہر آدمی کا دل تفریح کرنے کو چاہتا ہے یہ ریڈیو، ٹیلی ویژن، سینما، ڈانس کلب اور کھیل کے میدان ہیں۔ جوان لڑکوں کا فٹ بال اور ہاکی کھیلنا بہت حد تک بوریت ختم کرنے کا سامان مہیا کرتا ہے۔ امید ہے کہ آپ ضرور جواب دیں گے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

ج..... آپ کے مسیحی دوست کو غلط فہمی ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اور فطرت روح کی بالیدگی کا تقاضا کرتی ہے اور اسلام روح کی بالیدگی اور اس کی تفریح کا پورا سامان مہیا کرتا ہے۔ اور اس کا کامل و مکمل نظام عطا کرتا ہے۔ جبکہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں روح کی صحیح تفریح اور بالیدگی کا فطری نظام موجود نہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، نغمے و موسیقی اور دیگر خرافات جن کو سامان تفریح سمجھا جاتا ہے یہ نفس کی تفریح کا سامان ہے۔ روح کی تفریح کا نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر مقبولان الٰہی کی زندگی ان کھیل تماشوں کی تفریح سے بالکل خالی ملتی ہے اور آج بھی ان تفریحات کی طرف فساق و فجار کا رجحان ہے، جو حضرات روحانیت سے آشنا اور معرفت الٰہی کے جام سے سرشار ہیں وہ ان چیزوں کو لہو و لعب سمجھتے ہیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تفریح نفس کو موٹا اور فربہ کر کے انسان کو یاد خدا سے غافل کر دیتی ہے اس لئے اسلام عین تقاضائے فطرت کے مطابق ان کو غلط اور لائق احتراز بتلاتا ہے۔

اسلام دوسرے مذاہب سے کن کن باتوں میں افضل ہے

س..... قریب قریب دنیا کے سارے مذاہب انسانی فلاح و ابدی سکون (بہتر آخرت) کی ہدایات دیتے رہتے ہیں۔ بے شک اسلام دنیا کا آخری اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا سچا مذہب ہے۔ جس کی گواہی دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اور توریت، انجیل اور زبور سے ملتی ہے۔ ذرا تفصیل سے بتائیں کہ اسلام کی کون سی چیز اور کون سے حقائق اسے دوسرے مذاہب سے افضل تر بتاتے ہیں؟۔

ج..... ایک تابعی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا تھا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بہت ہی عجیب سی بات بتائیے جواب میں انہوں نے فرمایا! بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی ہے جو عجیب نہیں تھی!

ام المومنینؓ کا یہی ارشاد آپ کے سوال کا جواب ہے۔ آپ دریافت فرماتے ہیں کہ اسلام کس بات میں دوسرے مذاہب سے افضل ہے؟

ہماری گزارش یہ ہے کہ اسلام کی کون سی چیز دوسرے مذاہب سے افضل و برتر نہیں؟ عقائد و عبادات کی جو تفصیل اسلام نے پیش کی ہے کیا دنیا کا کوئی مذہب یہ تفصیل پیش کرتا ہے؟۔ اخلاق، معاملات، معاشرت اور سیاست کے بارے میں اسلام نے جو تفصیلی ہدایات عطا کی ہیں کیا یہ ہدایات کسی دوسرے مذہب کی کتابوں میں ڈھونڈنے سے بھی ملتی ہیں؟

پھر اسلام اپنے ہر حکم میں جو کامل اعتدال ملحوظ رکھتا ہے۔ کیا دنیا کے کسی مذہب میں اس اعتدال کی نظیر ملتی ہے۔؟ اور ساری باتوں کو چھوڑ کر آپ صرف ایک نکتہ پر غور فرمایئے کہ وہ تمام بڑے بڑے مذاہب جو آج دنیا میں موجود ہیں۔ انہوں نے کسی نہ کسی شکل میں انسان کا سر مخلوق کے آگے جھکایا۔ کسی نے آگ اور پانی کے سامنے، کسی نے حیوانات کے سامنے، کسی نے سورج چاند اور اجرام فلکی کے سامنے، اور کسی نے خود انسانی ہستیوں کے آگے۔ اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے انسان کو "اشرف المخلوقات" کا بلند ترین منصب عطا کیا۔ اس کے صحیح مقام سے آگاہ کیا۔ اور اسے اپنے جیسی مخلوق کی بندگی سے نجات دلا کر خالق کائنات کی بندگی کی راہ دکھائی اسلام ہی نے دنیا کو بتایا کہ انسان کائنات کی پرستش کے لئے نہیں بلکہ خود کائنات اس کی خدمت کے لئے ہے۔ یہ اسلام کا انسانیت پر وہ احسان ہے جس کے شکر سے وہ کبھی عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ اور یہ اسلام کا وہ طرۂ امتیاز ہے جس میں دنیا کا کوئی مذہب اس کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

یہ آپ کے سوال کا بہت ہی مختصر سا جواب ہے جس کی تفصیل کے لئے ایک ضخیم تصنیف کی ضرورت ہے۔

کفر، شرک اور ارتداد کی تعریف اور احکام

شرک کسے کہتے ہیں؟

س..... شرک کس کو کہتے ہیں؟۔

ج..... خدا تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے۔ اس کی قسمیں بہت سی ہیں۔ مختصر یہ کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہئے تھا وہ کسی مخلوق کے ساتھ کرنا شرک ہے۔

شرک کی حقیقت کیا ہے؟

س..... شرک ایک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائیں گے۔ البتہ وہ شخص مرنے سے

پہلے توبہ کر لے تب ہی یہ گناہ معاف ہو سکتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نادانستہ طور پر شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسی حالت میں مر جاتا ہے تو اس کا یہ گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے یا کبھی بخشش نہ ہوگی۔

ج...... شرک کے معنی ہیں حق تعالیٰ کی الوہیت میں یا اس کی صفات خاصہ میں کسی دوسرے کو شریک کرنا۔ اور یہ جرم بغیر توبہ کے ناقابل معافی ہے۔ نادانستہ طور پر شرک میں مبتلا ہونے کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کی تشریح فرمائی جائے۔

امور غیر عادیہ اور شرک

س...... کیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء ' اولیاء اور فرشتوں کو اختیارات اور قدرتیں بخشی ہیں۔ جیسے انبیاء کرام نے مردوں کو زندہ کیا اس کے علاوہ کوئی فرشتہ ہوائیں چلاتا ہے۔ کوئی پانی برساتا ہے وغیرہ مگر "درس توحید" کتاب میں ہے کہ بھلائی برائی نفع نقصان کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں خواہ نبی ہو یا ولی' اللہ کے سوا کسی اور میں نفع و نقصان کی قدرت جاننا ماننا شرک ہے۔

ج...... جو امور اسباب عادیہ سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً کسی بھوکے کا کسی سے روٹی مانگنا یہ تو شرک نہیں' باقی انبیاء و اولیاء کے ہاتھ پر جو خلاف عادت واقعات ظاہر ہوتے ہیں وہ معجزہ اور کرامت کہلاتے ہیں اس میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا یہ ان کی قدرت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا تھا یہ بھی شرک نہیں یہی حال ان فرشتوں کا ہے جو مختلف کاموں پر مامور ہیں۔ امور غیر عادیہ میں کسی نبی اور ولی کا متصرف ماننا شرک ہے۔

کافر اور مشرک کے درمیان فرق

س...... کافر اور مشرک کے درمیان کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ کافر اور مشرک کے ساتھ دوستی رکھنا' طعام کھانا اور سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں نیز یہ کہ اگر سلام کا جواب دینا جائز ہے تو کس طرح جواب دیا جائے۔؟

ج......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں سے کسی بات سے جو انکار کرے وہ "کافر" کہلاتا ہے۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کی ذات میں' صفات میں' یا اس کے کاموں میں کسی دوسرے کو شریک سمجھے وہ "مشرک" کہلاتا ہے۔ کافروں کے ساتھ دوستی رکھنا منع ہے۔ مگر بوقت ضرورت ان کے ساتھ کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کافروں نے کھانا کھایا ہے۔ کافر کو خود تو سلام نہ کیا جائے۔ اگر وہ سلام کہے تو جواب میں صرف "وعلیکم" کہا جائے۔

کافروں اور مشرکوں کی نجاست معنوی ہے

س..... "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کالم میں جناب والا کا ایک جواب تھا۔ کہ "غیر مسلموں مثلاً عیسائیوں کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے۔ مگر ایسا نہ ہو کہ کفر سے نفرت ہی نہ رہے۔"

قرآن مجید میں پارہ نمبر ۱۰ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۸ کا ترجمہ ہے۔ "اے ایمان والو! یہ مشرکین نجس (ناپاک) ہیں۔ ان کو مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے دو" اس آیت سے بندہ کم علم نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مشرکین نجس ہیں۔ جیسا کہ کتا اور سور نجس ہے۔ نہ کتے اور سور کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے اور نہ ہی مشرکین کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا جائز ہے۔

کیونکہ اکٹھے کھانے پینے سے مسلمان وہ نجس کھانا جو مشرک و کافر کا ہاتھ لگنے سے نجس ہوتا ہے، کھاتا ہے اور جو شخص نجاست کھاتا ہے اس کے نماز روزوں کا کیا کہنا۔ مسلمان کے تو اگر بدن کے باہر بھی نجاست لگی ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

ایسے لوگ جو غیر مسلموں سے میل جول رکھتے ہیں۔ ان کی زندگی غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف نام کے ہی مسلمان رہ گئے ہیں۔ عمل کا ان کے قریب سے گزر بھی نہیں بعض لوگ اپنے اس عمل کو نام نہاد وسیع النظری کہتے ہیں۔ مگر یہ ان کی وسیع النظری نہیں بلکہ غرق ہونے کا عمل ہے۔

قبلہ و کعبہ مولانا صاحب گزارش دست بستہ ہے کہ اتنے دلائل سننے کے باوجود اگر میں غلطی پر ہوں تو امید ہے کہ گستاخی کی معافی فرما کر مدلل اور تفصیل سے تصحیح فرمائیں گے۔

ج..... کافروں اور مشرکوں کے نجس ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں یہ تو قرآن کریم کا فیصلہ ہے لیکن ان کی نجاست، ظاہری نہیں، معنوی ہے اسلئے کافر و مشرک کے ہاتھ منہ اگر پاک ہوں تو ان کے ساتھ کھانا جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کافروں نے بھی کھانا کھایا ہے۔ ہاں! ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات جائز نہیں کتے اور خنزیر کا جھوٹا کھانا ناپاک ہے مگر کافر کا جھوٹا ناپاک نہیں۔

شرک و بدعت کسے کہتے ہیں؟

س..... شرک و بدعت کی تعریف کیا ہے؟ مثالوں سے وضاحت کریں؟

ج..... خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور تصرف و اختیار میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک کہلاتا ہے۔ اور جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعین نے نہیں کیا، بلکہ دین کے نام پر بعد میں ایجاد ہوا، اسے عبادت سمجھ کر کرنا بدعت کہلاتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں مثالیں آپ خود بھی متعین فرما سکتے ہیں۔

بدعت کی تعریف

س...... بدعت کسے کہتے ہیں؟ بدعت سے کیا مراد ہے؟ جواب ٹو دی پوائنٹ دیں۔

ج...... بدعت کی تعریف در مختار (مع حاشیہ شامی جلد ۱ صفحہ ۵۶۰ طبع جدید) میں یہ کی گئی "هی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی الله علیه و سلم لا بمعاندة بل بنوع شبهة" (ترجمہ) "جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف و منقول ہے اس کے خلاف کا اعتقاد رکھنا ضد و عناد کے ساتھ نہیں بلکہ کسی شبہ کی بناء پر۔" اور علامہ شامیؒ نے علامہ شمنی سے اس کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے "ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلی الله علیه و سلم من علم او عمل او حال بنوع شبهة او استحسان و جعل دینا قویما و صراطا مستقیما" (ترجمہ) "جو علم، عمل یا حال اس حق کے خلاف ایجاد کیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ کسی قسم کے شبہ یا استحسان کی بناء پر اور پھر اسی کو دین قویم اور صراط مستقیم بنا لیا جائے وہ بدعت ہے"

خلاصہ یہ کہ دین میں کوئی ایسا نظریہ، طریقہ اور عمل ایجاد کرنا بدعت ہے جو:

الف: طریقۂ نبوی کے خلاف ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ قولاً ثابت ہو، نہ فعلاً، نہ صراحتاً، نہ دلالتہً، نہ اشارۃً......

ب: جسے اختیار کرنے والا مخالفت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض سے بطور ضد و عناد اختیار نہ کرے، بلکہ بزعم خود ایک اچھی بات اور کار ثواب سمجھ کر اختیار کرے،

ج: وہ چیز کسی دینی مقصد کا ذریعہ و وسیلہ نہ ہو بلکہ خود اسی کو دین کی بات سمجھ کر کیا جائے۔

کافر، زندیق، مرتد کا فرق

س...... (۱) کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟۔

(۲)۔ جو لوگ کسی جھوٹے مدعی نبوت کو مانتے ہوں وہ کافر کہلائیں گے یا مرتد؟

(۳)۔ اسلام میں مرتد کی کیا سزا ہے؟ اور کافر کی کیا سزا ہے؟

ج...... جو لوگ اسلام کو مانتے ہی نہیں وہ تو کافر اصلی کہلاتے ہیں، جو لوگ دین اسلام کو قبول کرنے کے بعد اس سے برگشتہ ہو جائیں وہ "مرتد" کہلاتے" ہیں، اور جو لوگ دعویٰ اسلام کا کریں لیکن عقائد کفریہ رکھتے ہوں اور قرآن و حدیث کے نصوص میں تحریف کر کے انہیں اپنے عقائد کفریہ پر فٹ کرنے کی کوشش کریں انہیں "زندیق" کہا جاتا ہے اور جیسا کہ آگے معلوم ہو گا ان کا حکم بھی "مرتدین" کا ہے بلکہ ان سے بھی سخت۔

(۲) ۔ ختم نبوت اسلام کا قطعی اور اٹل عقیدہ ہے اس لئے جو لوگ دعوئی اسلام کے باوجود کسی جھوٹے مدعی نبوت کو مانتے ہیں اور قرآن وسنت کے نصوص کو اس جھوٹے مدعی پر چسپاں کرتے ہیں وہ مرتد اور زندیق ہیں۔

(۳) ۔ مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے اگر ان تین دنوں میں وہ اپنے ارتداد سے توبہ کر کے پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کر دیا جائے لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کر دیا جائے، جمہور ائمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبس دوام کی سزا دی جائے۔

زندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائیگی یا نہیں؟ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بہر حال واجب القتل ہے، امام احمدؒ سے دونوں روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی سزا بہر صورت قتل ہے خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے۔ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے از خود توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہو جائے گی۔ لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندیق، مرتد سے بدتر ہے، کیونکہ مرتد کی توبہ بالاتفاق قبول ہے، لیکن زندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر اختلاف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ مرتد ہو گئے

س...... عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا اور تم میں کے چند لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے یہاں تک کہ میں ان کو (کوثر کا) پیالہ دینا چاہوں گا تو وہ لوگ میرے پاس سے کھینچ لئے جائیں گے میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار یہ لوگ تو میرے صحابی ہیں تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہیں۔ (صحیح بخاری)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا "سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور ہوشیار رہو چند آدمی میری امت کے لائے جائیں گے اس وقت میں کہوں گا اے رب یہ تو

میرے صحابی ہیں اللہ کی جانب سے ندا آئے گی کہ تو نہیں جانتا انہوں نے تیرے بعد کیا کیا۔ یہ لوگ (اصحاب) تیرے (محمدؐ) جدا ہونے کے بعد مرتد ہوگئے تھے" (صحیح بخاری)

مذکورہ بالا دو احادیث مبارکہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیں ان احادیث مبارکہ میں جن اصحاب کو صاف لفظوں میں مرتد اور بدعتی کہا گیا ہے وہ اصحاب کون ہیں؟

ج..... ان کا اولین مصداق وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔ اور جن کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا ان کے علاوہ وہ تمام لوگ بھی اس میں داخل ہیں جنھوں نے دین میں گڑبڑ کی نئے نظریات اور بدعات ایجاد کیں۔

مرتد کی توبہ قبول ہے

س..... ہمارے چچا نے آج سے ۳۰ سال قبل ایک عیسائی عورت سے نکاح کیا تھا۔ اور ان کے پادری کی شرائط کو مانتے ہوئے دین اسلام کو چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور اپنا سابقہ اسلامی نام عبدالجبار ختم کر کے عیسائی نام پی ایل مارٹن رکھا تھا ان کے تین لڑکے بھی ہیں جو اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں لیکن ان کے نام عیسائیوں والے ہیں اب ہمارے چچا کہتے ہیں کہ میں دوبارہ مسلمان ہو گیا ہوں اور انہوں نے اپنا سابقہ نام عبدالجبار پھر اختیار کر لیا ہے اور وہ اب باقاعدگی سے فجر کی نماز اور جمعہ کی نماز بھی ادا کرتے ہیں جبکہ ان کے جاننے والوں کا کہنا ہے کہ وہ مسجد میں آنے کا حقدار نہیں کیوں کہ یہ شخص اب ساری عمر کے لئے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اس کی زوجہ نے بھی دین اسلام قبول کر لیا ہے اور اپنا اسلامی نام راحیلہ رکھا ہے آپ سے التماس ہے شریعت اور حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ دونوں میاں بیوی اب مسلمان سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

ج..... جو شخص (نعوذ باللہ) دین اسلام سے پھر جائے اور کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے وہ مرتد کہلاتا ہے اور مرتد اگر سچے دل سے توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول کر لے تو اس کی توبہ صحیح ہے اور وہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا اس لئے اگر آپ کے چچا نے بیوی بچوں سمیت اسلام قبول کر لیا ہے تو ان کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کیا جائے ان کو مسجد سے روکنا غلط ہے ان کے لڑکوں کے نام تبدیل کر کے مسلمانوں کے نام رکھ دیئے جائیں اور پورے خاندان کو چاہئے کہ پنجگانہ نماز اور دین کے دیگر فرائض و واجبات کی پوری پابندی کریں اور دینی مسائل بھی ضرور سیکھیں۔

اسلامی حکومت میں کافر اللہ کے رسول کو گالی دے تو وہ واجب القتل ہے

س..... اگر اسلامی حکومت میں رہنے والا کافر اللہ کے رسول کو گالی دے تو کیا اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا؟ حدیث

میں ہے جو ذمی اللہ کے رسول کو گالی دے اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے وہ واجب القتل ہے۔
ج..... فقہ حنفی میں فتویٰ اس پر ہے کہ جو شخص اعلانیہ گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے در مختار اور شامی میں اس کا واجب القتل ہونا نہایت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور خود شیخ الاسلام حافظ تیمیہ" (جن کو غیر۔ مقلد اپنا امام مانتے ہیں) کی کتاب "الصارم المسلول" میں بھی حنفیہ سے اس کا واجب القتل ہونا نقل کیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے
"تنبیہ الولاۃ و الحکام علیٰ احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابہ الکرام علیہ و علیھم الصلوٰۃ و السلام"
یہ رسالہ مجموعہ رسائل "ابن عابدین" میں شائع ہو چکا ہے۔ الغرض ایسے گستاخ کا واجب القتل ہونا تمام ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔
اور یہ جو بحث کی جاتی ہے کہ اس سے عہد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ یہ محض ایک نظریاتی بحث ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے اور کافر وہ پہلے ہی سے ہے 'لہٰذا اس سے ذمہ تو نہیں ٹوٹے گا۔ مگر اس کی یہ حرکت موجب قتل ہے اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ شخص ذمی نہیں رہا۔ حربی بن گیا لہٰذا واجب القتل ہے پس نتیجہ بحث دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلا 'نظریاتی بحث صرف توجیہ و تعلیل میں اختلاف کی رہی۔ حدیث میں بھی اس کے واجب القتل ہونے ہی کو ذکر فرمایا گیا۔ اس کے ذمہ ٹوٹنے کو نہیں 'اس لئے یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں۔

قرآن پاک کی توہین کرنے والے کی سزا

س...... امیر خان کی اپنے چھوٹے حقیقی بھائی کے ساتھ کسی چھوٹی سی بات پر لڑائی ہو گئی تھی امیر خان اور اس کے بیٹوں نے چھوٹے بھائی اور اس کے گھر والوں کو مارا پیٹا اور زخمی کیا۔ آخر پولیس تک نوبت پہنچی۔ کچھ عرصہ بعد امیر خان کے چھوٹے بھائی نے جرگے کے ساتھ قرآن لے کر بڑے بھائی سے معافی مانگی کہ آپ میرے بڑے بھائی ہیں، جو غلطیاں آپ نے کی ہیں وہ بھی میں اپنے سر لیتا ہوں. آپ خدا کیلئے اور قرآن پاک کے صدقے مجھے معاف فرمائیں لیکن امیر خان نے پورے جرگے کے سامنے قرآن مجید کے لئے یہ توہین آمیز الفاظ استعمال کئے (قرآن مجید کیا ہے یہ تو صرف ایک چھاپہ خانے کی کتاب ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ آپ مجھے .... ۷ ہزار روپے دیں یا میرے ساتھ کیس لڑیں)۔
(الف)۔ کیا یہ بندہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جو کلام پاک کی توہین کرے۔؟
(ب)۔ کیا ایسا بندہ مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔؟
(ج)۔ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' برتاؤ کرنا کیسا ہے۔

ج...... قرآن مجید کی توہین کفر ہے۔ یہ شخص اپنے ان الفاظ کی وجہ سے مرتد ہو گیا ہے۔ اور اس کا نکاح باطل ہو گیا۔ اس پر توبہ کرنا لازم ہے۔ مرتد کا جنازہ جائز نہیں نہ اس سے میل جول ہی جائز ہے۔

ضروریات دین کا منکر کافر ہے

س...... ہمارے علاقے میں ابھی کچھ دن پہلے ایک جماعت آئی تھی۔ جو صرف فجر، عصر، عشاء کی نماز ادا کرتی تھی معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ وہ لوگ صرف انہی نمازوں کو ادا کرتے ہیں جن کا نام قرآن پاک میں موجود ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ کون سا فرقہ ہے جو صرف قرآن پاک کی بات مانتا ہے۔

ج...... حدیث کے نہ ماننے والوں کا لقب تو منکرین حدیث ہے۔ باقی نماز پنجگانہ بھی اسی طرح متواتر ہیں۔ جس طرح قرآن متواتر ہے۔ جو شخص پانچ نمازوں کا منکر ہے وہ قرآن کریم کا بھی منکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم......... اور دین اسلام کا بھی منکر ہے۔ ایسے تمام دینی امور، جن کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اور جن کا دین محمدی میں داخل ہونا ہر خاص و عام کو معلوم ہے۔ ان کو "ضروریات دین" کہا جاتا ہے۔ ان تمام امور کو بغیر تاویل کے ماننا شرط اسلام ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس میں تاویل کرنا کفر ہے۔ اس لئے جو فرقہ صرف تین نمازوں کا قائل ہے۔ پانچ نمازوں کو نہیں مانتا وہ اسلام سے خارج ہے۔

صحابہؓ کو کافر کہنے والا کافر ہے

س...... زید کہتا ہے کہ صحابہؓ کو کافر کہنے والا شخص ملعون ہے اہلسنّت والجماعت سے خارج نہ ہو گا۔ عمر کا کہنا ہے کہ صحابہؓ کو کافر کہنے والا شخص کافر ہے۔ کس کا قول صحیح ہے۔

ج...... صحابہؓ کو کافر کہنے والا کافر اور اہلسنّت والجماعت سے خارج ہے۔

صحابہؓ کا مذاق اڑانے والا گمراہ ہے اور اس کا ایمان مشتبہ ہے

س...... جو شخص صحابہؓ کا مذاق اڑائے اور حضرت ابو ہریرہؓ کے نام مبارک کے معنی بلی چلی کے کرے نیز یہ بھی کہے کہ میں ان کی حدیث نہیں مانتا کیا وہ مسلمان ہے؟

ج...... جو شخص کسی خاص صحابی کا مذاق اڑاتا ہے وہ بد ترین فاسق ہے۔ اس کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ ورنہ اس کے حق میں سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے، اور جو شخص تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو...... معدودے چند کے سوا...... گمراہ سمجھتے ہوئے ان کا مذاق اڑاتا ہے وہ کافر اور زندیق ہے، اور یہ کہنا کہ میں فلاں صحابیؓ کی حدیث کو نہیں مانتا۔ نعوذ باللہ۔ اس صحابیؓ پر فسق کی تہمت لگاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں دین کا ایک بڑا حصہ ان کی روایت سے منقول ہے' ان کا مذاق اڑانا اور ان کی روایات کو قبول کرنے سے انکار کرنا نفاق کا شعبہ اور دین سے انحراف کی علامت ہے۔

دین کی کسی بھی بات کا مذاق اڑانا کفر ہے ایسا کرنے والا اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرے

س..... کوئی شخص کفر کے الفاظ بولتا ہے۔ مثلاً روزہ وہ رکھے جو بھوکا ہو یا روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں گندم نہ ہو نماز میں اٹھک بیٹھک کون کرے یا اسی طرح کے اور کوئی کلمہ کفر بولے تو کیا اس کا ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی نماز روزہ اور حج صدقات اور زکوٰۃ ختم ہو جاتے ہیں اور اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اس کو اب کیا کرنا چاہئے۔ کیا نکاح دوبارہ پڑھائے اور توبہ کس طرح کرے۔ اگر وہ توبہ نہیں کرتا ہے اور عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے جبکہ بیوی کے ساتھ نکاح تو جاتا رہا۔ کیا وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے اب وہ کس طرح پھر سے مسلمان ہو گا۔ براہ کرم تفصیل سے جواب دیں۔ نامعلوم کتنے شخص اس میں مبتلا ہیں؟

ج..... دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اس سے ایمان ساقط ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو اپنے کلمات کفریہ سے توبہ کر کے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے۔ نکاح بھی دوبارہ کیا جائے۔ اگر بغیر توبہ یا بغیر تجدید نکاح کے بیوی کے پاس جائے گا تو بد کاری کا گناہ دونوں کے ذمہ ہو گا۔

سنت کا مذاق اڑانا کفر ہے

س..... کسی سنت کا مذاق اڑانا کیسا ہے۔

ج..... سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز کا مذاق اڑانے والا کھلا کافر ہے۔ اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو مذاق اڑانے کے بعد مرتد ہو گیا۔

مفاد کے لئے اپنے کو غیر مسلم کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

س..... رمضان المبارک میں چند ہوٹل دن میں روزے کے دوران بھی کھلے رہتے ہیں اس کے علاوہ ہندوؤں کے مندروں اور عیسائیوں کے چرچ میں واقع ہوٹل اور کینٹین بھی دن کے اوقات میں کھلے رہتے ہیں ان ہوٹلوں پر غیر مسلموں کے علاوہ مسلمان روزہ خوروں کی ایک بڑی تعداد کھانا وغیرہ چھپ کر کھاتی ہے اگر کبھی روزے کے دوران ان میں سے کسی ہوٹل پر پولیس کا چھاپہ پڑ جائے تو مسلمان روزہ خور پکڑے جاتے ہیں وہ سزا کے خوف سے پولیس کے سامنے یہ اقرار کر لیتے ہیں کہ ہم مسلمان نہیں ہیں بلکہ

ہندو یا عیسائی ہیں۔ روزہ خوروں کا زبانی یہ اقرار سن کر پولیس انہیں چھوڑ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک شخص کی بنک میں کافی رقم جمع ہے جب حکومت کی طرف سے بنک اس رقم میں سے زکوٰۃ کی رقم منہا کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص مسلمان ہوتے ہوئے محض زکوٰۃ کی رقم کو منہا ہونے سے بچانے کے لئے بنک کو تحریری طور پر یہ اقرار نامہ دیدیتا ہے کہ میں غیر مسلم ہوں مہربانی فرما کر یہ بتایئے کہ اسطرح اگر کوئی مسلمان تحریری یا زبانی طور پر خود کے غیر مسلم ہونے کا اقرار کرے تو اس کے ایمان کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

ج...... یہ کہنے سے کہ "میں مسلمان نہیں ہوں" آدمی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ مسلمان نہیں رہتا۔ ایسے لوگوں کو اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے اور آئندہ کے لئے اس مذموم حرکت سے توبہ کرنی چاہئے۔ روزہ چھوڑنے کے دوسرے عذر بھی تو ہو سکتے ہیں کسی کو جھوٹ ہی بولنا ہو تو اسے کوئی اور عذر پیش کرنا چاہئے اپنے کو غیر مسلم کہنا حماقت ہے۔

نماز کا انکار کرنے والا انسان کافر ہے

س...... ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا "خاص بندہ" کہتا ہے اس کے بقول ہمارا کلمہ نعوذ باللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں ہے بلکہ کلمہ کچھ یوں ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ نمبر ۲۔ پورے دن میں صرف ایک مرتبہ خدا تعالیٰ کو سجدہ کر لیا جائے بہت ہے یعنی پانچ وقت کی نماز فرض نہیں ہے نماز پڑھنے کا رخ کعبۃ اللہ کی مخالف سمت میں ہے۔ ۳۔ رمضان کے روزے فرض نہیں ہیں بلکہ سب دن اللہ کے ہیں۔ جب چاہیں روزہ رکھیں۔ ۴۔ فطرہ اور زکوٰۃ واجب نہیں ہیں ۵۔ اس وقت جو حج ہو رہا ہے وہ ایک نعوذ باللہ دکھلاوا اور ڈھکوسلا ہے۔ ۶۔ بنک میں پیسہ فکسڈ ڈپازٹ کروانے سے جو سود یا (منافع) ملتا ہے وہ جائز ہے۔ ۷۔ حضور اقدسؐ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں لیکن یہ بات خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آئندہ کوئی نبی آئے گا یا نہیں ۸۔ قرآن شریف میں تحریف ہو چکی ہے۔ ۹۔ ولی اللہ نبی کی امت میں سے نہیں ہیں۔ یہ میں نے صرف چند موٹی موٹی باتیں لکھی ہیں جبکہ تفصیلاً اس سے بہت کچھ زیادہ ہے۔

ج...... یہ شخص جس کے عقائد آپ نے لکھے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا منکر اور خالص کافر ہے اور "خاص بندہ" ہونے سے مراد اگر یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام آتے ہیں تو یہ شخص نبوت کا مدعی اور مسیلمہ کذّاب اور مرزا قادیانی کا چھوٹا بھائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے

س...... رسول اللہؐ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کے باوجود بھی کیا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی توہین بھی کفر ہے فقہ کی کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے لئے تصغیر کا صیغہ استعمال کیا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

کیا گستاخ رسول کو حرامی کہہ سکتے ہیں

س...... بعض لوگ سورۂ قلم کی آیت ۱۳ (زنیم) سے استدلال کر کے گستاخ رسول کو حرامی کہتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یا کسی بھی رسول کی گستاخی کرنا بدترین کفر ہے (نعوذ باللہ) مگر قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں جس شخص کو "زنیم" کہا گیا ہے اس کو گستاخی رسولؐ کی وجہ سے "زنیم" نہیں کہا گیا۔ بلکہ یہ ایک واقعہ کا بیان ہے کہ وہ شخص واقعتاً ایسا ہی بدنام اور مشکوک نسب کا تھا۔ اس لئے اس آیت کریمہ سے یہ اصول نہیں نکالا جاسکتا کہ جو شخص گستاخیٔ رسول کے کفر کا ارتکاب کرے اس کو "حرامی" کہہ سکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کا کیا حکم ہے؟

س...... ایک آدمی اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین رکھتا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں کرتا نماز بھی پڑھتا ہے لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا تو کیا وہ آدمی جنت کا حق دار ہے؟

ج...... جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا وہ خدا پر یقین کیسے رکھتا ہے۔

اہل کتاب ذمی کا حکم

س...... سوال حذف کر دیا گیا۔

ج...... جو غیر مسلم حضرات کسی اسلامی مملکت میں رہتے ہوں وہ خواہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب۔ انہیں "ذمی" کہا جاتا ہے۔ "ذمہ" عہد کو کہتے ہیں چونکہ اسلامی حکومت کا ان سے عہد ہے کہ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی جائیگی۔ اس لئے وہ "ذمی" یا "معاہد" کہلاتے ہیں۔ تمام اہل ذمہ کے حقوق یکساں ہیں مگر اہل کتاب کو دو خصوصیتیں حاصل ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا ذبیحہ مسلمان کے لئے حلال ہے۔ اور دوسری یہ کہ اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان کا رشتہ ازدواج جائز ہے۔ غیر اہل کتاب کا نہ ذبیحہ حلال ہے۔ نہ ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہے۔

ایک اسلامی ملک میں ایسی جسارت کرنے والوں کا شرعی حکم کیا ہے؟

س...... جناب کی توجہ ایک ایسے اہم معاملے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جس کا تعلق دین اسلام سے ہے اور جس کے خلاف دیدہ دلیرانہ اعتراض اور رکیک حملوں سے ایک مسلمان کا دین وایمان نہ صرف غارت ہو جاتا ہے بلکہ قرآنی قانون اور ہمارے اس ملک کے قانون کی رو سے ایسے شخص کے خلاف غداری کے جرم میں مقدمہ چل سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "ڈان" کے ۷ جولائی ۷۰ء کے شمارے میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے اس میں مضمون نگار نے قرآنی قوانین کا بڑی بے باکی سے مذاق اڑایا ہے۔ اس کے افکار کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱)۔ قرآن میں صرف تین چار قانون ہیں مثلاً نکاح، طلاق، وراثت لیکن یہ قانون تو پیغمبرؐ اسلام کی بعثت سے پہلے بھی جاہل عربوں میں رائج تھے۔ آپؐ نے ان میں کچھ اضافے اور اصلاح کی۔

(۲)۔ قرآنی قانون کو حرف آخر سمجھنا اور یہ کہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی اور اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ایسا موقف ایک خاص گروہ کا ہے جو صحیح نہیں بلکہ ایسے اعتقاد کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر لے کر پھرنے کے بجائے اسے اتار پھینکنا چاہئے تاکہ موجودہ زمانہ کی ترقی یافتہ قوموں کی رفتار کا ہم ساتھ دے سکیں۔

(۳)۔ ہم نے اپنی دقیانوسی مذہبی ذہنیت سے اپنے اوپر ترقی کی راہیں بند کرلی ہیں۔

(۴)۔ ہمارے چار اماموں کے فیصلے بھی حرف آخر نہیں۔ وہ حدیثوں سے ہٹ کر قیاس کے ذریعہ فیصلے کرتے تھے۔

(۵)۔ "مسلمان قوم ہی دنیا کی بہترین قوم ہے" ایسے غلط عقیدے کی بناء پر مسلمان غرور سے اتراتے پھرتے ہیں۔ یہ قرآن کے مطابق صحیح نہیں۔

(۶)۔ اب وقت آگیا ہے کہ قرآنی قانونوں کی از سرنو تشریح کی جائے۔ اور اس میں آج کے ترقی یافتہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی اور اصلاح کی جائے۔

(۷)۔ کیونکہ قرآنی قوانین بقول بدرالدین طیب جی (بمبئی ہائیکورٹ کے جج) نامکمل ہیں۔ مثلاً وراثت کا قانون نامکمل ہے اور اس میں اصلاح ضروری ہے۔

(۸)۔ قرآنی قانون نامکمل ہیں۔ برخلاف اس کے آجکل اینگلو سیکسن یا فرنچ قانون مکمل ہے اور ان قانون دانوں کی صدیوں کی کاوش اور دریافت کی بدولت یہ قوانین آج دنیا بھر میں رائج ہیں ان میں بہت کچھ مواد اسلامی قانون میں لینے کی ضرورت ہے۔

(۹)۔ مسلمانوں کو آج اس زمانے میں تیرہ سو سالہ پرانی زندگی جینے پر مجبور کرنا زیادتی ہے۔

وغیرہ۔

احقر کی گزارش ہے کہ ایسے خیالات رکھنے والا اور اخبار میں ان خیالات کا پرچار کرنے والا مسلمان کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا اس کے خلاف اسلامی قانون اور ہمارا ملکی قانون حرکت میں نہیں آسکتا؟ ہماری وزارت قانون اور وزارت مذہبی امور ایسے شخص کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے سے کیوں خاموش ہے؟ کیا یہ شخص ایسے غیر اسلامی پرچار سے ہزاروں بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر رہا؟ اور کیا آج جبکہ سارا ملک اسلامی نظام رائج کرنے کا متفقہ مطالبہ کر رہا ہے اس کو یہ شخص غارت کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہے؟ کیا اس کی یہ کوشش نظریۂ پاکستان، جس کے طفیل یہ ملک وجود میں آیا ہے، غیر قانونی اور غیر اسلامی نہیں ہے؟ میرے خیال میں تو اس شخص کو اس قدر چھوٹ نہیں دینی چاہئے۔ ایسے زہریلے پروپیگنڈہ کا اس کے شروع میں ہی مکمل طور پر قلع قمع کر دینا چاہئے۔ کیونکہ ایسے اسلام دشمن گروہ اس ملک میں نظام اسلام رائج ہونے کے خلاف منظم سازش کر رہے ہیں اور اس کو ہماری خاموشی سے فروغ مل رہا ہے۔

ج...... آپ نے "ڈان" کے مضمون نگار کے جن خیالات کو نقل کیا ہے یہ خالص کفر والحاد ہے اور یہ شخص زندیق اور مرتد کی سزا کا مستحق ہے۔ اسی کے ساتھ "ڈان" اخبار بھی قرآن کریم کی توہین کے جرم کا مرتکب ہوا ہے اس لئے یہ اخبار بند ہونا چاہئے اور اس کے مالکان اور ایڈیٹر کو زندقہ پھیلانے کی سزا ملنی چاہئے۔

پانچ نمازوں اور معراج کا منکر بزرگ نہیں "انسان نما ابلیس" ہے

س...... پچھلے دنوں میری ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جو دیکھنے میں بہت پرہیز گار معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے مجھ پر یہ ثابت کرنا چاہا کہ دن میں تین نمازیں فرض ہیں اور یہ بات قرآن کی رو سے ثابت ہے اور اس سلسلے میں مجھے انہوں نے سورہ ھود کی آیت ۱۱۴ کا حوالہ دیا اور اس کا ترجمہ دکھایا جس سے یہی ثابت ہوتا نظر آرہا تھا کہ دن میں تین نمازیں فرض ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل قرآن کے مطابق تھا اور وہ خود پانچ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے اور انہیں یہ تحفہ معراج کے مبارک موقع پر ملا تھا۔ تو انہوں نے کہا کہ "تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ نبیؐ پانچ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور جب قرآن پاک کہہ رہا ہے کہ تین نمازیں فرض ہیں تو ہم اس سے انکار تو نہیں کر سکتے۔ اور اس نے معراج کے واقعہ کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا" میں نے سورہ اسراء کا حوالہ دیا تو موصوف کہنے لگے کہ "اس میں تو یہی لکھا ہے کہ 'پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی' اگر یہ سب حقیقت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا ذکر کرتا کیونکہ یہ اتنی اہم بات تھی اور سورہ اسراء کی مذکورہ آیت سے ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم ایک رات میں آسمان سے ہو کر آئے تھے"

ج ...... چند باتیں اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

اول ...... پانچ وقت کی نماز کا قرآن کریم میں ذکر ہے، احادیث شریف میں بھی، اور پوری امت کا اس پر اجماع اور اتفاق بھی ہے۔ یہ بات صرف مسلمان ہی نہیں، غیر مسلم بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ اس لئے نماز پنجگانہ کا ادا کرنا فرض ہے اس کی فرضیت کا عقیدہ رکھنا فرض ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

دوم ...... ایک "بزرگ" نے آپ کو قرآن مجید کی آیت کا ترجمہ دکھایا اور آپ پریشان ہو گئے۔ مسلمان کا عقیدہ ایسا کچا نہیں ہونا چاہئے کہ کسی مجہول آدمی کے ذرا سا وسوسہ ڈالنے سے ٹوٹ پھوٹ جائے۔ آپ کو اور نہیں تو یہی سوچ لینا چاہئے تھا کہ جس قرآن حکیم کی ایک آیت کو اردو ترجمہ کی مدد سے آپ نے سمجھنے کی کوشش کی اور پریشان ہو گئے۔ یہ قرآن پہلی بار آپ پر یا اس "بزرگ" پر نازل نہیں ہوا یہ آپ سے پہلے بھی دنیا میں موجود تھا۔ اور چودہ صدیوں کے وہ اکابر بزرگان دین جن کا شب و روز کا مشغلہ ہی قرآن کریم کا پڑھنا تھا۔ اور جو قرآن سمجھنے کیلئے اس کے کسی اردو یا انگریزی ترجمہ کے محتاج نہیں تھے وہ سب کے سب نماز پنجگانہ کی فرضیت کے قائل چلے آئے ہیں۔ یہ حضرات قرآن کریم کو آپ سے اور آپ کے اس "بزرگ" سے تو بہر حال زیادہ ہی سمجھتے ہوں گے پھر ایک آدھ آدمی کو تو غلطی بھی لگ سکتی ہے۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے کے مسلمان خواہ مشرق کے ہوں یا مغرب کے نماز پنجگانہ کو فرض سمجھتے آئے ہیں۔ ان سب کو غلطی پر متفق ماننے کے بجائے کیا یہ آسان نہیں کہ ان "بزرگ" صاحب کو ٹھوکر لگی ہو اور وہ آیت کریمہ کا مطلب نہ سمجھے ہوں؟ جو شخص ساری دنیا کو پاگل کہتا ہو کیا یہی بات اس کے خلل دماغ اور پاگل پن کی دلیل نہیں؟

سوم ...... ان صاحب کا یہ کہنا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ وقت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں ان سے دریافت کیجئے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ آنجناب اپنے باپ کے گھر پیدا ہوئے تھے؟ اور فلاں خاتون کے بطن سے تولد ہوئے تھے؟ چند آدمیوں کے کہنے پر آپ نے اپنے باپ کو باپ اور ماں کو ماں تسلیم کر لیا۔ حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ غلط کہتے ہوں۔ لیکن مشرق و مغرب کی ساری مسلم و غیر مسلم دنیا ہر دور ہر زمانے میں جو شہادت دیتی چلی آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ نمازیں پڑھا کرتے تھے یہ آپ کے نزدیک "ثبوت" نہیں۔ اور آپ اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو آپ کے پاس اپنے ماں باپ کا بیٹا ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ یا آپ اپنے نسب کے بارے میں بھی ایسے شک و شبہ کا اظہار فرمائیں گے؟ کیا دین کے قطعیات کو ایسی لغویات سے رد کرنا دماغ کی خرابی نہیں؟

چہارم...... قرآن کریم میں "اسراء" کا ذکر ہے۔ لیکن آپ کے "بزرگ" صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت نہیں۔ تو کیا ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے "بے حقیقت" بات بیان کردی؟ "اسراء" کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور اس کی تفصیلات احادیث شریفہ میں آئی ہیں۔ اس کے منکر کو درحقیقت خدا اور رسول اور قرآن و حدیث ہی سے انکار ہے۔

پنجم...... مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

یعنی بہت سے شیطان آدمیوں کی شکل میں ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہئے۔ آپ کا یہ "بزرگ" بھی "انسان نما ابلیس" ہے۔ جو دین کی قطعی و یقینی باتوں میں وسوسے ڈال کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔

جو ملنگ فقیر نماز روزے کے قائل نہیں وہ مسلمان نہیں پکّے کافر ہیں

س...... فقیر اور ملنگ پاکستان میں مزاروں پر بہت ہوتے ہیں انہوں نے اپنے آپ کو روزے اور نماز سے کنارہ کش کرلیا ہے اللہ اور رسول کی باتیں کرتے ہیں چرس پیتے رہتے ہیں کیا ان کے لئے روزہ نماز معاف ہے۔

ج...... جو شخص نماز روزے کا قائل نہیں وہ مسلمان نہیں پکا کافر ہے۔ جن فقیر ملنگوں کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ اکثر و بیشتر اسی قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔

نماز کی اہانت کرنے اور مذاق اڑانے والا کافر ہے

س...... ایک عورت نے اپنے خاوند کو نماز پڑھنے کو کہا اور دوسرے لوگوں سے بھی کہلوایا تو خاوند نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کیا ہگنے موتنے کی جگہ کو اونچا کرنے سے ہی راضی ہوتا ہے۔ عورت صلوٰۃ و صوم کی نہایت پابند ہے اس کو کسی نے یہ کہا ہے کہ تیرے خاوند کا تجھ سے نکاح باقی نہیں رہا، کیونکہ اس نے عبادت کا مذاق اڑایا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اس طرح دوبارہ نکاح سے جہاں وہ آئندہ حرکت نہیں کریگا وہاں دوسرے لوگ جو اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں باز آجائیں گے۔

ج...... اس شخص کا یہ کہنا کہ کیا اللہ تعالیٰ ہگنے موتنے کی جگہ کو اونچا کرنے ہی سے راضی ہوتا ہے۔ نماز کی اہانت اور اس کا مذاق اڑانے پر مشتمل ہے اور دین کی کسی بات کا مذاق اڑانا اور اس کی حقارت کرنا کفر ہے اس لئے یہ شخص کلمۂ کفر بکنے سے مرتد ہوگیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی۔ اگر وہ اپنے

کلمۂ کفر سے توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو جائے تو نکاح کی تجدید ہو سکتی ہے، اور اگر اس کو اپنے کلمۂ کفر پر کوئی ندامت نہ ہو اور اس سے توبہ نہ کرے تو اس کی بیوی عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

بلا تحقیق حدیث کا انکار کرنا

س...... میں نے ایک حدیث مبارک پڑھی تھی کہ جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے پاس سے نکل کر اس کے سر پر لٹکتا رہتا ہے پھر جب وہ فراغت کے بعد پشیمان ہوتا ہے تو ایمان واپس آجاتا ہے۔
یہ حدیث میں نے اپنے ایک دوست کو اس وقت سنائی جب زنا کا موضوع زیر گفتگو تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بتایا کہ یہ حدیث ہے تو اس نے جواب دیا کہ چھوڑو یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔
پہلا سوال یہ ہے کہ یہ حدیث مستند اور معتبر ہے یا ضعیف؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ میرے دوست کا یہ کہنا کہ یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں کہاں تک صحیح ہے؟ اس کا جواب ذرا وضاحت اور تفصیل سے دیجئے گا۔

ج...... یہ حدیث مشکوٰۃ شریف (صفحہ ۱۷) پر صحیح بخاری کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔ آپ کے دوست کا اس کو مولویوں کی گھڑی باتیں کہنا جہالت کی بات ہے۔ ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے اور بغیر تحقیق کے ایسی باتیں کہنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ورنہ بعض اوقات ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔

ایک نام نہاد ادیبہ کی طرف سے اسلامی شعائر کی توہین

س...... اسلام آباد میں گزشتہ دنوں دو روزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس برائے خواتین منعقد ہوئی جس میں عالم اسلام کی جید عالم دین خواتین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جہاں اسلام کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے کام ہوا وہاں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو توجہ طلب ہیں۔ ٹیلی ویژن کی ایک ادیبہ نے کہا کہ مردوں میں کوئی نہ کوئی کجی رکھی گئی ہے یہ قدرت کی مصلحت ہے کہ حضورؐ کے بیٹا نہیں تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں تھے (بحوالہ رپورٹ روزنامہ جسارت صفحہ نمبر ۲ مورخہ ۲۵ دسمبر ۸۶ء)

آپ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیے کہ ایسا کیوں تھا اور ایک اسلامی حکومت میں ایسی خواتین کے لئے کیا سزا ہے۔

ج...... حدیث شریف میں ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو سیدھا کرنا ممکن نہیں اگر اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو ٹوٹ جائے گی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۰)

ادیبہ صاحبہ نے جو شاید اس اجتماع کے شرکاء میں سب سے بڑی عالم دین کی حیثیت میں پیش ہوئی تھیں اپنے اس فقرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد کے مقابلہ کی کوشش کی ہے۔

ادیبہ صاحبہ کی عقل و دانش کا عالم یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادوں کے عمر نہ پانے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کو نقص اور کجی سے تعبیر کرتی ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) حالانکہ اہل فہم جانتے ہیں کہ دونوں چیزیں نقص نہیں کمال ہیں۔ جس کی تشریح کا یہ موقع نہیں۔ رہا یہ کہ ایک اسلامی حکومت میں ایسی دریدہ دہن عورتوں کی کیا سزا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرعاً ایسے لوگ سزائے ارتداد کے مستحق اور واجب القتل ہیں۔

شوہر کو لبیں تراشنے پر برا کہنے سے سنت کے استخفاف کا جرم ہوا جو کفر ہے

س...... ایک شخص نے سنت کے مطابق اپنی لبیں تراش لیں، اس کی بیوی نے دیکھ کر کہا یہ کیا منحوس والی شکل بنالی ہے اور دوسرے موقع پر کہا کہ کیا یہ آدمیوں والی شکل ہے؟ اس شخص کو کسی نے بتایا کہ یہ کلمۂ کفر ہے اور اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اس کو شبہ ہوگیا ہے کہ اس کا نکاح باقی ہے یا نہیں۔ ازروئے شرع شریف اس کا حکم بیان فرمایا جائے کہ اس شخص کو کیا کرنا چاہئے۔

ج...... اس سوال میں چند امور قابل غور ہیں:۔

اول:۔ لبیں تراشنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس کا تاکیدی حکم فرمایا ہے اور مونچھیں بڑھانے کو مجوس اور مشرکین کا شعار قرار دیا ہے اور جو شخص مونچھیں بڑھائے اور لبیں نہ تراشے اس کو اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے واضح ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحیة الحدیث صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۹، ابو داؤد ترمذی نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۷۴ وفی روایة عشرة من السنة الخ نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۷۴

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں۔ مونچھیں تراشنا اور ڈاڑھی بڑھانا......

اور ایک روایت میں ہے کہ دس چیزیں سنت میں سے ہیں مسواک کرنا، لبیں تراشنا، ڈاڑھی بڑھانا الخ

قال الخطابی فسر اکثر العلماء الفطرة فی الحدیث بالسنة (قلت کما فی روایة النسائی المذکورة) وتاویلهٗ ان هذه الخصال من سنن الانبیاء الذین امرنا ان نقتدی بهم (معالم السنن مع مختصر سنن ابی داؤد جلد۱ صفحہ۴۲)

۲۔ امام خطابی فرماتے ہیں کہ اکثر علما نے اس حدیث میں فطرت کی تفسیر سنت سے کی ہے (اور یہ نسائی کی روایت میں مصرح ہے) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں۔ جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

وفی المرقاة قوله عشر من الفطرة ای عشر خصال من سنة الانبیاء الذین امرنا ان نقتدی بهم فکانا فطرنا علیها (حاشیه مشکوٰة صفحہ۴۴)

۳۔ اور حاشیہ مشکوٰۃ میں مرقات سے نقل کیا ہے کہ "دس امور فطرت میں داخل ہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ یہ امور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہیں جن کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا گیا ہے پس یہ امور گویا ہماری فطرت میں داخل ہیں۔

وفی مجمع البحار نقلا عن الکرمانی ای من السنة القدیمة التی اختارها الانبیاء علیهم السلام واتفقت علیها الشرائع فکانها امر جبلی فطروا علیه منها قص الشارب فسبحانه ما اسخف عقول قوم طولوا الشارب واحفوا اللحی عکس ما علیه فطرة جمیع الامم قد بدلوا فطرتهم نعوذ بالله (مجمع البحار صفحہ ۱۵۵ جلد۴ طبع جدید)

۴۔ اور مجمع البحار میں کرمانی سے نقل کیا ہے کہ ان امور کے فطرت میں داخل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ امور اس قدیم سنت میں داخل ہیں جس کو انبیاء کرام علیہم السلام نے اختیار کیا اور تمام شریعتیں ان پر متفق ہیں، پس گویا یہ فطری امور ہیں، جو انسانوں کی فطرت میں داخل ہیں۔ سبحان اللہ وہ لوگ کس قدر کم عقل ہیں جو تمام امتوں کی فطرت کے برعکس مونچھیں تو بڑھاتے ہیں اور ڈاڑھی کا صفایا کرتے ہیں ان لوگوں نے اپنی فطرت کو مسخ کر لیا۔ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقص او یاخذ من شاربہ و کان ابراھیم خلیل الرحمٰن صلوات الرحمٰن علیہ یفعلہ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱)

۵ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لبیں تراشا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا و علیہ السلام بھی یہی کرتے تھے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین او فروا اللحی واحفوا الشوارب (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۰)

۶ ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مشرکوں کی مخالفت کرو، ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔ اور مونچھیں صاف کراؤ۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس (صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۹)

۷ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مونچھیں کٹاؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا (رواہ احمد والترمذی و النسائی، مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱ واسنادہ جید وقال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح کما فی حاشیۃ جامع الاصول جلد ۴ صفحہ ۷۶۵)

۸ ۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی لبیں نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں۔

دوم:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاق اڑانا یا اس کی تحقیر کرنا کفر ہے۔

ففی الشامیۃ نقلا عن المسایرۃ کفر الحنفیۃ بالفاظ کثیرۃ (الی) او استقباحھا کمن استقبح من آخر جعل بعض العمامۃ تحت حلقہ او احفاء

چنانچہ فتاویٰ شامی نے مسایرہ سے نقل کیا ہے کہ "حنفیہ نے بہت سے الفاظ کو کفر قرار دیا ہے۔ مثلاً کسی سنت کو برا کہنا جیسے کسی شخص نے عمامہ کا کچھ حصہ حلق کے

شاربه (جلد۴ صفحہ ۲۲۲)

نیچے کر لیا ہو۔ کوئی شخص اس کو برا سمجھے یا مونچھیں تراشنے کو برا کہے تو یہ کفر ہے"۔

وفی البحر و باستخفافه بسنة من السنن (جلد۵ صفحہ ۱۳۰)

اور البحر الرائق میں ہے "اور کسی سنت کی تحقیر کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے"۔

وفی شرح الفقه الاکبر و من الظهيرية من قال لفقيه اخذ شاربه ما اعجب قبحا او اشد قبحا قص الشارب ولف طرف العمامة تحت الذقن يكفر لانه استخفاف بالعلماء يعني وهو مستلزم لاستخفاف الانبياء لان العلماء ورثة الانبياء وقص الشارب من سنن الانبياء فتقبيحه كفر بلا اختلاف بين العلماء (صفحہ ۲۱۳)

اور شرح فقہ اکبر میں فتاویٰ ظہیریہ سے نقل کیا ہے کہ "کسی فقیہ نے لبیں تراش لیں اس کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ لبیں تراشنا اور ٹھوڑی کے نیچے عمامہ لپیٹنا کتنا برا لگتا ہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ علماء کی تحقیر ہے اور یہ مستلزم ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی تحقیر کو۔ کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں (پس ان کی تحقیر انبیاء کی تحقیر ہے اور انبیاء کی تحقیر کفر ہے) نیز لبیں تراشنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے پس اس کو برا کہنا بغیر کسی اختلاف کے کفر ہے"۔

سوم:۔ جو مسلمان کلمۂ کفر بکے وہ مرتد ہو جاتا ہے' میاں بیوی میں سے کسی ایک نے کلمۂ کفر کہا تو نکاح فسخ ہو جاتا ہے' اس پر ایمان کی تجدید لازم ہے اور توبہ کے بعد نکاح دوبارہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

وفی شرح الوهبانية للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح و اولاده اولاد زنا و مافیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة و تجدید النکاح (شامی جلد۴ صفحہ ۲۴۶)

اور شرح وہبانیہ للشرنبلالی میں ہے کہ جو چیز کہ بالاتفاق کفر ہو اس سے تمام اعمال باطل ہو جاتے ہیں اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور (اگر اسی حالت میں صحبت کرتے رہے تو) اس کی اولاد ناجائز ہو گی اور جس چیز کے کفر ہونے میں اختلاف ہو ایس سے توبہ و استغفار اور دوبارہ نکاح

کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ولو اجرت کلمة الکفر علی لسانها مغایظة لزوجها (الی قوله) یحرم علی زوجها فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنٰی شئی ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها (جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے زبان سے کلمۂ کفر بک دیا تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی اس کو تجدید ایمان (اور تجدید نکاح) پر مجبور کیا جائے گا اور ہر قاضی کو حق ہوگا کہ (اس کو توبہ کرانے کے بعد) معمولی مہر پر دوبارہ نکاح کر دے' خواہ مہر ایک ہی دینار ہو' خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو' اور عورت کو اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کا حق نہیں۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں یہ عورت' سنت نبوی اور سنت انبیاء کا مذاق اڑانے اور اس کی تحقیر کرنے کی وجہ سے مرتد ہو گئی اس کو توبہ کی تلقین کی جائے اور توبہ کے بعد نکاح کی تجدید کی جائے۔ جب تک عورت اپنی غلطی کا احساس کر کے سچے دل سے تائب نہ ہو اور دوبارہ نکاح نہ ہو جائے اس وقت تک شوہر اس سے ازدواجی تعلق نہ رکھے۔

غیر مسلم کو شہید کہنا

س..... عرض خدمت ہے کہ ملک بھر میں یکم مئی کے روز مزدوروں کا عالمی دن منایا گیا' جو ہر سال "شکاگو کے شہیدوں" کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر ملک بھر میں سرکاری چھٹی تھی۔ "شکاگو کے شہیدوں" کی یاد میں جلسے منعقد ہوئے' اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے اداروں کی طرف سے "شکاگو کے شہیدوں" کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ یہ ہر سال ہوتا ہے اور ہو رہا ہے۔ (شاید ہوتا ہی رہے) اس ناچیز کی رائے میں یہ دن "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں منانا سراسر غلط ہے۔ ستم تو یہ ہے کہ اس دن امریکہ کے شہر شکاگو میں صدی پہلے مارے جانے والے مزدوروں کو (جو غیر مسلم تھے) لفظ "شہید" سے مخاطب کر کے ہم اپنی تاریخ اور اسلامی عظمت کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ کوئی غیر مسلم شہید کہلانے کا حقدار کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب تو وہ حضرات دے سکیں گے جو ان غیر مسلموں کو شہید کہتے ہیں۔ لیکن

افسوس توتب ہوتا ہے جب یہ حضرات اپنے قومی ہیروؤں کو یکسر نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ٹیپو سلطان "حیدر علی" سید احمد شہید" اور احمد شاہ ابدالی" وغیرہ اسی ماہ میں شہادت نوش کر چکے ہیں لیکن ہمارے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سات سمندر پار کے غیر مسلم اور غیر اہم مرنے والوں کو ہر سال سرکاری سطح پر یاد کرتے ہیں لیکن ان عظیم ہیروؤں کو یاد کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں ایسا ہونا تو نہیں چاہئے۔ مگر ایسا ہو رہا ہے 'کیوں؟ میں آپ کی معرفت اہل دانش و عقل سے یہ پوچھنے کی گستاخی کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اپنے کالم کے ذریعے اس مسئلے کی جانب ارباب اختیار کی توجہ مبذول کرائیں گے۔ شکریہ

ج..... غیر مسلم کو "شہید" کہنا جائز نہیں۔ باقی یہاں کے اہل عقل و دانش آپ کے سوال کا کیا جواب دیں گے۔ ہمارے "اسلامی جمہوریہ" میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے اور اب تو برائی کو برائی سمجھنے والے بھی کم ہوتے جا رہے ہیں۔

کیا شوہر کو بندہ کہنا شرک ہے

س..... بعض مقامات میں "شوہر" کو بندہ کہا جاتا ہے مثلاً کہتے ہیں "شاہد" "راحلہ" کا بندہ ہے 'اسی طرح کسی عورت سے پوچھا جائے اس کے شوہر کے متعلق کہ یہ کون ہے وہ کہتی ہے یہ میرا بندہ ہے۔ محترم واضح فرمائیں کسی انسان کو عورت کا بندہ کہنا درست ہے جبکہ کل انسان خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور اسی کی بندگی کرتے ہیں اور اگر بندہ کی نسبت عورت کی طرف کی جائے تو اس میں شرک کا احتمال تو واقع نہیں ہوتا' جس طرح علماء دین ان ناموں کے رکھنے سے منع فرماتے ہیں۔ عبدالرسول' عبدالنبی' عبدالحسن' پیراں دتہ' وغیرہ کہ یہ شرکیہ نام ہیں۔

ج..... اس محاورہ میں "بندہ" سے مراد شوہر ہوتا ہے اس لئے یہ شرک نہیں ہے۔

غیر مسلم سے تعلقات

غیر مسلم کو قرآن دینا

س..... قرآن پاک انگریزی ترجمے کے ساتھ اگر کوئی غیر مسلم پڑھنے کے لئے مانگے تو کیا اس کو قرآن پاک دینا جائز ہے یا نہیں؟

ج..... اگر اطمینان ہو کہ وہ قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں کرے گا تو دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے کہا جائے کہ غسل کر کے اس کی تلاوت کیا کرے۔

غیر مسلم والدین اور عزیزوں سے تعلقات

س...... میری تمام برادری کا تعلق .... کافر طبقے سے ہے اور میں الحمدللہ حضور رسالت مآبؐ کے دامن رحمت کے نمک خواروں میں سے ہوں۔ حنفی مسلک کی رو سے مستند حوالہ جات سے فرمایئے کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا، رشتہ داری، لین دین ہونا چاہئے کہ نہیں؟ عرصہ پانچ سال سے میرا اپنے دل کی آواز سے ان لوگوں سے خاص طور پر میل ملاپ قطعاً بند ہے۔ شریعت مطہرہ کی رو سے یہ بھی بتایئے کہ میرا اپنے والد کے ساتھ عمل کیسا ہونا چاہئے کہ جن کا تعلق بھی اسی کافر طبقے سے ہے۔ وہ قطعاً میری تبلیغ کا اثر نہیں لیتے بلکہ پیٹھ پیچھے مجھے بد دعائیں اور گالیاں نکالتے ہیں۔ کیا مذہبی فرق کے ناطے سے جو گالیاں، بد دعا مجھے پڑتی ہے کیا ان کی بھی کوئی حیثیت ہے کہ نہیں؟

ج...... والدین اگر غیر مسلم ہوں اور خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی خدمت ضرور کرنی چاہئے لیکن ان سے محبت کا تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح ایسے عزیز و اقارب سے بھی دوستانہ و برادرانہ تعلق جائز نہیں۔ آپ کے والدین کی بد دعاؤں اور گالیوں کا آپ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ وہ اس طرز عمل سے خود اپنے جرم میں اضافہ کرتے ہیں۔

غیر مسلم رشتہ دار سے تعلقات

س...... میرے ایک عزیز کی شادی ہندو گھرانے میں ہوئی۔ لڑکی مسلمان ہو گئی اب ان ہندو لوگوں سے تعلقات ہو گئے ہیں۔ ان کے گھر میں آمد و رفت ہوتی ہے۔ اب ان کے گھر میں کھانے پینے کی کیا صورت ہوگی۔ کیا ان کے گھروں میں ہر قسم کا کھانا کھا سکتے ہیں؟

ج...... غیر مسلم کے گھر کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ یہ اطمینان ہو کہ وہ کھانا حلال اور پاک ہے۔ البتہ کسی غیر مسلم سے محبت اور دوستی کا تعلق جائز نہیں۔

غیر مسلم کے ساتھ دوستی

س...... غیر مسلم کے ساتھ دعا سلام اور ان کو اپنے برتن میں کھانا پلانا جائز ہے یا نہیں؟

ج...... غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے مگر ان سے دوستی اور محبت جائز نہیں ہم میں اور ان میں عقائد و اعمال کا فرق ہے۔

غیر مسلم کا کھانا جائز ہے لیکن اس سے دوستی جائز نہیں

س...... میرا ایک دوست عیسائی ہے۔ میرا اس کے گھر روزانہ کا آنا جانا ہے اکثر وہ مجھے کھانا بھی کھلا

دیتا ہے۔ کیا کسی غیر مسلم کے یہاں کھانا کھالینا جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ جس پلیٹ میں ہم کھانا کھاتے ہیں ان میں اکثر وہ لوگ سؤر وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔

ج...... برتن اگر پاک ہوں اور کھانا بھی حلال ہو تو غیر مسلم کا کھانا جائز ہے مگر غیر مسلم سے دوستی جائز نہیں۔

شیعوں کے ساتھ دوستی کرنا کیسا ہے؟

س...... سنی مسلمان اور شیعہ میں مذہبی طور پر مکمل اختلاف ہے۔ یعنی پیدائش سے مرنے کے بعد تک تمام مسائل میں فرق واضح ہے۔ دونوں کے ایمانیات 'اخلاقیات ارکان دین اسلام مختلف ہیں تو شیعہ مسلک کے ساتھ دوستی رکھنا کیسا ہے؟ جو دوستی رکھتا ہے اس کے متعلق اسلام کیا کہتا ہے؟ ان کے ساتھ مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے؟ ان کی خوشی غمی میں شرکت مسلمان کی جائز ہے یا نہیں۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا جائز ہے؟ ان کی خیرات چاول روٹی وغیرہ کھانا حلال ہے یا نہیں۔ مسلمان اپنی شادی میں ان کو دعوت دے یا نہیں۔ اگر شیعہ پڑوسی ہوں تو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے کیا ان کی پکی ہوئی چیز استعمال کی جائے یا نہیں۔

ج...... شیعوں کے ساتھ دوستی اور معاشرتی تعلقات جائز نہیں۔ ان کی چیزیں کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اطمینان ہو کہ وہ حرام یا ناپاک نہیں۔

غیر مسلم اور کلیدی عہدے

س...... ایک گروہ کہتا ہے کہ "کافر کو کافر نہ کہو" کیا ان کا یہ قول درست ہے؟

ج...... قرآن کریم نے تو کافروں کو کافر کہا ہے۔

س...... کیا اسلامی مملکت میں کفار و مرتدین اسلام کو کلیدی عہدے دیئے جا سکتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہو تو یہ بتایئے کہ ان لوگوں کے اسلامی مملکت میں کلیدی عہدوں پر فائز ہونے کی صورت میں اس اسلامی مملکت پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں۔

ج...... غیر مسلموں کو اسلامی مملکت میں کلیدی عہدوں پر فائز کرنا بنص قرآن ممنوع ہے۔

مسلمان کی جان بچانے کے لئے غیر مسلم کا خون دینا

س...... کسی مسلمان کی جان بچانے کے لئے کسی غیر مسلم کا خون دینا جائز ہے یا نا جائز۔

ج..... جائز ہے۔

غیر مسلم کی امداد

س..... ایک غیر مسلم کی مدد کرنا اسلام میں جائز ہے؟ میرے ساتھ کچھ کرسچین عیسائی مذہب کے لوگ کام کرتے ہیں جو اکثر وبیشتر مجھ سے مالی امداد کا تقاضا کرتے ہیں۔ یہ امداد کبھی بطور قرض ہوتی ہے کبھی وہ روپیہ لے کر واپس نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں کیا واقعی مجھے مدد کرنا چاہئے۔

ج..... غیر مسلم اگر مدد کا محتاج ہو اور اپنے اندر مدد کرنے کی سکت ہو تو ضرور کرنی چاہئے۔ حسن سلوک تو خواہ کسی کے ساتھ ہو اچھی ہی بات ہے البتہ جو کافر مسلمانوں کے درپے آزار ہوں ان کی اعانت و مدد کی اجازت نہیں۔

غیر مسلموں کے مندر یا گرجا کی تعمیر میں مدد کرنا

س..... اسلام میں اس چیز کی گنجائش ہے کہ مسلمان حضرات اقلیتوں کو گرجا یا مندر وغیرہ بنانے میں مدد دیں اور اس قسم کی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں؟ اس کو غیر متعصبانہ رویہ اور اقلیتوں سے تعلقات بہتر بنانے کا نام دیا جائے گو کہ اسلام میں غیر مسلموں کو مذہبی آزادی حاصل ہے لیکن ان کی حوصلہ افزائی کرنا کہاں تک ٹھیک ہے۔

ج..... اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو مذہبی آزادی ہے۔ مگر اس کی بھی حدود ہیں۔ جن کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کی مذہبی آزادی مسلمانوں کی مذہبی بے عزتی کی حد تک نہیں پہنچنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایمان و عقل نصیب فرمائیں۔

غیر مسلم استاد کو سلام کہنا

س..... اگر استاد ہندو ہو تو کیا اس کو السلام علیکم کہنا چاہئے یا نہیں؟

ج..... غیر مسلموں کو سلام نہیں کیا جاتا۔

س..... مباح علوم میں غیر مسلم اساتذہ کی شاگردی کرنی پڑتی ہے وہ اس علم میں اور عمر میں بڑے ہوتے ہیں اور جیسا کہ رسم دنیا ہے۔ شاگرد ہی سلام میں پیش قدمی کرتا ہے تو ان کو کس طرح سلام کے قسم کی چیز سے مخاطب کرے۔ مثلاً ہندوؤں کو نمستے یا عیسائیوں کو "گڈ مارننگ" کہے یا کچھ نہ کہے اور کام کی بات شروع کر دے۔ راہ چلتے ملاقات ہونے پر بغیر سلام دعا کے پاس سے گزر جائے؟

ج..... غیر مسلم کو سلام میں پہل تو نہیں کرنی چاہئے البتہ اگر وہ پہل کرے تو صرف وعلیکم کہہ دینا چاہئے لیکن اگر کبھی ایسا موقع پیش آجائے تو سلام کی بجائے صرف اس کی عافیت اور خیریت دریافت کی جائے ہوئے یوں کہہ دیا جائے: آپ کیسے ہیں؟" "آیئے آیئے مزاج تو اچھے ہیں" "خیریت تو ہے" وغیرہ سے اس کی دل جوئی کر لی جائے۔

ایسے برتنوں کا استعمال جو غیر مسلم بھی استعمال کرتے ہوں

س..... ہمارے یہاں شادی اور دیگر تقریبات پر ڈیکوریشن والوں سے رجوع کیا جاتا ہے۔ دیگ کے لئے "پلیٹوں کے لئے" جگ اور گلاس کے لئے۔ انہیں ہم لوگ بھی استعمال میں لاتے ہیں اور دوسری قومیں مثلاً ہندو، بھنگی، عیسائی، بھیل وغیرہ بھی ان برتنوں کا استعمال ہمارے لئے کہاں تک درست و جائز ہے۔

ج..... دھو کر استعمال کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔

جس کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو اسے سلام نہ کرے

س..... یہاں پر یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کون شخص کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ علاوہ سکھ حضرات کے کیونکہ ہندو عیسائی اور دیگر حضرات اور ہم مسلمانوں کا ایک ہی لباس اور ایک ہی انداز ہے۔ علاوہ چند انسانوں کے جن کی وضع قطع سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا ٹوپی وغیرہ پہننے سے 'تو کیا مشترکہ اور مشکوک حالت میں ہم سلام کریں یا نہ کریں؟

ج..... جس شخص کے بارے میں اطمینان نہ ہو کہ مسلمان ہے اسے سلام نہ کیا جائے۔

غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا

س..... یہاں پر اکثر غیر مسلم ہندو عیسائی، سکھ وغیرہ رہتے ہیں لیکن جب ان میں سے کسی کا کوئی تہوار یا اور کوئی دن آتا ہے تو یہ حضرات اپنے اسٹاف کے حضرات کو خوشی میں کچھ مشروبات اور دیگر اشیاء وغیرہ نوش کے لئے دیتے ہیں کیا ایسے موقع پر ان کا کھانا پینا مسلمانوں کے لئے درست ہے یا نہیں؟

ج..... غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ ناپاک نہ ہو۔

ہندو کی کمائی حلال ہو تو اس کی دعوت کھانا جائز ہے

س..... ہندو مسلمان اگر آپس میں دوست ہوں اور ہندو جائز پیشہ کرتا ہو اور ہندو دوست مسلمان

دوست کو کھلاتا پلاتا ہو تو کیا مسلمان دوست کو ہندو دوست کی چیزیں کھانا پینا جائز ہے اگر جائز نہیں تو پھر مسلمان حرام کھانے کی وعیدوں میں شامل ہو گا۔

ج...... ہندو کی کمائی اگر حلال طریقہ سے ہو تو اس کی دعوت کھانا جائز ہے۔

غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا اور ملنا جلنا

س...... ہم نے مسافروں کے پانی پینے کے لئے ٹھنڈے مٹکوں کی سبیل بنا رکھی ہے۔ ایک دن ایک عیسائی نے ہمارے مٹکوں میں سے پانی نکال کر اپنے گلاس میں پیا اور ہم نے اس سے کہا کہ آئندہ یہاں سے پانی نہ پیا کریں۔ اس نے کہا میں اس چیز کی معافی چاہتا ہوں چنانچہ وہاں پر ایک عالم موجود تھا اور میں نے اس سے پوچھا کہ یہ واقعہ ابھی آپ کے سامنے ہوا ہے 'کیا پانی گرا دیا جائے یا نہیں۔ اس نے کہا کہ پانی گرا دیں اور یہ بھی کہا کہ اہل کتاب کے ساتھ آپ کھا پی سکتے ہیں۔ اب عیسائیوں کے ساتھ کھانا پینا اور ان کا ہمارے برتن کو ہاتھ لگانا کیسا ہے۔ خدا کے لئے اس کا جواب ضروری دیں تاکہ ہماری اصلاح ہو جائے؟

ج...... کسی غیر مسلم کے پانی لینے سے برتن اور پانی ناپاک نہیں ہو جاتا ــــ کسی غیر مسلم کو آپ اپنے دسترخوان پر کھانا بھی کھلا سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر غیر مسلم بھی کھانا کھاتے تھے۔ غیر مسلم سے دوستانہ الفت و محبت جائز نہیں۔

غیر مسلموں کے مذہبی تہوار

س...... اگر کوئی مسلمان ہندوؤں کے مذہبی تہواروں میں ان سے دوستی یا کاروباری تعلق ہونے کی وجہ سے شرکت کرے تو یہ شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟

ج...... غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات و رسوم میں شرکت جائز نہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے مجمع کو بڑھایا وہ انہی میں شمار ہو گا۔

غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کھانا

س...... ہماری کمپنی کا باورچی یعنی روٹی پکانے والا کافر ہے 'ہندو ہے کیا ہم اس کے ہاتھوں کا پکا ہوا کھا سکتے ہیں۔ ہم مسلمان کافی ہیں لیکن پاکستانی بہت تھوڑے ہیں۔

ج...... غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس کے ہاتھ پاک صاف ہوں۔

چینی اور دوسرے غیر مسلموں کے ہوٹلوں میں غیر ذبیحہ کھانا

س...... کچھ عرصے سے میرے دماغ میں ایک بات کھٹک رہی ہے وہ یہ کہ ہمارے ہاں بیشتر لوگ شوقیہ طور پر چائنیز ریسٹورنٹس میں کھانا کھاتے ہیں لیکن اس بات کی تحقیق نہیں کرتے کہ جو کھانا وہ کھاتے ہیں آیا وہ حلال ہوتا ہے یا حرام۔ میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ جب اس نے معلومات کیں تو پتہ چلا کہ یہ ہوٹل والے نہ صرف جانور اپنے ہاتھ سے کاٹتے ہیں بلکہ بعض اوقات مری ہوئی مرغیاں بھی کاٹ دیتے ہیں۔ میری عرض ہے کہ کیا غیر مسلم کے ہاتھ سے کٹا ہوا جانور حلال ہوتا ہے یا نہیں؟

ج...... ایسے ہوٹل میں کھانا نہیں کھانا چاہئے جہاں پاک ناپاک' حلال و حرام کی تمیز نہ کی جاتی ہو۔ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ وہ اہل کتاب بھی ہوں۔ اہل کتاب کے علاوہ باقی غیر مسلموں کا ذبیحہ حرام ہے۔

مختلف مذاہب کے لوگوں کا اکٹھے کھانا کھانا

س...... اگر سو آدمی اکٹھے کھانا کھاتے ہیں اور برتن سٹیل کے ہیں یا چینی کے اور ان کو صرف گرم پانی سے دھویا جاتا ہے۔ سو آدمیوں میں.......... عیسائی' ہندو' سکھ' مرزائی ہیں۔ برتن ایک دوسرے سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر عیسائی' سکھ' ہندو' مرزائی کا برتن کسی مسلم کے پاس آجائے تو کیا جائز ہے؟ اگر نہیں تو مسلح افواج میں ایسا ہوتا ہے۔ حکومت اس سے پرہیز کرتی ہے تو فوج میں انتشار پیدا ہو سکتا ہے یا فوجیوں کے دل میں ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات بیٹھ سکتی ہے۔

ج...... غیر مسلم کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا بھی جائز ہے اور اس کے استعمال شدہ برتنوں کو دھو کر استعمال کرنے میں بھی مضائقہ نہیں۔ ہمارا دین اس معاملہ میں تنگی نہیں کرتا۔ البتہ غیر مسلموں کے ساتھ زیادہ دوستی کرنے اور ان کی عادات و اطوار اپنانے سے منع کرتا ہے۔

غیر مسلم کے ساتھ کھانا جائز ہے مرتد کے ساتھ نہیں

س...... کسی مسلمان کا غیر مذہب کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

ج...... غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے مگر مرتد کے ساتھ جائز نہیں۔

کیا غیر مسلم کے ساتھ کھانا کھانے سے ایمان تو کمزور نہیں ہوتا

س...... میرا مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میں ایک بہت بڑے پروجیکٹ پر کام کرتا ہوں جہاں پر اکثریت

مسلمانوں کی ہی تعداد میں کام کرتی ہے۔ مگر اس پروجیکٹ میں ورکروں کی دوسری بڑی تعداد مختلف قسم کے عیسائیوں کی ہے۔ وہ تقریباً ہر ہوٹل سے بلا روک ٹوک کھاتے ہیں اور ہر قسم کا برتن استعمال میں لاتے ہیں۔ برائے مہربانی شرعی مسئلہ بتایئے کہ ان کے ساتھ کھانے پینے میں کہیں ہمارا ایمان تو کمزور نہیں ہوتا؟

ج...... اسلام چھوت چھات کا قائل نہیں۔ غیر مسلموں سے دوستی رکھنا' ان کی شکل وضع اختیار کرنا اور ان کے اطوار و عادات کو اپنانا حرام ہے۔ لیکن اگر ان کے ہاتھ نجس نہ ہوں تو ان کے ساتھ کھالینا بھی جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کافروں نے بھی کھانا کھایا ہے۔ ہاں! طبعی گھن ہونا اور بات ہے۔

عیسائی کے ہاتھ کے دھلے کپڑے اور جھوٹے برتن

س...... میرے گھر میں ایک عیسائی عورت (جمعدارنی) کپڑے دھوتی ہے۔ یہ لوگ گندا کام نہیں کرتے۔ شوہر مل میں نوکر ہے اور بیوی لوگوں کے کپڑے دھوتی ہے۔ کیا اس کے دھوئے ہوئے کپڑوں کو میرے لئے دوبارہ پاک کرنا ہوگا یا وہ اس کے ہاتھوں کے قابل استعمال ہونگے جبکہ میں بفضل خدا پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہوں اور کیا ان کے لئے علیحدہ برتن رکھنا چاہئے یا کہ انہیں برتنوں کو دھو کر استعمال کرنا صحیح ہے؟

ج...... اگر کپڑوں کو تین بار دھو کر پاک کر دیتی ہے تو اس کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں' دوبارہ پاک کرنے کی ضرورت نہیں۔ غیر مسلم کے جھوٹے برتنوں کو دھو کر استعمال کرنا صحیح ہے۔

ہندوؤں کا کھانا ان کے برتنوں میں کھانا

س...... یہاں ام القیوین میں ہر مذہب کے لوگ ہیں زیادہ تر ہندو لوگ ہیں اور ہوٹل میں ہندو لوگ کام کرتے ہیں۔ اب ہم پاکستانی لوگوں کو بتائیں کہ وہاں پر روٹی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ امید ہے جواب ضرور دیں گے۔

ج...... اگر ہندوؤں کے برتن پاک ہوں اور یہ بھی اطمینان ہو کہ وہ کوئی حرام یا ناپاک چیز کھانے میں نہیں ڈالتے تو ان کی دوکان سے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

بھنگی پاک ہاتھوں سے کھانا کھائے تو برتن ناپاک نہیں ہوتے

س...... کوئی بھنگی اگر مسلمان بن کر کسی ہوٹل میں کھانا کھائے اور ہوٹل کے مالک کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ

بھنگی ہے، کیا ہوٹل کے برتن پاک رہیں گے؟

ج..... بھنگی کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے کھانا کھانے سے برتن ناپاک نہیں ہوتے۔

شیعوں اور قادیانیوں کے گھر کا کھانا

س..... شیعہ کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے یا غلط۔ قرآن و سنت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔ نیز قادیانی کے گھر کا کھانا کھانا صحیح ہے یا غلط ہے؟

ج..... شیعوں کے گھر حتی الوسع نہیں کھانا چاہئے اور قادیانی کا حکم تو مرتد کا ہے۔ ان کے گھر جانا ہی درست نہیں نہ کسی قسم کا تعلق۔

مرتدوں کو مساجد سے نکالنے کا حکم

س..... اگر کوئی قادیانی، ہماری مساجد میں آکر الگ ایک کونے میں جماعت سے الگ نماز پڑھ لے کیا ہم اس کو اس کی اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ ہماری مسجد میں اپنی مرضی سے نماز پڑھے۔

ج..... کسی غیر مسلم کا ہماری اجازت سے ہماری مسجد میں اپنی عبادت کرنا صحیح ہے۔ نصاریٰ نجران کا جو وفد بارگاہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہوا تھا انہوں نے مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف صلوٰۃ وسلام) میں اپنی عبادت کی تھی..... یہ حکم تو غیر مسلموں کا ہے۔ لیکن جو شخص اسلام سے مرتد ہو گیا ہو اس کو کسی حال میں مسجد میں داخلے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح جو مرتد اور زندیق اپنے کفر کو اسلام کہتے ہوں۔ جیسا کہ قادیانی، مرزائی) ان کو بھی مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی،

بتوں کی نذر کا کھانا حرام ہے

س..... ہندوؤں کے تہواروں پر "پرشاد" نام کی خوراک تقسیم کی جاتی ہے۔ جس میں پھل اور پکے پکائے کھانے بھی ہوتے ہیں اور یہ خوراک مختلف بتوں کی نذر کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ اس کو بعض مسلمان بھی کھاتے ہیں۔ ازراہ کرم بتایئے کہ یہ مسلمانوں کے لئے مطلق حرام ہے یا جائز ہے؟

ج..... بتوں کے نام کی نذر کی ہوئی چیز شرعاً حرام ہے کسی مسلمان کو اس کا کھانا جائز نہیں۔

غیر مسلموں کے لئے ایمان وہدایت کی دعا جائز ہے

س..... ہمارے محلہ کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد بہ آواز بلند رب العالمین کو مخاطب کر کے

صرف مسلمانوں کی بھلائی کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں اب ہمارا ایک "بھائی" دوست ہے وہ کہتا ہے کہ دعائیں صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے مانگنی چاہئیں آپ کا کیا خیال ہے۔

ج..... غیر مسلموں کے ئے ایمان وہدات کی دعا کرنی چاہئے۔

نرگس اداکارہ کے مرتد ہونے سے اسکی نماز جنازہ جائز نہیں تھی

س..... سوال یہ ہے کہ کیا ایک مسلمان جو بعد میں کافر ہو جائے اور اسی حالت میں مرجائے تو اس کا جنازہ ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کی تازہ مثال ابھی حال ہی میں بھارت میں ہوئی جس کا اخباروں میں بہت چرچا ہوا ہے۔ بھارت کی مشہور فلمی ایکٹریس نرگس جو پہلے مسلمان تھی اور شادی ایک ہندو کے ساتھ کر لی اور شادی کے ساتھ ہی اس نے مذہب بھی بدل دیا اور ہندو مذہب کا نام نرملا رکھا اور باقاعدہ پوجا پاٹ ادا کرتی تھی اور اسی حالت میں مرگئی اور اس کی باقاعدہ نماز جنازہ ادا کر کے دفن کیا گیا اور ہندوؤں نے اس کی چتا بنائی اور اپنی پوری پوری رسوم ادا کی ہیں آپ خود سوچیں کہ اس کی نماز جنازہ کیسے اور کس طریقہ سے ادا ہو سکتی تھی اور کیا یہ اسلام کے ساتھ ایک مذاق نہیں ہے جس کو ان لوگوں نے اداکاری سمجھا ہوا ہے آپ خدا کے لئے اس کا جواب دیں کیوں کہ ہم پاکستانیوں پر اس خبر کا گہرا اثر ہوا ہے اور ہم آپ کے جواب کا انتظار کریں گے

ج..... غیر مسلم کا جنازہ جائز نہیں اور مرتد تو شرعاً واجب القتل ہے اس کا جنازہ کیسے جائز ہوگا آپ نے صحیح لکھا ہے کہ جن لوگوں نے نرگس مرتدہ کا جنازہ پڑھا انہوں نے اسلام کا مذاق اڑایا ہے۔ استغفر اللہ!

شرعی احکام کے منکر حکام کی نماز جنازہ ادا کرنا

س..... جو حکام شریعت مطہرہ کی توہین کے مرتکب ہوں تو سورۂ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۴۴، ۴۵، ۴۷ کی رو سے ایسے حکام کی نماز جنازہ پڑھائی جا سکتی ہے یا بغیر نماز کے دفن کرنا چاہئے؟

ج..... جو شخص کسی شرعی حکم کی توہین کا مرتکب ہو وہ مرتد ہے۔ اسکی نماز جنازہ نہیں کیونکہ نماز جنازہ مسلمان کی ہوتی ہے۔

غیر مسلم کے نام کے بعد مرحوم لکھنا ناجائز ہے

س..... جب کوئی ہندو یا غیر مسلم مرجاتا ہے تو مرنے کے بعد اگر اس کا نام لیا جائے تو اسے آنجہانی کہتے ہیں لیکن میں نے بعض کتابوں میں ہندوؤں کے آگے لفظ مرحوم دیکھا ہے کیا یہ جائز ہے اور لفظ مرحوم

کی وضاحت بھی فرمادیں اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا۔

ج..... غیر مسلم کو مرنے کے بعد "مرحوم" نہیں لکھنا چاہئے۔ مرحوم کے معنی ہیں کہ اللہ کی اس پر رحمت ہو اور کافر کے لئے دعائے رحمت جائز نہیں۔

غیر مسلم کی میت پر تلاوت اور دعاو استغفار کرنا گناہ ہے

س..... آج دبئی کے ٹی وی سٹیشن پر سپیشل پروگرام اندرا گاندھی کی آخری رسومات دکھائی جارہی تھیں تو ایک بات جو زیر غور آئی وہ یہ سورہ فاتحہ کی تلاوت سنی گئی ہم چونک گئے کہ وہاں پر ہندوؤں کی کتاب گیتا پڑھی جارہی تھی اور دوسری طرف تلاوت قرآن کریم پڑھی جارہی تھی۔ اور سامنے چتا جل رہی تھی۔ لہٰذا ہم آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مطلع فرمائیں کہ غیر مذہب کی میت پر قرآن کریم کی آیات پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

ج..... غیر مسلم کے لئے نہ دعاو استغفار ہے نہ ایصال ثواب کی گنجائش۔ بلکہ جان بوجھ کر پڑھنے والا گناہ گار ہو گا۔

کیا مسلمان غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کر سکتے ہیں۔

س..... غیر مسلم' ہندو' یا میگواڑ' بھنگی کے مردے کو مسلمانوں کا کاندھا دینا یا ساتھ جانا کیسا ہے۔

ج..... اگر ان کے مذہب کے لوگ موجود ہوں تو مسلمانوں کو ان کے جنازے میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔

غیر مسلم کا مسلمان کے جنازہ میں شرکت کرنا اور قبرستان جانا۔

س..... کیا کسی غیر مسلم کا مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں جانا صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ اگر کوئی غیر مسلم کسی جنازے میں یا قبرستان میں جاتا ہے تو میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ غیر مسلم ناپاک ہوتا ہے اور اگر وہ پاک جگہ جائے تو وہ بھی ناپاک ہو جاتی ہے۔ اور مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاک اور صاف رہے اور جو شخص کلمہ گو نہیں یعنی مسلمان نہیں ہو تا وہ پاک نہیں ہوتا۔

ج..... کوئی غیر مسلم مسلمان کے جنازے میں شرکت کیوں کرے گا؟ باقی کسی غیر مسلم کے قبرستان جانے سے قبرستان ناپاک نہیں ہوتا۔ اور غیر مسلم پر ہمارے مذہب کے جائز احکام لاگو ہی نہیں ہوتے۔

غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا۔

س...... کیا ایک غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکتا ہے۔

ج...... غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں

مسلمانوں کے قبرستان کے نزدیک کافروں کا قبرستان بنانا

س...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی کافر کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا تو جائز نہیں لیکن مسلمانوں کے قبرستان کے متصل ان کا قبرستان بنانا جائز ہے؟ یا کہ دور ہونا چاہئے۔

ج...... ظاہر ہے کہ کافروں مرتدوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام اور ناجائز ہے اس طرح کافروں کو مسلمانوں کے قبرستان کے قریب بھی دفن کرنے کی ممانعت ہے۔ تاکہ کسی وقت دونوں قبرستان ایک نہ ہو جائیں کافروں کی قبریں مسلمانوں کی قبروں سے دور ہونی چاہئیں تاکہ کافروں کے عذاب والی قبر مسلمانوں کی قبر سے دور ہو کیونکہ اس سے بھی مسلمانوں کو تکلیف پہنچے گی۔

بشریت انبیاءؑ

بشریت انبیاء علیہم السلام

س...... جناب مکرمی مولانا صاحب، السلام علیکم بعدہٗ عرض ہے کہ آپ کا رسالہ "بینات" شاید پچھلے سال یعنی ۱۹۸۰ء کا ہے۔ اس کا مطالعہ کیا جس میں چند جگہ کچھ اس قسم کی باتیں دیکھنے میں آئیں کہ جن کی وضاحت ضروری ہے۔ کیونکہ میں نے دیگر حضرات کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ جس سے آپ کی بات اور ان حضرات کی بات میں بڑا فرق ہے۔ یا تو آپ ان کے خلاف ہیں؟ یا ان کی تحریروں کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

مثلاً۔ نمبر ۱ صفحہ ۳۷ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لحاظ سے نہ صرف نوع بشر میں داخل ہیں۔ بلکہ افضل البشر ہیں۔ نوع انسان کے سردار ہیں۔ آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ "بشر اور انسان دونوں ہم معنی لفظ ہیں"۔

لیکن جب میں دوسرے حضرات کی تصانیف کو سامنے رکھتا ہوں تو زمین آسمان کا فرق محسوس ہوتا

ہے ' آخر اس کی کیا وجہ۔ حالانکہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ
"تحقیق امت نے اجماع کیا اس پر کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے۔ پس تابعین نے اعتماد کیا صحابہ کرامؓ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اس طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے پہلوں پر اعتماد کیا۔"
(عقد الجید صفحہ ۳۶۔ مطبع دہلی)

امید ہے کہ اگر دین کا سمجھ دار طبقہ یا کم از کم وہ حضرات جو تبلیغ دین میں قدم رکھتے ہیں وہ تو اس طریقہ کو اختیار کریں تاکہ دین میں تواتر قائم رہے۔ اب مندرجہ بالا مسئلہ میں آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف بشر ہیں مگر افضل ہیں۔ انسانوں کے سردار اور آدم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت بشر ہے۔ مگر
حکیم الامت جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنی تصنیف "نشر الطیب" میں پہلا باب ہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے نور سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ساری کائنات کی پیدائش کا اظہار کیا ہے اور اس ضمن میں چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔ جن میں یہ ذکر بھی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے پاس نور تھے۔"
اور یہ بھی ہے کہ میں اس وقت نبیؐ تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔
اور جناب رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ امداد السلوک میں اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔
حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمتہ نے (دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۰ میں) فرمایا جس سے چند باتوں کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خلقت من نور اللہ" میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔
۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور آپ کا سایہ نہ تھا۔
۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت و مصلحت کے پیش نظر بصورت انسان ظہور فرمایا۔

مطلب یہ کہ مجدد صاحبؒ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو نور ہی مانتے ہیں ' لیکن قدرت خداوندی نے مصلحت کے تحت شکل انسانی میں ظہور کیا۔
رسالہ "التوسل" جو مولوی مشتاق احمد صاحب دیوبند کی تصنیف ہے اور مولوی محمود الحسن صاحب ' مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی محمد شفیع صاحب علماء دیوبند کی تصدیقات سے مؤید ہے۔ اس

میں لکھا ہے کہ "قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین" میں نور سے مراد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ نور اور سراج منیر کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اسی وجہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسم اور روشن چراغ ہیں۔

نور اور چراغ ہمیشہ ذریعہ وسیلہ صراط مستقیم کے دیکھنے اور خوفناک طریق سے حالت حیات میں بھی وسیلہ ہے اور بعد وفات بھی وسیلہ ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبدالمطلب کو قریش مصیبت کے وقت اسی نور کے سبب حل مشکلات کا وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ (التوسل صفحہ ۲۲۔ تفسیر کبیر ۳/۵۶۶)

قدجاء کم من اللہ نور و کتٰب مبین

ان المراد بالنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم و بالکتب القرآن

(تفسیر کبیر ج ۱۱ = ص ۱۸۹)

آپ سے عرض ہے کہ آپ بتائیں کہ یہ عقائد درست ہیں؟

نوٹ..... ان حضرات کے عقائد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ثابت ہے جو آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوا۔

ج..... حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے حوالے سے آپ نے جو اصول نقل کیا ہے کہ "شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے"۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن آنجناب کا یہ خیال صحیح نہیں کہ راقم الحروف نے نور و بشر کی بحث میں اس اصول سے انحراف کیا ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت نور بھی ہیں اور بشر بھی، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور بشر ہونے میں کوئی منافات نہیں کہ ایک کا اثبات کر کے دوسرے کی نفی کی جائے۔ بلکہ آپ صفت ہدایت اور نورانیت باطن کے اعتبار سے نور مجسم ہیں اور اپنی نوع کے اعتبار سے خالص اور کامل بشر ہیں۔

بشر اور انسان ہونا کوئی عار اور عیب کی چیز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا انتساب خدانخواستہ معیوب سمجھا جائے۔ انسانیت و بشریت کو خدا تعالیٰ نے چونکہ "احسن تقویم" فرمایا ہے۔ اس لئے بشریت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمال شرف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انسان ہونا انسانیت کیلئے موجب صد عزت و افتخار ہے۔

میرے علم میں نہیں کہ حضرات سلف صالحین میں سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کر کے آپ کو دائرہ انسانیت سے خارج کیا ہو۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

بشریت میں بھی منفرد ہیں۔ اور شرف و منزلت کے اعتبار سے تمام کائنات سے بالاتر اور۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مصداق ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اکمل البشر' افضل البشر اور سید البشر ہونا ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ خود فرماتے ہیں۔

انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر۔(مشکوۃ ص ۵۱۱ ج ۲ ۵۱۳)

"میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا قیامت کے دن 'اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا"۔

قرآن کریم نے اگر ایک جگہ

لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

فرمایا ہے (اگر نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد لی جائے) تو دوسری جگہ یہ بھی فرمایا ہے۔

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولاً (بنی اسرائیل آیت ۹۳)

"آپ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ! میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں مگر پیغمبر ہوں اور کیا ہوں"۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الہ واحد (کہف ۱۱۰)

"آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں۔ میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے"۔

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون (الانبیاء۔ ۳۴)

"اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے کسی بھی بشر کیلئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ پھر اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہو جائے 'تو کیا یہ لوگ دنیا میں ہمیشہ کو رہیں گے؟"

قرآن کریم یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ نوع بشر ہی سے بھیجے گئے۔

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ (آل عمران۔ ۷۹)

"کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرماوے پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر"۔

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراءِ حجاب او یرسل

رسولاً فیوحی باذنہ مایشاء (الشوریٰ = ۵۱)

"اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے مگر (تین طریق سے) یاتو الہام سے' یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے"۔

اور انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ اعلان بھی کرایا گیا ہے۔

قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ (ابراھیم = ۱۱)

"ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں' لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرمادے"۔

قرآن کریم نے یہ بھی بتایا کہ بشر کی تحقیر سب سے پہلے ابلیس نے کی' اور بشر اول حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔

قال لم اکن لا سجد لبشر خلقتہ من صلصال من حماء مسنون (الحجر = ۳۳)

"کہنے لگا میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے' جو سڑے ہوئے گارے سے بنی ہے' پیدا کیا ہے"۔

قرآن کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ کفار نے ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اتباع سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ یہ تو بشر ہیں۔ کیا ہم بشر کو رسول مان لیں؟

فقالوا ابشرا منا واحدا نتبعہ انا اذا لفی ضلال و سعر۔ (القمر = ۲۴)

"پس کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کی اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے۔ تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور جنون میں پڑ جائیں گے"۔

وما منع الناس ان یومنوا اذ جاء ھم الھدیٰ الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولاً قل لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولاً (بنی اسرائیل = ۹۴-۹۵)

"اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی بات مانع نہ ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر

فرشتے رہتے ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے"۔

ان ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام انسان اور بشر ہی ہوتے ہیں۔ گویا کسی نبی کی نبوت پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ان کو بشر اور رسول تسلیم کیا جائے۔ اسی لئے تمام اہل سنت کے ہاں رسول کی تعریف یہ کی گئی ہے۔

انسان بعثہ اللہ لتبلیغ الرسالۃ و الاحکام (شرح عقائد نسفی)

"رسول وہ انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے پیغامات اور احکام بندوں تک پہنچانے کیلئے مبعوث فرماتے ہیں"۔

جس طرح قرآن کریم نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کا اعلان فرمایا ہے۔ اسی طرح احادیث طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بغیر کسی دغدغہ کے اپنی بشریت کا اعلان فرمایا ہے' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں یہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میرا نور تخلیق کیا گیا (اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے) ۔ وہاں یہ بھی فرماتے ہیں۔

۱ اللھم انما انا بشر فای المسلمین لعنتہ او سببتہ فاجعلہ لہ زکوۃ و اجراً (مسلم ص ۳۲۳ ج ۲ عن عائشۃ)

"اے اللہ! میں بھی ایک انسان ہی ہوں پس جس مسلمان پر میں نے لعنت کی ہو' یا اسے برا بھلا کہا ہو آپ اس کو اس شخص کیلئے پاکیزگی اور اجر کا ذریعہ بنا دے"۔

۲ اللھم انی اتخذ عندک عھدا لن تخلفنیہ فانما انا بشر فای المومنین اذیتہ شتمتہ لعنتہ جلدتہ فاجعلھا لہ صلوۃ و زکوۃ و قربۃ تقربہ بھا الیک یوم القیامۃ (مسلم ص ۳۲۴ ج ۲ عن ابی ھریرۃ)

"اے اللہ! میں آپ کے یہاں سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے خلاف نہ کیجئے۔ کیونکہ میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔ پس جس مومن کو میں نے ایذا دی ہو' گالی دی ہو' لعنت کی ہو' اس کو مارا ہو۔ آپ اس کے لئے اس کو رحمت (پاکیزگی بنا دیجئے کہ آپ اس کی وجہ سے اس کو اپنا قرب عطا فرمائیں"۔

۳ اللھم انما محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) بشر یغضب کما یغضب البشر (الحدیث عن ابی ھریرۃ مسلم ص ۳۲۴ ج ۲)

"اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایک انسان ہی ہیں ان کو بھی غصہ آتا ہے جس طرح اور

انسانوں کو غصہ آتا ہے"۔

۴ انی اشترطت علی ربی فقلت انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر واغضب کما یغضب البشر۔ (مسلم ص ۳۲۴ ج ۲ عن انس)

"میں نے اپنے رب سے ایک شرط کرلی ہے۔ میں نے کہا کہ میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔ میں بھی خوش ہوتا ہوں، جس طرح انسان خوش ہوتے ہیں اور غصہ ہوتا ہوں جس طرح دوسرے انسان غصہ ہوتے ہیں"۔

۵ انما انا بشر وانہ یاتینی الخصم فلعل بعضھم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ صادق فاقضی لہ فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعة من النار فلیحملھا او یذرھا۔ (صحیح بخاری ص ۳۳۲ ج ۱ مسلم ۴۷ ج ۲ عن ام سلمۃؓ)

"میں بھی ایک آدمی ہوں اور میرے پاس مقدمہ کے فریق آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے بعض زیادہ زبان آور ہوں۔ پس میں اس کو سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کردوں۔ پس جس کیلئے میں کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کردوں وہ محض آگ کا ٹکڑا ہے۔ اب چاہے وہ اسے اٹھالے جائے، اور چاہے چھوڑ جائے"۔

۶ انما انا بشر مثلکم انسیٰ کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی (صحیح بخاری ص ۵۸ ج ۱ صحیح مسلم ص ۲۱۲ ج ۱ عن ابن مسعودؓ)

"میں بھی تم جیسا انسان ہی ہوں۔ میں بھی بھول جاتا ہوں، جیسے تم بھول جاتے ہو۔ پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلادیا کرو"۔

۷ انما انا بشر اذا امرتکم بشیٔ من دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشیٔ من رائی فانما انا بشر۔ (صحیح مسلم ص ۲۶۴ ج ۲ عن رافع بن خدیج)

"میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔ جب تم کو دین کی کسی بات کا حکم کروں تو اسے لے لو اور جب تم کو (کسی دنیوی معاملے میں) اپنی رائے سے بطور مشورہ کوئی حکم دوں تو میں بھی ایک انسان ہی ہوں"۔

۸ الا ایها الناس ! فانما انا بشر یو شک ان یأتی رسول ربی فاجیب الخ (صحیح مسلم ۲۷۹ ج ۲ عن زید بن ارقم)

"سنو! اے لوگو! پس میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔ قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد (یہاں سے کوچ کا پیغام لے کر) آئے تو میں اس کو لبیک کہوں"۔

قرآن کریم اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت نور کے ساتھ موصوف ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی نفی کر دی جائے۔ نہ ان نصوص قطعیہ کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار ممکن ہے۔

میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ بشریت کوئی عار اور عیب کی چیز نہیں جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرنا سوء ادب کا موجب ہو۔ بشر اور انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ اس لئے بشریت آپ کا کمال ہے۔ نقص نہیں' اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشرف المخلوقات میں سب سے اشرف و افضل ہونا خود انسانیت کیلئے مایۂ فخر ہے۔

"اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر' انسان اور آدمی ہونا نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے طرۂ افتخار ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے سے انسانیت و بشریت رشک ملائکہ ہے"۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم صفحہ ۳۵ جلد ۱)

یہی عقیدہ اکابر اور سلف صالحین کا تھا۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)" القسم الثانی ص ۱۵۷ مطبوعہ ملتان میں لکھتے ہیں۔

قد قدمنا انه صلی الله علیه وسلم وسائر الانبیاء والرسل من البشر۔ وان جسمه وظاهره خالص للبشر یجوز علیه من الآفات والتغیرات والآلام والاسقام وتجرع کأس الحمام مایجوز علی البشر وهذا کله لیس بنقیصة۔ لان الشیٔ انما یسمی ناقصاً بالاضافة الیٰ ما هو اتم منه واکمل من نوعه وقد کتب الله تعالیٰ علی اهل هذه الدار فیها یحیون وفیها یموتون ومنها یخرجون وخلق جمیع البشر بمدرجة الغیر۔

"ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و رسل نوع بشر میں سے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک اور ظاہر خالص بشر کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر

وہ تمام آفات وتغیرات اور تکالیف وامراض اور موت کے احوال طاری ہو سکتے تھے۔ جو انسان پر طاری ہوتے ہیں اور یہ تمام امور کوئی نقص اور عیب نہیں۔ کیونکہ کوئی چیز ناقص اس وقت کہلاتی ہے جبکہ اس کی نوع میں سے کوئی دوسری چیز اتم واکمل ہو۔ دار دنیا کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات مقدر فرما دی کہ وہ زمین میں جئیں گے۔ یہیں مریں گے اور یہیں سے نکالے جائیں گے۔ اور تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے تغیر کا محل بنایا ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکالیف کی چند مثالیں پیش کرنے کے بعد ص ۱۵۸، ۱۵۹ لکھتے ہیں۔

و ھکذا سائر انبیائہ مبتلی و معافیٰ و ذلک من تمام حکمتہ لیظھر شرفھم فی ھذہ المقامات و یبین امرھم و یتم کلمتہ فیھم و لیحقق بشریتھم و یرتفع الالتباس من اھل الضعف فیھم لئلا یضلوا بما یظھر من العجائب علی ایدیھم ضلال النصاری بعیسی بن مریم قال بعض المحققین و ھذہ الطواری و التغیرات المذکورۃ انما تختص باجسامھم البشریۃ المقصودۃ بھا مقاومۃ البشر و معانات بنی اٰدم لمشاکلۃ الجنس و اما بواطنھم فمنزھۃ غالبًا عن ذالک معصومۃ منہ متعلقۃ بالملأ الاعلیٰ و الملائکۃ لاخذھا عنھم و تلقیھا الوحی منھم۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی

ص ۱۵۷ ج ۲ ص ۱۵۹ ج ۲)

"اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کہ وہ تکالیف میں بھی مبتلا ہوئے اور ان کو عافیت سے بھی نوازا گیا، اور یہ حق تعالیٰ کی کمال حکمت تھی تاکہ ان مقامات میں ان حضرات کا شرف ظاہر ہو۔ اور ان کا معاملہ واضح ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی بات ان کے حق میں پوری ہو جائے۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی بشریت کو ثابت کر دے اور امت کے اہل ضعف کو ان کے بارے میں جو التباس ہو سکتا تھا وہ اٹھ جائے۔ تاکہ ان عجائبات کی وجہ سے جو ان حضرات کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں گمراہ نہ ہو جائیں۔ جس طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گمراہ ہوئے۔ بعض محققین نے فرمایا ہے کہ یہ عوارض اور تغیرات مذکورہ ان بشری اجسام کے ساتھ مخصوص ہیں جن سے مقصود بشر کی مقاومت اور بنی آدم کی مشقتوں کا برداشت کرنا ہے تاکہ ہم جنسوں کے ساتھ مشاکلت ہو، لیکن ان کی ارواح طیبہ ان امور سے متاثر نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ معصوم و منزہ اور ملأ اعلیٰ اور فرشتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ وہ فرشتوں سے علوم اخذ کرتی ہیں۔

اور ان سے وحی اخذ کرتی ہیں"۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان میں داخل نہیں۔ آپ نے جو حوالے نقل کئے ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نور کی صفت کا اثبات کیا گیا ہے، مگر اس سے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار لازم نہیں آتا اس لئے وہ میرے مدعا کے خلاف نہیں۔ اور نہ میرا عقیدہ ان بزرگوں سے الگ ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نشر الطیب میں سب سے پہلے نور محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات) کی تخلیق کا بیان فرمایا ہے۔ اور اس کے ذیل میں وہ احادیث نقل کی ہیں جن کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔ لیکن حضرتؒ نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح بھی فرمادی ہے۔ چنانچہ پہلی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مسند عبدالرزاق کے حوالے سے یہ نقل کی ہے۔

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا۔ بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا...... پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے قلم پیدا کیا۔ دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ آگے حدیث طویل ہے"۔

اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں۔

"اس حدیث سے نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔ ان اشیاء کا نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے متأخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے"۔

اور اس کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ظاہراً نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) روح محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عبارت ہے۔ اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ سے مجرد ہے۔ اور مجرد کا مادیات کیلئے مادہ ہونا ممکن نہیں۔ پس ظاہراً اس نور کے فیض سے کوئی مادہ بنایا گیا اور اس مادہ سے چار حصے کئے گئے الخ اور اس مادہ سے پھر کسی مجرد کا بننا اس طرح ممکن ہے کہ وہ مادہ اس کا جزو نہ ہو۔ بلکہ کسی طریق سے محض اس کا سبب خارج عن الذات ہو"۔

دوسری روایت جس میں فرمایا گیا ہے کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے...... اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

"اور اس وقت ظاہر ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بدن تو بنا ہی نہ تھا۔ تو پھر نبوت کی صفت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح کو عطا ہوئی تھی۔ اور نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی روح محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم)

کانام ہے۔ جیسا اوپر مذکور ہوا"۔

اس سے واضح ہے کہ حضرت تھانویؒ کے نزدیک نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مقدس روح ہے۔ اور اس فصل میں جتنے احکام ثابت کئے گئے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح کے اول الخلق ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار لازم نہیں آتا۔

اور حضرت تھانویؒ کی تشریح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے خداتعالیٰ کے نور سے پیدا کئے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ نور خداوندی کا کوئی حصہ ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ نور خداوندی کا فیضان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ کی تخلیق کا باعث ہوا۔

آپ نے قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی امداد السلوک کا حوالہ دیا ہے کہ

"احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہیں رکھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں"۔

امداد السلوک کا فارسی نسخہ تو میرے سامنے نہیں۔ البتہ اس کا اردو ترجمہ جو حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے "ارشاد الملوک" کے نام سے کیا ہے اس کی متعلقہ عبارت یہ ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو اولاد آدم ہی میں ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو اتنا مطہر بنالیا تھا کہ نور خالص بن گئے۔ اور حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا۔ اور شہرت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کے سایہ ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو اس قدر تزکیہ اور تصفیہ بخشا کہ وہ بھی نور بن گئے۔ چنانچہ ان کی کرامات وغیرہ کی حکایتوں سے کتابیں پُر اور اتنی مشہور ہیں کہ نقل کی حاجت نہیں۔ نیز حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "جو لوگ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کا نور ان کے آگے آگے دوڑتا ہوگا"۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ "یاد کرو اس دن کو جب کہ مومنین کا نور ان کے آگے اور داھنی طرف دوڑتا ہوگا۔ اور منافقین کہیں گے کہ ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ اخذ کریں"۔ ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں"۔ (ارشاد الملوک مطبوعہ سہارنپور، صفحہ ۱۱۴، صفحہ ۱۱۵)

اس اقتباس سے چند امور بالکل واضح ہیں۔

اول...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اولاد آدم علیہ السلام میں سے ہونا تسلیم کیا گیا ہے اور آدم علیہ السلام کا بشر ہونا قرآن کریم میں منصوص ہے۔

دوم..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جس نورانیت کا اثبات کیا گیا ہے۔ وہ وہ ہے جو تزکیہ وتصفیہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس قدر اکمل واعلیٰ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "نور خالص" بن گئے تھے۔

سوم..... جسم اطہر کا سایہ نہ ہونے کو متواتر نہیں کہا گیا۔ بلکہ "شہرت سے ثابت" کہا گیا ہے۔ بہت سی روایات ایسی ہیں کہ زبان زد عام وخاص ہوتی ہیں۔ مگر ان کو تواتر یا اصطلاحی شہرت کا مرتبہ تو کیا حاصل ہوتا خبر آحاد کے درجہ میں ان کو حدیث صحیح یا قابل قبول ضعیف کا درجہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خالصتاً بے اصل اور موضوع ہوتی ہیں۔ سایہ نہ ہونے کی روایت بھی حد درجہ کمزور ہے۔ یہ روایت مرسل بھی ہے اور ضعیف بھی اس درجہ کی کہ اس کے بعض راویوں پر وضع حدیث کی تہمت ہے۔

(اس کی تفصیل حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مضمون میں ہے جو آخر میں بطور تکملہ نقل کر رہا ہوں)

چہارم..... احادیث کی تصحیح وتنقیح حضرات محدثینؒ کا وظیفہ ہے۔ حضرات صوفیاء کرامؒ کا اکثر وبیشتر معمول یہ ہے کہ وہ بعض ایسی روایات جو عام طور سے مشہور ہوں ان کی تنقیح کے درپے نہیں ہوتے، بلکہ برتقدیر صحت اسکی توجیہ کر دیتے ہیں۔ یہاں بھی شیخ قطب الدین مکی قدس سرہ نے (جن کے رسالہ مکیہ کا ترجمہ حضرت گنگوہیؒ نے کیا ہے) اس مشہور روایت کی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر نورانیت اور تصفیہ کا اس قدر غلبہ تھا کہ بطور معجزہ آپ کا سایہ نہیں تھا..... بہرحال اگر سایہ نہ ہونے کی روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ بطور معجزہ ہی ہو سکتا ہے۔ گویا غلبۂ نورانیت کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر روح کے احکام جاری ہو گئے تھے اور جس طرح روح کا سایہ نہیں ہوتا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا بھی سایہ نہیں تھا، لیکن اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی نفی لازم نہیں آتی۔ ایک تو اس لئے کہ شیخؒ خود آپؐ کی بشریت کی تصریح فرما رہے ہیں۔ دوسرے نور کی یہ صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متبعین اہل ایمان کے لئے ثابت فرما رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نور کی بشریت سے منافات ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متبعین کی بشریت کا انکار لازم آئے گا۔ تیسرے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو سب سے زیادہ جانتی ہیں، وہ فرماتی ہیں۔

كان بشراً من البشر (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۵۲۰)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے"۔

سایہ نہ ہونے کی روایت کے بارے میں فتاویٰ رشیدیہ سے ایک سوال وجواب یہاں نقل کرتا ہوں۔

"سوال..... سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہیں۔ اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبدالملک بن عبداللہ بن وحید سے انہوں نے ذکوان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع۔ ارقام فرماویں۔

ج..... یہ روایت کتب صحاح میں نہیں۔ اور "نوادر" کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے۔ "نوادر الاصول" حکیم ترمذی کی ہے۔ نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی۔ فقط واللہ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی" عفی عنہ"

اس اقتباس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سایہ نہ ہونے کی روایت حدیث کی متداول کتابوں میں نہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے حوالے سے آپ نے تین باتیں نقل کی ہیں۔

"۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"خلقت من نور اللہ"۔ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت و مصلحت کے پیش نظر بصورت انسان ظاہر فرمایا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہونے اور سایہ نہ ہونے کی تحقیق اوپر عرض کر چکا ہوں۔ البتہ یہاں اتنی بات مزید عرض کر دینا مناسب ہے کہ "خلقت من نور اللہ" کے الفاظ سے کوئی حدیث مروی نہیں۔ مکتوبات شریفہ کے حاشیہ میں اس کی تخریج کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی مدارج النبوۃ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

انا من نور اللہ والمومنون من نوری

"میں اللہ کے نور سے ہوں۔ اور مومن میرے نور سے ہیں"۔

مگر ان الفاظ سے بھی کوئی حدیث ذخیرۂ احادیث میں نظر سے نہیں گزری۔ ممکن ہے کہ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث (جو نشر الطیب کے حوالے سے گزر چکی ہے) کی روایت بالمعنی ہو۔ بہرحال اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کی شرح وہی ہے جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی نشر الطیب سے نقل کر چکا ہوں۔

سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور اجزاء و حصص سے پاک ہے۔ اس لئے کسی عاقل کو یہ توہم بھی نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور 'نور خداوندی کا جز اور حصہ ہے۔ پھر اس روایت میں اہل ایمان کی تخلیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ذکر کی گئی۔ اگر جزئیت کا مفہوم لیا جائے تو لازم آئے گا کہ تمام اہل ایمان نور خداوندی کا جز ہوں۔ اس قسم کی روایات کی عارفانہ تشریح کی جا سکتی ہے۔

جیسا کہ امام ربانیؒ نے کی ہے۔ مگر ان پر عقائد کی بنیاد رکھنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو...... نصوص قطعیہ کے علی الرغم...... نوع انسان سے خارج کر دینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

تیسری بات جو آپ نے حضرت مجدد رحمہ اللہ سے نقل کی ہے اول تو وہ ان دقیق علوم و معارف میں سے ہے کہ جو عقول متوسطہ سے بالاتر ہیں۔ اور جن کا تعلق علوم مکاشفہ سے ہے۔ جو حضرات تصفیہ و تزکیہ اور نور باطن کے اعلیٰ ترین مقامات پر فائز ہوں وہی ان کے افہام و تفہیم کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ عام لوگ ان دقیق علوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ان لوگوں کو اگر ظاہر شریعت سے کچھ مس ہو گا تو ان اکابر کی شان میں گستاخی کریں گے (جس کا مشاہدہ اس زمانے میں خوب خوب ہو رہا ہے) اور جن لوگوں کو ان اکابر سے عقیدت ہو گی وہ ظاہر شریعت اور نصوص قطعیہ کو پس پشت ڈال کر الحاد و زندقہ کی وادیوں میں بھٹکا کریں گے فان الجاھل اما مفرط و اما مفرِّط۔ اس لئے اکابر کی وصیت یہ ہے کہ:

نکتہ ہا چوں تیغ پولاد است تیز
چوں نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا
کز بریدن تیغ را نبود حیا

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم
کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم
محیط است علم ملک بر بسیط
قیاس تو بروے نہ گردد محیط
نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد
نہ فکرت بغور صفاتش رسد

دوسرے، آپ نے حضرت مجددؒ کا حوالہ نقل کرنے میں خاصے اختصار سے کام لیا ہے۔ جس سے فہم مراد میں التباس پیدا ہوتا ہے، حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق حق تعالیٰ کے علم اضافی سے ہوئی ہے۔

و مشہود می گردد کہ علم جملی کہ از صفات اضافیہ گشتہ است نوریست کہ در نشاۃ عنصری بعد از انصباب از اصلاب بار حام متکثرہ بمقتضائے حکم و مصالح بصورت انسانی کہ احسن تقویم است ظہور نمودہ و مسمٰی بمحمد و احمد شدہ۔

"اور ایسا نظر آتا ہے کہ علم اجمالی جو کہ صفات اضافیہ میں سے ہو گیا ہے' ایک نور ہے جو کہ نشاۃ عنصری میں بہت سی پشتوں اور رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حکم و مصالح کے تقاضے سے انسانی صورت میں جلوہ گر ہوا۔ اور محمد واحمد کے پاک ناموں سے موسوم ہوا۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تسلیما کثیراً کثیراً۔

حضرت امام ربانیؒ کے اقتباس نے مندرجہ ذیل امور واضح ہوئے۔

۱ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق حق تعالیٰ کے علم اجمالی سے...... صفت اضافیہ کے مرتبہ میں...... ہوئی۔

۲ ۔ یہ صفت اضافیہ ایک نور تھا جس کو انسانی قالب عطا کیا گیا۔

۳ ۔ چونکہ انسانی صورت سب سے خوبصورت سانچہ ہے' اس لئے حکمت خداوندی کا تقاضا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان اور بشر کی حیثیت سے پیدا کیا جائے۔ اگر بشری ڈھانچے سے بہتر کوئی اور قالب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی انسانی شکل میں پیدا نہ کیا جاتا۔ اس سے واضح ہے کہ حضرت امام ربانیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر نہیں۔ اور نہ وہ نور' بشریت کے منافی ہے جس کا وہ اثبات فرمارہے ہیں۔

آپ نے رسالہ التوسل اور تفسیر کبیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ آیت کریمہ "

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

" میں "نور" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے۔

اس آیت میں نور کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ دوم یہ کہ اسلام مراد ہے اور سوم یہ کہ قرآن کریم مراد ہے۔ اس قول کو امام رازیؒ نے اس بناء پر کمزور کہا ہے کہ معطوفین میں تغایر ضروری ہے' لیکن یہ دلیل بہت کمزور ہے۔ بعض اوقات ایک چیز کی متعدد صفات کو بطور عطف ذکر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بیان القرآن میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

بہر حال نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں' یا اسلام ہو' یا قرآن کریم۔ بہر صورت یہاں نور سے نور ہدایت مراد ہے جس کا واضح قرینہ آیت کا سیاق ہے۔

یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ ویہدیہم الی صراط مستقیم (المائدہ۔ ۱۶)

"اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو' جو رضائے حق کے طالب ہوں۔ سلامتی کی راہیں

بتلاتے ہیں۔ (یعنی جنت میں جانے کے طریقے کہ عقائد واعمال خاصہ ہیں، تعلیم فرماتے ہیں۔ کیونکہ پوری سلامتی بدنی وروحانی جنت ہی میں نصیب ہوگی) اور ان کو اپنی توفیق (اور فضل) سے (کفر ومعصیت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان وطاعت کے) نور کی طرف لے آتے ہیں۔ اور ان کو (ہمیشہ) راہ راست پر قائم رکھتے ہیں"۔ (بیان القرآن)

امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

وتسمیة محمد والاسلام والقران بالنور ظاهرة لان النور الظاهر هو الذی یتقوی به البصر علی ادراک الاشیاء الظاهرة۔ والنور الباطن ایضاً هو الذی تتقوی به البصیرة علی ادراک الحقائق والمعقولات (تفسیر کبیر ج-۱۱ ص۱۸۹)

"آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور قرآن کو نور فرمانے کی وجہ ظاہر ہے۔ کیونکہ ظاہری روشنی کے ذریعہ آنکھیں ظاہری اشیاء کو دیکھ پاتی ہیں۔ اسی طرح نور باطن کے ذریعہ بصیرت حقائق ومعقولات کاادراک کرتی ہے"۔

علامہ نسفیؒ تفسیر مدارک میں لکھتے ہیں۔

اوالنور محمد صلی الله علیه وسلم لانه یهتدی به کما سمی سراجاً۔

(ص ۳۱٦ ج ۱)

"یانور سے مراد آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہدایت ملتی ہے۔ جیساکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغ کہا گیا ہے"۔

قریب قریب یہی مضمون تفسیر خازن، تفسیر بیضاوی، تفسیر صاوی، روح البیان اور دیگر تفاسیر میں ہے۔

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا۔

"جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوع کے اعتبار سے بشر ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفت ہدایت کے لحاظ سے ساری انسانیت کے لئے مینارۂ نور ہیں۔ یہی نور ہے جس کی روشنی میں انسانیت کو خدا تعالیٰ کا راستہ مل سکتا ہے۔ اور جس کی روشنی ابد تک درخشندہ وتابندہ رہے گی۔ لہٰذا میرے عقیدے میں آپ بیک وقت نور بھی ہیں اور بشر بھی"۔

میری ان تمام معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت دلائل قطعیہ

سے ثابت ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نور کی صفت ثابت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت اور بشریت کے دائرے سے خارج کردینا ہرگز صحیح نہیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کا اعتقاد لازم ہے۔ اسی طرح آپ کی انسانیت وبشریت کا عقیدہ بھی لازم ہے۔ چنانچہ میں فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے یہ نقل کرچکا ہوں۔

ومن قال لاادری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان انسیًا اوجنّیاً یکفر۔ کذافی الفصول العمادیۃ (ص ۳۶۔ ج ۲) وکذافی البحر الرائق (ص ۱۳۰ ج ۵)

(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۳۔ ج ۲)

"اور جو شخص یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے یا جن، وہ کافر ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یا بشر؟

س..... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی طرح لفظ بشریت سے پکارا جائے، عمرو کہتا ہے کہ یہ غلط ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور میں درجہ بشریت میں بھی اور نورانیت میں بھی ہیں۔ آیا ان دونوں میں کون حق پر ہے؟

ج..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوع کے لحاظ سے بشر ہیں اور قرآن کریم کے الفاظ میں "بشر مثلکم" ہیں۔ ہادیٔ راہ ہونے کی حیثیت سے نور اور سراپا نور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں اور بشر انسان ہی کو کہتے ہیں۔ آپؐ کو انسان ماننا فرض ہے اور آپ کی انسانیت کا انکار کفر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر زید آپؐ کے نور ہونے کا بھی قائل ہے تو اس کا موقف بھی صحیح ہے اور اگر بشریت اور نورانیت میں تضاد سمجھتا ہے تو اس کا موقف غلط ہے۔ آپؐ بشر کامل ہیں اور صفت ہدایت کے اعتبار سے نور کامل ہیں۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

س..... مسئلہ حیات النبی کے سلسلہ میں مولانا اللہ یار خاں کی کتاب "حیات انبیاء" پڑھی اور اس کے بعد یہ مسئلہ صراحتاً شیخ القرآن" نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں بیان فرمایا ہے۔ لیکن مولانا اللہ یار خان نے حیات کی کیفیت روح کا جسم اطہر یعنی بدن عنصری کے ساتھ منوانے کیلئے دلائل دیئے ہیں حالانکہ

شیخ القرآن" نے جسم مثالی کو تسلیم کروایا ہے۔ براہ کرم اس کی وضاحت فرمادیں اور بتائیں کہ یہ مسئلہ ایمانیات سے ہے؟

ج..... میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں' یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے بھی قوی تر ہے۔ جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا۔ نہ وہ علمائے دیوبند کے مسلک پر ہیں۔

معراج

معراج جسمانی کا ثبوت

س..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی یا روحانی؟ برائے کرم تفصیلی جواب سے نوازیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج حاصل نہیں ہوئی تھی۔

ج..... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی" نشر الطیب میں لکھتے ہیں۔

"تحقیق سوم..... جمہور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسد کے ساتھ ہوئی اور دلیل اس کی اجماع ہے اور مستند اس اجماع کا یہ امور ہو سکتے ہیں" (آگے اس کے دلائل فرماتے ہیں) (نشر الطیب ص ۸۰ مطبوعہ سہارن پور)

اور علامہ سہیلی" الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام میں لکھتے ہیں کہ "مہلب نے شرح بخاری میں اہل علم کی ایک جماعت کا قول نقل کیا ہے کہ معراج دو مرتبہ ہوئی۔ ایک مرتبہ خواب میں دوسری مرتبہ بیداری میں جسد شریف کے ساتھ"۔ (ص ۲۴۴ ج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جن حضرات نے یہ فرمایا کہ معراج خواب میں ہوئی تھی۔ انہوں نے پہلے واقعہ کے بارے میں کہا ہے ورنہ دوسرا واقعہ جو قرآن کریم اور احادیث متواترہ میں مذکور ہے' وہ بلاشبہ بیداری کا واقعہ ہے۔

معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کتنی بار ہوئی

س..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات (شب معراج) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنی بار حاضر ہوئے؟

ج..... پہلی بار کی حاضری تو تھی ہی۔ ۹ بار حاضری نمازوں کی تخفیف کے سلسلے میں ہوئی۔ ہر بار کی حاضری پر ۵ نمازیں کم ہوتی رہیں۔ اس طرح دس بار حاضری ہوئی۔

کیامعراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟

س..... کیامعراج کی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟
ج..... اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف چلا آتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دیکھا ہے، مگر دیکھنے کی کیفیت معلوم نہیں۔

کیا شب معراج میں حضرت بلالؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے

س..... کیا آتی دفعہ حضرت بلالؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے یا کہ پہلے آئے یا بعد میں؟
ج..... شب معراج میں حضرت بلالؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر نہیں تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس کس چیز پر آئے تھے؟

س..... ہم دوستوں میں ایک بحث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر جاتی دفعہ تو براق پر گئے مگر واپسی میں براق پر آئے تھے یا براہ راست آگئے تھے؟
ج..... اس کی کوئی تصریح تو نظر سے نہیں گزری بظاہر جس ذریعہ سے آسمان پر تشریف بری ہوئی اسی ذریعہ سے آسمان سے واپس تشریف آوری بھی ہوئی ہوگی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حقیقت

س..... خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حقیقت کیا ہے یعنی جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے اس کی شفاعت ضروری ہو جاتی ہے۔ کیا ابلیس لعین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہ السلام اور اولیاء عظام کی شکل میں آسکتا ہے؟
ج..... حدیث شریف میں ہے کہ "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا"۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہو جانا مبارک ہے مگر اس کو بزرگی کی دلیل نہیں سمجھنا چاہئے۔ اصل چیز بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت کی پیروی ہے جو اتباع سنت کا اہتمام کرتا ہو' وہ انشاء اللہ مقبول ہے اور جو شخص سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے منحرف ہو وہ مردود ہے۔ خواہ اس کو روزانہ زیارت ہوتی ہو۔ اور اس کے لئے شفاعت بھی ضروری نہیں'

خواب میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی اصول

مولانا صاحب! خواب میں زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پرکھنے کا کیا معیار ہے؟ کہ یہ خواب سچا ہے یا جھوٹا۔ بے شک شیطان اشرف الانبیاء کی صورت میں خواب میں نہیں آسکتا لیکن لاکھوں انسانوں کی صورت میں خواب میں آسکتا ہے' اور کسی بھی صورت کو نبی کے عنوان سے دکھا سکتا ہے۔ اور ان میں وہ نشانیاں بھی پیدا کر سکتا ہے جو نبی میں مظہر ہوں اور صرف نبی ہی پہچان سکتا ہے کہ یہ شیطان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو دیکھا ہی نہیں تو وہ اسے خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتا اور اگر دیکھ بھی لے تو وہ محض خیالی تصویر ہوگی' تو جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہیں ان کے خواب پر کن دلیلوں کے ساتھ یقین کیا جائے کہ خواب سچا ہے یا جھوٹا۔ دلیلیں ٹھوس ہونی چاہئیں' کیونکہ کمزور دلائل پر ہر آدمی خواب میں زیارت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

ج...... خواب میں اگر کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو تو وہ خواب تو صحیح ہے کیونکہ شیطان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں متمثل ہونے کی اجازت نہیں۔ البتہ یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں۔

اول...... بعض اہل علم کا ارشاد ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل شکل وصورت میں ہو تو تب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت ہے اور اگر کسی اور حلیہ میں ہو تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں' لیکن اکثر محققین اس کے قائل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جس ہیئت میں بھی ہو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت ہے' اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی شکل وصورت میں دیکھے تو یہ دیکھنے والے کی حالت کے اچھا ہونے کی علامت ہے اور اگر خستہ حالت میں دیکھے تو یہ دیکھنے والے کے دل ودماغ اور دینی حالت کے پراگندہ ہونے کی علامت ہے' گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ایک آئینہ ہے' جس میں ہر دیکھنے والے کی حالت کا عکس نظر آتا ہے۔

دوم...... خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی بسا اوقات تعبیر کی محتاج ہوتی ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواں سال دیکھے تو اور تعبیر ہوگی اور پیرانہ سالی میں دیکھے تو دوسری تعبیر ہو گی۔ خوشی کی حالت میں دیکھے تو اور تعبیر ہوگی اور رنج وبے چینی کے عالم میں دیکھے تو دوسری تعبیر ہوگی۔

وعلیٰ ہذا

سوم...... جب کہ خواب دیکھنے والے نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں نہیں کی تو اس کو کیسے معلوم ہو گا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خواب ہی میں اس کا علم ضروری حاصل ہو جاتا ہے اور اسی علم پر مدار ہے' اس کے سوا کوئی ذریعہ علم نہیں۔ الّا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ٹھیک اسی شکل وشمائل میں ہو جو وصال سے قبل حیات طیبہ میں تھی۔ اور اس سے خواب کی تصدیق ہو جائے۔

چہارم...... خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو برحق ہے' لیکن اس خواب سے کسی حکم شرعی کو ثابت کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ خواب میں آدمی کے حواس معطل ہوتے ہیں' اس حالت میں اس کے ضبط پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے صحیح طور پر ضبط کیا ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں شریعت' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے مکمل ہو چکی تھی' اب اس میں کمی بیشی اور ترمیم وتنسیخ کی گنجائش نہیں' چنانچہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ خواب حجت شرعیہ نہیں' اگر خواب میں کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد سنا ہو تو میزان شریعت میں تولا جائے گا۔ اگر قواعد شرعیہ کے موافق ہو تو دیکھنے والے کی سلامتی واستقامت کی دلیل ہے ورنہ اس کے نقص وغلطی کی علامت ہے۔

پنجم...... خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بڑی برکت وسعادت کی بات ہے۔ لیکن یہ دیکھنے والے کی عنداللہ مقبولیت ومحبوبیت کی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کا مدار بیداری میں اتباع سنت پر ہے...... بالفرض ایک شخص کو روزانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہو' لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تارک ہو اور وہ فسق وفجور میں مبتلا ہو تو ایسا شخص مردود ہے اور ایک شخص نہایت نیک اور صالح متبع سنت ہے مگر اسے کبھی زیارت نہیں ہوئی۔ وہ عنداللہ مقبول ہے۔ خواب تو خواب ہے۔ بیداری میں جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی دولت سے محروم رہے وہ مردود ہوئے اور اس زمانے میں بھی جن حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوئی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نصیب ہوئی وہ مقبول ہوئے۔

ششم...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا جھوٹا دعویٰ کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے' اور یہ کسی شخص کی شقاوت وبدبختی کیلئے کافی ہے۔ اگر کسی کو واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تب بھی بلاضرورت اس کا اظہار مناسب نہیں۔

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے صحابی کا درجہ

س...... کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے تو

اسے صحابہ کرامؓ کا درجہ ملتا ہے۔

ج...... ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ خواب میں زیارت سے صحابی کا درجہ نہیں ملتا۔ صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو، اور پھر ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صحابی کا درجہ کسی غیر صحابی کو نہیں مل سکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑا غوث، قطب اور ولی اللہ کیوں نہ ہو۔

کیا غیر مسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے

س...... پچھلے دنوں میرا کراچی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں پیش امام تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا حافظ صاحب ایک عیسائی شخص کہہ رہا ہے کہ جلدی کرو مجھے کلمہ پڑھاؤ کیونکہ مجھے رات خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دین، ایمان عطا کیا ہے۔ جلدی کر اور ایمان لے آ۔ لہٰذا امام صاحب نے اس شخص کی بات سنی اور پھر اس عیسائی شخص کے پاس گئے اور اسے کلمہ پڑھایا اور وہ شخص کلمہ پڑھنے کے فوراً بعد فوت ہو گیا۔ اب آپ یہ تحریر فرمائیں کہ آیا حافظ صاحب کی یہ بات درست تھی؟ کیا عیسائی شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے؟

ج...... ضرور ہو سکتا ہے آپ کو اس میں کیا اشکال ہے؟ اگر یہ خیال ہو کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا تو بڑے شرف کی بات ہے، یہ شرف کسی کافر کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا اس سے بڑھ کر شرف ہونا چاہئے۔ ابو جہل و ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا جب یہ چیز ان کے لئے شرف کا باعث نہ بنی۔ تو کسی غیر مسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا شرف کا باعث کیسے ہو سکتا ہے۔ اصل باعث شرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی ہے اگر یہ نہ ہو تو صرف زیارت کوئی شرف نہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ وصحابیاتؓ ازواج مطہراتؓ اور صاحبزادیاںؓ

حضرت آدم علیہ السلام کو سات ہزار سال کا زمانہ گزرا

س...... پچھلے دنوں اخبار میں ایک انسانی کھوپڑی کی تصویر چھپی تھی اور لکھا تھا کہ یہ کھوپڑی تقریباً ۱۶ لاکھ سال پرانی ہے یہ پڑھ کر تعجب ہوا۔ کیونکہ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے ان کو زیادہ سے زیادہ اس زمین پر آئے ہوئے دس ہزار سال گزرے ہوں گے اس سے پہلے انسان کا اس زمین پر وجود نہ تھا تو سائنس دانوں کا اس انسانی کھوپڑی کے بارے میں یہ خیال کہ یہ ۱۶ لاکھ سال پرانی ہے کہاں تک درست ہے؟ نیز یہ بھی فرمائیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس زمین پر آئے ہوئے اندازاً کتنے سال ہوگئے ہیں۔

ج...... مورخین کے اندازے کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو سات ہزار سال کے قریب زمانہ گزرا ہے سائنس دانوں کے یہ دعوے کہ اتنے لاکھ سال پرانی کھوپڑی ملی ہے محض اٹکل پچو ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا

س...... حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے کون سا سجدہ کیا تھا۔

ج...... اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ سجدہ آدم علیہ السلام کو بطور تعظیم تھا۔

دوم...... یہ کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا اور آدم علیہ السلام کی حیثیت ان کے لئے ایسی تھی جیسی ہمارے لئے قبلہ شریف کی۔

کیا انسان آدمؑ کی غلطی کی پیداوار ہے

س...... آدم علیہ السلام کو غلطی کی سزا کے طور پر جنت سے نکالا گیا اور انسانیت کی ابتداء ہوئی تو کیا اس دنیا کو غلطی کی پیداوار سمجھا جائے؟ یا پھر آدمؑ کی اس غلطی کو مصلحت خداوندی سمجھا جائے؟ اگر آدمؑ کی اس غلطی میں مصلحت خداوندی تھی تو کیا انسان کے اعمال میں بھی مصلحت خداوندی شامل ہوتی ہے؟ اگر ایسا

ہے تو پھر اعمال وافعال کی سزا کا ذمہ دار کیوں؟

ج...... حضرت آدم علیہ السلام سے جو خطا ہوئی تھی وہ معاف کر دی گئی۔ دنیا میں بھیجا جانا بطور سزا کے نہیں تھا بلکہ خلیفہ اللہ کی حیثیت سے تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے نسل کس طرح چلی کیا ان کی اولاد میں لڑکیاں بھی تھیں

س...... حضرت آدم علیہ السلام سے نسل کس طرح چلی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو پیدا فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کی اولادوں میں تین نام قابل ذکر ہیں اور یہ تینوں نام لڑکوں کے ہیں۔ (۱) ہابیل (۲) قابیل (۳) شیث۔ آخر کار ان تینوں کی شادیاں بھی ہوئی ہوں گی آخر کس کے ساتھ جب کہ کسی بھی تاریخ میں آدم علیہ السلام کی لڑکیوں کا ذکر نہیں آیا۔ آپ مجھے یہ بتادیجئے کہ ہابیل، قابیل اور شیث سے نسل کیسے چلی۔ میں نے متعدد علماء سے معلوم کیا مگر مجھے ان کے جواب سے تسلی نہیں ہوئی اور بہت سے علماء نے غیر شرعی جواب دیا۔

ج...... حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں ایک بطن سے دو بچے جڑواں پیدا ہوتے تھے اور وہ دونوں آپس میں بھائی بہن شمار ہوتے تھے اور دوسرے بطن سے پیدا ہونے والے بچوں کے لئے ان کا حکم چچا کی اولاد کا حکم رکھتا تھا۔ اس لئے ایک پیٹ سے پیدا ہونے والے لڑکے لڑکیوں کا نکاح دوسرے بطن کے بچوں سے کر دیا جاتا تھا۔ ہابیل قابیل کا قصہ اسی سلسلہ پر پیش آیا تھا۔ قابیل اپنی جڑواں بہن سے نکاح کرنا چاہتا تھا جو در اصل ہابیل کی بیوی بننے والی تھی۔

لڑکیوں کا ذکر عام طور سے نہیں آیا کرتا۔ قابیل وہابیل کا ذکر بھی اس واقعہ کی وجہ سے آگیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم اور زبور

س......یہودی، عیسائی اور مسلمان قوم تو دنیا میں موجود ہے۔ آیا حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم بھی دنیا میں کہیں موجود ہے اگر ہے تو کہاں؟ اور زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ کسی بھی حالت میں پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کہاں ہے؟

ج...... حضرت داؤد علیہ السلام کا شمار انبیائے بنی اسرائیل میں ہوتا ہے اور وہ شریعت تورات کے متبع تھے۔ اسلئے ان کے وقت کے بنو اسرائیل ہی آپ کی قوم تھے۔ موجودہ بائبل کے عہد نامۂ قدیم میں ایک کتاب "زبور" ہے جسے یہودی داؤد علیہ السلام پر نازل شدہ مانتے ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام شادی شدہ نہیں تھے

س..... میں نے ''ایف اے'' اسلامیات کی کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت یحییٰؑ شادی شدہ ہیں جبکہ ''جنگ'' بچوں کے صفحہ میں لکھا ہے کہ حضرت یحییٰؑ شادی شدہ نہیں ہیں۔ کیا یہ سچ ہے کہ حضرت یحییٰؑ شادی شدہ نہیں ہیں۔

ج..... جی ہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں پیغمبروں نے نکاح نہیں کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو جب قرب قیامت میں نازل ہوں گے تو نکاح بھی کریں گے۔ اور ان کے اولاد بھی ہوگی جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے اس لئے صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام ہی ایسے ہیں جنھوں نے شادی نہیں کی اس لئے قرآن کریم میں ان کو ''حصور'' فرمایا گیا ہے۔ اس لئے اگر آپ کی اسلامیات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا شادی شدہ ہونا لکھا ہے تو غلط ہے۔

س..... اگر شادی شدہ نہیں ہیں تو ان کا ذکر قرآن مجید میں کیوں آیا۔

ج..... قرآن کریم میں تو انکے شادی نہ کرنے کا ذکر آیا ہے شادی کرنے کا نہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام کے قول کی تشریح

س..... ایک مولوی صاحب مسجد میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا واقعہ بیان فرمارہے تھے۔ جس میں حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول ہوئی اور حضرت ہارونؑ پیغمبر بنادیئے گئے اس کے بعد حضرت موسیٰؑ خدا سے ہم کلام ہونے کے لئے تشریف لے گئے تو انکے بعد سامری نے ایک بچھڑا بنایا اور اسے بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیا کہ یہی خدا ہے۔ اب بنی اسرائیل میں دو گروہ پیدا ہوگئے ایک جو بچھڑے کو خدا مانتا تھا اور دوسرا وہ جو اس کی پوجا نہیں کرتا تھا۔ حضرت ہارونؑ انہیں اس سے باز نہ رکھ سکے اور جب حضرت موسیٰؑ واپس تشریف لائے تو وہ حضرت ہارونؑ پر ناراض ہوئے کہ تو نے منع کیوں نہ کیا تو حضرت ہارونؑ نے فرمایا۔

ترجمہ: ''اے میری ماں کے بیٹے! نہ پکڑ میری ڈاڑھی اور نہ سر۔ میں ڈرا کہ تو کہے گا کہ پھوٹ ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں اور یاد نہ رکھا میری بات کو''

مولوی صاحب نے اس کے بعد لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا لوگو! دیکھا تم نے کہ تفرقہ کتنی بری چیز ہے کہ ایک پیغمبر نے وقتی طور پر شرک کو قبول کرلیا لیکن تفرقے کو قبول نہ کیا۔ کیا مولوی کی یہ تشریح صحیح ہے؟

ج..... مولوی صاحب نے حضرت ہارون علیہ السلام کے ارشاد کا صحیح مدعا نہیں سمجھا اس لئے نتیجہ بھی

صحیح اخذ نہیں کیا حضرت ہارون علیہ السلام کا توقف کرنا اور گوسالہ پرستوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا حضرت موسیٰؑ کے انتظار میں تھا موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت ان کو نصیحت کر گئے تھے کہ قوم کو متفق اور متحد رکھنا اور کسی ایسی بات سے احتراز کرنا جو قوم میں تفرقہ کا موجب ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو توقع تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی پر قوم کی اصلاح ہو جائے گی اور اگر ان کی غیر حاضری میں ان لوگوں سے قتل وقتال یا مقاطعہ کی کارروائی کی گئی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ انکی اصلاح ناممکن ہو جائے کیونکہ وہ لوگ بھی کہہ چکے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی واپسی تک ہم اس سے باز نہیں آئیں گے۔ اس لئے حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی تک ان لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ صرف زبانی فہمائش پر اکتفا کیا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں۔

”اس واقعہ میں حضرت موسیٰؑ کی رائے ازروئے اجتہاد یہ تھی کہ اس حالت میں ہارون علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کو اس مشرک قوم کے ساتھ نہیں رہنا چاہئے تھا ان کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ اسلام کے پاس آجاتے جس سے ان کے عمل میں مکمل بیزاری کا اظہار ہو جاتا۔

”حضرت ہارون علیہ السلام کی رائے ازروئے اجتہاد یہ تھی کہ اگر ایسا کیا گیا تو ہمیشہ کے لئے بنی اسرائیل کے ٹکڑے ہو جائیں گے اور تفرقہ قائم ہو جائے گا اور چونکہ انکی اصلاح کا یہ احتمال موجود تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد ان کے اثر سے یہ سب پھر ایمان اور توحید کی طرف لوٹ آویں اس لئے کچھ دنوں کے لئے ان کے ساتھ مساہلت اور مساکنت کو ان کی اصلاح کی توقع تک گوارا کیا جائے دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل 'ایمان و توحید پر لوگوں کو قائم کرنا تھا مگر ایک نے مفارقت اور مقاطعہ کو اس کی تدبیر سمجھا۔ دوسرے نے اصلاح حال کی امید تک ان کے ساتھ مساہلت اور نرمی کے معاملہ کو اس مقصد کے لئے نافع سمجھا“۔ (ص ۱۴۲۔ ج ۶)

کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے

س...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ جو دوسرے آدمی شریک سفر تھے وہ غالباً حضرت خضرؑ تھے عام خیال یہی ہے۔ حضرت خضرؑ کا پیغمبر ہونا قرآن سے ثابت نہیں پیغمبر کے بغیر کسی پر وحی بھی نازل نہیں ہوتی۔ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ تو پھر حضرت خضرؑ کو ظالم بادشاہ 'نافرمان بچے اور دیوار والے خزانے کے متعلق کس طرح علم ہوا۔ جبکہ حضرت موسیٰؑ کو انکی خبر تک نہ تھی؟

ج...... قرآن کریم کی ان آیات سے جن میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ ذکر

کیا گیا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے۔ اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ اور جو حضرات اس کے قائل ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے شاید انکی مراد یہ ہو کہ دعوت و تبلیغ کی خدمت ان کے سپرد نہیں تھی بلکہ بعض تکوینی خدمات ان سے لی گئیں بہرحال حق تعالیٰ شانہ سے براہ راست ان کو علم عطا کیا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان کو ظالم بادشاہ' نافرمان بچے اور دیوار والے خزانے کا علم ہو جانا بذریعہ وحی تھا۔ اور جو علم' بذریعہ وحی حاصل ہوا سے علم غیب نہیں کہا جاتا۔

حضرت خضر علیہ السلام کے ذمہ کیا ڈیوٹی ہے

س...... حضرت خضر علیہ السلام کیا زندہ ہیں

ج...... حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟ اس میں قدیم زمانے سے شدید اختلاف چلا آتا ہے۔ مگر چونکہ کوئی عقیدہ یا عمل اس بحث پر موقوف نہیں اس لئے اس میں بحث کرنا غیر ضروری ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کے ساتھ صرف ؐ لکھنا

س...... کچھ عرصہ قبل کسی صاحب نے آپ سے ایک سوال پوچھا تھا کہ کچھ لوگ انگلش میں لفظ "محمد" کو MOHAMMAD لکھنے کی بجائے صرف MOHD لکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے محمد کو شارٹ کر کے لکھ دیا ہے اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ انگریزوں کے نزدیک لفظ "محمد" کی اہمیت خواہ کتنی ہی کم ہو ایک مسلمان کے لئے لفظ "اللہ" کے بعد تمام ذخیرۂ الفاظ میں سب اہم لفظ "محمد" ہے اس لفظ میں تخفیف کا مطلب تو یہ ہوا کہ لکھنے والے کو نعوذ باللہ گویا اس لفظ سے نفرت ہے لفظ محمد کو مخفف کر کے لکھنے کا رواج غالباً فرنگی سازش ہے اور مسلمان اس مسئلے کی سنگینی کو کچھ نہیں سکے MOHAMMAD کے بجائے MOHD (موہڈ) ایک مہمل اور بے معنی لفظ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو ایک مہمل اور بے معنی لفظ میں تبدیل کر دینا کسی مسلمان کے لئے ہرگز روا نہیں ہو سکتا۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ چند حضرات صرف "ایم" لکھ دیتے ہیں یہ بھی انگریزی فیشن ہے۔

محترمی' میں نے اس مسئلے اور آپ کے جواب کو زیادہ سے زیادہ ناواقف لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں کئی طالب علموں نے وعدہ کیا کہ آئندہ ہم محمد کو MOHD یا صرف ایم نہیں لکھیں گے بلکہ پورے حروف تہجی MOHAMMAD لکھا کریں گے اب مجھے ٹنڈو آدم سے اپنے ایک طالب علم بھائی کا خط موصول ہوا ہے جس میں اسکول میں اپنے نام سے پہلے ایم لکھنے سے گریز کیا ماسٹر صاحبان نے وجہ پوچھی تو

اس طالب علم نے آپ کا جواب دہرایا اور کہا کہ صرف ایم لکھنا انگریزی فیشن ہے تو اسکے جواب میں ماسٹر صاحبان نے کہا کہ "اگر محمد کو انگریزی میں پورا لکھنے کی بجائے صرف "ایم" لکھنا غلط ہے تو پھر اخبارات، کتابوں میں صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھنے کی بجائے صرف (ؐ) لکھ دیا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟"

ج..... صرف ؐ کا نشان کافی نہیں بلکہ پورا درود شریف لکھنا چاہئے اور اس میں کسی بخل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ ہماری تحریر سے درود شریف کی اہمیت زیادہ ہے۔ اس کو کیوں نہ لکھا جائے میں جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مقدس لکھتا ہوں پورے اہتمام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا ہوں۔ اور اس میں کبھی بخل نہیں کرتا۔ لیکن اخبار کے کاتب صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ صرف ؐ لکھ دیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی

س..... ہمارے ہاں ایک صوفی پیر ہیں۔ ایک دن انہوں نے مجھے اور میرے دوست کو کہا کہ ایک خوبصورت لڑکی ہو جس سے ایک لڑکا محبت کرتا ہو اور آپ بھی اس سے محبت کرنے لگیں تو نتیجہ کیا ہو گا؟ ہم نے کہا انجام لڑائی اور دشمنی، تو کہنے لگا ظاہر ہے کہ جو لڑکی سے محبت کرتا ہے وہ کیونکر چاہے گا کہ میری محبوبہ سے کوئی محبت کرے۔ پھر کہنے لگا کہ تم اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتے ہیں اور جب تم نبی علیہ السلام سے محبت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا دشمن ہو جائے گا وہ کیسے چاہے گا کہ میری محبت سے کوئی دوسرا محبت کرے۔ اس کے باوجود بھی اگر بندہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ کافی سزائیں دیتے ہیں۔ اگر کافی سزائیں سہنے کے بعد بھی بندہ اپنے نبی سے محبت کرے تو اللہ تعالیٰ پھر اپنے بندے کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں یعنی خدا بندے کے سامنے جھک جاتا ہے۔ اس کی وضاحت فرمادیں کہ یہ انسان کن عقائد کا مالک ہے؟

ج..... یہ صوفی جی بے علم اور ناواقف ہیں ان کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ہم محبت کریں تو خدا تعالیٰ دشمن ہو جائے گا اور سزا دیگا۔ یہ کلمۂ کفر ہے اور اس کا یہ کہنا کہ خدا بندے کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے یہ بھی کلمۂ کفر ہے۔ ایسے بے دین اور جاہل کے پاس نہیں بیٹھنا چاہئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام کے ناموں پر "ص" یا "ؑ" لکھنا

س..... عام طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام کے اسماء مبارک پر "ص"، "ؑ"

وغیرہ لگادیتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے!

ج..... پورا درود وسلام لکھنا چاہئے۔

صیغہ خطاب کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنا

س..... قرآن مجید میں صلوا علیہ ہے۔ کیا صلی اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھنے سے درود کا حق ادا ہو جاتا ہے؟

ج..... خطاب کے صیغہ کے ساتھ صلوٰۃ وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر کہنا چاہئے دوسری جگہ غائب کے صیغہ سے کہنا چاہئے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کے جو صیغے امت کو تعلیم فرمائے ہیں وہ غائب کے صیغے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

س..... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کیسا تھا۔ اور آپ کے لباس اور بالوں کے متعلق تفصیل سے بیان فرمائیں۔

ج..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک شمائل ترمذی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے اس کو "خصائل نبوی" سے نقل کیا جاتا ہے۔

"ابراہیم بن محمد" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے' نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچ دار تھے نہ بالکل سیدھے تھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ نہ آپؐ موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرہ مبارک میں تھی یعنی (چہرۂ انور بالکل گول نہ تھا' نہ بالکل لانبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز' بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے) اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پر گوشت تھی۔ آپ کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر بال زیادہ ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو' پنڈلیاں' وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہیں تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور قدم مبارک پُرگوشت تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے (یعنی یہ کہ گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے کہ اس طرح دوسرے کے ساتھ لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہو جاتی ہے بلکہ سینہ مبارک سمیت اس طرف توجہ فرماتے۔ بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرماتے تو تمام چہرہ مبارک سے فرماتے' کن انکھیوں سے نہیں ملاحظہ فرماتے تھے۔ مگر یہ مطلب اچھا نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپؐ ختم کرنے والے تھے نبیوں کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی دل والے تھے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے' سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے (غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل وزبان' طبیعت' خاندان' اوصاف ذاتی' اور نسبی ہر چیز میں سب سے افضل تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص یکایک دیکھتا مرعوب ہو جاتا تھا۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار اس قدر زیادہ تھا کہ اول وھلہ میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت میں آ جاتا تھا۔ اول تو جمال وخوبصورتی کیلئے بھی رعب ہوتا ہے۔ شوق افزوں مانع عرض تمنا داب حسن بارہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے اس کے ساتھ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب کا کیا پوچھنا اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں۔ ان میں رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا) البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا۔ وہ آپؐ کے اخلاق کریمہ واوصاف کا گھائل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنالیتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا با جمال وباکمال نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔"

☆......اور لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول مبارک کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ لباس میں اکثر سوتی کرتا زیب تن فرماتے تھے۔ جس کی آستینیں عموماً گٹوں تک اور لمبائی آدھی پنڈلی تک ہوتی تھی۔ ایک بار رومی ساخت کا جبہ بھی' جس کی آستینیں آگے سے تنگ تھیں' استعمال فرمایا۔ سفید لباس کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس کی ترغیب دیتے تھے' اکثر لنگی استعمال فرماتے تھے۔ یمانی چادروں کو پسند فرماتے تھے۔ شلوار کا خریدنا اور پسند فرمانا ثابت ہے۔ مگر پہننا ثابت نہیں۔ سبز چادریں بھی استعمال فرمائیں۔ گاہے سرخ دھاریوں والی دو چادریں بھی استعمال فرمائیں۔ بالوں کی بنی ہوئی سیاہ چادر (کالی کملی) بھی استعمال فرمائی۔ سر مبارک پر کپڑے کی کلاہ اور اس کے اوپر دستار پہننے کا معمول تھا۔

☆...... سر مبارک پر پٹے رکھنے کا معمول تھا۔ جو اکثر و بیشتر نرمہ گوش (کانوں کی لو) تک ہوتے اور کبھی کم و بیش بھی ہوتے تھے۔ حج و عمرہ کا احرام کھولنے کے موقع پر سر کے بال استرے سے صاف کرا دیئے جاتے اور موئے مبارک رفقاء و احباب میں تقسیم فرما دیئے جاتے۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

نعلین شریفین رنگے ہوئے چمڑے کے ہوتے تھے، جن میں دو تسمے ہوا کرتے تھے۔ ان کا نقشہ یہ ہے:
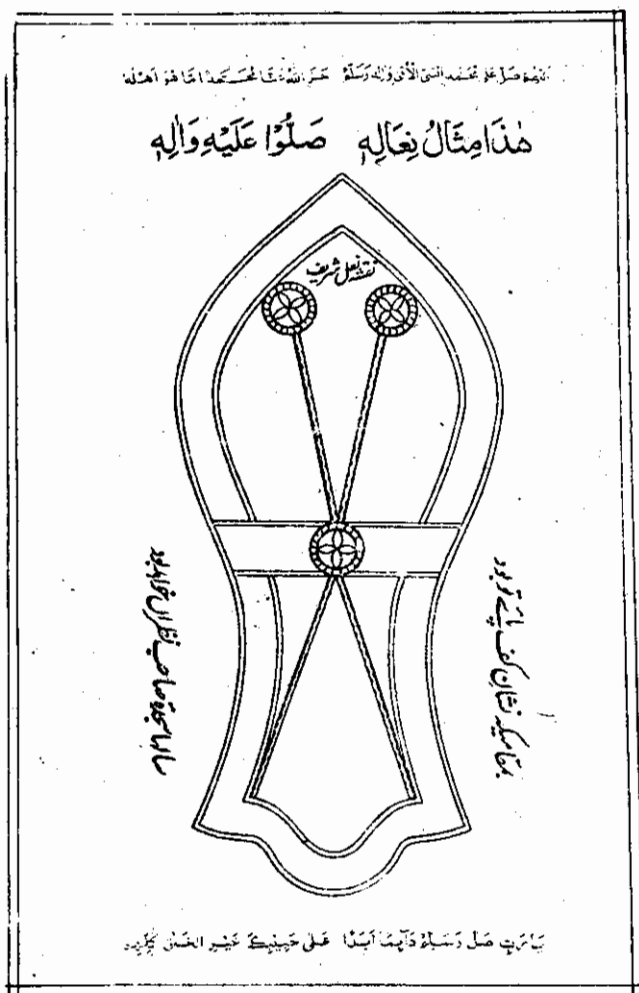
طائف سے مکۃ المکرّمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کی پناہ میں تشریف لائے

س..... کیا جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے تو آپ کی مکہ مکرمہ سے شہریت ختم کردی گئی تھی اور پھر آپ کسی شخص کی امان حاصل کر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ اگر ایسا ہے تو اس شخص کا نام بھی تحریر فرمائیں کہ وہ کون شخص تھا؟

ج..... مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سیرۃ المصطفیٰ ؐ (جلد ۱ صفحہ ۲۸۱) میں 'مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ سیرت کبریٰ (جلد ۲ صفحہ ۷۰۱) میں طبقات ابن سعد کے حوالے سے (سیرت مصطفیٰ میں زاد المعاد کا حوالہ بھی دیا گیا ہے) اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ (جلد ۳ صفحہ ۱۳۷) میں اموی کی مغازی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ مطعم بن عدی کی پناہ میں تشریف لائے تھے۔ اور پناہ میں آنے کا یہ مطلب نہیں تھا جو آپ نے سمجھا ہے کہ اس سے پہلے مکہ کی شہریت ختم کردی گئی تھی' بلکہ یہ مطلب تھا کہ مطعم بن عدی نے ضمانت دی تھی کہ آئندہ اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ستائیں گے۔

حواری کسے کہتے ہیں

س..... ہم نے قرآن پاک میں حواریوں کا ذکر تیسرے' ساتویں اور اٹھائیسویں پارے میں پڑھا۔ اس ضمن میں کچھ سوالات؟۔

۱۔ حواری کون لوگ تھے؟

۲۔ حواری کا کیا مطلب ہے؟

۳۔ حواری کو اردو میں کیا پکارا جاتا ہے؟

۴۔ حواری کے علاوہ دوسرا گروہ کونسا تھا جو کافر ٹھہرا؟

۵۔ اور اسکی مفصل تفصیل بیان کریں اور حواریوں کا خطاب کن کو ملا؟

ج..... حواری کا لفظ حُورٌ سے ہے۔ جس کے معنی سفیدی کے ہیں ان آیات میں "حواری" کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص احباب واصحاب کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جن کی تعداد ۱۲ تھی' حواری کا لفظ اردو میں بھی مخلص اور مددگار دوست کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ وارث سرہندی صاحب کی کتاب "علمی لغت" میں ہے۔

"حواری: خاص۔ برگزیدہ۔ مددگار۔ دھوبی حضرت عیسیٰؑ کا صحابی، وہ جس کا بدن بہت سفید ہو"
وہ کافر گروہ جس کا ذکر سورۃ الصف کی آیت ۱۴ میں ہے اسکے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا تو عیسائیوں کے تین گروہ ہوگئے۔ ایک نے کہا کہ وہ خود ہی خدا تھے اس لئے آسمان پر چلے گئے۔ دوسرے نے کہا وہ خدا تو نہیں مگر خدا کے بیٹے تھے۔ اس لئے باپ نے اپنے بیٹے کو اپنے پاس بلالیا۔ یہ دونوں گروہ کافر ہوگئے۔ تیسرا گروہ مسلمانوں کا تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ نہ خدا تھے۔ نہ خدا کے بیٹے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت کے تحت ان کو آسمان پر اٹھالیا (اور قرب قیامت میں وہ پھر نازل ہوں گے) یہ گروہ مومن تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور انکے سچے پیرو کاروں کا یہی عقیدہ تھا۔

عشرہ مبشرہ کس کو کہتے ہیں

س..... ایک حافظ صاحب کہتے تھے کہ بی بی فاطمہؓ کا ذکر عشرہ مبشرہ میں ہے۔ عشرہ مبشرہ کس کو کہتے ہیں؟

ج..... عشرہ مبشرہ ان دس صحابہ کو کہتے ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی وقت میں جنت کی بشارت دی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ۱۔ ابو بکر ۲۔ عمر ۳۔ عثمان ۴۔ علی ۵۔ طلحہ ۶۔ زبیر ۷۔ عبدالرحمٰن بن عوف ۸۔ سعد بن وقاص ۹۔ ابو عبیدہ بن جراح ۱۰۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بے شمار ہیں وہ خواتین جنت کی سردار ہوں گی۔ مگر "عشرہ مبشرہ" ایک خاص اصطلاح ہے۔ ان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شامل نہیں۔ اسی طرح دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے جنت کی بشارتیں ملیں مگر "عشرہ مبشرہ" میں ان کو شمار نہیں کیا جاتا۔

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ کیا لکھا جائے۔

س..... آٹھویں جماعت کی انگریزی کی کتاب (انگلش میڈیم) میں ایک سبق ہے "حضرت علی" اور بریکٹ میں (PEACE BE UPON HIM) لکھا ہوا ہے جو صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلش ترجمہ ہے۔ اسی طرح فارسی کی ہشتم جماعت کی کتاب میں حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہوا ہے کیا پیغمبروں کے علاوہ صحابہ کبارؓ کے ساتھ یہ الفاظ استعمال کئے جا سکتے ہیں؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو آپ اپنے موقر جریدے کی وساطت سے اسے نصاب کمیٹی اور اعلیٰ احکام و عمال حکومت کے نوٹس میں لائیں۔

ج..... اہلسنّت والجماعت کے یہاں "صلی اللہ علیہ وسلم" اور "علیہ السلام" انبیاء کرام کے لئے لکھا جاتا ہے۔ صحابہ کرام کے لئے "رضی اللہ عنہ" لکھنا چاہئے اور حضرت علیؓ کے نام نامی پر "کرم اللہ وجہہ" بھی لکھتے ہیں۔ متعلقہ حضرات کو آپ کی اس تنبیہ پر شکریہ کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔

خلفائے راشدین میں چار خلفاءؓ کے علاوہ دوسرے خلفاء کیوں شامل نہیں

س..... دینی طور پر جب خلفائے راشدین کا ذکر آتا ہے تو اس سے مراد صرف چار خلفائے راشدین لئے جاتے ہیں یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ اس کے بعد حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ جو کہ دونوں صحابی ہیں۔ ان کا نام کیوں نہیں شامل کیا جاتا حالانکہ یہ بھی خلفائے راشد ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور بھی نہایت مثالی دور رہا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ خاص طور پر جو چار خلفاء کو حق چار یار کہا جاتا ہے۔ آپ قرآن وحدیث سے ان چار خلفاء کی خصوصیت کو ثابت کر کے جواب دیں۔ اور یہ بھی کہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا ان کے ساتھ کیوں نہیں ذکر کیا جاتا؟

ج..... "خلافت علی منہاج النبوۃ" کے لئے دیگر اوصاف کے ساتھ ہجرت شرط تھی، جس کی طرف سورۂ "النور" کی آیت استخلاف' میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اور یہ شرط صرف چاروں خلفائے راشدینؓ میں پائی گئی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا تتمہ تھی، جس سے خلافت نبوت کے تیس سال پورے ہوئے، جس کی تصریح حدیث نبوی "خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ" میں آئی ہے۔ یعنی خلافت نبوت تیس سال ہوگی۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں چونکہ ہجرت کی شرط نہیں پائی گئی اس لئے ان کا شمار خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نہیں کیا جاتا۔ ان کی خلافت' خلافت عادلہ تھی اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ چونکہ صحابی نہیں تابعی ہیں اس لئے ان کی خلافت بھی خلافت راشدہ نہیں کہلاتی۔ البتہ خلافت راشدہ کے مشابہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو فلاں ہوتا) کا مصداق کون ہے؟

س..... واضح حوالہ کے ساتھ یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے صحابیؓ کے بارے

میں فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ فلاں ہوتے۔
ج...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا۔ لوکان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب
(ترمذی ص ۲۰۹ ج ۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت ووفات

س...... امیر المومنین سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کونسی ہے؟
ج...... ولادت کی تاریخ معلوم نہیں۔ وفات شب سہ شنبہ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ ھ مطابق ۲۳ اگست ۶۳۴ء بہ عمر ۶۳ سال ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے پچاس سال پہلے ولادت ہوئی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی تائید میں نزول قرآن

س...... سوال یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کس رائے کے حق میں قرآن میں آیتیں نازل ہوئیں۔
ج...... حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت کئی مرتبہ حاصل ہوئی کہ وحی خداوندی نے ان کی رائے کی تائید کی۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے "تاریخ الخلفاء" میں ایسے بیس اکیس مواقع کی نشاندہی کی ہے اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "ازالتہ الخفا عن خلافتہ الخلفاء" میں دس گیارہ واقعات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:
۱...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ جنگ بدر کے قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ اس کی تائید میں سورہ "انفال" کی آیات ۶۷ تا ۶۹ نازل ہوئیں۔
۲...... منافقوں کا سرغنہ 'عبداللہ بن ابی' مرا تو آپ کی رائے تھی اس منافق کا جنازہ نہ پڑھایا جائے۔ اس کی تائید میں سورۃ التوبہ کی آیت ۸۴ نازل ہوئی۔
۳...... آپ مقام ابراہیم کو نماز گاہ بنانے کے حق میں تھے اس کی تائید میں سورہ بقرہ کی آیت 125 نازل ہوئی۔
۴...... آپ ازواج مطہرات کو پردہ میں رہنے کا مشورہ دیتے تھے۔ اس پر سورہ احزاب کی آیت ۵۳ نازل ہوئی اور پردہ لازم کر دیا گیا۔
۵...... ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب بدباطن منافقوں نے ناروا تہمت لگائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دیگر صحابہؓ کے علاوہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی رائے طلب کی۔ آپ نے سنتے ہی بے ساختہ کہا "توبہ توبہ! یہ تو کھلا بہتان ہے" اور بعد میں انہی الفاظ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہوئی۔

۶ ...... ایک موقع پر آپ نے ازواج مطہرات کو فہمائش کرتے ہوئے ان سے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دیدیں تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے بہتر بیویاں عطا کر دے گا۔ اس کی تائید میں سورۃ التحریم کی آیت نمبر ۵ نازل ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت وشہادت

س...... امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت اور تاریخ شہادت کونسی ہے؟

ج...... ولادت ہجرت سے چالیس سال قبل ہوئی۔ ۲۶ رذی الحجہ ۲۳ھ بروز چہار شنبہ مطابق ۳۱ راکتوبر ۶۴۴ء کو نماز فجر میں ابولولو مجوسی کے خنجر سے زخمی ہوئے۔ تین راتیں زخمی حالت پُر زندہ رہے۔ ۲۹ رذی الحجہ (۳ رنومبر) کو وصال ہوا۔ یکم محرم ۲۴ھ کو روضہ اطہر میں آسودۂ خاک ہوئے۔ حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بہتان تراشیاں

س...... میں نے آج سے کچھ عرصہ پہلے جمعہ کے وعظ کے دوران ایک واقعہ امام صاحب سے سنا تھا۔ یہ ہے کہ "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں عذاب ہوا۔ (معاذ اللہ۔) جس سے انکی پنڈلی کے ٹوٹنے کی آواز باہر تک لوگوں نے سنی اس عذاب کی وجہ تھی کہ ان پر ایک دفعہ پیشاب کا ایک چھینٹا پڑ گیا تھا"

جناب عالی اس وقت تو مجھے اتنا شعور نہیں تھا لیکن آج میں اس واقعہ پر غور کرتا ہوں تو میرا دل نہیں مانتا کہ یہ واقعہ سچ ہو گا لیکن پھر یہ بھی سوچتا ہوں کہ یہ واقعہ ایک عالم دین ہی کی زبانی سنا ہے۔ عجیب کشمکش کا شکار ہوں امید ہے آپ میری اس کشمکش کو دور فرمادیں گے۔ میرے خیال میں یہ واقعہ صریحاً غلط ہے

ج...... مجھے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے کسی واقعہ کا علم نہیں پہلی بار آپ کی تحریر میں پڑھا میں اس کو صریحاً غلط اور بہتان عظیم سمجھتا ہوں ان واعظ صاحب سے حوالہ دریافت کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف

س...... بہت سے عالموں سے سنا ہے کہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اور ملک شام میں ان کی فوج کافروں سے لڑ رہی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے خطبہ پڑھتے پڑھتے فوج کے جرنیل ساریہؓ کو فرمایا کہ "اے ساریہؓ پہاڑ کو سنبھالو"۔ چنانچہ ساریہؓ نے عمر فاروقؓ کی آواز سنی۔ اور پہاڑ کو سنبھالا۔ اس طرح ان کو فتح نصیب ہوئی کیا یہ صحیح ہے؟

ج...... یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف اور کرامت تھی۔ یہ واقعہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ (دیکھئے "حیاۃ الصحابہ" ص ۵۶۸ ج ۳۔ الاصابہ ص ۳ ج ۲۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۱۳۱ ج ۷)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ شہادت و عمر شریف

س...... امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت اور تاریخ شہادت کونسی ہے؟

ج...... تاریخ شہادت میں متعدد اقوال ہیں۔ مشہور قول ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ھ (۱۷ جون ۶۵۶ ء) بروز جمعہ کا ہے۔ عمر مبارک مشہور قول کے مطابق ۸۲ سال تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آسمانی وحی سے ہوا

س...... کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آپ سے کر دیا؟

ج...... طبرانی کی روایت ہے کہ "میں نے عثمانؓ سے ام کلثومؓ کا نکاح نہیں کیا مگر آسمانی وحی کے ساتھ"۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ "یہ جبریلؑ بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کے ساتھ تیرا عقد کر دیا ہے رقیہ کے مہر جتنے مہر کے ساتھ" (مجمع الزوائد ص ۸۳ ج ۹ میں اس مضمون کی متعدد روایتیں ہیں اور طبرانی کی مذکورہ بالا روایت کو حسن کہا ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کیوں کہا جاتا ہے۔

س...... مہربانی کر کے یہ بتائیں کہ ہر صحابیؓ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ بولا جاتا ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ تو اسکی کیا وجہ ہے؟

ج...... خارجی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے ساتھ بد دعا کے گندے الفاظ استعمال کرتے تھے اس لئے اہلسنت نے ان کے مقابلہ کے لئے یہ دعائیہ الفاظ کہنے شروع کئے۔ "اللہ تعالیٰ آپ کا چہرہ روشن کرے"۔

کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح مؤقت تھے؟

س..... روزنامہ جنگ میں "حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد" کے عنوان سے ایک صاحب کے جواب میں لکھا تھا کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ الزہراؓ کی وفات کے بعد کئی نکاح کئے اور کئی اولادیں ہوئیں۔ آپ نے حضرت علیؓ کی بعض اولاد کے نام بھی درج فرمائے ہیں۔

مولانا صاحب! سوال یہ ہے کہ جناب فاطمہ الزہراؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے جو متعدد نکاح کئے تھے کیا وہ دائمی تھے یا موقتی نکاح تھے؟

برائے مہربانی آپ اس کی وضاحت کریں یعنی فاطمہ الزہراؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے جو نکاح کئے تھے کیا وہ دائمی تھے یا موقتی (متعہ) نکاح تھے۔ نیز حضرت فاطمہ الزہراؓ کے علاوہ حضرت علیؓ کی چند ازواج کے نام درج فرمائیں۔

ج..... اسلام میں نکاح مؤقت کا کوئی تصور نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو طلاق مشروع نہ کی جاتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو نکاح کئے وہ موقت نہیں تھے آپ کی کچھ ازواج آپ کی زندگی میں فوت ہوگئیں، بعض کو طلاق دیدی۔ کچھ آپ کے آخری لحہ تک رہیں۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۳۲ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں کوئی اور نکاح نہیں کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد کئی نکاح کئے۔ بعض بیویاں آپ کی زندگی میں فوت ہوگئیں بعض کو طلاق دیدی۔ انتقال کے وقت آپ کی چار بیویاں اور ۱۹ کنیزیں تھیں، چودہ پندرہ صاحبزادے اور سترہ صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے اسماء گرامی یہ ہیں: حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، محمد بن حنفیہؒ، محمد اوسطؒ، محمد اصغرؒ، عبداللہؒ، عباسؒ، جعفرؒ، عبیداللہؒ، یحییٰؒ، عونؒ اور صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں زینب کبریٰ، ام کلثوم (ان کا عقد امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا) رقیہ، ام الحسن، رملہ کبریٰ، ام ہانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام جعفر، ام سلمہ، جمانہ،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر مبارک اور تاریخ شہادت

س..... امیرالمومنین سیدنا حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت اور تاریخ شہادت کونسی ہے؟

ج..... شہادت ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۲۴ جنوری ۶۶۱ء بہ عمر ۶۳ سال۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کب اسلام لائے؟

س..... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کب اسلام لائے اور کس موقع پر ایمان لائے تھے؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

ج..... مشہور تو یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، لیکن "الاصابہ (۳-۴۳۳)" میں واقدی سے نقل کیا ہے کہ آپؓ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے تھے لیکن اپنے اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا۔

حضرت عباس اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام جناب یوسف لدھیانوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد

قاضی ابو بکر ابن العربیؒ ۴۶۸ھ تا ۵۴۲ھ اپنی کتاب "العواصم من القواصم" کے ایک باب میں رقم طراز ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایک کمر توڑ حادثہ تھا۔ اور عمر بھر کی مصیبت۔ کیونکہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے۔"

"اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دوران اپنی الجھن میں پڑ گئے۔ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ موت کے وقت بنی عبدالمطلب کے چہروں کی جو کیفیت ہوتی ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی دیکھ رہا ہوں۔ سو آؤ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں اور معاملہ ہمارے سپرد ہو تو ہمیں معلوم ہو جائے گا۔"

"پھر اس کے بعد حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں الجھ گئے وہ فدک، بنی نضیر اور خیبر کے ترکہ میں میراث کا حصہ چاہتے تھے۔"

ائمہ حدیث کی روایت کے مطابق حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے متعلق کہا تھا کہ جب حضرت عباسؓ اور علیؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقاف کے بارے میں حضرت عمرؓ کے پاس اپنا جھگڑا لے کر گئے تو حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا:۔ "اے امیر المومنین میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرا دیں۔"

دیگر جگہ پر ہے کہ آپس میں گالی گلوچ کی...... (ابن حجر، فتح الباری)

"حضرت علیؓ بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں مبتلا تھے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اے ابو الحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کیسی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اب آپ پہلے سے اچھی حالت میں ہیں۔ تو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "خدا کی قسم تین روز کے بعد آپ پر لاٹھی کی حکومت ہوگی۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ اس بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات عنقریب ہونے والی ہے۔ کیونکہ بنی عبدالمطلب کے چہروں کی جو کیفیت موت کے وقت ہوتی ہے وہی مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہو رہی ہے' آؤ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ اگر آپ ہمیں خلافت دے جائیں تو بھی ہمیں معلوم ہو جائے اور اگر آپ کسی اور کو خلافت دے دیں تو پھر ہمارے متعلق اس کو وصیت کر جائیں' تو حضرت علیؓ نے کہا "خدا کی قسم اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کریں اور آپ ہم کو نہ دیں تو پھر لوگ ہم کو کبھی نہ دیں گے اور میں تو خدا کی قسم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز سوال نہ کروں گا" یہ حدیث صحیح بخاری کتاب المغازی اور البدایہ والنہایہ میں ابن عباس سے مروی ہے اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔

سوالات

۱ :۔ حضرت علی چھپ کر کیوں بیٹھ گئے تھے؟

۲ :۔ کیا ان دونوں کو مال و دولت کی اس قدر حرص تھی کہ بار بار ترکہ مانگتے تھے جبکہ ان کو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے علم کرا دیا تھا کہ اس مال کی حیثیت ترکے کی نہیں۔ تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔

۳ :۔ یہ جھگڑا ان دونوں کو نہ صرف مال و دولت کا حریص ثابت کرتا ہے بلکہ اخلاقی پستی کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کیونکہ گالی گلوچ شرفاء کا وطیرہ نہیں۔

۴ :۔ "تین روز کے بعد آپ پر لاٹھی کی حکومت ہوگی"۔ اس عبارت کو واضح کریں۔

۵ :۔ حضرت عباسؓ کو کیسی فکر پڑی ہے کہ خلافت ملے۔ نہ ملے تو وصیت ہی ہو جائے کہ ان کے مفادات محفوظ ہو جائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور وفات کا صدمہ اگر غالب ہوتا تو یہ خیالات اور یہ کارروائیاں کہاں ہوتیں؟

۶ :۔ حضرت علیؓ کے الفاظ سے تو ان کا ارادہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار ہی کیوں نہ کر دیں۔ انہیں خلافت درکار ہے اور یہ بھی کہ انہیں احتمال یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما دیں گے 'اسی لئے کہتے ہیں کہ میں نہ سوال کروں گا۔ (اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس خلافت کو حاصل کروں گا) حضرت علیؓ کے الفاظ اگر یہ مفہوم ظاہر

نہیں کرتے تو پھر کیا ظاہر کرتے ہیں؟
امید ہے کہ آپ جواب جلد ارسال فرمائیں گے۔

فقط والسلام
محمد ظہور الاسلام

الجواب

سوالات پر غور کرنے سے پہلے چند امور بطور تمہید عرض کر دینا مناسب ہے۔

اول:۔ اہل حق کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی تحقیر و تنقیص جائز نہیں۔ بلکہ تمام صحابہؓ کو عظمت و محبت سے یاد کرنا لازم ہے۔ کیونکہ یہی اکابر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان واسطہ ہیں۔ امام اعظمؒ اپنے رسالہ "فقہ اکبر" میں فرماتے ہیں:

ولا نذكر الصحابة (وفی نسخة ولا نذكر احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم) الا بخير (شرح فقہ اکبر: ملا علی قاریؒ صفحہ ۸۵۔ مجتبائی ۱۳۴۸ھ)

اور ہم صحابہ کرامؓ کو (...... اور ایک نسخہ میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحابؓ میں سے کسی کو) خیر کے سوا یاد نہیں کرتے۔

امام طحاویؒ اپنے عقیدہ میں فرماتے ہیں:

ونحب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نفرط فی حب احد منهم ولا نتبرا من احد منهم و نبغض من يبغضهم و بغير الحق يذكرهم ولا نذكرهم الا بالخير و حبهم دين و ايمان و احسان و بغضهم كفر و نفاق و طغيان

(عقیدۃ الطحاوی صفحہ ۶۶، طبع ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے محبت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی کی محبت میں افراط و تفریط نہیں کرتے۔ اور نہ کسی سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ہم ایسے شخص سے بغض رکھتے ہیں جو ان میں سے کسی سے بغض رکھے یا ان کو ناروا الفاظ سے یاد کرے۔ ان سے محبت رکھنا دین و ایمان اور احسان ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا کفر و نفاق اور طغیان ہے۔

امام ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم الرازیؒ (المتوفی ۲۶۴ھ) کا یہ ارشاد بہت سے اکابر نے

نقل کیا ہے کہ:۔

اذا رایت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق لان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عندنا حق والقرآن حق و انما ادی الینا ھذا القرآن والسنن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انما یریدون ان یجرحوا شھودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ والجرح بھم اولی وھم زنادقۃ (مقدمہ العواصم من القواصم صفحہ ۳۴)

جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک حق ہیں۔ اور قرآن کریم حق ہے۔ اور قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات ہمیں صحابہ کرامؓ ہی نے پہنچائے ہیں۔ یہ لوگ صحابہ کرامؓ پر جرح کرکے ہمارے دین کے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں' تاکہ کتاب وسنت کو باطل کردیں۔ حالانکہ یہ لوگ خود جرح کے مستحق ہیں۔ کیونکہ وہ خود زندیق ہیں۔

یہ تو عام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں اہل حق کا عقیدہ ہے جبکہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا شمار خواص صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ حضرت عباسؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "عمی وصنوابی" فرمایا کرتے تھے۔ یعنی "میرے چچا اور میرے باپ کی جگہ" اور ان کا بے حد اکرام فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے وسیلہ سے استسقاء کرتے تھے۔ ان کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں ان کے بہت سے فضائل ومناقب وارد ہیں۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل ومناقب تو حد شمار سے خارج ہیں۔ ان کے دیگر فضائل سے قطع نظر وہ اہل حق کے نزدیک خلیفہ راشد ہیں۔ قاضی ابو بکر بن العربیؒ العواصم من القواصم میں' جس کے حوالے آپ نے سوال میں درج کئے ہیں' لکھتے ہیں:

وقتل عثمان فلم یبق علی الارض احق بھا من علی فجاءتہ علی قدر فی وقتھا و محلھا و بین اللہ علی یدیہ من الاحکام والعلوم ماشاء اللہ ان

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو روئے زمین پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی خلافت کا مستحق نہیں تھا چنانچہ نوشتہ الٰہی کے مطابق خلافت انہیں

يبين و قد قال عمر لو لا علي لهلك عمر و ظهر من فقهه و علمه في قتال اهل القبلة من استدعائهم ومناظرتهم وترك مبادرتهم والتقدم اليهم قبل نصب الحرب معهم و ندائه لا نبدأ بالحرب ولا يتبع مول ولايجهز على جريح ولا تهاج امراة ولا نغنم لهم مالا و امره بقبول شهادتهم و الصلوة خلفهم حتى قال اهل العلم لولا ماجرى ماعرفنا قتال اهل البغي (صفحہ ۱۹۴)

اپنے ٹھیک وقت میں ملی۔ اور برمحل ملی۔ اوران کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے وہ احکام و علوم ظاہر فرمائے جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ "اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتا۔" اور اہل قبلہ سے قتال کرنے میں ان کے علم و تفقہ کے جوہر ظاہر ہوئے۔ مثلاً انہیں دعوت دینا' ان سے بحث ومناظرہ کرنا' ان سے لڑائی میں پہل نہ کرنااوران کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل یہ اعلان کرنا کہ ہم جنگ میں ابتداء نہیں کریں گے۔ بھاگنے والے کاتعاقب نہیں کیاجائے گا۔ کسی زخمی کو قتل نہیں کیاجائے گا۔ کسی خاتون سے تعرض نہیں کیاجائے گا۔ اور ہم ان کے مال کو غنیمت نہیں بنائیں گے۔ اور آپ کا یہ حکم فرمانا کہ اہل قبلہ کی شہادت مقبول ہوگی اوران کی اقتدا میں نماز جائز ہے وغیرہ۔ حتیٰ کہ اہل علم کا قول ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہل قبلہ کے ساتھ قتال کے یہ واقعات پیش نہ آتے تو ہمیں اہل بغی کے ساتھ قتال کی صورت ہی معلوم نہ ہوسکتی۔

پس جس طرح کسی ایک نبی کی تکذیب پوری جماعت انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب ہے کیونکہ دراصل یہ وحی الٰہی کی تکذیب ہے۔ ٹھیک اسی طرح کسی ایک خلیفہ راشد کی تنقیص خلفائے راشدین کی پوری جماعت کی تنقیص ہے' کیونکہ یہ دراصل خلافت نبوت کی تنقیص ہے۔ اسی طرح

جماعت صحابہؓ میں سے کسی ایک کی تنقیص و تحقیر پوری جماعت صحابہؓ کی تنقیص ہے، کیونکہ یہ دراصل صحبت نبوت کی تنقیص ہے۔ اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ ان کو میرے بعد ہدف ملامت نہ بنالینا پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کیوجہ سے ان سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

خلاصہ یہ کہ ایک مسلمان کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت رکھنا اور انہیں خیر کے ساتھ یاد کرنا لازم ہے۔ خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نیابت نبوت کا منصب حاصل ہوا۔ اسی طرح وہ صحابہ کرامؓ جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں محب و محبوب ہونا ثابت ہے، ان سے محبت رکھنا حُبّ نبوی کی علامت ہے۔ اس لئے امام طحاویؒ اس کو دین و ایمان اور احسان سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اور ان کی تنقیص و تحقیر کو کفر و نفاق اور طغیان قرار دیتے ہیں۔

دوم:۔ ایک واقعہ کے متعدد اسباب و علل ہو سکتے ہیں، اور ایک قول کی متعدد توجیہات ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی واقعہ پر گفتگو کرتے ہوئے، یا کسی کے قول کی توجیہہ کرتے ہوئے صاحب واقعہ کی حیثیت و مرتبہ کو ملحوظ رکھنا لازم ہوگا۔ مثلاً ایک مسلمان یہ فقرہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں ڈاکٹر سے شفا ہوئی تو قائل کے عقیدہ کے پیش نظر اس کو کلمۂ کفر نہیں کہا جائے گا۔ لیکن یہی فقرہ اگر کوئی دہریہ کہتا ہے تو یہ کلمہ کفر ہوگا۔ یا مثلاً کسی پیغمبر کی توہین و تذلیل اور اس کی ڈاڑھی نوچنا کفر ہے لیکن جب ہم یہی واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پڑھتے ہیں تو ان کی شان و حیثیت کے پیش نظر کسی کو اس کا وسوسہ بھی نہیں آتا۔

سوم:۔ جس چیز کو آدمی اپنا حق سمجھتا ہے اس کا مطالبہ کرنا، نہ کمال کے منافی ہے اور نہ اسے حرص پر محمول کرنا صحیح ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر کون کامل و مخلص ہوگا۔ لیکن حقوق میں بعض اوقات ان کے درمیان بھی منازعت کی نوبت آتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان فیصلے فرماتے تھے۔ مگر اس بات پر نکیر نہیں فرماتے تھے کہ یہ

منازعت کیوں ہے؟ اور نہ حق طلبی کو حرص کہا جاتا ہے۔

چہارم:۔ اجتہادی رائے کی وجہ سے فہم میں خطا ہو جانا لائق مواخذہ نہیں۔ اور نہ یہ کمال واخلاص کے منافی ہے۔ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام باجماع اہل حق معصوم ہیں۔ مگر اجتہادی خطا کا صدور ان سے بھی ممکن ہے، لیکن ان پر چونکہ وحی الٰہی اور عصمت کا پہرہ رہتا ہے اس لئے انہیں خطاء اجتہادی پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔ بلکہ وحی الٰہی فوراً انہیں متنبہ کر دیتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دیگر کاملین معصوم نہیں۔ ان سے خطائے اجتہادی سرزد ہو سکتی ہے۔ اور ان کا اس پر برقرار رہنا بھی ممکن ہے۔ البتہ حق واضح ہو جانے کے بعد وہ حضرات بھی اپنی خطائے اجتہادی پر اصرار نہیں فرماتے بلکہ بغیر جھجک کے اس سے رجوع فرمالیتے ہیں۔

پنجم:۔ رائے کا اختلاف ایک فطری امر ہے اور کاملین ومخلصین کے درمیان اختلاف رائے کی وجہ سے کشاکشی اور شکر رنجی پیدا ہو جانا بھی کوئی مستبعد امر نہیں۔ بلکہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے، قیدیان بدر کے قتل یا فدیہ کے بارے میں حضرت ابو بکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اختلاف رائے ہوا وہ کس کو معلوم نہیں، لیکن محض اس اختلاف رائے کی وجہ سے کسی کا نام دفتر اخلاص وکمال سے نہیں کاٹا گیا۔ باوجودیکہ وحی الٰہی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید کی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پر..... جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید حاصل تھی..... رحیمانہ عتاب بھی ہوا، مگر کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضل وکمال اور صدیقیت کبریٰ میں کوئی ادنیٰ فرق بھی آیا۔ اسی طرح بنو تمیم کا وفد جب بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا تو اس مسئلہ پر، کہ ان کا رئیس کس کو بنایا جائے، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف رائے ہوا، جس کی بنا پر دونوں کے درمیان تلخ کلامی تک نوبت پہنچی، اور سورۂ حجرات کی ابتدائی آیات اس سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ اس کے باوجود ان دونوں بزرگوں کے قرب ومنزلت اور محبوبیت عنداللہ وعندرسولہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔

الغرض اس کی بیسیوں نظیریں مل سکتی ہیں کہ انتظامی امور میں اختلاف رائے کی بنا پر کشاکشی اور تلخی تک کی نوبت آ سکتی ہے مگر چونکہ ہر شخص اپنی جگہ مخلص ہے اس لئے یہ کشاکشی ان کے فضل وکمال میں رخنہ انداز نہیں سمجھی جاتی۔

ششم:۔ حکومت وامارت ایک بھاری ذمہ داری ہے، اور اس سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل اور دشوار ہے، اس لئے جو شخص اپنے بارے میں پورا اطمینان نہ رکھتا ہو کہ وہ اس عظیم ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکے گا، اس کیلئے حکومت وامارت کی طلب شرعاً وعرفاً مذموم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

انکم ستحرصون علی الامارۃ و ستکون ندامۃ یوم القیامۃ فنعم المرضعۃ وبئست الفاطمۃ (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ۱۰۵۸ کتاب الاحکام' باب مایکرہ من الحرص علی الامارۃ)

"بے شک تم امارت کی حرص کرو گے اور عنقریب یہ قیامت کے دن سراپا ندامت ہوگی۔ پس یہ دودھ پلاتی ہے تو خوب پلاتی ہے۔ اور دودھ چھڑاتی ہے تو بری طرح چھڑاتی ہے۔"

لیکن جو شخص اس کے حقوق ادا کرنے کی اہلیت وصلاحیت رکھتا ہو اس کے لئے اس کا مطالبہ شرعاً وعقلاً جائز ہے۔ اور اگر وہ کسی خیر کا ذریعہ ہو تو مستحسن ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کا ارشاد قرآن کریم میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے شاہ مصر سے فرمایا تھا:

اجعلنی علیٰ خزائن الارض انی حفیظ علیم (یوسف:۵۵)

ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردو۔ میں ان کی حفاظت رکھوں گا۔ اور خوب واقف ہوں۔

اور قرآن کریم ہی میں سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا بھی نقل کی گئی ہے:

رب اغفرلی و ھب لی ملکا لا ینبغی لا حد من بعدی انک انت الوھاب (سورۂ ص:۳۵)

اے میرے رب میرا (پچھلا) قصور معاف کر اور (آئندہ کے لئے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو۔ (بیان القرآن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت ونیابت' جسے اسلام کی اصطلاح میں "خلافت راشدہ" کہا جاتا ہے۔ ایک عظیم الشان فضیلت ومنقبت اور حسب ذیل وعدہ الٰہی کی مصداق ہے۔

وعداللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا (النور:۵۵)

(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی۔ اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع

آخرت) کے لئے قوت دے گا۔ اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بامن کردے گا۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں (بیان القرآن)

جو شخص اس خلافت کی اہلیت رکھتا ہو اس کے لئے اس کے حصول کی خواہش مذموم نہیں۔ بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کے فضل و کمال کو حاصل کرنے کی فطری خواہش ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں یہ اعلان فرمایا کہ "میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت رکھتے ہیں۔" تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر شخص اس فضیلت کو حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما احببت الامارۃ الا یومئذ قال فتساورت لها رجاء ان ادعیٰ لها قال فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب فاعطاہ ایاھا الحدیث (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۹)

میں نے اس دن کے سوا امارت کو کبھی نہیں چاہا۔ پس میں اپنے آپ کو نمایاں کر رہا تھا۔ اس امید پر کہ میں اس کے لئے بلایا جاؤں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور وہ جھنڈا ان کو عنایت فرمایا۔

ظاہر ہے کہ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ خواہش کرنا کہ امارت کا جھنڈا انہیں عنایت کیا جائے اس بشارت اور اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے تھا۔ شیخ محی الدین نووی ؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

انما کانت محبته لها لما دلت علیه الامارۃ من محبته لله و لرسوله صلی الله علیه وسلم و محبتهما له و الفتح علیٰ یدیه (حاشیہ مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس دن امارت کی محبت و خواہش کرنا اس وجہ سے تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّ و محبوب ہونے کی دلیل تھی۔ اور اس شخص کے ہاتھ پر فتح ہونے والی تھی۔

الغرض خلافت نبوت ایک غیر معمولی شرف امتیاز اور مجموعہ فضائل و فواضل ہے جو حضرات اس کے اہل تھے اور انہیں اس کا پورا اطمینان تھا کہ وہ اس کے حقوق انشاءاللہ پورے طور پر ادا کر سکیں گے۔ ان کے دل میں اگر اس شرف و فضیلت کے حاصل کرنے کی خواہش ہو تو اس کو "خواہش اقتدار" سے تعبیر کرنا جائز نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ کار نبوت میں شرکت اور جارحۂ نبویؐ بننے کی حرص کہلائے گی۔ مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

ایام خلافت بقیہ ایام نبوت بودہ است۔ گویا در ایام نبوت حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم تصریحاً بزبان مے فرمود۔ و در ایام خلافت ساکت نشستہ بدست و سر اشارہ مے فرماید (ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۲۵)	خلافت راشدہ کا دور، دور نبوت کا بقیہ تھا۔ گویا دور نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صراحتاً ارشادات فرماتے تھے۔ اور دور خلافت میں خاموش بیٹھے ہاتھ اور سر کے اشارے سے سمجھاتے تھے۔

ان مقدمات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کے بعد اب اپنے سوالات پر غور فرمایئے:

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھر میں بیٹھ جانا:-

قاضی ابو بکر ابن العربیؒ نے پہلا قاصمہ (کمر توڑ حادثہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کو قرار دیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ اس ہوش ربا سانحہ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر وارفتگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس پوری عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس قیامت خیز سانحہ کے جو اثرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مرتب ہوئے قاضی ابو بکر بن العربیؒ ان اثرات کو ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، پر اس حادثہ کا یہ اثر ہوا تھا کہ وہ گھر میں عزلت نشین ہو گئے تھے۔

آپ نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ کسی محبوب ترین شخصیت کی رحلت کے بعد جہان ان کے لئے تیرہ و تار ہو جاتا ہے، ان کی طبیعت پر انقباض وافسردگی طاری ہو جاتی ہے، اور دل پر ایک ایسی گرہ بیٹھ جاتی ہے جو کسی طرح نہیں کھلتی ان کی طبیعت کسی سے ملنے یا بات کرنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتی..... وہ کسی قسم کا جزع فزع یا بے صبری کا اظہار نہیں کرتے لیکن طبیعت ایسی بجھ جاتی ہے کہ مدتوں تک معمول پر نہیں آتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب اس خطہ ارضی پر نہیں ہوا

اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر کوئی عاشق زار اس چشم فلک نے نہیں دیکھا، ہمیں تو ان اکابر کے صبر و تحمل پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس عشق و محبت کے باوجود یہ حادثہ عظیمہ کیسے برداشت کرلیا، لیکن آپ انہیں عشاق کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے؟

راقم الحروف نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ جب درس حدیث کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے سانحہ کبریٰ کا باب شروع ہوتا تو آنکھوں سے اشک ہائے غم کی جھڑی لگ جاتی۔ آواز گلو گیر ہوجاتی اور بسا اوقات رونے کی ہچکیوں سے گھگی بندھ جاتی...... جب اہل قلوب پر چودہ سو سال بعد بھی اس حادثہ جانکاہ کا یہ اثر ہے تو جن عشاق کی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ بیت گیا، سوچنا چاہئے کہ ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔

رفتم و از رفتن من عالمے ویران شد
من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

خاتون جنت، جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتی تھیں "انس! تم نے کیسے گوارا کرلیا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو" (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۴۱)

اور مسند احمد کی روایت میں ہے تم نے کیسے گوارا کرلیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے خود لوٹ آؤ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۸)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ہوئی تو فرمایا آہ! میری کمر ٹوٹ گئی۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ مسجد میں پہنچے مگر کسی کو توقع نہ تھی کہ وہ مسجد تک آسکیں گے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۳)

اگر ہم درد کی اس لذت اور محبت کی اس کسک سے ناآشنا ہیں تو کیا ہم سے یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ جن حضرات پر یہ قیامت گزر گئی تو ہم ان کو معذور ہی سمجھ لیں۔

اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھ جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جمعہ جماعت اور دینی و معاشرتی حقوق و فرائض ہی کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ شیخ محب الدین الخطیبؒ حاشیہ العواصم میں لکھتے ہیں:

واضاف الحافظ ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ (۵: ۲۴۹) ان علیا لم ینقطع عن صلوٰۃ من الصلوٰت خلف الصدیق و	اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ (جلد ۵ صفحہ ۲۴۹) میں اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

خرج معه الی ذی القصة لما خرج الصدیق شاھدا سیفه یرید قتال اھل الردہ (صفحہ ۳۸)	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا سلسلہ ترک نہیں فرمایا تھا' نیز جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرتدین سے قتال کرنے کے لئے تلوار سونت کر "ذی القصہ" تشریف لے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ان کے ساتھ نکلے تھے۔

پس جب آپ سے نہ دینی و معاشرتی فرائض میں کوتاہی ہوئی اور نہ نصرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ان سے کوئی ادنیٰ تخلف ہوا تو کیا اس بنا پر کہ شدت غم کیوجہ سے ان پر خلوت نشینی کا ذوق غالب آگیا تھا' آپ انہیں مورد الزام ٹھہرائیں گے؟

۲۔ طلب میراث:

جہاں تک بار بار ترکہ مانگنے کا تعلق ہے' یہ محض غلط فہمی ہے۔ ایک بار صدیقی دور میں حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ترکہ ضرور مانگا تھا۔ اور بلاشبہ یہ ان کی اجتہادی رائے تھی جس میں وہ معذور تھے اسے اپنا حق سمجھ کر مانگ رہے تھے' اس وقت نص نبویؐ:

لا نورث ما ترکناہ صدقة	ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں۔ وہ صدقہ ہے

کا یا تو ان کو علم نہیں ہوگا یا ممکن ہے کہ حادثہ وصال نبویؐ کی وجہ سے ان کو ذہول ہو جس طرح اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آیت "وما محمد الا رسول" سے ذہول ہو گیا تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت (دیگر آیات کے ساتھ) بر سر ممبر تلاوت فرمائی تو انہیں ایسا محسوس ہوا گویا یہ آیت آج نازل ہوئی تھی۔

الغرض ان اکابر کا ترکہ طلب کرنا۔ نہ مال کی حرص کی بنا پر تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس ارشاد نبویؐ سننے کے بعد انہوں نے دوبارہ کبھی مطالبہ دہرایا ہو' یا انہوں نے اس حدیث میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کوئی منازعت فرمائی ہو۔ قاضی ابو بکر ابن العربیؒ لکھتے ہیں:

وقال لفاطمة و علی والعباس ان	اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے

رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا نورث ما ترکناه صدقه فذکر الصحابة ذالک (العواصم صفحہ ۴۸)

حضرات فاطمہ، علی اور عباس رضی اللہ عنہم سے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے" تب دیگر صحابہؓ نے بھی یہ حدیث ذکر کی۔

اس کے حاشیہ میں شیخ محب الدین الخطیب" لکھتے ہیں:

قال شیخ الاسلام ابن تیمیة فی منہاج السنة (۲: ۱۵۸) قول النبی صلی الله علیه وسلم "لا نورث ما ترکناه صدقة" رواه عنه ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحة و الزبیر و سعد و عبدالرحمن ابن عوف و العباس بن عبدالمطلب و ازواج النبی صلی الله علیه وسلم و ابو ہریرة و الروایة عن ہولاء ثابتة فی الصحاح و المسانید (صفحہ ۴۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ" منہاج السنتہ (جلد ۲ صفحہ ۱۵۸) میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل حضرات روایت کرتے ہیں۔ حضرات ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ عبدالرحمن بن عوف۔ عباس بن عبدالمطلب۔ ازواج مطہرات۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور ان حضرات کی احادیث صحاح و مسانید میں ثابت ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ حدیث: "لا نورث ما ترکناہ صدقة" کہ خود حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی روایت کرتے ہیں اس لئے یا تو ان کو اس سے پہلے اس حدیث کا علم نہیں ہوگا یا وقتی طور پر ذہول ہو گیا ہوگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس حدیث کے مفہوم میں کچھ اشتباہ ہوا ہو اور وہ اس کو صرف منقولات کے بارے میں سمجھتے ہوں...... بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متنبہ کر دینے کے بعد انہوں نے نہ اس حدیث میں کوئی جرح وقدح فرمائی نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منازعت کی' بلکہ اپنے موقف سے دستبردار ہو گئے۔ اور یہ ان مومنین قانتین کی شان ہے جن میں نفسانیت کا کوئی

شائبہ نہیں ہوتا..... الغرض "باربار ترکہ مانگنے" کی جو نسبت ان اکابر کی طرف سوال میں کی گئی ہے' وہ صحیح نہیں۔ ایک بار انہوں نے مطالبہ ضرور کیا تھا جس میں معذور تھے۔ مگر وضوح دلیل کے بعد انہوں نے حق کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ البتہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں یہ درخواست ضرور کی تھی کہ ان اوقاف نبویہؐ کی تولیت ان کے سپرد کر دی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اولاً اس میں کچھ تأمل ہوا' لیکن بعد میں ان کی رائے بھی یہی ہوئی۔ اور یہ اوقاف ان کی تحویل میں دے دیئے گئے۔ بعد میں ان اوقاف کے انتظامی امور میں ان کے درمیان منازعات کی نوبت آئی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کی شکایت کی (جس کا تذکرہ سوال سوم میں کیا گیا ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ یہ اوقاف تقسیم کر کے دونوں کی الگ الگ تولیت میں دے دیئے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ درخواست مسترد فرما دی۔ صحیح بخاری میں مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ کی طویل روایت کئی جگہ ذکر کی گئی ہے۔ "باب فرض الخمس" میں ان کی روایت کے متعلقہ الفاظ یہ ہیں:

ثم جئتمانی تکلمانی و کلمتکما واحدة وامر کما واحد جئتنی یا عباس تسالنی نصیبک من ابن اخیک وجاءنی هذا یرید علیاً یرید نصیب امراته من ابیها فقلت لکما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا نورث ماترکنا صدقة فلما بدالی ان ادفعه الیکما قلت ان شئتما دفعتها الیکما علی ان علیکما عهد الله ومیثاقه لتعملان فیها بما عمل فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم وبما عمل فیها ابوبکر وبما عملت فیها منذ ولیتها فقلتما ادفعها الینا فبذالک دفعتها الیکما فانشدکم بالله هل دفعتها الیهما بذالک؟ قال الرهط نعم ثم اقبل علی علی و عباس

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' پھر تم دونوں میرے پاس آئے درآنحالیکہ تمہاری بات ایک تھی اور تمہارا معاملہ ایک تھا۔ اے عباس! تم میرے پاس آئے تم مجھ سے اپنے بھتیجے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے مال سے حصہ مانگ رہے تھے اور یہ صاحب' یعنی علیؓ اپنی بیوی کا حصہ ان کے والد کے مال سے مانگ رہے تھے۔ پس میں نے تم سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "ہماری وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔" پھر میری رائے ہوئی کہ یہ اوقاف تمہارے سپرد کر دیئے جائیں۔ چنانچہ میں نے تم سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے سپرد کئے دیتا

فقال انشد کما باللہ ھل دفعتھا الیکما بذالک قال نعم قال فتلتمسان منی قضاء غیر ذالک ؟ فو اللہ الذی باذنہ تقوم السماء و الارض لا اقضی فیھا غیر ذالک فان عجزتما عنھا فادفعا ھا الیّ ۔ فانی ا کفیکما ھا (بخاری باب فرض الخمس جلد ۱ صفحہ ۴۳۶)

ہوں مگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق ہو گا کہ تم ان میں وہی معاملہ کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور جو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اور جو میں نے کیا جب سے یہ میری تولیت میں آئے ہیں...... تم نے کہا کہ ٹھیک ہے' یہ آپ ہمارے سپرد کر دیجئے...... چنانچہ اسی شرط پر میں نے یہ اوقاف تمہارے سپرد کئے۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا میں نے اسی شرط پر ان کے سپرد کئے تھے یا نہیں؟ سب نے کہا جی ہاں! پھر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا' میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا میں نے یہ اوقاف اسی شرط پر تمہاری تحویل میں دیئے تھے یا نہیں؟ دونوں نے کہا جی ہاں! اسی شرط پر دیئے تھے۔ فرمایا اب تم مجھ سے اور فیصلہ چاہتے ہو (کہ دونوں کو الگ الگ حصہ تقسیم کر کے دے دوں) پس قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں! میں اس کے سوا تمہارے درمیان کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ اب اگر تم ان اوقاف کی تولیت سے عاجز آگئے ہو تو میرے سپرد کر دو۔ میں ان کے معاملہ میں تمہاری کفایت کروں گا۔

اس روایت کے ابتدائی الفاظ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ان دونوں اکابر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے پھر میراث کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر سوال و جواب اور اس روایت کے مختلف ٹکڑوں کو جمع کرنے کے بعد مراد واضح ہو جاتی ہے کہ اس مرتبہ ان کا مطالبہ ترکہ کا نہیں تھا' بلکہ ان کے نزدیک بھی یہ حقیقت مسلم تھی کہ ان اراضی کی حیثیت وقف کی ہے۔ اور وقف میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ اس بار ان کا مطالبہ ترکہ کا نہیں تھا بلکہ وہ چاہتے تھے کہ اس کی تولیت ان کے سپرد کر دی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اولاً اس میں تامل ہوا کہ کہیں یہ تولیت بھی میراث ہی نہ سمجھ لی جائے۔ لیکن غور و فکر کے بعد ان حضرات کی درخواست کو آپ نے قبول فرما لیا اور یہ اوقاف ان دونوں حضرات کے سپرد کر دیئے گئے...... پھر جس طرح انتظامی امور میں متولیان وقف میں اختلاف رائے ہو جاتا ہے ان کے درمیان بھی ہونے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم و فقاہت میں چونکہ فائق تھے اس لئے وہ اپنی رائے کو ترجیح دیتے تھے گویا عملی طور پر بیشتر تصرف ان اوقاف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چلتا تھا۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے تصرفات مغلوب تھے اس سے ان کو شکایت پیدا ہوئی اور انہوں نے دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ان اوقاف کو تقسیم کر کے ہر ایک کا زیر تصرف حصہ الگ کر دیا جائے۔ مگر حضرت عمرؓ نے یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا' بلکہ یہ فرمایا کہ یا تو اتفاق رائے سے دونوں اس کا انتظام چلاؤ ورنہ مجھے واپس کر دو میں خود ہی اس کا انتظام کر لوں گا۔

اور علیٰ سبیل التنزل یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ حضرات' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی پہلی بار طلب ترکہ ہی کے لئے آئے تھے تب بھی ان کے موقف پر کوئی علمی اشکال نہیں۔ اور نہ ان پر مال و دولت کی حرص کا الزام عائد کرنا ہی درست ہے' بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ان کو حدیث کی تاویل میں اختلاف تھا۔ جیسا کہ بخاری شریف کے حاشیہ میں اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ حدیث: "لا نورث ما ترکناہ صدقة" تو ان کے نزدیک بھی مسلم تھی مگر وہ اس کو صرف منقولات کے حق میں سمجھتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کو منقولات و غیر منقولات سب کے حق میں عام قرار دیا۔ بلاشبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث کا جو مطلب سمجھا وہی صحیح تھا۔ لیکن جب تک ان حضرات کو اس مفہوم پر شرح صدر نہ ہو جاتا ان کو اختلاف کرنے کا حق حاصل تھا۔ اس کی نظیر مانعین زکوٰۃ کے بارے میں حضرات شیخین رضؓ کا مشہور مناظرہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بار بار کہتے تھے:

کیف تقاتل الناس و قد قال رسول الله صلی الله علیه و سلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا اله الا	"آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں

اللہ فمن قالھا فقد عصم منی مالہ و نفسہ الا بحقہ و حسابہ علی اللہ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۸۸)	لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ "لا الہ الا اللہ" کے قائل ہو جائیں پس جو شخص اس کلمہ کا قائل ہو گیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان محفوظ کر لی۔ مگر حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔"

یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث کا مفہوم سمجھنے میں دقت پیش آ رہی ہے اور وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے موقف کو خلاف حدیث سمجھ کر ان سے بحث و اختلاف کرتے ہیں تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی ارشاد نبویؐ کا وہ مفہوم کھول دیا جو حضرت صدیق اکبرؓ پر کھلا تھا۔ جب تک انہیں شرح صدر نہیں ہوا انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے نہ صرف اختلاف کیا بلکہ بحث و مناظرہ تک نوبت پہنچی۔ ٹھیک اسی طرح ان حضرات کو بھی حدیث: "لا نورث ما ترکناہ صدقۃ" میں جب تک شرح صدر نہیں ہوا کہ اس کا مفہوم وہی ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھا تب تک ان کو اختلاف کا حق تھا اور ان کا مطالبہ ان کے اپنے اجتہاد کے مطابق بجا اور درست تھا۔ لیکن بعد میں ان کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح شرح صدر ہو گیا۔ اور انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے موقف کو صحیح اور درست تسلیم کر لیا۔ جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دور خلافت میں ان اوقاف کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ بلکہ ان کی جو حیثیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متعین کر گئے تھے اسی کو برقرار رکھا۔ اگر ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے موقف پر شرح صدر نہ ہوا ہوتا تو ان اوقاف کی حیثیت تبدیل کرنے سے انہیں کوئی چیز مانع نہ ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ مطالبۂ ترکہ ان حضرات کی طرف سے ایک بار ہوا بار بار نہیں، اور اس کو مال و دولت کی حرص سے تعبیر کرنا کسی طرح بھی زیبا نہیں۔ اس کو اجتہادی رائے کہہ سکتے ہیں اور اگر وہ اس سے رجوع نہ بھی کرتے تب بھی لائق ملامت نہ تھے۔ اب جبکہ انہوں نے اس سے رجوع بھی کر لیا تو یہ ان کی بے نفسی و للّٰہیت کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اس کے بعد بھی ان حضرات پر لب کشائی کرنا نقص علم کے علاوہ نقص ایمان کی بھی دلیل ہے۔

۳۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی باہمی منازعت

اس منازعت کا منشا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ منازعت کسی نفسانیت کی وجہ سے نہیں تھی، نہ مال و دولت کی حرص سے اس کا تعلق ہے، بلکہ اوقاف کے انتظام و انصرام

میں رائے کے اختلاف کی بناء پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وقتی طور پر شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ایسا اختلاف رائے نہ مذموم ہے نہ فضل و کمال کے منافی ہے۔ جہاں تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کا تعلق ہے جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں۔ اور جن کے حوالے سے نعوذ باللہ ان پر اخلاقی پستی کا فتویٰ صادر کیا گیا ہے تو سائل نے یہ الفاظ تو دیکھ لئے مگر یہ نہیں سوچا کہ یہ الفاظ کس نے کہے تھے۔ کس کو کہے تھے؟ اور ان دونوں کے درمیان خوردی و بزرگی کا رشتہ کیا تھا؟ اور عجیب تر یہ کہ قاضی ابو بکر بن العربیؒ کی جس کتاب کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں اسی کتاب میں خود موصوف نے جو جواب دیا ہے اسے بھی نظر انداز کر دیا گیا۔ ابو بکر بن العربیؒ "العواصم" میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

قلنا اما قول العباس لعلی فقول الاب للابن و ذالک علی الراس محمول وفی سبیل المغفرة مبذول، و بین الکبار و الصغار فکیف الآباء و الابناء مغفور موصول (صفحہ ۱۹۶)	ہم کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے بارے حضرت عباسؓ کے الفاظ، بیٹے کے حق میں باپ کے الفاظ ہیں، جو سر آنکھوں پر رکھے جاتے ہیں، اور سبیل مغفرت میں صرف کئے جاتے ہیں۔ بڑے اگر چھوٹوں کے حق میں ایسے الفاظ استعمال کریں تو انہیں لائق مغفرت اور صلہ رحمی پر محمول کیا جاتا ہے، چہ جائیکہ باپ کے الفاظ بیٹے کے حق میں۔

اور "العواصم" ہی کے حاشیہ میں فتح الباری (جلد ۶ صفحہ ۱۲۵) کے حوالے سے لکھا ہے:

قال الحافظ ولم ار فی شئی من الطرق انه صدر من علی فی حق العباس شئی بخلاف ما یفهم من قوله فی روایة عقیل "استبا" واستصوب المازری صنیع من حذف هذه الالفاظ من هذا الحدیث وقال لعل بعض الرواة وهم فیها وان کانت محفوظة فاجود ما تحمل علیه ان العباس قالها	حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کسی روایت میں میری نظر سے یہ نہیں گزرا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ کہا گیا ہو۔ بخلاف اس کے جو عقیل کی روایت میں "استبا" کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے۔ اور مازریؒ نے ان راویوں کے طرز عمل کو درست قرار دیا ہے جنھوں نے

اولا لاعلی علی لانه کان عنده بمنزلة الولد فاراد ردعه عما یعتقد انه مخطئی فیه (صفحہ ۱۹۵)

اس حدیث میں ان الفاظ کے ذکر کو حذف کر دیا ہے۔ مازریؒ کہتے ہیں غالباً کسی راوی کو وہم ہوا ہے اور اس نے غلطی سے یہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں اور اگر یہ الفاظ محفوظ ہوں تو ان کا عمدہ ترین محمل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ناز کی بناء پر کہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت ان کے نزدیک اولاد کی تھی۔ اس لئے پرزور الفاظ میں ان کو ایسی چیز سے روکنا چاہا جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ غلطی پر ہیں۔

حافظؒ کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور منقح ہوگئے:

اول:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی نامناسب لفظ سرزد نہیں ہوا اور عقیل کی روایت میں "استبا" کے لفظ سے جو اس کا وہم ہوتا ہے، وہ صحیح نہیں۔

دوم:۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے جو الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نقل کئے گئے ہیں، ان میں بھی راویوں کا اختلاف ہے۔ بعض ان کو نقل کرتے ہیں اور بعض نقل نہیں کرتے۔ حافظؒ، مازریؒ کے حوالے سے ان راویوں کی تصویب کرتے ہیں، جنھوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے۔ جن راویوں نے نقل کئے ہیں ان کا تخطیہ کرتے ہیں اور اسے کسی راوی کا وہم قرار دیتے ہیں۔

سوم:۔ بالفرض یہ الفاظ محفوظ بھی ہوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹے کی ہے..... اور والدین، اولاد کے حق میں اگر ازراہ عتاب ایسے الفاظ استعمال کریں تو ان کو بزرگانہ ناز پر محمول کیا جاتا ہے۔ نہ کوئی عقلمند ان الفاظ کو ان کی حقیقت پر محمول کیا کرتا ہے اور نہ والدین سے ایسے الفاظ کے صدور کو لائق ملامت تصور کیا جاتا ہے۔ اس لئے حضرت عباسؓ کے یہ الفاظ بزرگانہ ناز پر محمول ہیں۔

تمہیدی نکات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ملا کر دیکھئے۔ کیا یہ واقعہ اس واقعہ سے بھی

زیادہ سنگین ہے؟ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عتاب و غضب سے ان کے مقام و مرتبہ پر کوئی حرف نہیں آتا تو اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے حق میں اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے کچھ الفاظ استعمال کر لئے تو ان پر (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) اخلاقی پستی کا فتویٰ صادر کر ڈالنا میں نہیں سمجھتا کہ دین و ایمان یا عقل و دانش کا کونسا تقاضا ہے؟ بلاشبہ گالی گلوچ شرفاء کا وطیرہ نہیں 'مگر یہاں نہ تو بازاری گالیاں دی گئیں تھیں 'اور نہ کسی غیر کے ساتھ سخت کلامی کی گئی تھی۔ کیا اپنی اولاد کو سخت الفاظ میں عتاب کرنا بھی وطیرۂ شرفاء سے خارج ہے؟ اور پھر حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا وارد ہے:

اللهم انی اتخذ عندک عهدا لن تخلفنیه فانما انا بشرفای المومنین اذیته شتمته لعنته جلدته فا جعلهاله صلوة و زکوة و قربة تقربه بها الیک یوم القیامة (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۴)	اے اللہ! میں آپ سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں۔ آپ میرے حق میں اس کو ضرور پورا کر دیجئے کیونکہ میں بھی انسان ہی ہوں۔ پس جس مومن کو میں نے ستایا ہو' اسے کوئی نامناسب لفظ کہا ہو۔ اس پر لعنت کی ہو۔ اس کو مارا ہو' آپ اس کو اس شخص کے حق میں رحمت و پاکیزگی اور قربت کا ذریعہ بنا دیجئے کہ اس کی بدولت اس کو قیامت کے دن اپنا قرب عطا فرمائیں۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سب و شتم کی نسبت فرمائی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے حق میں میری زبان سے ایسا لفظ نکل گیا ہو جس کا وہ مستحق نہیں تو آپ اس کو اس کے لئے رحمت و قربت کا ذریعہ بنا دیجئے۔ کیا اس کا ترجمہ گالی گلوچ کر کے نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اخلاقی پستی کی تہمت دھری جائے گی اور اسے وطیرۂ شرفاء کے خلاف کہا جائے گا؟ حق تعالیٰ شانہ سخن فہمی اور مرتبہ شناسی کی دولت سے کسی مسلمان کو محروم نہ فرمائے۔

۴۔ لاٹھی کی حکومت

حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں: " انت و الله بعد ثلث عبد العصا " (بخدا تم تین دن بعد محکوم ہو گے) صحیح بخاری (جلد ۲ صفحہ ۶۳۹) کے حاشیہ میں " عبد العصا " کے تحت لکھا ہے:

كناية عن صيرورته تابعا لغيره كذا فى التوشيح قال فى الفتح والمعنى انه يموت بعد ثلث و تصير انت ماسورا عليك و هذا من قوة فراسة العباس

یہ اس سے کنایہ ہے کہ وہ دوسروں کے تابع ہوں گے۔ توشیح میں اسی طرح ہے۔ حافظؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ تین دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جائے گا۔ اور تم پر دوسروں کی امارت ہوگی اور یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قوت فراست تھی۔

خلاصہ یہ کہ "عبد العصا" جس کا ترجمہ 'ترجمہ نگار نے "لاٹھی کی حکومت" کیا ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ تم محکوم ہو گے۔ اور تمہاری حیثیت عام رعایا کی سی ہوگی۔

یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ کنائی الفاظ میں لفظی ترجمہ مراد نہیں ہوتا اور اگر کہیں لفظی ترجمہ گھسیٹ دیا جائے تو مضمون بھونڈا بن جاتا ہے' اور قائل کی اصل مراد نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ مثلاً عربوں میں "فلان کثیر الرماد" کا لفظ سخاوت سے کنایہ ہے۔ اگر اس کا لفظی ترجمہ گھسیٹ دیا جائے کہ "فلاں کے گھر راکھ کے ڈھیر ہیں" تو جو شخص اصل مراد سے واقف نہیں وہ راکھ کے ڈھیر تلے دب کر رہ جائے گا اور اسے یہ فقرہ مدح کے بجائے مذمت کا آئینہ دار نظر آئے گا...... یہی حال...... "عبد العصا" کا بھی سمجھنا چاہئے۔ کرنے والے نے اس کا لفظی ترجمہ کر ڈالا۔ اور عام قارئین چونکہ عرب کے محاورات اور لفظ کی اس کنائی مراد سے واقف نہیں اس لئے انہیں لاٹھیوں کی بارش کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

لا ترفع عصاك عن اهلك

اپنے گھر والوں سے کبھی لاٹھی ہٹا کر نہ رکھو

مجمع البحار میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اى لا تدع تاديبهم و جمعهم على طاعة الله تعالى يقال "شق العصا" اى فارق الجماعة ولم يرد الضرب بالعصا ولكنه مثل .... ليس المراد بالعصا المعروفة بل اراد الادب وذا حاصل بغير الضرب

یعنی ان کی تادیب اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت پر جمع کرنے کا کام کبھی نہ چھوڑو۔ محاورے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے "لاٹھی چیر ڈالی" یعنی جماعت سے الگ ہو گیا۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد لاٹھی سے مارنا نہیں۔ بلکہ

یہ ایک ضرب المثل ہے...... یہاں عصا سے معروف لاٹھی مراد نہیں۔ بلکہ ادب سکھانا مراد ہے اور یہ مارنے پیٹنے کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح "عبدالعصا" میں بھی معروف معنوں میں لاٹھی مراد نہیں۔ نہ لاٹھی کی حکومت کا یہ مطلب ہے کہ وہ حکومت لاٹھیوں سے قائم ہوگی یا قائم رکھی جائے گی بلکہ خود حکومت و اقتدار ہی کو "لاٹھی" سے تعبیر کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم دوسروں کی حکومت کے ماتحت ہوگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و خویش اور آپ کے پروردہ تھے' اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ ان کی حیثیت گویا ایک طرح سے شہزادے کی تھی (اگر یہ تعبیر سوء ادب نہ ہو) حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ تین دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ عاطفت اٹھتا محسوس ہو رہا ہے۔ اس کے بعد تمہاری حیثیت 'ملت اسلامیہ کے عام افراد کی سی ہوگی۔

۵۔ حضرت عباسؓ کا مشورہ:

قاضی ابو بکرؒ کی کتاب "العواصم من القواصم" میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس طرح نقل کئے گئے ہیں:

اذهب بنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فلنسأله فيمن يكون هذا الامر بعده فان كان فينا علمنا ذالك وان كان فى غيرنا علمنا فاوصىٰ بنا (صفحہ ۱۸۶)

چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں آپؐ سے دریافت کریں کہ آپ کے بعد یہ امر خلافت کس کے پاس ہوگا؟ پس اگر ہمارے پاس ہوا تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر کسی دوسرے کے پاس ہوا تب بھی ہمیں معلوم ہو جائے گا اس صورت میں آپ ہمارے حق میں وصیت فرمادیں گے۔

اور یہ بعینہ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۹ کے الفاظ ہیں' آپ نے اول تو ان الفاظ کا ترجمہ ہی صحیح نہیں کیا۔ معلوم نہیں کہ یہ ترجمہ جناب نے خود کیا ہے۔ یا کسی اور کا ترجمہ نقل کیا ہے۔

دوم:۔ یہ کہ اہل علم آج تک صحیح بخاری پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں ان کو کبھی اشکال پیش نہیں آیا۔ خود قاضی ابوبکر بن العربیؒ اس روایت کو نقل کرکے لکھتے ہیں۔

رأی العباس عندی اصح واقرب الی الاخرة والتصریح بالتحقیق وھذا یبطل قول مدعی الاشارة باستخلاف علی فکیف ان یدعی فیه نص (ص ۱۸۶۔ ۱۸۷)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی رائے میرے نزدیک زیادہ صحیح اور آخرت کے زیادہ قریب ہے۔ اور اس میں تحقیق کی تصریح ہے اور اس سے ان لوگوں کا قول باطل ہوجاتا ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے کا اشارہ فرمایا تھا۔ چہ جائیکہ اس باب میں نص کا دعویٰ کیا جائے۔

انصاف فرمایئے کہ جس رائے کو ابوبکر بن العربیؒ زیادہ صحیح اور اقرب الی الآخرة فرما رہے ہیں' آپ انہی کی کتاب کے حوالے سے اسے "خلافت کی فکر پڑنے" سے تعبیر کرکے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں۔

اور آپ کا یہ خیال بھی آپ کا حسن ظن ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور وفات کا صدمہ اگر غالب ہوتا تو یہ خیالات اور یہ کارروائیاں کہاں ہوتیں" ...... خود آپ نے جو روایت نقل کی ہے اس میں تصریح ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت مایوسی کی حد میں داخل ہوچکی ہے۔ اور آپؐ اپنے خدام کو داغ مفارقت دینے والے ہیں' عین اس حالت میں اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ جو امور اختلاف و نزاع اور امت کے شقاق و افتراق کا موجب ہوسکتے ہیں' ان کا تصفیہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے کرالینا مناسب ہے تاکہ بعد میں شورش و فتنہ نہ ہو تو آپ کا خیال ہے کہ وہ بڑا ہی سنگ دل ہے' اس کو ذرا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و محبت ہے نہ اسے آپ کی بیماری کا صدمہ ہے۔ اور نہ وفات کا غم ہے...... آپ ہی فرمائیں کہ کیا یہ صحتمندانہ طرز فکر ہے؟

آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان...... بنوہاشم...... کے بزرگ ترین فرد تھے۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ خاندان کے بزرگوں کو ایسے موقعوں

پر آئندہ پیش آنے والے واقعات کا ہولناک منظر پریشان کیا کرتا ہے' اگر کسی الجھن کا اندیشہ ہو تو وہ وفات پانے والے شخص کی زندگی ہی میں اس کا حل نکالنے کی تدبیر کیا کرتے ہیں۔ یہ روزمرہ کے وہ واقعات ہیں جن سے کم وبیش ہر شخص واقف ہے' ایسے موقعوں پر اس قسم کے سرد و گرم چشیدہ بزرگوں کی راہنمائی کو ان کے حسن تدبر اور دور اندیشی پر محمول کیا جاتا ہے' اور کسی معاشرے میں ان کے اس بزرگانہ مشورے کو سنگدلی پر محمول نہیں کیا جاتا اور نہ کسی ذہن میں یہ وسوسہ آتا ہے کہ ان بڑے بوڑھوں کو مرحوم سے کوئی تعلق نہیں۔ مرنے والا مر رہا ہے ان کو ایسی باتوں کی فکر پڑی ہے۔

ٹھیک یہی بزرگانہ حسن تدبر اور دوربینی و دور اندیشی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس رائے پر آمادہ کر رہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں تو آپؐ کے بعد آپؐ کی جانشینی کا مسئلہ خدانخواستہ کوئی پیچیدہ صورت اختیار نہ کر لے۔ اس لئے اس کا تصفیہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ ہو جائے تو بہتر ہے...... اور ان کا یہ اندیشہ محض ایک توہماتی مفروضہ نہیں تھا بلکہ بعد میں یہ واقعہ بن کر سامنے آیا۔ اور یہ تو حق تعالیٰ شانہ کی عنایت خاصہ تھی کہ یہ نزاع فوراً دب گیا۔ ورنہ خدانخواستہ یہ طول پکڑ جاتا تو سوچئے کہ اس امت کا کیا بنتا؟ اب اگر عین مایوسی کی حالت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی فہم و فراست سے یہ مشورہ دیا کہ یہ قصہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں طے ہو جانا چاہئے تو فرمایئے کہ انہوں نے کیا برا کیا؟

اوپر میں نے جس عنایت خداوندی کا ذکر کیا ہے غالباً اسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد گرامی "یأبی اللہ والمومنون الا ابابکر" میں اشارہ فرمایا تھا' چنانچہ:

عن عائشۃؓ قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابابکر اباک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن و یقول قائل انا اولیٰ و یأبی اللہ والمومنون الا ابابکر (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس اپنے باپ ابوبکرؓ کو اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے' اور کوئی کہنے والا کہے کہ میں سب سے بڑھ کر خلافت کا مستحق ہوں' دوسرا نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کا انکار کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

لقد هممت ...... او اردت ان ارسل الی ابی بکرو ابنه فاعهد ان یقول القائلون او یتمنی المتمنون ثم قلت یابی الله و یدفع المومنون او یدفع الله و یابی المومنون (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۸۴۶ صفحہ ۱۰۷۲)

میرا ارادہ ہوا تھا کہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے کو بلا بھیجوں۔ اور تحریر لکھوا دوں۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہنے والے کہیں گے اور تمنا کرنے والے تمنا کریں گے۔ لیکن پھر میں نے کہا اللہ تعالیٰ (ابو بکرؓ کے سوا کسی دوسرے کا) انکار کریں گے۔ اور مسلمان مدافعت کریں گے یا یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مدافعت فرمائیں گے اور اہل اسلام انکار کر دیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نزاع و اختلاف کا اندیشہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لاحق تھا۔ اور جس کا وہ تصفیہ کرا لینا چاہتے تھے۔ اس اندیشے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مبارک بھی خالی نہیں تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی چاہتے تھے کہ اس کا تحریری تصفیہ کر ہی دیا جائے۔ لیکن پھر آپ نے حق تعالیٰ شانہ کی رحمت و عنایت اور اہل اسلام کے فہم و بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے اس معاملہ کو خدا تعالیٰ کے سپرد فرما دیا کہ انشاء اللہ اس کے لئے ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کا انتخاب ہو گا۔ اور اختلاف و نزاع کی کوئی ناگفتہ بہ صورت انشاء اللہ پیش نہیں آئے گی۔

الغرض حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ بزرگانہ مشورہ نہایت صائب اور مخلصانہ تھا اور اس میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کی صفائی یا معذرت کی ضرورت لاحق ہو۔ رہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ اگر خلافت ہمارے سوا کسی اور صاحب کو ملے گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو ہمارے بارے میں وصیت فرما دیں گے۔ یہ بھی محض اپنے مفادات کا تحفظ نہیں (جیسا کہ سوال میں کہا گیا ہے) بلکہ یہ ایک دقیق حکمت پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین کی عزت و توقیر در حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت و عظمت اور عزت و توقیر کا ایک شعبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام خدام اور متعلقین کے بارے میں مختلف عنوانات سے تاکیدیں اور وصیتیں فرمائی ہیں کہیں عام صحابہ کرامؓ کے بارے میں، کہیں حضرات خلفائے راشدینؓ کے بارے میں، کہیں حضرات انصارؓ کے بارے میں، کہیں حضرات امہات المومنینؓ

کے بارے میں اور کہیں حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کے بارے میں جیسا کہ حدیث کے طالب علم ان امور سے بخوبی واقف ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورۂ وصیت کا منشا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب کو نہ ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عظمت و توقیر کے بارے میں خصوصی وصیت فرما جائیں تاکہ خلافت بلافصل سے ان کی محرومی کو ان کے نقص اور نا اہلیت پر محمول نہ کیا جائے اور لوگ ان پر طعن و تشنیع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جفاو بے مروتی کے مرتکب نہ ہوں۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فکر اپنے مفادات کی نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے دین و ایمان کی ہے جو اپنی خام عقلی سے ان کی خلافت سے محرومی کو ان پر لب کشائی کا بہانہ بنا لیں۔

اور اگر یہی فرض کر لیا جائے کہ وہ خلافت سے محرومی کی صورت میں اپنے خاندان کے مفاد کے تحفظ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کرانا چاہتے تھے۔ تب بھی سوچنا چاہئے کہ آخر وہ کس کا خاندان ہے؟ کیا خانوادۂ نبوت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کلمۂ خیر کہلانا جرم ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے ذاتی مفاد کا تحفظ نہیں کر رہے (حالانکہ عقلاً و شرعاً یہ بھی قابل اعتراض نہیں) وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خاندان کے بارے میں کلمہ خیر کہلانا چاہتے ہیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ایک مسلمان کی نظر میں اس لائق بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بارے میں کوئی کلمۂ خیر امت کو ارشاد فرمائیں؟ اور جو شخص ایسا خیال بھی دل میں لائے تو اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا لیا جائے؟ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کیا اسی مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے...... تکلیف کی شدت کے باوجود...... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیتیں نہیں فرمائیں؟ کیا حضرات انصارؓ کے بارے میں وصیت نہیں فرمائی؟ کیا غلاموں اور خادموں کے بارے وصیت نہیں فرمائی؟ کیا اہل ذمہ کے بارے میں وصیت نہیں فرمائی؟...... اگر کسی نیک نفس کے دل میں خیال آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاندان نبوت کے بارے میں بھی کوئی وصیت فرما دیں تو اس کو خود غرضی پر محمول کرنا کیا صحیح طرز فکر ہے؟

غالباً اسی مرض وفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم 'امہات المومنین سے فرماتے تھے:

ان امر کن مما یھمنی من بعدی ولن یصبر علیکن الا الصابرون الصدیقون (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ مناقب عبدالرحمن بن عوفؓ مستدرک

بے شک میرے بعد تمہاری حالت مجھے فکر مند کر رہی ہے۔ اور تمہارے (اخراجات برداشت کرنے) پر صبر نہیں کریں گے مگر صابر اور صدیق لوگ......

حاکم جلد۳ صفحہ ۳۱۲، موارد الظمأن
صفحہ ۵۴۷ حدیث ۲۲۱۶، مشکوٰۃ
صفحہ ۵۶۷)

الغرض زندگی سے مایوسی کی حالت میں مرنے والے کے متعلقین کے بارے میں فکرمندی ایک طبعی امر ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ..... توکل علی اللہ اور تعلق مع اللہ کے سب سے بلند ترین مقام پر فائز ہونے کے باوجود..... اپنے بعد اپنے متعلقین کے بارے میں فکرمند ہوئے۔ اسی کا عکس حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک پر پڑا اور ان کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خاندان کے بارے میں بھی کچھ ارشاد فرما جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل قرابت کے بارے میں بھی بڑی تاکیدی وصیتیں فرمائی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو آپؐ کے اہل قرابت کی رعایت کا بہت ہی اہتمام تھا۔ جس کے بے شمار واقعات پیش نظر ہیں۔ یہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک فقرہ نقل کرتا ہوں جسے "العواصم" صفحہ ۴۸ کے حاشیہ میں شیخ محب الدین الخطیبؒ نے صحیح بخاری کے حوالے سے نقل کیا ہے:

والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی (صحیح بخاری ج۱ صفحہ ۵۲۶ باب مناقب قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)	اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک کرنا مجھے اپنے اہلِ قرابت کے ساتھ حسن سلوک سے زیادہ محبوب ہے۔

بلاشبہ ایک مومن مخلص کا یہی ایمانی جذبہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ومحبت کی نمایاں علامت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

احبوا اللہ لما یغذو کم بہ من نعمہ واحبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی (ترمذی ۲-۲۲۰، حاکم ۳-۱۵۰ عن ابن عباسؓ، حسنہ الترمذی، وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی ورقم لہ السیوطی فی الجامع الصغیر بالصحۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۱)	اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، کیونکہ اپنی نعمتوں کے ساتھ تمہیں پالتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طلب خلافت:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس مشورہ پر 'کہ چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استصواب کرالیں کہ خلافت ہمارے پاس ہوگی یا کسی اور صاحب کے پاس؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

انا واللہ لئن سالنا ھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنعنا ھا لا یعطینا ھا الناس بعدہ

بخدا! اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نہ دی تو لوگ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں دیں گے۔

وانی واللہ لا اسألھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (العواصم صفحہ ۱۸۶، صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۹)

اور بخدا! میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال نہ کروں گا۔

جس شخص کے ذہن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے میل نہ ہو وہ تو اس فقرہ کا مطلب یہی سمجھے گا کہ ان کا مقصود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورے کو قبول نہ کرنا تھا۔ اور اس پر انہوں نے ایک ایسی دلیل بیان کی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس پر خاموش رہنا پڑا۔ یعنی جب خود آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جس طرح یہ احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلافت ہمیں دے جائیں اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ کسی اور صاحب کا نام تجویز فرمادیں۔ اب اگر یہ معاملہ ابہام میں رہے تو اس کی گنجائش ہے کہ مسلمان خلافت کیلئے ہمیں منتخب کرلیں۔ لیکن اگر سوال کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا تو ہمارے انتخاب کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہے گی۔ اب فرمایئے کہ یہ ابہام کی صورت آپ کے خیال میں ہمارے لئے بہتر ہے۔ یا تعیین کی صورت؟

ظاہر ہے کہ اس تقریر پر دور دور بھی کہیں اس الزام کا شائبہ نظر نہیں آتا جو آپ نے یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر عائد کرنا چاہا ہے کہ:

> "ان کا ارادہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار ہی کیوں نہ کردیں انہیں اپنی خلافت درکار ہے۔ اور یہ بھی کہ انہیں احتمال یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمادیں گے۔ اس لئے انہوں نے کہا میں سوال نہ کروں گا اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس خلافت کو حاصل کروں گا ۔"

اس الزام کی تردید کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرز عمل ہی کافی ہے۔ اگر ان کا ارادہ یہی

ہوتا کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے علی الرغم...... نعوذ باللہ...... اپنی خلافت قائم کرنی ہے تو وہ ضرور ایسا کرتے۔ لیکن واقعات شاہد ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں انہوں نے ایک دن بھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ خلافت نبوت کا مدار محض نسبی قرابت پر نہیں۔ بلکہ فضل و کمال اور سوابق اسلامیہ پر ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان امور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے فائق ہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص خلافت کا مستحق نہیں۔ صحیح بخاری میں ان کے صاحبزادہ حضرت محمد ابن الحنفیہؒ سے مروی ہے:

قلت لابی من ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابو بکر قال قلت ثم من قال عمرؓ و خشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۸)	میں نے اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل و بہتر آدمی کون ہے؟ فرمایا۔ ابو بکرؓ' میں نے عرض کیا ان کے بعد؟ فرمایا' عمرؓ...... مجھے اندیشہ ہوا کہ اب پوچھوں گا تو حضرت عثمانؓ کا نام لیں گے۔ اس لئے میں نے سوال بدل کر کہا کہ ان کے بعد آپ کا مرتبہ ہے؟ فرمایا' میں تو مسلمانوں کی جماعت کا ایک فرد ہوں۔

وہ اپنے دور خلافت میں بر سر ممبر یہ اعلان فرماتے تھے:

خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر و بعد ابی بکر عمر رضی اللہ عنہما و لو شئت اخبرتکم بالثالث لفعلت (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۰۶)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں' اور ابو بکر کے بعد عمر رضی اللہ عنہما اور اگر میں چاہوں تو تیسرے مرتبہ کا آدمی بھی بتا سکتا ہوں۔

اس سلسلہ کی تمام روایات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۶۶ میں جمع کر دی ہیں۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بھی جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو امامت صغریٰ تفویض فرمائی ہے' یہ در حقیقت امامت کبریٰ کے لئے ان کا استخلاف ہے۔

اخرج ابو عمر و فی الاستیعاب عن الحسن البصری عن قیس بن عباد قال قال لی علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض لیالی و ایا ما ینادی بالصلوٰۃ فیقول مروا ابابکر یصلی بالناس فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوٰۃ علم الاسلام و قوام الدین فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابابکر رضی اللہ عنہ (ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۶۸)

حافظ ابو عمرو ابن عبدالبرؒ الاستیعاب میں حضرت حسن بصریؒ سے اور وہ قیس بن عبادؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن رات بیمار رہے۔ نماز کی اذان ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ابوبکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میں نے دیکھا کہ نماز اسلام کا سب سے بڑا شعار اور دین کا مدار ہے۔ پس ہم نے اپنی دنیا (کے نظم ونسق) کے لئے اس شخص کو پسند کرلیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا۔ اس لئے ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ اسی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بھی خلافت نبوت کی صلاحیت واہلیت بدرجۂ اتم موجود تھی' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات سے انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس خلافت نبوت میں بھی ان کا حصہ ہے اور یہ کہ خلافت اپنے وقت موعود پر ان کو ضرور پہنچے گی۔ ان ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل وتشریح کا یہ موقع نہیں' یہاں صرف ایک حدیث نقل کرتا ہوں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کنا جلوسا ننتظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج علینا من بعض

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' پس

بیوت نسائه قال فقمنا معه فانقطعت نعله فتخلف علیها علی یخصفها فمضٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم و مضینا معهٗ ثم قام ینتظره و قمنا معه فقال ان منکم من یقاتل علی تاویل هٰذا القرآن کما قاتلت علی تنزیله فاستشرفنا و فینا ابو بکر وعمر رضی الله عنهما فقال لا ولکنه خاصف النعل قال فجئنا نبشره قال وکانه قد سمعه (مسند احمد ۳-۸۲- قال الهیثمی رواه احمد و رجاله رجال الصحیح غیر فطر بن خلیفه و هو ثقة ...... مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۳۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہراتؓ میں سے کسی کے گھر سے باہر تشریف لائے۔ پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کے لئے اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک ٹوٹ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی مرمت کے لئے رک گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے، ہم لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتظار میں کھڑے ہوگئے اور ہم لوگ بھی ٹھہر گئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص قرآن کی تاویل پر قتال کرے گا۔ جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر قتال کیا ہے۔ پس ہم سب اس کے منتظر ہوئے کہ اس کا مصداق کون ہے؟ ہم میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ نے فرمایا اس سے تم لوگ مراد نہیں ہو۔ بلکہ وہ جوتا گانٹھنے والا مراد ہے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم خوشخبری دینے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ایسا محسوس ہوا گویا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہلے سے سن رکھا ہے۔

اس تفصیل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال نہیں کرتا، اور یہ کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا تو مسلمان ہمیں کبھی نہیں دیں گے کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر یہ فرماتے (اور یہ فرمانا محض احتمال نہیں تھا بلکہ یقینی تھا) کہ میرے بعد علیؓ کو خلیفہ نہ بنایا جائے بلکہ ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا جائے تو اس کا متبادر مفہوم تو یہی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلا فصل حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں، لیکن لوگوں کو یہ غلط فہمی ضرور ہو سکتی تھی کہ علیؓ میں خلافت کی صلاحیت و اہلیت ہی نہیں، یا یہ کہ خلافت نبوت میں ان کا سرے سے کوئی حصہ ہی نہیں۔ اور آپ کے دورۂ خلافت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کو پیش کر کے لوگوں کو اس غلط فہمی میں ڈالا جا سکتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میرے بعد علیؓ کو خلیفہ نہ بنانا" یہ تھا غلط فہمی کا وہ اندیشہ جس کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روک دیا تو اندیشہ ہے کہ مسلمان اس کو ایک دائمی دستاویز بنا لیں گے اور ہمیں خلافت کے لئے نا اہل تصور کر لیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ غلط فہمی، جس کا اندیشہ تھا، نہ صرف منشائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوتی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے ساتھ ایک بدترین ظلم بھی ہوتا۔ جو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ارشاد فرمائے ہیں:

ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنو ربنا انک رؤف رحیم

سائل کا دوسرا خط

محترم المقام جناب علامہ محمد یوسف لدھیانوی صاحب!

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ وبعد

جناب کا محبت نامہ ملا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریر میں بہت وقت صرف ہوتا ہے پھر آپ جیسے مصروف آدمی کے لئے اور بھی مشکل ہے لیکن جیسا کہ جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ "رفع الالتباس" کو الگ سے شائع کرانے کا ارادہ ہے اس لئے کچھ وضاحت طلب باتیں تحریر کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ کیونکہ یہ باتیں ہماری اعلیٰ درجہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ مترجمین حضرات نے ترجمہ کرتے وقت بریکٹس کے اندر فاضل الفاظ کا اضافہ کر کے پیچیدگی پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا' لہٰذا عوام کو دو طرح سے نقصان میں مبتلا کیا۔ ایک تو لوگ شک میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس شک کا فائدہ امامیہ حضرات اٹھاتے ہیں کہ اہلسنّت کے مذہب پر طعن کرتے ہیں' اور اپنے باطل عقائد کی اشاعت شروع کر دیتے ہیں۔ ایک عامی سنی مسلمان جس کا مذہب سنی سنائی باتوں اور کچھ معاشرتی رسموں پر (جو اسے ورثے میں ملتی ہیں) مبنی ہوتا ہے۔ اگر امامیہ نہ بھی بنے تو ان سے متاثر ہو جاتا ہے اور خود اپنے اکابر سے بدگمان۔

اور تمام باتیں میں انشاء اللہ ملاقات پر ہی عرض کروں گا۔ لیکن فی الحال چند وہ باتیں تحریر کرتا ہوں کہ اگر ان کی صفائی ہو جائے تو جناب کی یہ تحریر ایک مقدس تحقیق کا مرتبہ پائے گی۔ (انشاء اللہ)

جناب نے تحریر فرمایا ہے...... "بہرحال حضرت ابوبکرؓ کے متنبہ کر دینے کے بعد انہوں نے اس حدیث میں نہ کوئی جرح اور قدح فرمائی نہ منازعت کی۔ بلکہ اپنے موقف سے دستبردار ہوگئے اور یہ ان مومنین وقانتین کی شان ہے جن میں نفسانیت کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا"۔ اس تحریر کو دیکھنے کے بعد اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فیصلہ خلوص نیت سے تسلیم کیا اور اپنے موقف سے دستبردار ہوئے تو پھر شکوہ وشکایت کا کیا معنی؟ جناب نے اس بیان کے بعد "باب فرض الخمس" کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اسے "ثم جئتمانی" سے آگے ٹکڑا نقل فرمایا ہے خود اس حدیث میں اس سے پہلے بیان ہے خود حضرت عمرؓ کا کہ ان کو اس فیصلہ پر شکایت تھی۔ حضرت عمرؓ مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں۔ "اور تم اس وقت سے اس مسئلہ میں شکوہ کرتے تھے"۔ لیکن حقیقت میں بات شکوہ وشکایت تک ہی محدود نہیں تھی۔ اسی بخاری کی یحییٰ بن بکیر والی روایت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ اس مسئلہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں بلکہ اپنی وفات تک ان سے بات نہیں کی۔ "فتح الباری" لابن حجرؒ الجزء التاسع میں تحریر ہے کہ ان کو بھیجا گیا تھا (بھیجنے والے حضرت علیؓ تھے) "ان فاطمۃ ارسلت الی ابی بکرؓ تسألہ' میراثہا" غور فرمائیں۔ اس شخص سے ناراض' جس نے اپنا ذاتی مال سارا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر تصدق کر دیا تھا۔ کیا معنے رکھتی ہے؟ ابن حجرؒ نے جلد نمبر ۷ کے حاشیہ میں جو بحث کی ہے وہاں تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ جدائی نتیجہ تھی غصہ کی وراثت کے نہ ملنے پر"۔ اس مضمون کو میں نے تیسیر الباری میں بھی دیکھا۔ علامہ وحید الزمان نے صفحہ ۲۸۱ — ۲۸۰ — پر تحریر فرمایا ہے "فاطمہؓ کی ناراضگی بمقتضائے صاحبزادگی تھی۔ اس کا کوئی علاج نہ تھا۔" یہ عبارت میں نہیں سمجھا کہ جناب کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس کے آگے انہوں نے طویل کلام کیا ہے، جو کہ غیر متعلق اور بے معنی ہے چونکہ ابو بکرؓ نے فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کیا۔ یہ فیصلہ ان کا اپنا نہیں 'اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تھا۔ پھر ابو بکرؓ سے ناراضگی کیا معنی؟ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ اسی حدیث میں آگے دیکھیں۔ "حضرت فاطمہؓ کی حیات میں حضرت علیؓ کو لوگوں میں وجاہت حاصل تھی' جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا' حضرت علیؓ نے لوگوں کا رخ پھرا ہوا پایا تو حضرت ابو بکرؓ سے صلح اور بیعت کی درخواست کی"۔ گویا یہ صلح اور بیعت بحالت مجبوری قبول فرمائی اور جو مقام حضرت علیؓ کو صحابہؓ کے درمیان حاصل تھا وہ جنابؓ کی ذاتی وجاہت و لیاقت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ صحابہؓ حضرت فاطمہؓ کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو اہمیت دیتے تھے۔ ان کی وفات پر حضرت علیؓ نے وہ مقام کھو دیا۔ جب تک لوگوں نے نگاہیں نہ پھیریں وہ نہ تو صلح پر آمادہ ہوئے اور نہ بیعت پر۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ پھر راضی بھی ہوئے تو شرائط لگاتے ہیں کہ تنہا آیئے۔ آخر عمرؓ کیا کوئی مقام نہیں رکھتے تھے؟ کیا عمرؓ کوئی کم حیثیت کے آدمی تھے؟ ابو بکرؓ کی افضلیت تسلیم' کیا عمرؓ کی خدمات ان کا ایمان' ان کا اسلام کوئی اور مثال آپ پیش کر سکتے ہیں؟ جو کچھ اسلام کے لئے عمرؓ نے کیا۔ کیا آپ ایک دوسرا نام لے سکتے ہیں؟ خود اسی حدیث میں حضرت علیؓ اس بات کا اقرار فرما رہے ہیں کہ "قرابت کی وجہ سے وہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے رہے ہیں۔"

کیا اس مقصد کے حصول کے لئے جنگ صفین برپا نہیں کی گئی؟ "عراقی" اور "عجمی" جو کہ شیعان علیؓ کہلائے "شامیوں" اور عربوں سے کس لئے دست و گریباں کیے گئے۔ وہ بھی ایسے وقت میں جبکہ حضرت امیر معاویہؓ کو رومیوں سے جنگ درپیش تھی۔ کیا حضرت علیؓ کے یہ عجمی اور عراقی شیعان وہی لوگ نہیں تھے جو قتل عثمان کے ہیرو ہونے پر ناز کرتے تھے۔ ان ہی لوگوں نے حضرت علیؓ کو خلافت دلوائی اور مجبور کیا کہ مسلمانوں کی صفوں کو درہم برہم کریں۔ مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کا پہلا کامیاب کارنامہ یہی انجام دیا گیا۔ آخر چنگیز خان' نپولین اور اس قبیل کے اور لوگوں کے حالات بھی تو ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ کافر تھے پھر بھی ایسے غافل اور بے بس نہ تھے کہ کسی اہم شخصیت کے قتل کے سلسلہ میں یہ نہ معلوم کر سکیں کہ قاتل کون ہے؟ خود جن سپاہیوں کے ساتھ میدان کارزار میں مصروف ہوں ان کے متعلق ہی نہ جانتے ہوں کہ کس قماش کے لوگ ہیں۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کی صدیوں پرانی دشمنی کسی سے پوشیدہ نہیں...... لائف آف نپولین کا مصنف ایک انگریز ہے۔ جس نے اعتراف کیا ہے کہ اسے اپنے ایک

ایک سپاہی کا نام یاد رہتا تھا۔ اور صرف ایک نپولین ہی نہیں۔ بے شمار مشاہیر ایسے گزرے ہیں۔ اور آپ بھی بخوبی علم رکھتے ہیں کہ اپنی سلطنت کے گوشے گوشے کے حالات سے کیسے باخبر رہتے تھے۔ وقتی ذھول اور اجتہادی غلطی آخر کہاں کہاں اور کب تک ساتھ دیگی۔ جس شخص کے تدبر کا یہ عالم ہو کہ اپنے حقیقی بھائی تک کو اپنا موافق نہ بنا سکے اور جب حضرت عقیلؓ ان سے ناراض ہو کر معاویہؓ کے پاس گئے تو کیا ہوا؟ اور یہ سلسلہ کب صفین کے بعد ختم ہو گیا تھا؟ "بنوامیہ" اور "بنوعباس" کے ادوار میں "علوی" اور "عباسی" خروج ایک دو تو نہیں کہ کسی سے پوشیدہ ہوں۔ ایک خط میں یہ سب بیان غیر ممکن ہے۔

اس میں شک نہیں کہ شاہ ولی اللہؒ نے ازالتہ الخفاء میں حضرت علیؓ کے مناقب بے شمار بیان کئے ہیں (حالانکہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے دور خلافت میں اسلام کو جو فروغ حاصل ہوا، طرز حکومت، معاشرت غرضیکہ ہر قسم کی تفصیل ہے جو انہوں نے لکھی) اس کے علاوہ اور لکھ بھی کیا سکتے تھے؟ پھر شاہ ولی اللہؒ کا ماخذ زیادہ تر "ریاض النضرۃ" للمحب الطبری ہی رہا۔ نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایتیں مذکور ہیں۔ اور جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے ان صاحب نے اور تاریخ اسلام کے مؤلف نجیب خیر آبادی نے بھی حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ تینوں کی خلافت کے حالات تحریر کرنے کے بعد باب اس عنوان سے قائم کیا ہے "حضرت علیؓ بحیثیت گورنر کوفہ"

میرا خیال تھا کہ عمرؓ کی تقریر پر علامہ عینیؒ کا خیال بھی دیکھوں لیکن گنہگار ابھی تک ایسا نہ کر سکا۔ ہاں فتح الباری کی ۷ ویں جلد کے ۱۴، ۱۵ صفحہ پر یہ بحث ہے۔ وہاں تین احادیث کا حوالہ موجود ہے۔

(۱) عمر بن شبۃ من طریق ابی البختری علی سبیل المیراث (نسائی)

(۲) بلکہ نسائی میں بھی من طریق عکرمہ علی سبیل الولایۃ کا حوالہ ہے۔

(۳) اور بطور والی کے مطالبہ کے سلسلہ ابو داؤد کی حدیث کا بھی ذکر ہے بہر حال نسائیؒ جیسا کہ آپ کے بھی علم میں ہے حدیث کے معاملہ میں بخاری سے بھی سخت تھے۔ ان تینوں احادیث کی روشنی میں ہی کوئی رائے درست ہو سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک بات یہ واضح فرما دیں کہ کیا بات مانع تھی کہ حضرت علیؓ نے کسب معاش کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف امت کو راغب فرماتے تھے۔ جب مطالبہ نکاح کا فرمایا تو کچھ نہ تھا کہ زرہ بیچ دی گئی۔ آگے فاطمہؓ کو ہی نہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کی بیٹی سے نکاح فرمانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ نکاح تو خیر ہم تک ہو سکتے ہیں لیکن ایسا شخص جو ایک بیوی کی کفالت اور خود اپنی کفالت نہ کر سکے کیا اسے بھی اجازت ہے کہ نکاح پر نکاح کرتا چلا جائے؟ کتب احادیث میں وقتی طور پر صرف دو کام کرتے نظر آتے ہیں۔ یہودی کے باغ میں پانی دینا یا پھر ایک مرتبہ گھاس کاٹنا......

والسلام: محمد ظہور الاسلام

الجواب :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

مخدوم ومکرم ' زیدت عنایاتہم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ناکارہ قریباً دو مہینے کے بعد اپنے دفتر میں حاضر ہو سکا۔ پھر جمع شدہ کام کے ہجوم نے جناب کا گرامی نامہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی مہلت نہ دی۔ آج ذرا سانس لینے کا موقع ملا تو آپ کا خط لیکر بیٹھ گیا ہوں۔ تفصیل لکھنے کا موقع اب بھی نہیں۔ تاہم مختصراً لکھتا ہوں :

خط کے مندرجات پر غور کرنے سے پہلے بلا تکلف مگر خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ روافض کی چیرہ دستیوں کے رد عمل کے طور پر ہمارے بہت سے نوجوان حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے نقائص و عیوب تلاش کرنے لگے ہیں۔ اور چونکہ علمی اشکالات تو ہر جگہ پیش آتے ہیں ' اس لئے جس طرح روافض حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ نہ کچھ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا یہ نوجوان طبقہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ڈھونڈتا رہتا ہے۔ اور چونکہ دل میں کدورت و نفرت کی گرہ بیٹھ گئی ہے ' اس لئے انہیں ان اشکالات کے علمی جواب سے بھی شفا نہیں ہوتی...... حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باتفاق اہلسنّت خلیفۂ راشد ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں خود حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے مدۃ العمر ان سے محبت واکرام کا برتاؤ کیا ہے۔ گویا ہمارے جوشیلے نوجوان ' رفض کے رد عمل کے طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جو نقائص چن چن کر جمع کرتے ہیں۔ وہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لائق توجہ تھے۔ نہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی نظر میں ' اور نہ اکابر اہلسنّت کی نظر میں۔ اب ان اشکالات کے حل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان مزعومہ نقائص کا ایک ایک کر کے جواب دیا جائے۔ یہ طریقہ طویل بھی اور پھر شفا بخش بھی نہیں۔ کیونکہ فطری بات ہے کہ جس شخص سے نفرت و عداوت کی گرہ بیٹھ جائے اس کی طرف سے خواہ کتنی ہی صفائی پیش کی جائے ' تکدر نہیں جاتا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ' حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور اکابر اہلسنّت رحمہم اللہ پر اعتماد کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا محبوب و مطاع سمجھا جائے۔ اور ان کے بارے میں جو اشکالات پیش آئیں انہیں اپنے فہم کا قصور سمجھا جائے۔ بلکہ ان اشکالات پر حتی الوسع توجہ ہی نہ کی جائے۔ اس ناکارہ کے نزدیک یہی آخر الذکر طریق پسندیدہ اور اسلم ہے۔ ان دونوں صورتوں کی مثال ایسی ہے کہ گھر کے صحن میں خس و خاشاک پڑے ہوں اور آدمی ان سے گھر کی صفائی کرنا چاہتا ہو تو ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک ایک تنکے کو اٹھا کر باہر پھینکے۔ ظاہر ہے اس میں وقت بھی زیادہ صرف ہو گا مگر پوری صفائی پھر بھی نہیں ہو گی۔ اور دوسری صورت

یہ ہے کہ جھاڑو لیکر تمام صحن کو صاف کر دے۔ اس میں وقت بھی زیادہ نہیں لگے گا اور صفائی بھی دیدہ زیب ہو جائے گی۔ پس میرے نزدیک موخرالذکر طریق ہی ایسی جھاڑو ہے جس سے شکوک وشبہات کے تمام خس وخاشاک سے سینۂ مومن کو پاک وصاف کیا جاتا ہے۔ یہ روایات جن کی بنیاد پر اشکالات کئے جارہے ہیں۔ ہمارے اکابر اہلسنّت کی نظروں سے اوجھل نہیں تھیں۔ لیکن ان کے سینۂ بے کینہ میں حضرت علی یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی جانب سے کبھی میل نہیں آیا۔ اور نہ کسی نے ان بزرگوں پر زبان طعن کھولی۔ جی چاہتا ہے کہ ہم آپ بھی بس یہی طریق اپنائیں۔

اسی ضمن میں ایک اور ضروری گزارش کرنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو جو زمانہ ملا وہ احادیث طیبہ کی اصطلاح میں "فتنہ کا دور" کہلاتا ہے۔ اور "فتنہ" کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس میں صورت حال مشتبہ ہو جاتی ہے اور کسی ایک جانب فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی اشکال پیش آیا۔ کچھ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ کچھ ان کے مقابل، کچھ غیر جانبدار، اپنے فہم واجتہاد کے مطابق جس فریق نے جس پہلو کو راجح اور اقرب الی الصواب سمجھا اسے اختیار فرمایا اور ہر فریق اپنے اجتہاد پر عند اللہ ماجور ٹھہرا۔ کیونکہ ان میں سے ہر شخص عند اللہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مکلف تھا اور ہر ایک رضائے الٰہی میں کوشاں تھا۔ جب فتنہ کا یہ غبار بیٹھ گیا تو اکابر اہلسنّت نے اس فتنہ کی تفصیلات میں غور وفکر اور کرید کرنے کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ ایک مختصر سا فیصلہ محفوظ کر دیا کہ اس دور میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ خلیفہ راشد تھے اور وہ حق پر تھے۔ باقی حضرات اپنے اپنے اجتہاد کی بنا پر معذور و ماجور ہیں...... اب ہمارے نوجوان نئے سرے سے اس دور کی تفصیلات کو کھنگال کر ان اکابر کے بارے میں "بےلاگ فیصلے" فرمانے بیٹھے ہیں۔ خود ہی انصاف کیجئے کہ جن اکابر کے سر سے یہ سارے واقعات گزرے جب وہی اس میں چکرا گئے تھے۔ اور ان کو صورت حال کا تجزیہ کر کے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا تو آج چودہ صدیوں کے بعد میں اور آپ 'کتابیں پڑھ پڑھ کر فیصلے کرنے بیٹھ جائیں تو کیا کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی توقع کی جاسکتی ہے؟ کم از کم اس ناکارہ کی نظر میں تو یہ بالکل ناممکن ہے اور اس سے سوائے فکری انتشار اور دلوں کی کجی کے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو گا۔ پھر یہ کار عبث بھی ہے۔ نہ تو قبر میں ہم سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے ایام فتنہ کے واقعات میں کیوں غور وخوض نہیں کیا تھا؟ اور نہ حشر میں ہمیں یہ زحمت دی جائے گی کہ تم ان اکابر کے درمیان فیصلہ کرو۔ اور ہر ایک کی فرد جرم (نعوذ باللہ) مرتب کرو۔ پس ایک ایسی عبث چیز جس میں بحث وتمحیص کا کوئی نتیجہ متوقع نہ ہو بلکہ اس سے دامن ایمان کے تار تار ہونے کا خطرہ لاحق ہو' اس میں وقت عزیز کو کھونا اور اپنی توانائیاں صرف کرنا کہاں تک صحیح ہو گا؟ اس لئے میرا ذوق یہ ہے اور اسی کا آپ کو بلا تکلف مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ ان چیزوں میں اپنا وقت ضائع نہ کیا جائے۔ بلکہ اہلسنّت کے عقیدہ کے مطابق تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا احترام ملحوظ رکھا

جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے دور خلافت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سرتاج سمجھا جائے اور اس سلسلہ میں اگر کوئی اشکال سامنے آئے تو اسے اپنے فہم کا قصور تصور کیا جائے۔ ان اکابرؓ کے حق میں لب کشائی نہ کی جائے...... ہاں! اگر کوئی شخص روافض و خوارج کی طرح۔ اہل سنت کی تحقیق ہی کو صحیح نہیں سمجھتا اور بزعم خود گزشتہ تمام اکابر سے بڑھ کر اپنے آپ کو محقق سمجھتا ہے۔ اس کے لئے یہ تقریر کافی نہیں۔ مگر خدا نہ کرے کہ ہم آپ یہ راستہ اختیار کریں۔ اس بے تکلف گزارش کے بعد اب میں جناب کے خط کے مندرجہ جات پر بہت اختصار کے ساتھ کچھ لکھتا ہوں۔

(۱) طلب میراث کے سلسلہ میں میں نے دو جواب دیئے تھے۔ ایک یہ کہ یہ حضرات، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے مطمئن ہو گئے تھے جس کا قرینہ یہ ہے کہ وہ خود بھی حدیث "لا نورث، ماترکناہ صدقہ" کو روایت فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک یہی توجیہ راجح ہے اور روایات کے جن الفاظ سے اس کے خلاف کا وہم ہوتا ہے وہ لائق تاویل ہیں۔ دوسرا جواب میں نے حاشیہ بخاری کے حوالے سے دیا تھا کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ حضرات، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق نہیں ہوئے تب بھی ان کے موقف میں کوئی علمی اشکال نہیں، بلکہ یہ حدیث کی توجیہ و تاویل کا اختلاف ہے۔ اور یہ محل طعن نہیں۔ قرآن و حدیث کے فہم میں مجتہدین کا اختلاف رائے کبھی محل طعن نہیں سمجھا گیا، پس حدیث کی مراد میں اگر ان حضرات کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا اور اس ضمن میں شکوہ و شکایت کی نوبت بھی آئی ہو تو یہ ان حضرات کا آپس کا معاملہ تھا۔ مجھے اور آپ کو ان میں سے کسی ایک فریق سے شکوہ و شکایت کرنے کا کیا حق ہے جبکہ وہ آپس میں شیر و شکر تھے۔

(۲) علماء اہلسنت کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ناراض ہونے کی روایت راوی کی تعبیر ہے۔ حافظؒ نے عمر بن شبہ کی روایت نقل کی ہے "فلم تکلمہ فی ذالک المال" کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس مال کے بارے میں پھر گفتگو نہیں کی۔ اس عدم تکلم کو ناراضی سمجھ لیا گیا اور پھر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور ان کو راضی کر لیا۔ پس یہ دونوں حضرات تو باہم راضی ہو گئے اور حق تعالیٰ شانہ بھی دونوں سے راضی ہو گئے۔ رضی اللہ عنہما۔ اب اگر روافض اس رضامندی کو تسلیم نہ کر کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راضی نہ ہوں یا ہم آپ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہوں تو اس سے نقصان کس کا ہو گا؟ ہمارا یا ان بزرگوں کا؟ اور اگر یہی فرض کر لیا جائے کہ وہ مرتے دم تک ناراض رہیں تو ان کی یہ ناراضی بھی للہ فی اللہ تھی۔ ان کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تاویل سے اختلاف تھا۔ گو ان کی رائے حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مرجوح ہو مگر یہ ان کا اجتہاد تھا۔ اور انہوں نے جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لئے کیا۔ ادھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی جو موقف اختیار کیا محض رضائے الٰہی کے لئے اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اختلاف رائے مخلصین کے درمیان بھی ہو سکتا ہے۔ اور ہوتا رہا ہے۔

(۳) "ان فاطمۃ ارسلت" الخ میں "ارسلت" کا لفظ بصیغہ معروف پڑھا جائے۔ یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذاتی وجاہت بھی حاصل تھی۔ مگر وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے مغلوب تھی۔ جس طرح چاند کے سامنے ستارے مغلوب ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں ان کو دوہری وجاہت حاصل تھی۔ ان کے وصال کے بعد یہ دوسری وجاہت نہیں رہی۔ اور قدرتی طور پر حضرات شیخین کی موجودگی میں ان کی طرف لوگوں کا رجوع کم تھا۔ اس سے یہ سمجھ لینا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر میں ان کی کوئی وقعت نہیں تھی غیر منطقی بات ہے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ خود چل کر ان کے در دولت پر تشریف لے جاتے ہیں تو ان کی عظمت و وجاہت کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کے بعد بھی مجھے اور آپ کو حق پہنچتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے وقعتی کریں؟

(۵) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت سقیفہ بنی ساعدہ میں اچانک ہوئی تھی اور اس سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اکابر بنو ہاشم کو شریک مشورہ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا جس کا انہیں طبعی رنج تھا۔ ان اکابر کو اس پر اعتراض نہیں تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کیوں خلیفہ بنایا گیا؟ البتہ انہیں دوستانہ شکوہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو اتنا غیر اہم کیوں سمجھ لیا گیا کہ ان سے مشورہ بھی نہ لیا جائے۔ پس ایک تو صدمہ سانحہ نبوی ؐ کی وجہ سے۔ دوسرے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرض کی وجہ سے اور تیسرے اس رنج کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر گوشہ گیر رہتے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کچھ کھنچے کھنچے سے رہتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں بھی لوگ اس کھنچاؤ کو محسوس کرتے تھے۔ مگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صدمہ، ان کے مرض اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، مشغولی کے پیش نظر لوگوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سانحۂ وصال کے بعد اس صورت حال میں تبدیلی ناگزیر تھی۔ دوسرے حضرات کی بھی خواہش تھی کہ اس کھنچاؤ کی سی کیفیت کو ختم کر دیا جائے۔ اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی یہی چاہتے تھے۔ مگر شاید وہ منتظر تھے کہ روٹھے ہوؤں کو منانے میں پہل دوسری طرف سے ہو۔ بالآخر حضرت علی

کرم اللہ وجہہ نے فیصلہ کر لیا کہ اس جمود کی سی کیفیت کو ختم کرنے میں وہ خود پہل کریں گے۔ اس کے لئے انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا' جس کی طرف سے آپ نے اشارہ کیا ہے' کم از کم اس ناکارہ کو تو اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جسے لائق اعتراض قرار دیا جائے۔ انسانی نفسیات کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ ایسے طبعی امور میں رنج و شکوہ ایک فطری بات ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا اس صورت حال کو ختم کرنے میں پہل کرنا اس ناکارہ کے نزدیک تو ان کی بہت بڑی منقبت ہے۔ اور خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو "مجبوری" کا طعنہ نہیں دیا۔ جو آپ دے رہے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ اسی روایت میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ گویا ان کے طبعی شکوہ و رنج کو قبول فرمایا۔ اس کے بعد کیا میرے' آپ کے لئے روا ہو گا کہ اس واقعہ کو بھی نعوذ باللہ ان اکابر کے جرائم و عیوب کی فہرست میں شامل کر کے ان پر لب کشائی کریں؟ نہیں! بلکہ ہمارا فرض تو یہ بتایا گیا ہے کہ ہم یہ کہیں ربنا اغفرلنا و لا خوانا الذین سبقونا بالایمان و لاتجعل فی قلوبنا غلا للذین امنو ربنا انک رؤف رحیم

(۶) جہاں تک آپ کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں ساتھ آنے سے منع کیا؟ اس کے بارے میں گزارش ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مجھ' آپ سے زیادہ جانتے تھے۔ کتب حدیث میں حضرت عمرؓ کے جو فضائل و مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی روایت سے مروی ہیں اس سلسلہ میں ان کا مطالعہ کافی ہے۔

اس موقع پر چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اپنے رنج و شکوہ کا اظہار کرنا تھا۔ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تحمل و بردباری سے واقف تھے۔ اس لئے ان کو یقین تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تو ان کے شکوہ شکایت کو سن کر تحمل و متانت سے جواب دے دیں گے۔ اور اشک شوئی فرمائیں گے۔ کوئی اور ساتھ ہوا تو ایسا نہ ہو کہ شکووں کے جواب میں وہ بھی شکوہ و شکایت کا دفتر کھول بیٹھے۔ اور نوبت تو تو میں میں تک آپہنچے۔ اس لئے انہوں نے درخواست کی کہ تنہا تشریف لایئے۔ تاکہ جن دو شخصوں کا معاملہ ہے وہ اندرون خانہ بیٹھ کر تنہا ہی نمٹالیں۔ کسی تیسرے کو مداخلت کی ضرورت نہ پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آنے سے انہوں نے منع نہیں کیا۔ بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے تنہا تشریف لانے کی درخواست کی اور ان دونوں تعبیروں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اگر بالفرض وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لانے سے منع کر دیتے تب بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں تھی۔ نہ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت اور اہمیت کا انکار لازم آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و اہمیت مسلم' لیکن جب ان سے کوئی گلہ شکوہ ہی نہیں۔ نہ کوئی جھگڑا۔ تو اگر ان کی مداخلت کو بھی قرین مصلحت نہ سمجھا گیا ہو تو مجھے آپ کو کیوں شکایت ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی تو ضرب المثل ہے۔ اس موقع پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوتے تو ممکن تھا کہ ان کے کسی شکوہ کو نادرست سمجھتے ہوئے سختی سے اس کی تردید فرماتے۔ اور گفتگو بجائے مصالحت کے مناظرہ کا پہلو اختیار کر جاتی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بلیغ اصرار کے باوجود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کا ساتھ جانا قرین مصلحت نہیں سمجھا۔ اور اسی کی نظیر سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ ہے کہ وہاں بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خود تقریر فرمانا بہتر سمجھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تقریر کی اجازت نہیں دی۔ بعض دفعہ ایک بات بالکل حق ہوتی ہے لیکن انداز بیان میں سختی آجانے سے اس کی افادیت کم ہو جاتی ہے۔ مصالحت کے مواقع میں اگر آدمی پورا تولنے بیٹھ جائے تو کبھی صلح نہیں ہو پاتی۔ بلکہ بعض اوقات معمولی بات سے بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ بہرحال اس مصالحتی موقع پر کسی تیسرے کا آنا نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرین مصلحت سمجھا۔ اور نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے۔ اس سے اگر ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے بیٹھ جائیں تو یہ ہماری خوش فہمی ہوگی کہ ان اکابر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نفرت تھی۔ یا ان کی نظر میں ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

(۷) آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "قرابت کی وجہ سے وہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے رہے ہیں"۔ یہ فقرہ شاید جناب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس تقریر سے اخذ کیا ہے جو انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کی تھی۔ اس کا پورا متن حسب ذیل ہے:

فتشھد علی بن ابی طالب ثم قال انا قد عرفنا یا ابا بکر فضیلتک و ما اعطاک اللہ و لم ننفس علیک خیرا ساقہ اللہ الیک ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا لقرابتنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فلم یزل یکلم ابابکر حتی فاضت عینا ابی بکر (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا کہ اے ابو بکر! ہم آپ کی فضیلت کے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس کے معترف ہیں۔ اور اس خیر پر ہمیں کوئی رشک و حسد نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حوالے کر دی ہے۔ لیکن ہمیں شکوہ ہے کہ آپ نے معاملہ ہم سے بالا بالا طے کر لیا جب کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی بناء پر ہم بھی اس معاملہ میں کچھ حق رکھتے ہیں۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آنسو بہ

نکلے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اس خطبہ میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا یہ مفہوم ہو کہ وہ خلافت کو صرف اپنا حق سمجھتے ہیں بلکہ اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ ہمارا خیال تھا کہ یہ معاملہ ہمارے بغیر طے نہیں ہو گا۔ قرابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس سلسلہ میں ہم سے مشورہ ضرور لیا جائے گا۔ لیکن آپ حضرات نے معاملہ بالا بالا ہی طے فرما لیا اور ہمیں حق رائے دہی کا موقع ہی نہیں دیا۔ چنانچہ امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

و کان سبب العتب انہ مع وجاھتہ و فضیلتہ فی نفسہ فی کل شی و قربہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم و غیر ذالک رای انہ لا یستبد بامر الا بمشورتہ و حضورہ و کان عذر ابی بکر و عمر و سائر الصحابۃ واضحا لانھم راوا المبادرۃ بالبیعۃ من اعظم مصالح المسلمین و خافوا من تاخیرھا حصول خلاف و نزاع تترتب علیہ مفاسد عظیمۃ الخ (شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رنج و شکوہ کا سبب یہ تھا کہ اپنی ذاتی وجاہت اور ہر معاملہ میں اپنی فضیلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت اور دیگر امور کی بناء پر یہ سمجھتے تھے کہ امر خلافت ان کے مشورہ و حاضری کے بغیر طے نہیں ہو گا۔ ادھر حضرت ابو بکر و عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عذر واضح ہے کہ انہوں نے بیعت کے معاملہ میں جلدی کو مسلمانوں کی سب سے بڑی مصلحت سمجھا۔ اور اس کی تاخیر میں خلاف و نزاع کے اٹھ کھڑے ہونے کا اندیشہ کیا۔ جس پر مفاسد عظیمہ مرتب ہو سکتے تھے۔

الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تقریر میں جس حق کو ذکر فرما رہے ہیں اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ اپنے تئیں خلافت کا ابو بکرؓ سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس حق سے مراد حق رائے دہی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ اپنی حیثیت و مرتبہ کے پیش نظر وہ امر خلافت میں رائے دہی کے سب سے زیادہ مستحق تھے اور ان کا یہ شکوہ اپنی جگہ درست اور بجا تھا کہ ان سے کیوں مشورہ نہیں لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس شکوہ کی تردید نہیں فرمائی۔ بلکہ اپنا عذر پیش کیا...... بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فقرہ سے استحقاق خلافت کا دعویٰ یا تو روافض نے سمجھا اور اس کی بنیاد پر حضرات شیخین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو نشانہ طعن بنایا۔ یا پھر آنجناب نے اسی نظریہ کو لے کر الٹا استعمال کیا۔ اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عیوب میں شامل کر لیا۔ اہلسنت اس فقرے کا وہی مطلب سمجھتے ہیں جو اوپر امام نووی کی عبارت میں گزر چکا ہے۔

(۸) جناب کا فقرہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ:

"کیا اس مقصد کے حصول کے لئے "جنگ صفین" برپا نہیں کی گئی؟ عراقی اور عجمی جو کہ شیعان علی کہلائے شامیوں اور عربوں سے کس لئے دست و گریباں کئے گئے؟ وہ بھی ایسے وقت میں جب کہ حضرت امیر معاویہؓ کو رومیوں سے جنگ درپیش تھی...... "

اہل حق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے دور خلافت میں خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد سمجھا ہے۔ اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات کی بناپر اہلسنّت کے عقائد میں داخل ہے' اس لئے ہمیشہ حضرات اہلسنّت نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عذر کو واضح کیا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بالمقابل صف آراء ہوئے...... لیکن جناب کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ نعوذباللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ جائر تھے جنھوں نے ہوس اقتدار کی خاطر ہزاروں مسلمانوں کو کٹوا دیا۔ گویا جناب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے بھی انکار ہے۔ جس کی آگے چل کر جناب نے یہ کہہ کر قریب قریب تصریح کر دی ہے کہ:

"جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے ان صاحب نے اور تاریخ الاسلام کے مؤلف نجیب خیر آبادی نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ تینوں کی خلافت کے حالات تحریر کرنے کے بعد باب اس عنوان سے قائم کیا ہے۔ "حضرت علیؓ بحیثیت گورنر کوفہ"

اگر جناب اہلسنّت کے عقیدہ کے علی الرغم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ راشد ہی تسلیم نہیں کرتے تو مجھے جنگ صفین وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ خود اسی مسئلہ پر گفتگو ہونی چاہئے کہ اہل سنت کا عقیدہ و نظریہ صحیح ہے یا نعوذ باللہ غلط؟ لیکن اگر آپ اہلسنّت کے عقائد و نظریات کو برحق سمجھتے ہیں اور ان کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ راشد جانتے ہیں تو آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ خلیفہ راشد کو بغاوت رونما ہونے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے تھا۔

جہاں تک عراقیوں اور عجمیوں کو شامیوں اور عربوں سے دست و گریباں کرانے کا تعلق ہے۔ یہ عراقی و شامی اور عربی و عجمی کی تفریق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذہن میں نہیں تھی۔ ان کے سامنے صرف مطیع و غیر مطیع کا سوال تھا۔ خواہ کوئی ہو۔ انہیں نہ شامیوں کے شامی اور عربوں کے عرب ہونے کی وجہ سے ان سے کوئی پرخاش تھی۔ اور نہ عراقیوں اور عجمیوں سے محض ان کے عراقی یا عجمی ہونے کی بناپر کوئی انس تھا۔ یہ تفریق ہی "عصبیت جاہلیت" ہے۔ جو میرے آپ کے ذہن میں تو آسکتی ہے' لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دامن ذہن ان داغ دھبوں سے آلودہ نہیں تھا۔ وہ واقعتاً خلیفہ راشد تھے۔ ان کی

حمایت میں صحابہؓ بھی تھے اور تابعین بھی۔ عرب بھی تھے اور عجمی بھی۔ "شیعان علی" کی اصطلاح ان کے زمانہ کی نہیں تھی، بلکہ بعد کی پیداوار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ جاکر وہاں کی گورنری کا منصب نہیں سنبھالا تھا۔ بلکہ مدینہ طیبہ سے خلیفہ بن کر گئے تھے۔ اور مہاجرین وانصار نے ان سے بیعت خلافت کی تھی۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن چھ اکابر کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ ان میں صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہی کا نام باقی رہ گیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ خود بخود مستحق خلافت رہ گئے تھے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے نامزد کردہ خلیفہ تھے۔

۹۔ آپ نے یہ شبہ بھی کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کیوں نہیں لیا۔ اور آپ نے ان کو مغفل ثابت کرنے کے لئے خاصا زور قلم صرف کیا ہے۔ یہ شبہ آج کل بہت سے عنوانات سے بار بار دہرایا جاتا ہے۔ مجھے صفائی سے یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ ایک عرصہ تک میں خود بھی اس وسوسہ کا مریض رہا ہوں۔ مگر بحمد اللہ! یہ وسوسہ محض وسوسے کی حد تک رہا۔ میں نے کبھی اس وسوسہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر نکتہ چینی کا ذریعہ نہیں بنایا اور نہ اس کی وجہ سے حضرت موصوف سے محبت و عقیدت میں رتی برابر کوئی فرق آیا۔ بلکہ جب بھی ایسا وسوسہ آیا فوراً یہ خیال آتا رہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنھوں نے تیئیس برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، جنھیں لسان نبوت نے۔ "یحب اللہ و رسولہ ویحبہ اللہ و رسولہ" (صحیح بخاری و مسلم ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶) کا اعلیٰ ترین تمغہ مرحمت فرمایا...... جنھیں پیچیدہ ترین مسائل میں صحیح فیصلہ کرنے کی سند "اقضاھم علی" (ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶) کہہ کر عطا فرمائی اور...... اللھم ادر الحق معہ حیث دار ...... (ترمذی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۷) کی دعا دے کر حق کو ان کے ساتھ اور ان کو حق کے ساتھ دائر و سائر کردیا' وہ علم و دانش' دیانت و امانت' طہارت و تقویٰ اور مقاصد شریعت کے فہم و بصیرت میں مجھ نالائق و بدکار سے تو بہرحال فائق ہی تھے۔

(واقعہ یہ ہے کہ یہ ناکارہ اب تو اس خیال کو بھی گستاخی اور سوءِ ادب سمجھتا ہے اور اس پر سو بار استغفار کرتا ہے کہاں حضرت علیؓ اور کہاں مجھ ایسے ٹٹپونجیے۔ ع "چہ نسبت خاک را با عالم پاک")

پس انہوں نے وفور علم و تقویٰ کمال خشیت و انابت اور خدا اور رسول سے محبت و محبوبیت کے باوصف جو کچھ کیا وہ عین تقاضائے شریعت و تقویٰ ہوگا۔ اور اگر ان کا موقف مجھ نالائق کو سمجھ میں نہ آئے تو ان پر اعتراض کا موجب نہیں بلکہ اپنی بدفہمی لائق ماتم ہے۔ الغرض اس وسوسہ کو ہمیشہ اپنی نالائقی و کم فہمی پر محمول کیا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دستگیری فرمائی اور اس وسوسے سے

نجات دلائی۔ فلله الحمد و له الشکر

اس شبہ کا حل یہ ہے کہ جن لوگوں نے خلیفۂ مظلوم حضرت عثمان شہید رضی اللہ عنہ وارضاہ کے خلاف یورش کی اور آپ کے مکان کا محاصرہ کیا۔ فقہ اسلامی کی رو سے ان کی حیثیت باغی کی تھی۔ پھر ان کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ لوگ جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے اپنی دنیا و عاقبت برباد کی۔ اور دوسرے وہ لوگ جن کا عمل صرف محاصرے تک محدود رہا۔ اول الذکر فریق میں چھ نام ذکر کئے جاتے ہیں۔ (۱) محمد بن ابی بکرؓ (۲) عمرو بن حمقؓ (۳) کنانہ بن بشیر (۴) غافقی (۵) سودان بن حمران (۶) کلثوم بن تجیب، مگر قاتلین عثمانؓ میں اول الذکر دونوں صاحبوں کا نام لینا قطعاً غلط ہے کیونکہ محمد بن ابی بکرؓ کے بارے میں تو تصریح موجود ہے کہ جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا اور حضرتؓ نے یہ فرمایا کہ "بھتیجے! اگر تمہارے والد زندہ ہوتے اور وہ اس حرکت کو دیکھتے تو پسند نہ کرتے"۔ تو یہ شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے' اس کے بعد نہ صرف یہ کہ خود قتل میں شریک نہیں ہوئے' بلکہ دوسروں کو بھی روکنے کی کوشش کی اور حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور علمائے اہلسنّت نے تصریح کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی اس گناہ میں شریک نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن ابی بکرؓ اور عمرو بن حمقؓ کو قاتلین عثمانؓ کی فہرست میں ذکر کرنا صحیح نہیں...... رہے باقی چار اشخاص! ان میں سے موخر الذکر دونوں شخص موقع ہی پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلاموں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اب صرف دو شخص رہ گئے۔ کنانہ بن بشیر اور غافقی...... یہ دونوں موقع سے فرار ہو گئے۔ بعد میں یہ بھی مارے گئے۔ اس طرح قاتلین عثمانؓ میں سے کوئی شخص ہلاکت سے نہیں بچا۔ رہا وہ فریق جس کا عمل محاصرے تک محدود رہا۔ اور انہوں نے خون عثمانؓ سے ہاتھ رنگین نہیں کئے۔ ان کی حیثیت باغی کی تھی۔ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی آخری لمحہ تک ان کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے نئے خلیفہ کی اطاعت کر لی۔ انقیاد و اطاعت کے بعد محض بغاوت کے جرم میں کسی کو قتل کرنے کا کوئی شرعی جواز نہیں۔ البحر الرائق (جلد ۵ صفحہ ۱۵۳) میں ہے:

وفی المحیط قال الباغی تبت والقی السلاح کف عنه لان توبة الباغی بمنزلة الاسلام من الحربی فی افادة العصمة والحرمة

اور محیط میں ہے جب باغی کہے کہ میں توبہ کرتا ہوں اور ہتھیار ڈال دے تو اس سے ہاتھ روک لیا جائے گا۔ کیونکہ جس طرح حربی کافر اسلام لانے کے بعد معصوم الدم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح باغی کے توبہ کرنے کے بعد اس کی جان و مال محفوظ ہو جاتے

ہیں۔

پس اطاعت وانقیاد کے بعد اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان باغیوں سے تعرض نہیں کیا تو یہ قواعد شرعیہ کے عین مطابق تھا۔

(یاد رہے کہ یہاں صرف حضرت علیؓ کے موقف کی وضاحت کر رہا ہوں۔ جو اکابر صحابہؓ قصاص کا مطالبہ فرماتے تھے۔ وہ بھی اپنے علم واجتہاد اور فہم وبصیرت کے مطابق اپنے موقف کو بر حق سمجھتے تھے۔ اور وہ عند اللہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کے مکلف تھے۔ ان کے موقف کی وضاحت کا یہ موقع نہیں۔)

اور ان پر ہماری نکتہ چینی دراصل باغیوں کے احکام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

اور جناب کا یہ فقرہ کہ: "وقتی ذہول اور اجتہادی غلطی آخر کہاں کہاں تک اور کب تک ساتھ دے گی" اس موقع پر قطعاً بے محل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں نہ کوئی ذہول ہوا اور نہ انہوں نے یہاں کوئی اجتہادی غلطی کی۔ بلکہ پوری بیدار مغزی کے ساتھ اس پیچیدہ ترین مسئلہ میں ٹھیک منشائے شریعت کی تعمیل کی۔

۱۰۔ جناب نے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا ملنے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عدم تدبر کی دلیل قرار دیا ہے۔ اور اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ جو شخص اپنے سگے بھائی کو اپنے موقف کا قائل نہ کر سکے اس کی بے تدبیری کا کیا ٹھکانا ہے...... جناب نے یہ لطیفہ سنا ہوگا کہ ایک صاحب (مجھے نام میں تردد ہے کتاب اس وقت سامنے نہیں۔)

کھانا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر کھاتے تھے اور نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھتے تھے۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا "کھانا ان کا لذیذ ہوتا ہے۔ اور نماز ان کی" واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کے معاملے میں بہت ہی محتاط تھے۔ ان کے ہاں داد ودہش کی کوئی مد نہیں تھی۔ جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں خاصے فراخ دل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ زہد وتقویٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر تھے۔ اور ان کے بلند ترین معیار پر پورا اترنا کسی اور کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لئے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کا اپنے ماں جائے کو چھوڑ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جانا حضرت علی رضی اللہ عنہ........ کے فضائل ومناقب میں شمار کیے جانے کی چیز ہے کہ ان کے اعلیٰ ترین معیار تقویٰ کا ساتھ دینے سے ان کے سگے بھائی بھی قاصر تھے۔ لیکن کیا کیجئے جس شخصیت سے الفت ومحبت کا رشتہ نہ رہے اس کے محاسن بھی عیوب نظر آیا کرتے ہیں۔ عربی شاعر نے صحیح کہا ہے:

وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ
ولکن عین السخط تبدی المساویا

۱۱- اموی اور عباسی دور میں وقتاً فوقتاً جو علوی و عباسی خروج ہوتے رہے جناب نے ان کو بھی "عیوب علی" کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ ان "خروجوں" کا منشا کیا تھا؟ ان میں سے کونسے حق بجانب تھے اور کونسے ناحق؟ اور یہ کہ اس وقت کے اکابر امت نے ان خروجوں کے بارے میں کیا اظہار خیال فرمایا؟ میں آپ سے یہ دریافت کرنے کی گستاخی کروں گا کہ آپ نے ان خروجوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مرتب کردہ "فرد جرم" میں کیسے شامل فرمالیا؟ کیا بعد کے لوگوں کے قول و فعل کی' اگر وہ ناحق ہوں' ذمہ داری بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی پر عائد ہوتی ہے؟ اگر کسی شخصیت کی طرف سے ہمارے دل میں خدانخواستہ میل ہے تو کیا ناکردہ گناہوں کو بھی اس کے کھاتے میں ڈال دینا چاہئے؟

۱۲- آنجناب لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ شاہ ولی اللہؒ نے ازالتہ الخفا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب بے شمار بیان کئے ہیں۔ حالانکہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے دور خلافت میں اسلام کو جو فروغ حاصل ہوا' طرز حکومت' معاشرت غرضیکہ ہر چیز کی تفصیل ہے۔ جو انہوں نے لکھی ہے..... کہ اس کے علاوہ اور لکھ بھی کیا سکتے تھے؟ پھر شاہ ولی اللہؒ کا ماخذ زیادہ تر ریاض النضرۃ للمحب الطبریؒ رہا۔ جہاں نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایتیں مذکور ہیں۔"

یہ ناکارہ کند ذہن جناب کے اس فقرے کا مدعا سمجھنے سے قاصر ہے۔ شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرات خلفائے ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کے دور تو خدمات اسلامیہ سے بھرپور ہیں' مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خانہ خدمات سے یکسر خالی ہے۔ ان کے پلے فضائل و مناقب کے سوا کچھ نہیں' اور ان کے فضائل و مناقب کی روایتیں بھی چونکہ بیشتر محب طبری سے نقل کی گئی ہیں اس لئے وہ من گھڑت اور ناقابل اعتبار حد تک ضعیف ہیں۔ گویا ان کے مناقب کی گاڑی بھی موضوع و منکر روایتوں ہی سے چلتی ہے۔ ورنہ وہ اس میدان میں بھی قریباً صفر ہیں..... جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمات کا تعلق ہے (ان خدمات سے قطع نظر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دور مسعود میں ان سے ظہور پذیر ہوئیں) ان کے زمانہ خلافت کی خدمات بھی امت کے لئے مایۂ صد سعادت ہیں۔ البتہ زمانے کے الوان مختلف ہونے کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمات کا رنگ اور ہے۔ حضرات عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی خدمات کا اور' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمات کا اور..... ان امور کی تفصیل کے لئے حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے رسالہ "انتباہ المؤمنین" کا مطالعہ مفید ہو گا۔ جس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم میں

سے ہر ایک میں وہ خصوصیات ودیعت فرمائی تھیں جن کی ان کے دور خلافت میں ضرورت تھی.....اس ناکارہ کا احساس یہ ہے۔ اور انشاءاللہ یہ احساس غلط نہ ہوگا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملتا تو ان سے وہی کچھ ظہور پذیر ہوتا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہوا۔ اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا جاتا تو وہ وہی کرتے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔ فتنوں کے پر آشوب زمانے میں انہوں نے جس استقامت کا مظاہرہ کیا۔ اور قدم قدم پر مشکلات اور کانٹوں کے باوجود جادۂ شریعت پر جس طرح مضبوطی کے ساتھ گامزن رہے' بعد کا کوئی شخص اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ ان کاوہ کمال ہے جو ہزار خوبیوں پر بھاری ہے۔ پھر اہل فتنہ سے کیا معاملہ کیا جانا چاہئے؟ یہ علم صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ امت کو حاصل ہوا۔ بلاشبہ ان کی خدمات فتنوں کے گرد وغبار میں دب کر رہ گئی ہیں۔ اس لئے ظاہر بینوں کو وہ نظر نہیں آتیں۔ لیکن یہ بھی اپنی بصیرت کا قصور ہے' نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔ قاضی ابو بکر ابن العربی کا وہ فقرہ پھر دیکھ لیا جائے جسے اس سلسلہ میں پہلے نقل کر چکا ہوں۔

اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان کے پاس صرف "بے شمار فضائل ومناقب" ہیں اور بس۔ تب بھی میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ "خدمات" سے مقصد قرب عنداللہ کے سوا کیا ہے؟ اور جب ان کا مقرب بارگاہ الٰہی ہونا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں تو آپ خدمات کو دیکھیں گے۔ یا ان کے اعلیٰ ترین مدارج قرب ورضا کو' جو نص نبویؐ سے ثابت ہیں؟ الغرض جب خدمات کا مقصد ومدعا اور غرض وغایت ان کو حاصل ہے تو آپ خدمات کی تلاش کی فکر میں کیوں پڑتے ہیں؟

رہا آپ کا یہ ارشاد کہ مناقب کی روایات جو ازالۃ الخفاء میں ذکر کی گئی ہیں۔ موضوع یا ضعیف ہیں۔ اول تو یہ بات خود حضرت شاہ صاحبؒ کی تصریح کے خلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"بالجملہ ما از ایراد احادیث موضوعہ و احادیث شدیدۃ الضعف کہ بکار متابعات وشواہد نمی آید تحاشی داریم وآنچہ در مرتبۂ صحت وحسن است یا ضعف متحمل دارد آں را روایت کنیم" (جلد ۲ صفحہ ۲۶۰)	ہم موضوع احادیث اور ایسی شدید ضعیف احادیث' جو متابعات و شواہد کے کام نہیں آتیں' ان کے ذکر کرنے سے پرہیز کریں گے۔ اور جو صحت وحسن کے مرتبہ میں ہیں یا قابل تحمل ضعف رکھتی ہیں ان کو روایت کریں گے۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے "من المتواتر" کہہ کر متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔ اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو مناقب علیؓ کے لئے ہمیں محب طبری کی الریاض النضرہ پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں۔ صحاح ستہ اور دیگر مسانید ومعاجم میں جو روایات منقول ہیں ان میں صحیح، حسن اور مقبول

احادیث بھی کچھ کم نہیں۔ بشرطیکہ ہمارا دل اس پر راضی بھی ہو۔ اور احادیث کے علاوہ...... صحابہ کرام کے عموماً اور حضرات مہاجرین و انصار کے خصوصاً جو فضائل قرآن کریم میں مذکور ہیں' کیا آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں؟ پھر جس شخص کے فضائل و مناقب خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہوں اس پر خردہ گیری کیوں کر روا ہو سکتی ہے؟

۱۳۔ جناب نے دریافت فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسب معاش پر کیوں توجہ نہیں دی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس طرف راغب فرمایا ہے...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فقر و افلاس کے طعنے دینا بھی آج کل کچھ لوگوں کا لذیذ مشغلہ ہے۔ جناب کا یہ سوال بھی غالباً انہی اصحاب سے تاثر کا نتیجہ ہے۔ اس پر تفصیل سے لکھنے کی ضرورت تھی۔ مگر فرصت اس کی متحمل نہیں۔ مختصر یہ کہ کسب معاش ہر ایک کے لئے یکساں حکم نہیں رکھتا۔ کسی کے لئے ضروری ہے' اور کسی کے لئے غیر ضروری۔ اس کے لئے مراتب و درجات کی تفصیل امام غزالیؒ اور دیگر اکابر کی تصنیفات میں مل جائے گی۔ جو حضرات دینی خدمات کے لئے وقف ہوں اور کسب معاش میں مشغول ہونے سے ان خدمات میں حرج ہوتا ہو ان کا کسب معاش میں مشغول ہونا صحیح نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے کہ ۲-۲ مہینے تک گھر میں چولہا گرم نہیں ہوتا تھا۔ اس کے باوجود منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب معاش کا کوئی شغل اختیار نہیں فرمایا۔ اب اگر کوئی شخص آپ کا پورا فقرہ نقل کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بجائے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھ دے اور جناب سے یہی سوال کر ڈالے جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا ہے تو فرمایئے آپ کا جواب کیا ہو گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب...... بقول آپ کے...... امت کو کسب معاش کی طرف راغب فرماتے تھے تو خود کونسا کسب فرماتے تھے؟ اور اسی سوال میں اگر جناب کا یہ فقرہ بھی نقل کر دیا جائے کہ "جو شخص ایک بیوی کی بھی کفالت نہ کر سکتا ہو۔ اور خود اپنی کفالت نہ کر سکے تو اسے بھی اجازت ہے کہ نکاح پر نکاح کرتا چلا جائے؟" تو سوچئے کہ معاملہ کتنا نازک اور سنگین ہو جائے گا۔ خصوصاً جب یہ بھی پیش نظر رہے کہ امہات المومنین کے نان و نفقہ کے مطالبہ کا واقعہ نہ صرف صحیح احادیث میں بلکہ قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔

کسب معاش تو اپنی یا اپنے عیال کی ضرورت...... کی بنا پر ایک مجبوری ہے۔ نہ کہ بذات خود کوئی کمال۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اگر کچھ نہیں کماتے تھے تو وہ خود یا ان کے اہل خانہ کسی کے دروازے پر بھیک مانگنے تو نہیں گئے تھے کہ انہیں نہ کمانے کا طعنہ دیا جائے؟ اور اگر وہ اپنے فقر و فاقہ' زہد و قناعت اور تبتل عن الدنیا کے باوجود' بقول آپ کے نکاح پر نکاح کئے چلے جاتے تھے تو لوگ انہیں لڑکیاں بر لڑکیاں نہ دیتے؟ کیسی عجیب بات ہے کہ فقر و فاقہ اور زہد و قناعت کی صفت' جو بھلے زمانوں میں مایہ صد فخر سمجھی جاتی

تھی اور جسے اعلیٰ ترین فضیلت تصور کیا جاتا تھا آج اسی پر طعنہ زنی ہو رہی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بقول آپ کے "یہودی کے باغ کو پانی دینے یا گھاس کاٹنے کے سوا کوئی ہنر نہیں آتا تھا" تو اس کے لئے مجھے اور آپ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی فکر اگر ہوتی تو اس مقدس ہستی کو ہوتی، جس نے اپنی چہیتی بیٹی "خاتون جنت" ان کو بیاہ دی (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا)، کتنی عجیب بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسب معاش کی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت ہے، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو، لیکن آج حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ طعن بھی کیا جارہا ہے کہ وہ کچھ کماتے نہیں تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۴۔ آنجناب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابوجہل کی بیٹی سے ارادۂ نکاح کے واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ "آگے فاطمہؓ ہی کو نہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کی بیٹی سے نکاح فرمانے کا ارادہ کرتے ہیں۔" حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو اذیت دینے کا قصد کیا۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، انہوں نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ ضرور کیا تھا۔ لیکن یہ بات ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھی کہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری خاطر کی موجب ہو سکتی ہے۔ ورنہ اس نکاح کا انہیں وسوسہ بھی نہ آتا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا تو انہوں نے اپنا ارادہ فوراً ترک کر دیا۔ اگر وہ یہ نکاح کرتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور ان کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی لیکن نہ انہوں نے نکاح کیا اور نہ ان حضرات کو اذیت ہوئی۔ بلکہ ان کے ارادہ ملتوی کر دینے پر ان حضرات کو یقیناً مسرت ہوئی ہوگی۔ لیکن آنجناب ان پر یہ الزام دھرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی اور الزام بھی ایسا سنگین جس پر قرآن کریم میں لعنت آئی ہے، آپ کچھ تو انصاف کیجئے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہوتی تو وہ "رجل یحب اللہ و رسولہ ویحبہ اللہ و رسولہ" اور "رضی اللہ عنہ" کی بشارتوں سے سرفراز ہوتے یا "ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والأخرۃ واعد لھم عذابا مھینا" (الاحزاب: ۵۷) کے زمرے میں آتے؟

جناب نے مقطع سخن پر اذیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات چھیڑی ہے تو یہ ناکارہ بھی جناب سے ایک بات پوچھنے کی جرأت کرتا ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جو تعلق تھا وہ بھی آپ کو معلوم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کے "بیشمار مناقب" بیان فرمائے ہیں وہ بھی جناب کے سامنے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین شخصیت کے نقائص و عیوب تلاش کرنا۔ اس کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرنا۔ اس کی

تحقیر کے پہلو کرید کرید کر نکالنا۔ اس سے خود نفرت رکھنا اور دوسروں کو متنفر کرنے کی کوشش کرنا کیا ان ساری باتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہیں ہوتی ہوگی؟ اب جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عیوب اچھال رہے ہیں کیا ان کا یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں لائق ستائش ہے اور کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب عزیز کی تنقیص کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا ہی کے مرتکب اور دنیا و آخرت میں خسران عظیم کے مستوجب نہیں؟ روافض خذلھم اللہ سے ہمیں یہی تو شکایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں کی تنقیص کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں۔ اگر یہی کام ہم بھی کرنے لگیں تو ان میں اور ہم میں کتنا فاصلہ رہ جاتا ہے؟ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اس بلا سے محفوظ رکھے۔ والسلام

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شادی

س...... کیا حضرت بلالؓ کی شادی ان کے وصال سے چند روز قبل ہوئی اور وہ بھی غیبی اشارہ پر۔ کیا حضرت بلالؓ کی عمر منجانب اللہ ۴۰ سال بڑھائی گئی تھی۔؟

ج...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یمن میں شادی کی تھی۔ یہ معلوم نہیں کہ وفات سے کتنا عرصہ پہلے کی تھی۔ نہ غیبی اشارے کا علم ہے اور چالیس سال عمر بڑھائے جانے کی بات غلط ہے ان کی عمر ساٹھ برس سے کچھ زیادہ ہوئی ہے اور ۱۸ ھ یا ۱۹ ھ یا ۲۰ ھ میں انکا انتقال ہوا۔

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے بدگمانی کرنا

س...... ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سے لوگ بدگمانیاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صحابی نہیں تھے ان کے بارے میں وضاحت فرمائیں، نیز حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کے علاوہ کسی اور کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لگایا جا سکتا ہے یا نہیں۔

ج...... حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ صحابی تھے ان کے حق میں یہ بدگمانی غلط ہے۔

"رضی اللہ عنہ" صحابہ کے لئے ہے۔ دوسروں کو نہیں کہنا چاہئے۔ اگرچہ لغوی معنی کے لحاظ سے دعا ہے اور اسی بنا پر تابعین وائمہ دین کے لئے بھی یہ صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت ابو سفیانؓ کا نام کس طرح لکھا جائے

س...... کورس میں جو دینیات پڑھائی جاتی ہے۔ اس کتاب میں کہیں بھی اگر صحابہؓ کے اس دور کا واقعہ آتا ہے جب وہ مشرف بہ اسلام نہیں تھے تو وہاں پر لکھا رہتا ہے کہ فلاں صحابیؓ (جب وہ ایمان نہیں

لائے تھے) لیکن جب کبھی بات ابو سفیان کی ہو رہی ہو تو وہاں صرف ابو سفیان لکھا ہوتا ہے۔ حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں لکھا جاتا (جبکہ وہ مسلمان ہو گئے تھے) اس کی کیا وجہ ہے۔ کیا یہ مصنفین کی غلطی ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔

ج..... یہ غلطی ہے ان کا اسم گرامی بھی ادب و تعظیم کے ساتھ لکھنا چاہئے اسلام سے پہلے کی غلطیاں معاف ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

س..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی لڑکی سیدہ فاطمہؓ تھیں۔ جبکہ میں نے پڑھا ہے کہ آپ کی چار لڑکیاں تھیں اور لڑکا ابراہیم تھا جو مدینہ منورہ میں وفات پا گئے لڑکیوں میں سیدہ فاطمہؓ کا نکاح شیر خدا حضرت علیؓ سے ہوا جبکہ سیدہ رقیہؓ سیدہ زینبؓ کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا چوتھی لڑکی کا علم نہیں آپ یہ بتائیں کہ یہ چاروں کس کے بطن سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور نکاح کن سے ہوا اور وفات کہاں پائی۔ اور اگر انکے بطن سے کوئی اور اولاد ہوئی ہو تو وہ بھی بتا دیں۔ کیا ان میں سے کسی کا نکاح عرش معلی پر باندھا گیا تھا یا نہیں جواب سے مطلع فرمائیں۔

ج..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تو چار تھیں، سب سے بڑی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا انکا نکاح حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ سے ہوا، اور ان سے چھوٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان سے چھوٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ ان دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا اس بنا پر ان کا لقب ذو النورین ہے سب سے چھوٹی سیدہ فاطمہ زہرا خاتون جنت ہیں رضی اللہ عنہا۔ ان کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔

صاحبزادوں کی تعداد میں اختلاف ہے بعض نے پانچ لکھے ہیں قاسم، عبداللہ، طیب، طاہر، ابراہیم رضی اللہ عنہم۔ اول الذکر چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ کی حرم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ طیب و طاہر حضرت عبداللہ ہی کے لقب ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

عمر بکر زید فرضی ناموں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے ادبی نہیں ہوتی

س..... زید ایک اسکول کا ہیڈ ماسٹر ہے۔ اس سوال میں "زید" کا لفظ ایک فرضی نام کے بطور لکھا گیا ہے اس کے علاوہ بھی اردو زبان میں زید، عمر، بکر کے الفاظ فرضی ناموں کی جگہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جناب

مولانا صاحب آپ مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں کہ یہ نہایت ہی جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے نام نامی ہیں اس لئے ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے عزت و احترام کی خاطر ان اسماء کو فرضی نام کے طور پر استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

ج...... اچھی تجویز ہے لیکن ان فرضوں ناموں کو استعمال کرتے ہوئے کبھی کسی کا ذہن اکابر کی طرف نہیں جاتا۔ اس لئے بے ادبی کا نظریہ غلط ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر

س...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی عمر تھی جب ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس دنیا سے رخصت ہوئیں؟

ج...... پچاس برس۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کب شادی کی۔

س. کیا ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیات تھیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین مریم اسلام حبیبۂ حبیب خدا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی فرمائی تھی۔

ج...... حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد۔

کیا سیدہ زینبؓ کا شوہر مسلمان تھا

س...... سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جس سے نکاح ہوا تھا کیا وہ مسلمان تھا؟

ج...... حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد حضرت ابو العاص بن ربیعؓ سے ہوا تھا' عقد کے وقت تو وہ مسلمان نہیں تھے (اس وقت غیر مسلموں سے عقد کی ممانعت نہیں آئی تھی) جنگ بدر کے بعد وہ مسلمان ہو کر مدینہ ہجرت کر آئے تھے۔

حضرت ام ہانی کون تھیں

س...... ام ہانی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا رشتہ تھا۔ ام ہانی جن کے گھر سے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم معراج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ام ہانی کا نسب نامہ کیا ہے جواب تفصیل سے دیں۔
ج..... ام ہانی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے بارے میں مسلک اہل سنت

حضرت حسینؓ اور یزید کی حیثیت

س..... مسلمانوں میں واقعہ کربلا کے حوالے سے بہت سے غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ کچھ لوگ جو یزید کی خلافت کو صحیح مانتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں۔ جبکہ یزید کو امیر المومنین کہتے ہیں۔ از راہ کرم یہ فرمایئے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی کہنے والوں کے لئے کیا حکم ہے۔ یزید کو امیر المومنین کہنا کہاں تک درست ہے؟

ج..... اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے۔ ان کے مقابلے میں یزید حق پر نہیں تھا۔ اس لئے یزید کو امیر المومنین نہیں کہا جائے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "باغی" کہنے والے اہل سنت کے عقیدہ سے باغی ہیں۔

صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں" (ترمذی)

جو لوگ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعوذ باللہ "باغی" کہتے ہیں وہ کس منہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت و سیادت میں جنت میں جائیں گے۔

کیا یزید کو پلید کہنا جائز ہے

س..... مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ ایک مشہور حدیث بسلسلۂ فتح قسطنطنیہ ہے کہ جو پہلا دستہ فوج کا قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو گا۔ ان لوگوں کی مغفرت ہوگی۔ یزید بھی اس دستہ میں شریک تھا۔ اس لئے اس کی مغفرت ہوگی۔ ایسی صورت میں "یزید پلید" کہنا مناسب ہے؟ لوگ کتابوں میں یزید کو اکثر اس نام سے یاد کرتے ہیں۔

دوسرے کون جانتا ہے کہ یزید نے مرنے سے پہلے توبہ کرلی ہو۔ اللہ بہتر جانتا ہے جب تک اس کا یقین نہ ہو جائے کہ فلاں کی موت کفر پر ہوئی اس کو کافر کہنا یا اس کو لعنت کرنا صحیح ہو گا یا نہیں؟

ج..... یزید کو پلید اس کے کارناموں کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ حضرت حسینؓ کی شہادت، اہل مدینہ

کا قتل عام اور کعبہ شریف پر سنگ باری اس کے ۴ سالہ دور کے سیاہ کارنامے ہیں۔ یہ کہنا کہ ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔ لہٰذا اس کی کوئی ذمہ داری یزید پر عائد نہیں ہوتی بالکل غلط ہے۔ ابن زیاد کو حضرت حسینؓ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہی تو کوفہ کا گورنر بنایا گیا تھا۔ جہاں تک حدیث شریف میں مغفرت کی بشارت کا تعلق ہے وہ بالکل صحیح ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یزید کے غلط کاموں کو بھی صحیح کہا جائے۔ مغفرت گناہگاروں کی ہوتی ہے اس لئے مغفرت اور گناہ میں کوئی تعارض نہیں۔ ہاں 'یزید کے کفر کا فتویٰ دینا اس پر مبنی ہے کہ اس کے خاتمہ کا قطعی علم ہو' وہ ہے نہیں۔ اس لئے کفر کا فتویٰ اس پر ہم بھی نہیں دیتے۔ گو یزید کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے اس کو بہت سے حضرات نے مستحق لعنت قرار دیا ہے۔ مگر اس کا نام لے کر لعنت ہم بھی نہیں کرتے۔ مگر کسی پر لعنت نہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ اس کی حمایت بھی کی جائے۔ واللہ اعلم۔

یزید پر لعنت بھیجنے کا کیا حکم ہے؟

س...... کیا یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے؟

ج...... اہل سنت کے نزدیک یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ یہ رافضیوں کا شعار ہے۔ قصیدہ بدء الامالی' جو اہل سنت کے عقائد میں ہے اس کا شعر ہے۔

ولم یلعن یزیداً بعد موت   سوی المکثار فی الاغراء غال

اس کی شرح میں علامہ علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ "یزید پر سلف میں سے کسی نے لعنت نہیں کی سوائے رافضیوں' خارجیوں اور بعض معتزلہ کے جنھوں نے فضول گوئی میں مبالغہ سے کام لیا ہے" اور اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں۔

فلا شک ان السکوت اسلم

"اس لئے اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ تو یزید پر لعنت کی جائے۔ نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اس کی مدح و توصیف کی جائے"

یزید اور مسلک اعتدال

یزید کے بارے میں اوپر جو دو سوال و جواب ذکر کئے گئے ان پر ہمیں دو متضاد مکتوب موصول ہوئے ذیل میں پہلے وہ دونوں مکتوب درج کئے جاتے ہیں اس کے بعد ان پر تبصرہ کیا جائے گا۔

پہلا خط: محترمی مولانا یوسف لدھیانوی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ'

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا' چند دن ہوئے ایک دوست نے بڑے گہرے تاسف کے ساتھ تذکرہ کیا کہ مولانا یوسف لدھیانوی صاحب بھی غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر "شیعوں" کو خوش کرنے کے لئے عام قسم کی خلاف حقیقت باتیں کرنے لگے' کریدنے پر پتہ چلا کہ آپ نے کسی ہفتگی میں۔ "یزید پلید" لکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے' کوئی اور چکر ہو گا۔ مولانا یوسف لدھیانوی جیسا عالم و محقق شخص ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ "یزید" ایک جلیل القدر صحابی کا فرزند اور ہزار ہا صحابہؓ کا معتمد ہے۔ اس کی ولیعہدی کی تجویز' دین وملت کے دوررس اور وسیع تر مفاد کی خاطر خود اصحاب بیعت رضوان نے پیش کی۔ اس وقت موجود تمام صحابہ کرام اور تقریباً نصف درجن ازواج مطہرات نے اس تجویز کو پسند فرمایا' چنانچہ چھٹے خلیفہ راشد امام عادل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحیثیت خلیفۂ وقت اس متفقہ تجویز کا اعلان فرمایا۔ بیعت ہوئی۔ دس سال بعد جب "یزید" عملاً خلیفہ بنا تو اسی طے شدہ پالیسی کے مطابق پوری سلطنت میں آٹو میٹک طریقہ سے بیعت خلافت عمل میں آگئی۔ اس وقت موجود سینکڑوں جلیل القدر صحابہؓ نے بیعت فرمائی۔ اعتماد کیا' تعاون کیا' اکا دکا کی اختلافی آواز ظاہر ہے اس پونے سو سے بھی زائد اتفاق واتحاد کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ جیسے جید اور عالم فاضل صحابہ کو کوئی "پلیدی" نظر نہیں آئی جو حقیقی بزرگ اور عینی شاہد ہیں۔ یہ بعد کے "ننھے منے" بزرگوں کو "پلیدی" کہاں سے نظر آگئی۔ پھر حضرت حسینؓ کے جوان العمر' متقی و پارسا صاحبزادے جو اس دور اور کوفی منافقوں کی برپا کردہ "کربلا" کے عینی شاہد ہیں وہ بھی کوئی بات نہیں فرماتے' نہ قاتل کہتے ہیں نہ پلید' بلکہ بیعت فرماتے ہیں اور اخیر تک مکمل وفاداری کے ساتھ تعاون فرماتے ہیں۔ مزید عرض کیا کہ بھائی' یہ سب دشمنان صحابہ رافضیوں کا پروپیگنڈہ اور مسلمانوں کی سادہ لوحی ہے۔ ورنہ تابعین کی صف اول کی شخصیت' حج وجہاد کا قائد' متفقہ خلیفہ' "پلید" وغیرہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسی عامیانہ بات مولانا لدھیانوی نہیں کہہ سکتے۔ "میرا وعظ" بڑے تحمل سے سنا اور پھر چند گھنٹے بعد ہفت روزہ "ختم نبوت" کا شمارہ میرے سامنے رکھ دیا' میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اس کی بات درست تھی' واقعی آپ سے "سہو" ہو گیا میں کبھی آپ کا اسم گرامی دیکھتا اور کبھی "یزید پلید" کا عنوان! یاللعجب!

حضرت لاپرواہیاں چھوڑ دیجئے۔ شیعیت' کفریات کا مجموعہ ہے' مگر صدیاں گزر گئیں' نہ ان کی تکفیر کی گئی' نہ ان کو امت مسلمہ سے کاٹا گیا "اسلامی فرقہ" سمجھا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے دجل و فریب سے سنی مسلمانوں کے دل و دماغ پر بھی قبضہ کیا ہوا ہے۔ ماتم کے علاوہ خیالات میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ مولانا بنوریؒ مرحوم نے مودودیت کو چالیس سال بعد پہچانا۔ مولانا منظور نعمانی نے "شیعیت" کو

اب آ کر پہچانا؟ آپ کتنا عرصہ لگائیں گے؟

خدا کے لئے سبائیت زدگی چھوڑیئے۔ صحابہ 'تابعین' تبع تابعین کے عز و شرف کا تحفظ فرمایئے من گھڑت بہتانات کو پہچانئے۔ والسلام

ارشاد احمد علوی ایم اے۔

ہوائی اڈہ روڈ نزد مسجد اقصیٰ۔ رحیم یار خان۔

دوسرا خط

محترم مولانا صاحب دامت برکاتہم

رمضان و شوال ۱۴۰۱ھ بمطابق اگست ۱۹۸۱ء کا شمارہ نمبر ۳-۴/ج ۳۹ زیر نظر ہے۔ مسائل واحکام کے زیر عنوان فضل القیوم نامی سائل کے ایک اہم سوال کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ......

"اہل سنت کے نزدیک یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں' یہ رافضیوں کا شعار ہے" صفحہ ۶۴-۷۷ آپ کو معلوم ہے کہ محمود احمد عباسی کی تشدد آمیز تحقیق اور مودودی کی منافقانہ تالیف "خلافت وملوکیت" کے بعد اس طرح کے یہ مسائل ایک خاص اہمیت حاصل کر چکے ہیں۔ اس لئے میں اس عریضہ کے توسط سے مزید تحقیق اور روایات کی تطبیق کا متمنی ہوں۔

آپ کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت میں سے کوئی بھی جواز لعنت یزید کا قائل نہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "السیف المسلول" میں فرماتے ہیں۔

"فقیر کے نزدیک مختار بات یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے اور محققین اہل حدیث کا مذہب بھی یہی ہے۔ ان میں امام ابو الفرج ابن جوزی بھی ہیں۔ علم وجلالت شان میں بہت اونچے' انہوں نے اس مسئلہ پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" صفحہ ۴۸۸۔

ترجمان مسلک اہل دیوبند حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب مدظلہ العالی "شہید کربلا اور یزید" میں فرماتے ہیں۔

"یہ سب شہادتیں ہم نے اس لئے نہیں پیش کیں کہ ہمیں یزید پر لعنت کرنے سے کوئی خاص دلچسپی ہے۔ نہ ہم نے آج تک کبھی لعنت کی' نہ آئندہ ارادہ ہے اور نہ ان لعنت ثابت کرنے والے علماء وائمہ کا منشاء یزید کی لعنت کو بطور وظیفہ کے پیش کرنا ہے' ان کا منشاء صرف یزید کو ان غیر معمولی

ناشائستگیوں کی وجہ سے مستحق لعنت قرار دینا یا زیادہ سے زیادہ لعنت کا جواز ثابت کرنا ہے"۔ صفحہ ۱۲۵۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں؛

ان الامام احمد لما سأله ولده عبدالله عن لعن یزید قال کیف لا یلعن من لعنه الله تعالیٰ فی کتابه فقال عبدالله قدقرات کتاب الله عزوجل فلم اجدفیه لعن یزید فقال الامام ان الله تعالیٰ یقول:

فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنهم الله (محمد۔ ۲۲-۲۳)

وای فساد وقطعیة اشد مما فعله یزید۔

چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

وقد جزم بکفره وصرح بلعنه جماعة من العلماء فمنهم الحافظ ناصر السنة ابن الجوزی و سبقه القاضی ابویعلیٰ وقال العلامة التفتازانی " لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلیٰ انصاره واعوانه" وممن صرح بلعنه الجلال السیوطی علیه الرحمة (ص ۷۲ ج ۲۶)

وانا اقول الذی یغلب علیٰ ظنی ان الخبیث لم یکن مصدقاً برسالة النبی صلی الله علیه وسلم وان مجموع مافعل مع اهل حرم الله تعالیٰ واهل حرم نبیه علیه الصلوٰة والسلام وعترته الطیبین الطاهرین فی الحیاة و بعد المماة وما صدر منه من المخازی لیس باضعف دلالة علیٰ عدم تصدیقه من القاء ورقة من المصحف الشریف فی قذر۔ ولا اظن ان امره کان خافیا علیٰ

اجلة المسلمين اذ ذاک ولکن کانوا مغلوبین مقهورین لم یسعهم الا الصبر لیقضی الله امرا کان مفعولاً ولو سلم ان الخبیث کان مسلماً فهو مسلم جمع من الکبائر مالا یحیط به نطاق البیان وانا اذهب الیٰ جواز لعن مثله علی التعیین (ص ۳۷ ج ۲۶)

آپ جیسے معتدل اور متین صاحب علم پر ضروری ہے کہ اس مسئلہ کی تنقیح فرما کر جواب عنایت فرما دیں اور اکابرین اہل سنت کے ان مختلف اقوال کے درمیان تطبیق دیکر ذہنی الجھن کو دور فرما دیں

احقر

عبدالحق رحیم یار خان

ج...... یہ دونوں خط یزید کے بارے میں افراط و تفریط کے دو انتہائی سروں کی نمائندگی کرتے ہیں' ایک فریق "حب یزید" میں یہاں تک آگے نکل گیا ہے کہ "مدح یزید" کو اہل سنت کا شعار ثابت کرنے لگا ہے اس کی خواہش ہے کہ یزید کا شمار اگر "خلفائے راشدین" میں نہیں تو کم از کم "خلفائے عادلین" میں ضرور کیا جانا چاہئے' اور یزید کے سہ سالہ دور میں جو سنگین واقعات رونما ہوئے' یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کا قتل' واقعۂ حرہ میں اہل مدینہ کا قتل عام اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں حرم کعبہ پر یورش' ان واقعات میں یزید کو برحق اور اس کے مقابلہ میں اکابر صحابہؓ کو امام برحق کے باغی قرار دیا جائے۔

دوسرا فریق "بغض یزید" میں آخری سرے پر ہے' اس کے نزدیک یزید کی سیاہ کاریوں کی مذمت کا حق ادا نہیں ہوتا' جب تک کہ یزید کو دین و ایمان سے خارج اور کافر و ملعون نہ کہا جائے۔ یہ فریق یزید کو اس عام دعائے مغفرت و رحمت طلبی کا مستحق بھی نہیں سمجھتا جو امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے گنہ گاروں کے لئے کی جاتی ہے۔

لیکن اعتدال و توسط کا راستہ شاید ان دونوں انتہاؤں کے بیچ میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ یزید کی مدح سرائی سے احتراز کیا جائے اس کے مقابلہ میں حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور دیگر اجلۂ صحابہؓ و تابعینؒ (جو یزیدی فوجوں کی تیغ ظلم سے شہید ہوئے) کے مؤقف کو برحق سمجھا جائے' لیکن اس کی تمام تر سیاہ کاریوں کے باوجود چونکہ اس کا خاتمہ بر کفر کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے' اس لئے اس کے کفر میں توقف کیا جائے' اور اس کا نام لے کر لعنت سے اجتناب کیا جائے۔ جمہور اہل سنت اور اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے اور یہی سلامتی کی راہ ہے۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ

مرقدہ "معارف السنن" میں لکھتے ہیں۔

و یزید لا ریب فی کونہ فاسقاً ولعلماء السلف فی یزید وقتله الامام الحسین خلاف فی اللعن والتوقف قال ابن الصلاح : فی یزید ثلاث فرق فرقة تحبه و فرقة تسبه و فرقة متوسطة لا تتولاه و لا تلعنه قال: و هذه الفرقة هی المصیبة الخ (ص ۸ ج ٦)

ترجمہ۔ "یزید کے فاسق ہونے میں تو کوئی شک نہیں' اور علمائے سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ یزید پر اور امام حسینؓ کے قاتلین پر لعنت کی جائے یا توقف کیا جائے۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ یزید کے بارے میں تین فرقے ہیں' ایک فرقہ اس سے محبت رکھتا ہے ایک فرقہ اس سے بغض رکھتا ہے اور اسے گالیاں دیتا ہے اور ایک فرقہ میانہ رو ہے وہ نہ اسے اچھا جانتا ہے اور نہ اس پر لعنت کرتا ہے۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ یہی فرقہ جادۂ صواب پر ہے۔"

حضرت بنوری قدس سرہ کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ یزید کے فسق پر تو اہل سنت کا قریب قریب اجماع ہے۔ البتہ اس میں اختلاف رہا ہے کہ یزید پر لعنت کی جائے یا اس کے معاملے میں توقف کیا جائے؟ مکتوبِ دوم میں اس فریق کی نمائندگی کی گئی ہے جو یزید کے ایمان میں بھی شک رکھتا ہے اور بلاتردّد اس پر لعنت کے جواز کا قائل ہے۔ اگرچہ یہ قول بھی سلف کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ جمہور اکابر اہل سنت اور اکابر دیوبند اس کو گنہگار مسلمان سمجھتے ہوئے اس پر لعنت کے بارے میں توقف ہی کے قائل ہیں۔

مدح یزید کو اہل سنت کا شعار قرار دینا' جیسا کہ ہمارے علوی صاحب کی تحریر سے مترشح ہے۔ ایک نیا انکشاف ہے جو کم از کم ہماری عقل و فہم سے بالاتر چیز ہے۔

ہمارے بعض اکابر کے قلم سے "یزید پلید" کا لفظ نکل جاتا ہے۔ میرا جو مضمون ہفت روزہ "ختم نبوت" میں ایک سوال کے جواب میں شائع ہوا تھا' اس میں ان اکابر کے اس طرز عمل کی توجیہہ کی گئی تھی کہ یہ یزید کی سیاہ کاریوں کے خلاف بے ساختہ نفرت و غیظ کا اظہار ہے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شریفہ میں بڑے اہتمام کے ساتھ یزید کے نام کے ساتھ "بے دولت" کا لفظ لکھتے ہیں' شاہ عبدالحق محدثؒ دہلوی' مسند الہند شاہ عبدالعزیز دہلویؒ' حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ' قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر اکابر "یزید پلید" کا لفظ لکھتے ہیں۔ ہمارے علوی صاحب انکشاف فرماتے ہیں کہ یہ سب "ننھے منے بزرگ" تھے۔ ماشاءاللہ! چشم بد دور۔ اپنے اکابر کا ادب و احترام ہو تو

ایسا ہو۔ میرے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اگر یہ تمام اکابر "ننھے منے بزرگ" تھے تو ان کے مقابلے میں محمد یوسف لدھیانوی یا جناب ارشاد علوی صاحب کی کیا اہمیت ہے؟ اگر ان اکابر نے حدیث و تاریخ' حالات صحابہؓ اور عقائد اہل سنت کو نہیں سمجھا تھا تو ماوشما کی "تحقیق" کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟ شاید ہمارے علوی صاحب کے نزدیک "حضرت یزید رحمتہ اللہ علیہ" کے مقابلے میں حضرت حسینؓ' حضرت عبداللہ بن زبیرؓ' حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت عبداللہ بن عمرؓ' حضرت ابو شریحؓ اور واقعہ حرہ کے تمام صحابہؓ و تابعین بھی "ننھے منے بزرگ" ہی ہوں گے' بلکہ خود حرم مدینہ' حرم مکہ اور حرمت بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یزید کے مقابلہ میں "ننھی منی سی چیز" ہی ہوگی۔ کیونکہ یزید نے آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو بھی ملحوظ نہیں رکھا۔ حرم مدینہ کو بھی پامال کیا اور حرم کعبہ پر بھی چڑھائی کی۔ اگر یہ تمام چیزیں یزید کے مقابلے میں "ننھی منی" ہیں تو ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ بس "یزید کی محبت" ہی اسلام کا ایسا مقدس عقیدہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں نہ حرم مکہ کی کوئی عظمت ہے۔ نہ حرم مدینہ کی' نہ خانوادۂ نبوت کی' نہ اجلہ صحابہؓ و تابعینؒ کی اور نہ بعد کے تیرہ سو سالہ اکابر امت کی۔ ۔ ۔ رہا علوی صاحب کا یہ شبہ کہ بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ نے یزید کی بیعت کی تھی' ان کے بنائے ہوئے خلیفہ کو "پلید" کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اس ناکارہ کے خیال میں یہ شبہ ایسا نہیں کہ کوئی ذی فہم آدمی اس میں الجھ کر رہ جائے۔

جناب علوی صاحب غور فرمائیں کہ یہاں دو بحثیں الگ الگ ہیں۔ ایک یہ کہ یزید کا استخلاف صحیح تھا یا نہیں؟ اور دوسرے یہ کہ خلیفہ بن جانے کے بعد اس نے جو کارنامے انجام دیئے وہ لائق تحسین ہیں یا لائق نفرت؟ اور ان کارناموں کی بناء پر وہ اہل ایمان کی محبت اور مدح و ستائش کا مستحق ہے' یا نفرت و بیزاری اور مذمت و تقبیح کا۔؟

جناب علوی صاحب کا استدلال اگر کچھ مفید ہو سکتا ہے تو پہلی بحث میں ہو سکتا ہے کہ چونکہ بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ نے اس سے بیعت کر لی تھی۔ اس لئے اس کے استخلاف کو صحیح سمجھنا چاہئے۔ ہر چند کہ اس استدلال پر بھی جرح و قدح کی کافی گنجائش ہے' لیکن یہاں استخلاف یزید کا مسئلہ سرے سے زیر بحث ہی نہیں' اس لئے علوی صاحب کا یہ شبہ قطعی طور پر بے محل ہے۔ یہاں تو بحث یزید کے استخلاف کے بعد کے کارناموں سے ہے کہ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس نے جو کچھ کیا وہ خیر و برکت کے اعمال تھے یا فسق و فجور کے؟ ان کی وجہ سے وہ "طاہر و مطہر" کہلانے کا مستحق ہے یا "پلید و ملعون" کہلانے کا؟ اور ان کارناموں کے بعد اس کے بارے میں اکابر امت نے کیا رائے قائم کی؟ میں اوپر بتا چکا ہوں کہ اس کے سہ سالہ دور کے تین واقعات مشہور ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کا قتل۔ حرم مدینہ کی پامالی اور اہل مدینہ کا قتل عام۔ حرم کعبہ پر فوج کشی۔ کیا کوئی ایسا شخص جس کے دل میں ایمان کی رمق ہو ان سنگین واقعات کے بعد بھی اس کے دل میں یزید کی

محبت اور اس کی عزت و عظمت باقی رہ سکتی ہے؟ کیا ہمارے علوی صاحب کسی صحابیؓ یا کسی جلیل القدر تابعی کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے ان واقعات پر یزید کو داد تحسین دی ہو؟ اور کیا یہ واقعات ہمارے علوی صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کے موجب نہیں ہوئے ہوں گے؟ یزید کی حمایت و مخالفت سے ذہن کو فارغ کر کے ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ جب خانوادۂ نبوت کو خاک و خون میں تڑپایا جارہا ہو' جب مدینۃ الرسول میں صحابہ کرامؓ اور ان کی اولاد کو تہ تیغ کیا جارہا ہو اور حرم کعبہ پر فوج کشی کر کے اس کی حرمت کو مٹایا جارہا ہو اور پھر یہ واقعات ایک کے بعد ایک پے درپے ہو رہے ہوں تو کون مسلمان ہوگا جو یزید کے کردار پر صدائے آفرین بلند کرے' اور ان تمام سیاہ کاریوں کے باوجود یزید کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو۔ حق تعالیٰ شانہ' ہمیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔

تقدیر

تقدیر کیا ہے

س..... میرے ذہن میں تقدیر یا قسمت کے متعلق بات اس وقت آئی جب ہمارے نویں یا دسویں کے استاد نے کلاس میں یہ ذکر چھیڑا۔ انہوں نے کہا کہ ہر انسان اپنی تقدیر خود بناتا ہے اگر خدا ہماری تقدیر بناتا تو پھر جنت و دوزخ چہ معنی دارد؟ مطلب یہ کہ ہم جو برے کام کرتے ہیں اگر وہ خدا نے ہماری قسمت میں لکھ دیئے ہیں تو ہمارا ان سے بچنا محال ہے۔ پھر دوزخ اور جنت کا معاملہ کیوں اور کیسے؟ میرے خیال میں تو انسان خود اپنی تقدیر بناتا ہے۔

میں نے اپنے ایک قریبی دوست سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے بتایا کہ " خدا نے بعض اہم فیصلے انسان کی قسمت میں لکھ دیئے ہیں۔ باقی چھوٹے چھوٹے فیصلے انسان خود کرتا ہے۔ اہم فیصلوں سے مراد بندہ بڑا ہو کر کیا کرے گا۔ کہاں کہاں پانی پیئے گا وغیرہ۔ لیکن انسان اپنی صلاحیت اور قوت فیصلہ کی بنیاد پر ان فیصلوں کو تبدیل بھی کر سکتا ہے۔

آپ نے کچھ احادیث وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں آپ نے اس کے ساتھ کوئی وضاحت نہیں دی صرف یہ کہہ دینا کہ "قسمت کے متعلق بات نہ کریں" میری رائے میں تو کوئی بھی اس بات سے مطمئن نہیں ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات کہی ہے تو انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ " سابقہ قومیں اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ وہ تقدیر کے مسئلے پر الجھے تھے " اب ذرا آپ اس بات کی وضاحت کر دیں تو شاید دل کی تشفی ہو جائے۔

ج..... جان برادر۔ السلام علیکم! اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی! اچھی بری چیز صرف اللہ تعالیٰ کے ارادہ 'قدرت' مشیت اور علم سے وجود میں آئی ہے بس میں اتنی ہی بات جانتا ہوں کہ ایمان بالقدر کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا۔ اس کے آگے یہ کیوں' وہ کیوں؟ اس سے میں معذور ہوں۔

تقدیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس کو انسانی عقل کے ترازو سے تولنا ایسا ہے کہ کوئی عقل مند سونا تولنے کے کانٹے سے "ہمالیہ" کا وزن کرنا شروع کر دے عمریں گزر جائیں گی مگر یہ مدعا عنقا رہے گا۔

ہمیں کرنے کے کام کرنے چاہئیں تقدیر کا معمہ نہ کسی سے حل ہوا نہ ہوگا۔ بس سیدھا سا ایمان رکھئے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ہر چیز اس کی تخلیق سے وجود میں آئی ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار و ارادہ عطا کیا ہے مگر یہ اختیار مطلق نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے دریافت کیا کہ انسان مختار ہے یا مجبور؟ فرمایا 'ایک پاؤں اٹھاؤ' اس نے اٹھالیا۔ فرمایا! دوسرا بھی اٹھاؤ بولا! حضور جب تک پہلا قدم زمین پر نہ رکھوں دوسرا نہیں اٹھ سکتا۔ فرمایا بس انسان اتنا مختار ہے۔ اور اتنا مجبور۔ بہر حال میں اس مسئلہ میں زیادہ قیل و قال سے معذور ہوں اور اس کو بربادیٔ ایمان کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

تقدیر برحق ہے' اس کو ماننا شرط ایمان ہے

س..... (۱) آدمی کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تقدیر لکھ دی جاتی ہے کہ یہ آدمی دنیا میں یہ کام کرے گا کیا تقدیر میں لکھا ہوتا ہے کہ جب دنیا فانی سے رخصت ہوگا تو اس کی اتنی نیکیاں اور اتنی بدیاں ہوں گی تو پھر نامۂ اعمال اور تقدیر میں کیا فرق ہے؟

(۲) اگر کوئی آدمی مصائب و آلام میں مبتلا ہو تو کہتے ہیں کہ اس کی تقدیر لکھی ہی اس طرح ہوگی اور اگر کوئی عیش و عشرت سے زندگی گزار رہا ہو تو کہتے ہیں کہ اس کی تقدیر اچھی ہے۔ جبکہ فرمان الٰہی ہے۔ کہ جتنی کسی نے کوشش کی اتنا ہی اس نے پایا۔ تو تقدیر کیا ہے؟

(۳) اور ایک جگہ پڑھا ہے کہ تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا جاتا ہے وہ بدل نہیں سکتا۔ جبکہ امام المرسلینؐ نے فرمایا کہ مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی ان کی دعا کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "قسم ہے اپنی عزت کی میں تیری مدد کروں گا" تو کیا اس کا مطلب یہی ہے کہ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے؟

(۴) نجومی یا عامل وغیرہ ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتاتے ہیں کہ آپ کی تقدیر ایسی ہے۔ اسی طرح کچھ فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں کہ طوطے کے ذریعے فال معلوم کریں اور عوام کو بیوقوف بناتے ہیں۔ کیا اللہ کے سوا کسی کو معلوم ہے کہ آنے والا وقت کیا ہوگا؟

(۵) المختصر یہ کہ کیا تقدیر آدمی پر منحصر ہے جیسی بنائے یا پہلے لکھ دی جاتی ہے اگر پہلے لکھ دی جاتی

ہے تو کیا بدل سکتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں کیونکہ ہو گا وہی جو تقدیر میں لکھا ہو گا۔

ج...... تقدیر برحق ہے۔ اور اس کو ماننا شرط ایمان ہے۔ لیکن تقدیر کا مسئلہ بے حد نازک اور باریک ہے۔ کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور آدمی صفات الٰہیہ کا پورا احاطہ نہیں کر سکتا۔ بس اتنا عقیدہ رکھا جائے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کو پہلے سے اس کا علم تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلے سے لوح محفوظ میں لکھ رکھا تھا۔ پھر دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ بعض میں انسان کے ارادہ و اختیار کا بھی دخل ہے۔ اور بعض میں نہیں جن کاموں میں انسان کے ارادہ و اختیار کو دخل ہے ان میں سے کرنے کے کاموں کو کرنے کا حکم ہے۔ اگر انہیں اپنے ارادہ و اختیار سے ترک کریگا تو اس پر مؤاخذہ ہو گا۔ اور جن کاموں کو چھوڑنے کا حکم ہے ان کو اپنے ارادہ و اختیار سے چھوڑنا ضروری ہے۔ نہیں چھوڑے گا تو مؤاخذہ ہو گا۔ الغرض جو کچھ ہوتا ہے تقدیر کے مطابق ہی ہوتا ہے لیکن اختیاری امور پر چونکہ انسان کے ارادہ و اختیار کو بھی دخل ہے۔ اس لئے نیک و بد اعمال پر جزا و سزا ہو گی۔ ہمارے لئے اس سے زیادہ اس مسئلہ پر کھود کرید جائز نہیں۔ نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔

تقدیر و تدبیر میں کیا فرق ہے

س...... جناب سے گزارش ہے کہ میرے اور میرے دوستوں کے درمیان اسلامی نوعیت کا ایک سوال مسئلہ بنا ہوا ہے اگر ہم لوگ اس مسئلہ پر خود ہی بحث کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ غلط بھی نکال سکتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس مسئلے کو حل کر کے ہم سب لوگوں کو مطمئن کریں۔

یہ حقیقت ہے کہ تقدیریں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں لیکن جب کوئی شخص کسی کام کو کئی بار کرنے کے باوجود ناکام رہتا ہے تو اسے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ میاں تمہاری تقدیر خراب ہے۔ اس میں تمہارا کیا قصور تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کی کوششیں رائیگاں جاتی ہیں جب تک کہ اس کی تقدیر میں اس کام کا کرنا لکھا نہ گیا ہو لیکن جب کوئی شخص اپنی تدبیر اور کوشش کے بل بوتے پر کام کرتا ہے تو خدا کی بنائی ہوئی تقدیر آڑے آتی ہے۔

ج...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تقدیر کے مسئلہ پر بحث کر رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہمیں بحث میں الجھے ہوئے دیکھ کر بہت غصے ہوئے یہاں تک کہ چہرۂ انور ایسا سرخ ہو گیا گویا رخسار مبارک میں انار نچوڑ دیا گیا ہو اور بہت ہی تیز لہجے میں فرمایا۔

"کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ کیا میں یہی چیز دے کر بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگ اسی وقت ہلاک ہوئے جب انہوں نے اس مسئلہ میں جھگڑا کیا۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اس میں ہر گز نہ جھگڑنا" (ترمذی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۲۲)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص تقدیر کے مسئلہ میں ذرا بھی بحث کرے گا قیامت کے دن اس کے بارے میں اس سے باز پرس ہوگی۔ اور جس شخص نے اس مسئلہ میں گفتگو نہ کی اس سے سوال نہیں ہوگا۔ (ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک ان چار باتوں پر ایمان نہ لائے۔

(۱) اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
(۲) اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے حق دیکر بھیجا ہے۔
(۳) موت اور موت کے بعد والی زندگی پر ایمان لائے۔
(۴) اور تقدیر پر ایمان لائے۔ (ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۲)

ان ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند چیزیں معلوم ہوئیں

(۱) تقدیر حق ہے اور اس پر ایمان لانا فرض ہے۔
(۲) تقدیر کا مسئلہ نازک ہے۔ اس میں بحث و گفتگو منع ہے اور اس پر قیامت کے دن باز پرس کا اندیشہ ہے۔
(۳) تدبیر تقدیر کے خلاف نہیں۔ بلکہ تقدیر ہی کا ایک حصہ ہے۔

کیا تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے

س...... جن چیزوں پر ایمان لائے بغیر بندہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ان میں تقدیر بھی شامل ہے۔ لیکن ہمیں تو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ تقدیر میں کیا کیا ہوتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر میں موت، رزق اور جس سے شادی ہونی ہوتی ہے وہ ہوتا ہے آپ یہ بتائیں کہ آخر جس تقدیر پر ہمارا ایمان ہے اس میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں اور کیا یہ سچ ہے کہ خدا نے ہر چیز پہلے سے معین کر دی ہے۔؟

ج...... تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے اور تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ یہ ساری کائنات اور کائنات کی ایک ایک چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور کائنات کی تخلیق سے پہلے ہر چیز کا علم الٰہی میں ایک اندازہ تھا، اسی

کے مطابق تمام چیزیں وجود میں آتی ہیں، خواہ ان میں انسان کے اختیار وارادہ کا دخل ہو یا نہ ہو۔ اور خواہ اسباب کے ذریعہ وجود میں آئیں یا بغیر ظاہری اسباب کے۔

جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ماتحت رکھا ہے ان کے جائز اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے وہ ناجائز اسباب سے پرہیز کرنا فرض ہے۔

تقدیر بنانا

س..... کیا انسان اپنا اچھا مستقبل خود بناتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس کا مستقبل شاندار بناتا ہے۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ انسان اپنی دماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی قسمت خود بناتا ہے جبکہ میرے ایک دوست کا نظریہ مجھ سے مختلف ہے اس کا کہنا ہے کہ انسان اپنا اچھا مستقبل خود نہیں بنا سکتا بلکہ ہر آدمی کی قسمت اللہ تعالیٰ بناتا ہے؟

ج..... انسان کو اچھائی برائی کا اختیار ضرور دیا گیا ہے لیکن وہ اپنی قسمت کا مالک نہیں۔ قسمت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اس لئے یہ کہنا کہ انسان اپنی تقدیر کا خود خالق ہے یا یہ کہ اپنی تقدیر خود بناتا ہے اسلامی عقیدے کے خلاف ہے۔

کیا ظاہری اسباب تقدیر کے خلاف ہیں

س..... تقدیر پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے یعنی اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا لیکن جب اسے نقصان پہنچے یا مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ ظاہری اسباب کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے وہ کیوں ایسے کہتا ہے کہ "اگر ایسا نہیں ایسا کیا جاتا تو ایسا ہوتا اور یہ نقصان نہ ہوتا اور یہ مصیبت نہ آتی" تو کیا اس طرح کہنے سے گناہ تو نہیں ہوتا اور تقدیر پر ایمان رکھنے کے سلسلہ میں اس طرح کہنے سے اس کی ایمانیت میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا اور کیا انسان کو تقدیر کے بارے میں سوچنا نہیں چاہئے؟

ج..... شرعی حکم یہ ہے کہ جو کام کرو خوب سوچ سمجھ کر بیدار مغزی کے ساتھ کرو۔ اس کے جتنے جائز اسباب مہیا کئے جاسکتے ہیں ان میں بھی کوتاہی نہ کرو۔ جب اپنی ہمت وبساط اور قدرت واختیار کی حد تک جو کچھ تم کرسکتے ہو کرلیا اس کے بعد نتیجہ خدا کے حوالے کردو، اگر خدانخواستہ کوئی نقصان وغیرہ کی صورت پیش آجائے تو یوں خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ ہوا، اور اسی میں حکمت تھی۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ اگر یوں کرلیتے تو یوں ہوجاتا، اس سے طبیعت بلاوجہ بدمزہ اور پریشان ہوگی۔ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوچکا۔ اسے تو کسی صورت میں واپس نہیں لایا جاسکتا۔ تو اب "اگر

مگر" کا چکر سوائے بدمزگی و پریشانی کے اور کیا ہے؟ اس لئے حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور اس کو "عمل شیطان" کی کنجی فرمایا گیا ہے۔ درحقیقت یہ ضعف ایمان، ضعف ہمت، حق تعالیٰ شانہ، سے صحیح تعلق نہ ہونے کی علامت ہے۔

انسان کے حالات کا سبب اس کے اعمال ہیں

س...... ایک انسان جس کو اپنی قسمت سے ہر موقع پر شکست ہو یعنی کوئی آدمی مفلس و نادار بھی ہو غربت کی مار پڑی ہو علم کا شوق ہو لیکن علم اس کے نصیب میں نہ ہو خوشی کم ہو غم زیادہ بیماریاں اس کا سایہ بن گئی ہوں ماں باپ، بہن بھائی کی موجودگی میں محبت سے محروم ہو رشتے دار بھی ملنا پسند نہ کرتے ہوں محنت زیادہ کرے پھل برائے نام ملے ایسا انسان یہ کہنے پر مجبور ہو کہ یا اللہ جیسا میں بدنصیب ہوں ایسا تو کسی کو نہ بنا اس کے یہ الفاظ اس کے حق میں کیسے ہیں۔ اگر وہ اپنی تقدیر پر صبر کرتا ہو اور صبر نہ آئے تو کیا کرنا چاہئے۔

ج...... انسان کو جو ناگوار حالات پیش آتے ہیں ان میں سے زیادہ تر انسان کی شامت اعمال کی وجہ سے آتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ سے شکایت ظاہر ہے کہ بے جا ہے آدمی کو اپنے اعمال کی درستی کرنی چاہئے اور جو امور غیر اختیاری طور پر پیش آتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی تو ذاتی غرض ہوتی نہیں بلکہ بندے ہی کی مصلحت ہوتی ہے ان میں یہ سوچ کر صبر کرنا چاہئے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کو میری ہی کوئی بہتری اور بھلائی منظور ہے۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو بیشمار نعمتیں عطا کر رکھی ہیں ان کو بھی سوچنا چاہئے اور "الحمدللہ علیٰ کل حال" کہنا چاہیئے۔

انسان کی زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے کیا وہ سب کچھ پہلے لکھا ہوتا ہے

س...... انسان کی زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے کیا وہ پہلے سے لکھا ہوتا ہے۔ یا انسان کے اعمال کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔

ج...... یہ تقدیر کا مسئلہ ہے۔ اس میں زیادہ کھود کرید تو جائز نہیں۔ بس اتنا ایمان ہے کہ دنیا میں جو کچھ اب تک ہوا یا ہو رہا ہے، یا آئندہ ہوگا ان ساری چیزوں کا اللہ تعالیٰ کو دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے ہی علم تھا۔ دنیا کی کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے، نہ قدرت سے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم کے مطابق کائنات کی ہر چیز اور ہر انسان کا ایک چارٹر لکھ دیا ہے۔ دنیا کا سارا نظام اسی خدائی نوشتہ کے مطابق چل رہا ہے اسی کو تقدیر کہتے ہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ جو شخص اس کا منکر ہو وہ مسلمان نہیں۔

یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار اور عقل و تمیز کی دولت بخشی ہے۔ اور یہ طے

کردیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق اور اپنے ارادہ واختیار سے فلاں فلاں کام کرے گا۔
یہ بھی ایمان ہے کہ انسان کے اچھے برے اعمال کا نتیجہ اسے ثواب یا عذاب کی شکل میں آخرت میں ملے گا۔ اور کچھ نہ کچھ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں قرآن کریم اور حدیث شریف میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ ان پر ایمان رکھنا چاہئے اس سے زیادہ اس مسئلہ پر غور نہیں کرنا چاہئے۔ اس میں بحث ومباحثہ سے منع کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا ہے۔

برا کام کر کے مقدر کو ذمہ دار ٹھہرانا صحیح نہیں

س...... ایک آدمی جب برا کام کرتا ہے اس سے اگر پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ یہ میرے مقدر میں لکھا ہوا تھا تو جب اللہ نے اس کے مقدر میں لکھا تھا تو پھر اس کا کیا قصور۔

ج...... بندے کا قصور تو ظاہر ہے کہ اس نے برا کام اپنے اختیار سے کیا تھا اور مقدر میں بھی یہی لکھا تھا کہ وہ اپنے اختیار سے برا کام کر کے قصوروار ہو گا اور سزا کا مستحق ہو گا۔ تنبیہ۔ برا کام کر کے مقدر کا حوالہ دینا خلاف ادب ہے آدمی کو اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا چاہئے۔

خیر اور شر سب خدا کی مخلوق ہے لیکن شیطان شر کا سبب وذریعہ ہے

س...... اخبار جنگ کے ایک مضمون بعنوان "ایمان کی بنیادیں" میں صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ آنیوالے شخص نے جو درحقیقت جبرائیل علیہ السلام تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انسانی شکل میں آئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بتایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو' اس کے فرشتوں کو اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو اس کے رسولوں کو اور آخرت کو حق جانو حق مانو اور اس بات کو بھی مانو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے چاہے وہ خیر ہو چاہے شر ہو (صحیح مسلم)۔

ہم اب تک یہ سنتے آئے تھے کہ خیر خدا کی طرف سے اور شر شیطان کی طرف سے ہے۔ اب مذکورہ بالا حدیث پڑھ کر ایمان ڈانواڈول ہو رہا ہے اور نہ جانے مجھ جیسے کتنے کمزور ایمان والے بھی شش وپنج میں پڑ گئے ہوں گے کیونکہ جب شر بھی خدا کی طرف سے ہے تو پھر انسان مجرم کیوں؟

ج...... ہر چیز کی تخلیق خدا تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے۔ خواہ خیر ہو یا شر' شیطان شر کا خالق نہیں بلکہ

ذریعہ اور سبب ہے اس لئے اگر شر کی نسبت شیطان کی طرف سبب کی حیثیت سے کی جائے تو غلط نہیں لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ خیر کا خالق ہے اسی طرح شیطان کو شر کا خالق سمجھا جائے تو یہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے، مسلمانوں کے نزدیک ہر چیز کا ایک ہی خالق ہے۔

ہر چیز خدا کے حکم کے ساتھ ہوتی ہے

س...... میری ایک عزیزہ ہر بات میں خواہ وہ اچھی ہو یا بری "خدا کے حکم سے" کہنے کی عادی ہیں یعنی اگر کوئی خوشی ملی تو بھی اور اگر لڑکا آوارہ نکل گیا یا اسی قسم کی کوئی اور بات ہوئی تب بھی وہ یہی کہتی ہیں۔ بتایئے کیا ان کا اس طرح کہنا درست ہے؟

ج...... تو کیا کوئی چیز خدا کے حکم کے بغیر بھی ہوتی ہے؟ نہیں ہر چیز خدا کے حکم سے ہوتی ہے۔ مگر خیر کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہوتی ہے اور شر اور برائی میں یہ نہیں ہوتا۔

قاتل کو سزا کیوں جبکہ قتل اس کا نوشتۂ تقدیر تھا

س...... ایک شخص نے ہم سے یہ سوال کیا ہے کہ ایک آدمی کی تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ اس کے ہاتھوں فلاں شخص قتل ہو جائے گا تو پھر اللہ پاک کیوں اس کو سزا دے گا جب کہ اس کی تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ اس کے بغیر کوئی چارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جب کہ ہمارا تقدیر پر ایمان ہے کہ جو تقدیر میں ہے وہی ہو گا تو پھر اللہ پاک نے سزا کیوں مقرر کی ہوئی ہے۔

ج...... تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ فلاں شخص اپنے ارادہ و اختیار سے فلاں کو قتل کر کے سزا کا مستحق ہو گا چونکہ اس نے اپنے ارادہ و اختیار کو غلط استعمال کیا اس لئے سزا کا مستحق ہوا۔

خود کشی کو حرام کیوں قرار دیا گیا جبکہ اس کی موت اسی طرح لکھی تھی

س...... جب کسی کی موت خود کشی سے واقع ہوتی ہے تو خود کشی کو حرام کیوں قرار دیا گیا جبکہ اس کی موت ہی اس طرح لکھی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ رہنمائی فرمائیں اور تفصیل کے ساتھ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

ج...... موت تو اسی طرح لکھی تھی مگر اس نے اپنے اختیار سے خود کشی کی اس لئے اس کے فعل کو حرام قرار دیا گیا۔ اور عقیدہ تقدیر رکھنے کے باوجود آدمی کو دوسرے کے برے افعال اختیاریہ پر غصہ آنا

ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی کو ماں بہن کی گالی دے تو اس پر ضرور غصہ آئیگا۔ حالانکہ یہ عقیدہ ہے کہ حکم الٰہی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔

شوہر اور بیوی کی خوش بختی یا بد بختی آگے پیچھے مرنے میں نہیں ہے

س..... بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسی عورتیں جو اپنے خاوند کے انتقال کے بعد زندہ رہتی ہیں وہ بد بخت ہیں اور جو عورتیں خاوند سے پہلے انتقال کر جاتی ہیں وہ بہت خوش نصیب ہیں۔

ج..... خوش بختی اور بد بختی تو آدمی کے اچھے اور برے اعمال پر منحصر ہوتی ہے۔ پہلے یا بعد میں مرنے پر نہیں۔

غلط عقائد رکھنے والے فرقے

امت کے تہتر فرقوں میں کون برحق ہے؟

س..... خواجہ محمد اسلام کی کتاب "موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا" کے اندر صفحہ ۳۳۵ پر عنوان "امت محمدیہ یہود و نصاریٰ اور فارس و روم کا اتباع کرے گی" کی تفصیل میں نبی پاکؐ کا ارشاد پڑھا جس میں آپؐ نے فرمایا "بلاشبہ بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) مذہبی فرقے ہوگئے تھے اور میری امت کے تہتر (۷۳) مذہبی فرقے ہوں گے جو ایک کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ (جنتی) کون سا ہوگا ارشاد فرمایا (جو اس طریقہ پر ہوگا) جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں"۔ میرا تعلق اہل سنت جماعت سے ہے دور حاضر میں کون سا مذہبی فرقہ نبیؐ کے ارشاد کے مطابق صحیح ہے۔

ج..... اس سوال کا جواب تو خود اسی حدیث میں موجود ہے یعنی " ما انا علیہ واصحابی " پس یہ دیکھ لیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے طریقہ پر کون ہے؟۔

۷۲ ناری فرقوں کے نیک اعمال کا انجام

س..... کئی عالموں کی زبانی سنا ہے کہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کے تہتر فرقے ہوں گے۔ جن میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا جبکہ بقایا فرقے دوزخ میں داخل ہوں گے تو اس حدیث کے متعلق مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ۔

اب جبکہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ تقریباً ہر ملک میں مسلمانوں کے کئی فرقے بن گئے ہیں اور نہ جانے اور کتنے فرقے پیدا ہوں گے تو کیا ان سب فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں داخل ہو گا۔ نیز ایک کے علاوہ دیگر جو نیک کام کرتے ہیں کیا اس کا ان کو اجر نہیں ملے گا۔ اگر ایک کے علاوہ باقی سب فرقے دوزخ میں جائیں گے تو وہ دوزخ سے کبھی نہیں نکلیں گے ؟۔

ج..... آپ نے جو حدیث نقل کی ہے وہ صحیح ہے اور متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ اس حدیث کا مطلب سمجھنے کیلئے چند امور کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

اول..... جس طرح آدمی غلط اعمال (زنا، چوری وغیرہ) کی وجہ سے دوزخ کا مستحق بنتا ہے۔ اسی طرح غلط عقائد و نظریات کی وجہ سے بھی دوزخ کا مستحق بنتا ہے۔ اس حدیث میں ایک فرقہ ناجیہ کا ذکر ہے جو صحیح عقائد و نظریات کی وجہ سے جنت کا مستحق ہے اور ۷۲ دوزخی فرقوں کا ذکر ہے جو غلط عقائد و نظریات رکھنے کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہوں گے۔

دوم..... کفر و شرک کی سزا تو دائمی جہنم ہے۔ کافر و مشرک کی بخشش نہیں ہو گی۔ اور کفر و شرک سے کم درجے کے جتنے گناہ ہیں۔ خواہ ان کا تعلق عقیدہ و نظریہ سے ہو یا اعمال سے، ان کی سزا دائمی جہنم نہیں بلکہ کسی نہ کسی وقت ان کی بخشش ہو جائے گی۔ خواہ اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے یا کسی شفاعت سے بغیر سزا کے معاف فرمادیں یا کچھ سزا بھگتنے کے بعد معافی ہو جائے۔

سوم..... غلط نظریات و عقائد کو بدعات و اہواء کہا جاتا ہے اور ان کی دو قسمیں ہیں۔ بعض تو حد کفر کو پہنچتی ہیں۔ جو لوگ ایسی بدعات کفریہ میں مبتلا ہوں وہ تو کفار کے زمرہ میں شامل ہیں اور بخشش سے محروم۔ اور بعض بدعات، حد کفر کو نہیں پہنچتیں، جو لوگ ایسی بدعات میں مبتلا ہوں وہ گنہگار مسلمان ہیں اور ان کا حکم وہی ہے جو اوپر گنہگاروں کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے خواہ اپنی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے بغیر سزا کے معاف فرمادیں یا سزا کے بعد بخشش ہو جائے۔

ان تینوں مقدمات سے ان ۷۲ فرقوں میں ہر ایک کے ناری ہونے کا مطلب ہو گا کہ جو فرقے بدعات کفریہ میں مبتلا ہوں ان کے لئے دائمی جہنم ہے اور ان کا کوئی نیک عمل مقبول نہیں اور جو فرقے ایسی بدعات میں مبتلا ہوں گے جو کفر تو نہیں مگر فسق اور گناہ ہے، ان کے نیک اعمال پر ان کو اجر بھی ملے گا۔ اور فرقہ ناجیہ کے جو افراد عملی گناہوں میں مبتلا ہوں گے ان کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق معاملہ ہو گا، خواہ شروع ہی سے رحمت کا معاملہ ہو یا بد عملیوں کی سزا کے بعد رہائی ہو جائے۔

مسلمان اور کمیونسٹ

س..... ایک صاحب نے اخبار میں لکھا تھا کہ خدانخواستہ ایک مسلمان کمیونسٹ بھی ہو سکتا ہے۔

پڑھ کر بہت دکھ ہوا میرا عقیدہ ہے کہ دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور کمیونزم ایک الگ عقیدہ اور ضابطۂ حیات ہے اور اسلام سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مطلع فرمائیں کہ آیا کوئی شخص بیک وقت مسلمان اور کمیونسٹ ہو سکتا ہے۔

ج..... مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے اسلام اور کمیونزم الگ الگ نظام ہیں۔ اس لئے کوئی مسلمان کمیونسٹ نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی کمیونسٹ مسلمان رہ سکتا ہے۔

کفریہ عقائد

س..... میرا تعلق ایک ایسے فرقے سے ہے جس کا کلمہ نماز اور دوسرے ارکان عام مسلمانوں سے الگ ہیں زکوٰۃ پر عقیدہ نہیں رکھتے حج اور قربانی بھی نہیں کرتے برائے مہربانی جواب دیں کہ

(۱) اس فرقہ کے ماننے والوں کی بخشش ہوگی کہ نہیں؟

(۲) اس فرقہ کے ماننے والے مسلمانوں کے زمرے میں آتے ہیں یا نہیں

دو روز قبل ایک دوست کی وساطت سے ایک پمفلٹ ملا جس میں درج ذیل عقائد تھے۔ وضو کی ہمیں ضرورت نہیں، اس لئے کہ دل کا وضو ہوتا ہے۔ پانچ وقت فرض نماز کے بدلے میں تین وقت کی دعا کافی ہے اس میں قیام و رکوع کی ضرورت نہیں ہے قبلہ رخ کی ضرورت نہیں ہے ہر سمت رخ کر کے پڑھ سکتے ہیں جس کے لئے صرف تصور کافی ہے۔ روزہ تو اصل میں آنکھ کان اور زبان کا ہوتا ہے کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہمارا روزہ سوا پہر کا ہوتا ہے جو صبح دس بجے کھول لیا جاتا ہے۔ وہ بھی اگر کوئی رکھنا چاہے ورنہ روزہ فرض نہیں ہے۔ زکوٰۃ کی بجائے آمدنی پر روپیہ میں دو آنہ فرض ہے۔ حج فرض نہیں عبادت مالی تصرفات کر کے معاف کرائی جا سکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا ایسے عقائد کے حامل لوگ مسلمان سمجھے جائیں گے۔

ج..... جس فرد یا جماعت کے عقائد مسلمانوں کے نہیں اور دین اسلام کے بنیادی ارکان (کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کو بھی وہ تسلیم نہیں کرتے وہ مسلمانوں کے زمرے میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے نازل کردہ دین کو نہ مانیں۔ ان کی بخشش کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ جو اسلام کی کسی بات کا بھی قائل نہ ہو وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔

بہائی مذہب اور ان کے عقائد

س..... ایک مسئلہ حل طلب ہے یہ مسئلہ صرف میرا نہیں بلکہ تمام پاکستانی مسلمانوں کا ہے اور فوری توجہ طلب ہے۔ مسئلہ یہ ہے "اسلام اور بہائی مذہب" بہائی مذہب کے عقائد یہ ہیں۔

(۱) کعبہ سے منحرف ہیں۔ ان کا کعبہ اسرائیل ہے بہاء اللہ کی آخری آرام گاہ۔
(۲) قرآن پاک سے منحرف ہیں۔ ان کی مذہبی کتاب بہاء اللہ کی تصنیف کردہ "کتاب اقدس" ہے۔
(۳) ان کے ہاں وحی نازل ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔
(۴) جہاد اور جزیہ ناجائز اور حرام ہے۔
(۵) پردہ ناجائز ہے۔
(۶) بینکاری سود جائز ہے۔
(۷) بہائی مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضرت بہاء اللہ ہی خدا کے کامل اور اکمل مظہر ظہور اور خدا کی مقدس حقیقت کے مطلع انوار ہیں۔
(۸) ان کے نام اسلامی ہوتے ہیں۔
(۹) کیا یہ درست ہے کہ بقول بہاء اللہ ایک ہی روح القدس ہے۔ جو بار بار پیغمبران کے جسد خاکی میں ظاہر ہوتا ہے۔
(۱۰) یہ ختم نبوت اور ختم رسالت سے منکر ہیں ان کا کہنا ہے کہ خدا ہر ایک ہزار سال کے بعد ایک مصلح پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہے گا۔

جو مسلمان ان کا مذہب اختیار کر رہے ہیں وہ ملحد ہو رہے ہیں۔

ج...... بہائی مذہب کے جو عقائد سوال میں درج کئے گئے ہیں ان کے الحاد و باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں اس لئے کسی مسلمان کو ان کا مذہب اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ بہائی مذہب اختیار کرنے کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا۔

ذکری فرقہ غیر مسلم ہے

س...... میں ایک تعلیم یافتہ شخص ہوں۔ میرے آباؤ اجداد خود کو مسلمان کہلاتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم "ذکری" ہیں۔ میں نے اتنی ساری کتابیں پڑھی ہیں مگر کسی کتاب میں میں نے اس کا ذکر نہیں سنا۔ میں سعودیہ، کویت، قطر، دوبئی بھی گیا ہوں لیکن میں نے عربوں میں یہ فرقہ نہیں دیکھا۔ میں نے اپنی فٹ بال ٹیم کے ساتھ پنجاب، سرحد، بلوچستان، اور اندرون سندھ کا بھی دورہ کیا ہے لیکن میں نے اس فرقہ کا نام کہیں نہیں سنا۔ میں حیران ہوں کہ ہم قرآن مجید پر مکمل یقین رکھنے کا اعتراف کرتے ہیں اور اسی کو ایک سچی کتاب تصور کرنے کے باوجود نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے انحرافی ہیں۔ میں نے اپنے والد،

والدہ' بڑے بھائی اور دیگر افراد سے اس بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے مگر کسی نے مجھے تسلی بخش جواب نہیں دیا ہے۔ میرے والد صاحب کا عنقریب انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے والدہ صاحبہ سے کہا ہے کہ یہ کوئی مذہب نہیں۔ میں نماز پڑھوں گا لیکن وہ مجھے روک رہی ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ تفصیلی جواب سے نوازیں آیا والدہ صاحبہ کو چھوڑ دوں یا نماز پڑھوں جبکہ وہ مجھ سے ناراض ہوں گی۔ آخر میں کیا کروں؟

ج..... ذکری فرقہ کے لٹریچر کا میں نے مطالعہ کیا ہے وہ اپنے اصول وفروع کے اعتبار سے مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا حکم قادیانیوں' بہائیوں اور مہدویوں کی طرح غیر مسلم اقلیت کا ہے۔ جو لوگ ذکریوں کو مسلمان تصور کرتے ہوئے ان میں شامل ہیں ان کو توبہ کرنی چاہئے اور اس فرقۂ باطلہ سے برأت کرنی چاہئے۔آپ اپنی والدہ کی خدمت ضرور کریں لیکن نماز روزہ اور دیگر احکام خداوندی میں ان کی اطاعت نہ کریں۔

آغاخانی' بوہری شیعہ فرقوں کے عقائد

س..... آغاخانیوں کے عقائد کیا ہیں۔ نیز دیگر فرقوں یعنی جماعت المسلمین' بوہری اور شیعہ کے پس منظر اور غلط عقائد بھی بیان کیجئے۔

ج..... آغاخانی فرقہ کے عقائد پر " آغاخانیت کی حقیقت " کے نام سے ایک رسالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کا مطالعہ فرمائیے۔ بوہری فرقہ بھی آغاخانیوں کی طرح اسماعیلیوں کی ایک شاخ ہے " جماعت المسلمین " غیر مقلدوں کی ایک جماعت ہے۔ وہ ائمہ اربعہ" کے مقلدین کو مشرک کہتے ہیں۔ شیعہ حضرات کے عقائد و نظریات عام طور پر معروف ہیں۔خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نعوذ باللہ ظالم و غاصب اور منافق و مرتد سمجھتے ہیں اور قرآن کریم میں رد و بدل کے قائل ہیں۔ اس کے لئے میرا رسالہ " ترجمہ فرمان علی پر ایک نظر " دیکھ لیا جائے۔

خمینی انقلاب اور شیعوں کے ذبیحہ کا حکم

س..... آپ کا ایک مسئلہ جولائی ۸۶ء کے اقراء ڈائجسٹ میں پڑھا۔ کہ اہل تشیع کا ذبیحہ حلال نہیں ہے کیونکہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

قبلہ میں اپنے تعارف میں صرف یہ کہوں گا کہ میں ایک عالم دین نہیں لیکن ایک دیندار مسلمان ضرور ہوں۔ آپ کے ان الفاظ کو اپنی عملی زندگی میں دیکھا تو یہ حقیقت سے بعید نظر آئے جس کی وجہ یہ ہے کہ میں

نے کافی عرصہ عرب ممالک میں گزارا ہے اور اب بھی متحدہ عرب امارات میں ہوں۔ سعودیہ ' عراق ' شام ' بحرین ' اور مسقط میں جو گوشت آتا ہے وہ آسٹریلیا اور ڈنمارک سے آتا ہے مرغی فرانس سے آتی ہے میں نے ان کے ذبیحہ پر شک کی بناء پر کئی علماء کرام سے تحقیق کی لیکن افسوس کہ کہیں سے بھی جواب تسلی بخش نہ مل سکا۔ بلکہ کئی حضرات نے کہا کہ ہم خود تو نہیں کھاتے لیکن کھانے میں حرج بھی نہیں ہے کیونکہ اسلامی ملک ہے سربراہ مسلمان ہے کسی نے کہا کہ بس حلال سمجھ کر کھالو۔ لیکن میں علماء کرام کے سامنے یہ کہنے کی گستاخی نہ کر سکا کہ حرام گوشت میرے حلال سمجھ کر کھانے سے حلال نہیں ہو سکتا خدا جانے ہمارے علماء کی کسمپرسی تھی کہ وہ مسئلہ بتانے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ یا یہ واقعی ہی حلال ہے۔

اسی تجسس کی وجہ سے ایک دن ایک شیعہ ساتھی سے ملاقات ہوئی۔ ہوٹل میں کھانے کا سوچا تو وہ صاحب بولے کہ میں تو ہوٹل میں صرف دال کھاتا ہوں۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ گوشت کا ذبیحہ مشکوک ہے۔ اس لئے اجتناب کرتا ہوں خیر قصہ کوتاہ میں نے ان کی وساطت سے ان کے ایک نجفی عالم دین سے رابطہ قائم کیا ان سے یہی سوال پوچھا تو انہوں نے صاف حرام کہا۔ ان سے ان کی خوراک کے بارے میں پوچھا تو بولے کہ یہاں پر سمندر کے کنارے ہر روز کچھ دنبے ذبح ہوتے ہیں وہاں سے ہم گوشت لے آتے ہیں اگرچہ اس میں دشواری کافی ہے لیکن حرام نہیں کھاتے بلکہ سبزی دال اس کا نعم البدل موجود ہے۔

یہاں پر ایک یہ غلطی کر کے ان کو بتا دیا کہ میرا تعلق فقہ حنفی سے ہے ان سے وہی آپ والا مسئلہ پوچھا تو فرمانے لگے کہ یہ ان صاحب کی اپنی تحقیق ہے ممکن ہے ہمیں مسلمان نہ سمجھتے ہوں۔ البتہ ذبیحہ کے لئے مسلمان کا تکبیر پڑھنا شرط ہے اور مسلمان کے لئے اصول دین شرط ہیں۔ بہرحال کہانی بہت لمبی ہو گئی ہے۔ مجھے آپ سے جو شکایت ہے اس کی گستاخی کی پہلے معافی چاہوں گا کہ آپ ایک غیر مسلم کے ذبیحہ پر یقین کرتے ہیں حلال ہے اور وہ بھی مشین سے ذبح کیا ہوا۔ (حالانکہ پاکستان میں بھٹو دور میں یہ مذبح خانے علماء نے اسی لئے بند کرا دیئے تھے) اور ایک مسلمان کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے اس کے ذبیحہ کو حرام قرار دے رہے ہیں حالانکہ ایک مسلمان کو غیر مسلم کہنا کتنا جرم ہے لیکن یہ عام ہو چکا ہے۔ ہم آپس میں بھی ایک دوسرے کو غیر مسلم کہہ جاتے ہیں۔ مجھے یہ بات دکھ دیتی ہے کہ آپ جیسے جید عالم ایسے مسائل بیان فرمائیں کہ جب روس ' امریکہ افغانستان کے بہانے ہم کو مٹانے کی کوشش میں ہیں۔

بہرحال قبلہ مجھ نا اہل اور جاہل کی سوچ کا جہاں تک تعلق ہے وہ یہ کہ میری عمر تقریباً پچاس سال ہو چکی ہے یہ مسائل کبھی بھی پہلے نہیں اٹھائے گئے۔ یہ اس وقت اٹھے۔ جب ایران میں اسلامی انقلاب آیا۔ مجھے یہ شک ہو رہا ہے کہ وائٹ ہاؤس کا حکم سعودیہ کی سنہری تھیلی میں ہم تک پہنچایا جا رہا ہو۔ اور امریکہ اپنی شکست کا بدلہ ایران کے بجائے مسلمانوں سے لینا چاہتا ہو اور اس میں ہماری غربت سے فائدہ اٹھا

رہا ہو خدا کرے میرے خیالات غلط ہوں قبلہ میری آخر میں گزارش ہے کہ مجھے معاف رکھنا اور التماس ہے کہ ہمیں اخوت کا سبق دیں اور اگر آج یہ شیعہ سنی کی جنگ ہے تو کل یہ بریلوی دیوبندی تک پہنچے گی تا وقتیکہ بر صغیر میں مسلمان کا نام ختم ہو۔ آپ کا اشارہ ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ عرب کے مسلمانوں سے کفر خائف نہیں ثبوت کے لئے سعودیہ کی حکومت اور عوام کی حالت سے آپ واقف ہیں جو کہ عالم اسلام کا مرکز ہے باقی اس شیعہ سنی جنگ میں کتنے مسلمان قتل ہوں گے اس کے عذاب و ثواب میں آپ برابر کے شریک ہوں گے۔

ج...... جہاں تک آپ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ "میں غیر مسلم کے مشینی ذبیحہ کو بھی حلال کہتا ہوں" تو یہ آپ کا نرا حسن ظن ہے۔ اہل کتاب کا ذبیحہ تو قرآن مجید میں حلال قرار دیا گیا ہے اور مشینی ذبیحہ کو میں مردار سمجھتا ہوں۔ اسی طرح اہل کتاب کے علاوہ کسی دوسرے غیر مسلم کا ذبیحہ بھی مردار ہے۔ جہاں تک آپ کے اس فقرے کا تعلق ہے کہ "میں مسلمان کے ذبیحہ کو حرام کہتا ہوں" یہ بھی غلط ہے شیعہ اثناء عشری کے بارے میں میں نے یہ لکھا تھا کہ

(۱) قرآن کریم کو تحریف شدہ سمجھتے ہیں۔

(۲) تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر و مرتد یا ان کے حلقہ بگوش سمجھتے ہیں۔

(۳) بارہ اماموں کا درجہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

یہ تو آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ مجھ سے شیعوں کے ان عقائد کا ثبوت طلب کریں کہ میں نے ان پر بے بنیاد الزام لگایا ہے یا واقعی ان کی مستند کتابوں میں اور ان کے مجتہد علماء کے یہ عقائد ہیں۔ میں جب آپ چاہیں اس کا ثبوت ان کی تازہ ترین کتابوں سے جو اب بھی ہندو پاک اور ایران میں چھپ رہی ہیں، پیش کرنے کو حاضر ہوں۔ اور جب ان کے یہ عقائد ثابت ہو جائیں تو آپ ہی فرمائیے کہ ان عقائد کے بعد بھی ان کو مسلمان ہی سمجھئے گا؟ اور آپ کا یہ خیال کہ "یہ مسائل اس وقت اٹھائے گئے ہیں جب ایران میں "اسلامی انقلاب آیا" یہ آنجناب کی غلط فہمی ہے اس ناکارہ نے آج سے ۹ ، ۱۰ سال پہلے "اختلاف امت اور صراط مستقیم" لکھی تھی۔ اس وقت "خمینی انقلاب" کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ اس میں بھی میں نے شیعہ عقائد کے انہی تین نکات پر بحث کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"شیعہ مذہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پہلے دن سے امت کا تعلق اس کے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹ دینا چاہا اس نے اسلام کی ساری بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی، اور اسلام کے بالمقابل ایک نیا دین تصنیف کر ڈالا۔ آپ نے سنا ہو گا کہ شیعہ مذہب اسلام کے کلمہ پر راضی نہیں۔ بلکہ اس میں "علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل" کی پیوند کاری کرتا ہے بتایئے

جب اسلام کا کلمہ اور قرآن بھی شیعوں کے لئے لائق تسلیم نہ ہو تو کس چیز کی کسر باقی رہ جاتی ہے؟ اور یہ ساری نحوست ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض و عداوت کی، جس سے ہر مومن کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے" صفحہ ۲۴۔

اسی میں شیعہ مذہب کی بنیاد "بغض صحابہ" کا تذکرہ کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا۔

"الغرض یہ تھی وہ غلط بنیاد جس پر شیعہ نظریات کی عمارت کھڑی کی گئی ان عقائد و نظریات کے اولین موجد وہ یہودی الاصل منافق تھے (عبداللہ بن سبا اور اس کے رفقاء) جو اسلامی فتوحات کی یلغار سے جل بھن کر کباب ہو گئے تھے۔"

آنجناب کا "خمینی انقلاب" کو "اسلامی انقلاب" کہنا اس امر کی دلیل ہے کہ آنجناب کو خمینی صاحب کے عقائد و نظریات کا علم نہیں۔ میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ مولانا محمد منظور نعمانی کی کتاب "ایرانی انقلاب" کا مطالعہ فرمالیں یا کم سے کم ماہنامہ بینات کراچی ربیع الاول اور ربیع الثانی ۱۴۰۷ ھ کے شماروں میں اس ناکارہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کو دیکھ لیں بشرط انصاف، آپ کی غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کیسا "اسلامی انقلاب" ہے جس میں حضرات خلفائے راشدینؓ اور اکابر صحابہؓ کو کافر و منافق اور مکار و خود غرض کہہ کر تبرا کیا جائے اور جس میں چالیس فیصد سنی آبادی کو کچل کر رکھ دیا جائے۔ نہ انہیں اپنے مسلک کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہو۔ اور نہ آواز اٹھانے کی، اگر اس کا نام "اسلامی انقلاب" ہے تو شاید ہمیں "اسلامی انقلاب" کی تعریف بدلنی پڑے گی۔

آپ کا یہ کہنا کہ یہ سب کچھ امریکہ بہادر کے اشارۂ چشم و ابرو پر ہو رہا ہے اور یہ کہ وہائٹ ہاؤس کا حکم سعودیہ کی سنہری تھیلیوں میں ہم تک پہنچایا جا رہا ہے یہ آنجناب کا حسن ظن ہے اور میں آپ کو اس میں معذور سمجھتا ہوں اس لئے کہ یہ بات آپ کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی کہ آج کے دور میں کوئی روپے پیسے کے لالچ کے بغیر محض رضائے الٰہی اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت و التسلیمات کی خیر خواہی کی غرض سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال اس کا فیصلہ "روز جزاء" میں ہو گا کہ اس ناکارہ پر آنجناب کا یہ الزام کس حد تک حق بجانب تھا۔

شیعوں کے تقیہ کی تفصیل

س..... شیعوں کی یہاں تقیہ کی کیا صورت ہے؟ شیعہ ایک مثال دیتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بادشاہ وقت کے خلاف فتویٰ دیا جب ان کو لوگ گرفتار کرنے کے لئے آئے تو وہ مسجد میں عبادت کر رہے تھے جب ان سے پوچھا گیا تو دو قدم پیچھے ہٹ کر کہا کہ ابھی یہاں تھے یہ واقعہ میں نے

اپنے کسی مولوی صاحب سے سنا ہے شیعہ اسکو سنی حضرات کا تقیہ کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ بتائیں کہ تقیہ کس کو کہتے ہیں۔

ج...... شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا جو واقعہ آپ نے لکھا اس کی تو مجھے تحقیق نہیں البتہ اسی قسم کا واقعہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کا ہے اور یہ تقیہ نہیں "توریہ" کہلاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا فقرہ کہا جائے کہ مخاطب اسکا مطلب کچھ اور سمجھے اور متکلم کی مراد دوسری ہو بوقت ضرورت جھوٹ سے بچنے کے لئے اسکی اجازت ہے رہا شیعوں کا تقیہ؟ وہ یہ ہے کہ اپنے عقائد کو چھپایا جائے اور عقائد و اعمال میں بظاہر اہل سنت کی موافقت کی جائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ ۳۰ برس تک اہل سنت کے دین پر عمل کرتے رہے اور انہوں نے شیعہ دین کے کسی مسئلہ پر بھی کبھی عمل نہیں فرمایا' یہی حال ان باقی حضرات کا رہا جن کو شیعہ ائمہ معصومین مانتے ہیں تقیہ کی ایجاد کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ شیعوں پر یہ بھاری الزام تھا کہ اگر حضرت علیؓ اور ان کے بعد کے وہ حضرات' جن کو شیعہ ائمہ معصومین کہتے ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) ان کے عقائد وہی تھے جو شیعہ پیش کرتے تھے تو یہ حضرات' مسلمانوں کے ساتھ شیر و شکر کیوں رہے؟ اور سواد اعظم اہلسنّت کے عقائد و اعمال کی موافقت کیوں کرتے رہے؟ شیعوں نے اس الزام کو اپنے سر سے اتارنے کے لئے - تقیہ' اور - کتمان' کا نظریہ ایجاد کیا' مطلب یہ کہ یہ حضرات اگرچہ ظاہر میں سواد اعظم (صحابہ و تابعین اور تبع تابعین) کے ساتھ تھے' لیکن یہ سب کچھ (تقیہ) کے طور پر تھا' ورنہ در پردہ ان کے عقائد عام مسلمانوں کے نہیں تھے' بلکہ وہ شیعی عقائد رکھتے تھے اور خفیہ خفیہ ان کی تعلیم بھی دیتے تھے' مگر اہل سنت کے خوف سے وہ ان عقائد کا برملا اظہار نہیں کرتے تھے۔ ظاہر میں ان کی نمازیں خلفائے راشدین (اور بعد کے ائمہ) کی اقتدا میں ہوتی تھیں' لیکن تنہائی میں جا کر ان پر تبرا بولتے تھے ان پر لعنت کرتے تھے' اور ان کو ظالم و غاصب اور کافر و مرتد کہتے تھے' پس کافروں اور مرتدوں کے پیچھے نماز پڑھنا بر بنائے "تقیہ" تھا' جس پر یہ اکابر اباً عن جد عمل پیرا تھے۔

یہ ہے شیعہ کے "تقیہ" اور "کتمان" کا خلاصہ...... ہم اس طرز عمل کو نفاق سمجھتے ہیں' جس کا نام شیعہ نے تقیہ رکھ چھوڑا ہے۔ ہم ان اکابر کو "تقیہ" کی تہمت سے بری سمجھتے ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ ان اکابر کی پوری زندگی اہلسنّت کے مطابق تھی وہ اسی کے داعی بھی تھے۔ شیعہ مذہب پر ان اکابر نے ایک دن بھی عمل نہیں کیا۔

جماعت المسلمین اور کلمہ طیبہ

س...... آج کل ایک نئی جماعت "جماعت المسلمین" جو کہ کوثر نیازی کالونی میں ہے یہ لوگ

کلمہ طیبہ کو نہیں مانتے کہ یہ قرآن شریف اور حدیث میں نہیں ہے اس لئے آپ لوگوں غلط پڑھتے ہیں اصل کلمہ، کلمہ شہادت ہے۔ جو لوگ کلمہ طیبہ نہیں پڑھتے وہ مسلمان ہیں یا نہیں۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، رشتے داری، لینا دینا، کھانا پینا جائز ہے کہ نہیں؟

ج..... کلمہ شہادت میں کلمہ طیبہ ہی کی گواہی دی جاتی ہے اگر کلمہ طیبہ کوئی چیز نہیں تو گواہی کس چیز کی دی جائے گی۔ دراصل مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کیلئے شیطان لوگوں کے دل میں نئی باتیں ڈالتا رہتا ہے۔ یہ لوگ گمراہ ہیں ان سے محتاط رہنا چاہئے۔

عیسائی بیوی کے بچے مسلمان ہوں گے یا عیسائی

س..... اگر کوئی مسلمان آدمی کسی عیسائی مذہب کی عورت سے محبت کرتا ہو اور پھر وہ اس عورت کے مذہب کا ہو کر شادی کرے اور جب شادی کے بعد بچے ہوں تو آدھے مسلمان اور آدھے عیسائی یعنی وہ عورت شادی سے پہلے کہہ دیتی ہے کہ دو بچے عیسائی ہوں گے اور دو بچے مسلمان۔ اب اس کے دو بچے عیسائی ہیں اور دو مسلمان۔ یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی عیسائی اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی مسلمان۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ کہاں تک صحیح ہے کہ ایک ہی گھر میں دو بچے مسلمان اور دو بچے کافر ہوں۔ اور وہ آدمی اب شادی کے اتنے عرصے بعد کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ یہ کہاں تک درست ہے کہ ایسی شادیاں ہو جاتی ہیں اور ان کی اولاد کہاں تک عیسائی اور کہاں تک مسلمان ہے۔

ج..... اگر کسی مسلمان نے اہل کتاب سے شادی کی اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ مسلمان ہوگی۔ یہ شرط کرنا کہ آدھی مسلمان ہوگی اور آدھی کافر، قطعاً غلط ہے۔ اور ایسی شرط کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اولاد کے کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، اور اگر ایسی شرط نہ رکھی تب بھی اگر اولاد کے کافر ہو جانے کا خطرہ ہو تو عیسائی عورت سے شادی کرنا گناہ ہے۔

صابئین کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

س..... سورۃ البقرہ کی آیت ۶۲ میں نصاریٰ اور صابئین کی بابت جو بیان کیا گیا ہے ذرا وضاحت فرما دیجئے۔ کیا یہ لوگ بھی جنت میں جاسکیں گے؟

ج..... ان میں سے جو لوگ اسلام لے آئیں وہ جنت میں جائیں گے۔ اسلام لائے بغیر جنت میں نہیں جائینگے۔

(نوٹ) صابئین صابی کی جمع ہے اور صابی لغت میں اس کو کہتے ہیں جو ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہو جائے۔ لہٰذا صابی وہ لوگ تھے جو اہل کتاب کے دین سے نکل گئے تھے قتادہؒ فرماتے ہیں کہ

صابی وہ لوگ تھے جنھوں نے ادیان سماویہ میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے لیا چنانچہ وہ زبور پڑھتے تھے، ملائکہ کی عبادت کرتے تھے، اور نماز کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھا کرتے تھے۔

فرقہ مہدویہ کے عقائد

س...... فرقہ مہدویہ کے متعلق معلومات کرنا چاہتا ہوں ان کے کیا گمراہ کن عقائد ہیں یہ لوگ، نماز، روزہ کے پابند اور شریعت کے دعویدار ہیں کیا مہدویہ، ذکریہ ایک ہی قسم کا فرقہ ہے؟ مہدی کی تاریخ کیا اور مدفن کہاں ہے؟

ج...... فرقہ مہدویہ کے عقائد و نظریات پر مفصل کتاب مولانا عین القضاۃ صاحب نے "ہدیہ مہدویہ" کے نام سے لکھی تھی، جواب نایاب ہے میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔

فرقہ مہدویہ سید محمد جون پوری کو مہدی موعود سمجھتا ہے۔ جس طرح کہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی سمجھتے ہیں۔ سید محمد جون پوری کا انتقال افغانستان میں غالباً ۹۱۰ ھ میں ہوا تھا۔

فرقہ مہدویہ کی تردید میں شیخ علی متقی شیخ محمد طاہر پٹنی اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے رسائل لکھے تھے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح دیگر جھوٹے مدعیوں کے ماننے والے فرقے ہیں اور ان کے عقائد و نظریات اسلام سے ہٹے ہوئے ہیں اسی طرح یہ فرقہ بھی غیر مسلم ہے۔ جہاں تک مختلف فرقوں کے وجود میں آنے کا تعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ نئے نئے نظریات پیش کرتے ہیں اور ان کے ماننے والوں کا ایک حلقہ بن جاتا ہے اس طرح فرقہ بندی وجود میں آجاتی ہے۔ اگر سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم رہتے اور صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلتے تو کوئی فرقہ وجود میں نہ آتا۔ رہا یہ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اس کا جواب اوپر کی سطروں سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہمیں کتاب و سنت اور بزرگان دین کے راستہ پر چلنا چاہئے اور جو شخص یا گروہ اس راستہ سے ہٹ جائے ہمیں ان کی پیروی نہیں کرنی چاہئے

امام کو خدا کا درجہ دینے والوں کا شرعی حکم

س...... میرا تعلق ایک خاص فرقہ سے رہا ہے لیکن اب خدا کے فضل سے میں نے اس مذہب کو چھوڑ دیا ہے میں اس مذہب کے چند عقائد یہاں لکھ رہا ہوں۔

عقائد۔ اس مذہب میں امام کو خدا کا درجہ دیدیا گیا ہے اور اپنی تمام حاجات و خواہشات حتیٰ کہ گناہوں کی معافی بھی انہی سے مانگی جاتی ہے۔ پانچ وقت کی نماز کی بجائے تین وقت کی "دعا" پڑھی جاتی

ہے جو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ سے بالکل مختلف ہے۔ نہ تو وضو کا کوئی تصور ہے اور نہ رکوع و سجود کا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور جس طرح ان کے مرد اور عورتیں سج دھج کر کے جماعت خانہ جاتے ہیں وہ تو آپ نے خود بھی ملاحظہ فرمایا ہو گا۔ روزہ' زکوٰۃ اور حج اس مذہب کے ماننے والوں پر فرض ہی نہیں آپ کتاب و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا ان عقائد کے ساتھ کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟

ج...... آپ نے جو عقائد لکھے ہیں۔ وہ اسلام سے یکسر مختلف ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے بہت سے سمجھدار اور پڑھے لکھے حضرات خود بھی محسوس کرتے ہوں گے کہ ان کے عقائد اسلام سے قطعی الگ ہیں لیکن ایک خاندانی روایت کے طور پر وہ ان عقائد کو اپنائے چلے آتے ہیں' جن لوگوں کے دل میں آخرت کی فکر اور صحیح دین اختیار کرنے کی خلش پیدا ہو جاتی ہے ان کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے دوسرے بھائیوں کی بھی اس ہدایت کی طرف رہنمائی کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمائی ہے۔

ڈاکٹر عثمانی گمراہ ہے

س......ڈاکٹر عثمانی جو کراچی میں رہتے ہیں اور مختلف قسم کے پمفلٹ' لٹریچر شائع کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ج......ڈاکٹر عثمانی گمراہ ہے اس کے نزدیک (سوائے اس کی ذات اور اس کے ہمنواؤں کے) کوئی بھی صحیح مسلمان نہیں' سب نعوذ باللہ مشرک ہیں' تمام اکابر امت کو اس نے گمراہ کہا ہے۔

قادیانی فتنہ

جھوٹے نبی کا انجام

س..... رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امکان نبوت پر روشنی ڈالئے اور بتایئے کہ جھوٹے نبیوں کا انجام کیا ہوتا ہے مرزا قادیانی کا انجام کیا ہو گا؟۔

ج..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا حصول ممکن نہیں، جھوٹے نبی کا انجام مرزا غلام احمد قادیانی جیسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں ذلیل کرتا ہے چنانچہ تمام جھوٹے مدعیان نبوت کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا۔ خود مرزا قادیانی منہ مانگی ہیضے کی موت مرا اور دم واپسیں دونوں راستوں سے نجاست خارج ہو رہی تھی۔

مسلمان اور قادیانی کے کلمہ اور ایمان میں بنیادی فرق

س..... انگریزی دان طبقہ اور وہ حضرات جو دین کا زیادہ علم نہیں رکھتے لیکن مسلمانوں کے آپس کے افتراق سے بیزار ہیں قادیانیوں کے سلسلہ میں بڑے گومگو میں ہیں۔ ایک طرف وہ جانتے ہیں کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہنا چاہئے جبکہ قادیانیوں کو کلمہ کا بیج لگانے کی بھی اجازت نہیں ہے دوسری طرف وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تھا۔ برائے مہربانی آپ بتایئے کہ قادیانی جو مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے ہیں کیونکر کافر ہیں؟۔

ج..... قادیانیوں سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، تو پھر آپ لوگ مرزا صاحب کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟ مرزا صاحب کے صاحب زادے مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے اپنے رسالہ "کلمۃ الفصل" میں اس سوال کے دو جواب دیئے ہیں۔ ان دونوں

جوابوں سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ قادیانی صاحبان "محمد رسول اللہ" کا مفہوم کیا لیتے ہیں؟۔

مرزا بشیر احمد صاحب کا پہلا جواب یہ ہے کہ :۔

"محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں' اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آ جاتے ہیں۔ ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں! حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے مگر مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت کے بعد "محمد رسول اللہ" کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی۔

غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی کلمہ ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس"۔

یہ تو ہوا مسلمانوں اور قادیانی غیر مسلم اقلیت کے کلمے میں پہلا فرق...... جس کا حاصل یہ ہے کہ قادیانیوں کے کلمہ کے مفہوم میں مرزا قادیانی بھی شامل ہے' اور مسلمانوں کا کلمہ اس نئے نبی کی "زیادتی" سے پاک ہے۔ اب دوسرا فرق سنئے! مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے لکھتے ہیں:۔

"علاوہ اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا' اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی' کیونکہ مسیح موعود (مرزا صاحب) نبی کریمؐ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ (یعنی مرزا صاحب) خود فرماتا ہے۔ "صار وجودی وجودہ"۔ (یعنی میرا وجود محمد رسول اللہ ہی کا وجود بن گیا ہے۔ از ناقل)۔ نیز "من فرق بینی وبین المصطفٰے فما عرفنی ومارأیٰ"۔ (یعنی جس نے مجھ کو اور مصطفیٰ کو الگ الگ سمجھا' اس نے مجھے نہ پہچانا' نہ دیکھا۔ ناقل) اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا۔ (نعوذ باللہ۔ ناقل) جیسا کہ آیت آخرین منہم سے ظاہر ہے۔

پس مسیح موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ ہے۔ جو اشاعت اسلام کے

لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔
ہاں! اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی..... فتدبروا"۔

(کلمۃ الفصل ص۔ ۱۵۸ مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلجنز جلد ۱۴ نمبر ۳، ۴ بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)۔

یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں دوسرا فرق ہوا کہ مسلمانوں کے کلمہ شریف میں "محمد رسول اللہ" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور قادیانی جب "محمد رسول اللہ" کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے جو لکھا ہے کہ "مرزا صاحب خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لئے دنیا میں دوبارہ تشریف لائے ہیں" ۔ یہ قادیانیوں کا بروزی فلسفہ ہے۔ جس کی مختصر سی وضاحت یہ ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں دوبار آنا تھا۔ چنانچہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے اور دوسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا غلام احمد کی بروزی شکل میں۔ معاذ اللہ ..... مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر میں جنم لیا۔ مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ۔ خطبہ الہامیہ اور دیگر بہت سی کتابوں میں اس مضمون کو بار بار دہرایا ہے۔ (دیکھئے خطبہ الہامیہ ص۔ ۱۷۱ ص۔ ۱۸۰)

اس نظریہ کے مطابق قادیانی امت مرزا صاحب کو "عین محمدؐ" سمجھتی ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ نام، کام، مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے مرزا صاحب اور محمد رسول اللہ کے درمیان کوئی دوئی اور مغائرت نہیں ہے نہ وہ دونوں علیحدہ وجود ہیں۔ بلکہ دونوں ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ، ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی۔ غیر مسلم اقلیت ..... مرزا غلام احمد کو وہ تمام اوصاف و القاب اور مرتبہ و مقام دیتی ہے جو اہل اسلام کے نزدیک صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ قادیانیوں کے نزدیک مرزا صاحب بعینہ محمد رسول اللہ ہیں، محمد مصطفیٰ ہیں، احمد مجتبیٰ ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، امام الرسل ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں، صاحب کوثر ہیں، صاحب معراج ہیں، صاحب مقام محمود ہیں، صاحب فتح مبین ہیں، زمین و زمان اور کون و مکان صرف مرزا صاحب کی خاطر پیدا کئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بقول ان کے مرزا صاحب کی "بروزی بعثت" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل بعثت سے روحانیت میں اعلیٰ و اکمل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ روحانی ترقیات کی ابتدا کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ ان ترقیات کی انتہا کا ..... وہ صرف تائیدات اور دفع بلیات کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ برکات کا زمانہ ہے۔ ابتدائے اسلام پہلی رات کے چاند کی مانند تھا

(جس کی کوئی روشنی نہیں ہوتی) اور مرزا صاحب کا زمانہ چودھویں رات کے بدر کامل کے مشابہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ہزار معجزے دیئے گئے تھے اور مرزا صاحب کو دس لاکھ، بلکہ دس کروڑ، بلکہ بے شمار۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذھنی ارتقاء وہاں تک نہیں پہنچا جہاں تک مرزا صاحب نے ذھنی ترقی کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے وہ رموز و اسرار نہیں کھلے جو مرزا صاحب پر کھلے۔

مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت و برتری کو دیکھ کر...... قادیانیوں کے بقول...... اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں سے عہد لیا کہ وہ مرزا صاحب پر ایمان لائیں اور ان کی بیعت و نصرت کریں۔ خلاصہ یہ کہ قادیانیوں کے نزدیک نہ صرف مرزا صاحب کی شکل میں محمد رسول اللہ خود دوبارہ تشریف لائے ہیں، بلکہ مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر پیدا ہونے والا قادیانی "محمد رسول اللہ" اصلی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنی شان میں بڑھ کر ہے۔ نعوذ باللہ استغفر اللہ۔

چنانچہ مرزا صاحب کے ایک مرید (یا قادیانی اصطلاح میں مرزا صاحب کے "صحابی") قاضی ظہور الدین اکمل نے مرزا صاحب کی شان میں ایک "نعت" لکھی، جسے خوش خط لکھوا کر اور خوبصورت فریم بنوا کر قادیان کی "بارگاہ رسالت" میں پیش کیا، مرزا صاحب اپنے نعت خواں سے بہت خوش ہوئے اور اسے بڑی دعائیں دیں۔ بعد میں وہ قصیدۂ نعتیہ مرزا صاحب کے ترجمان اخبار بدر جلد ۲ نمبر ۴۳ میں شائع ہوا۔ وہ پرچہ راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔ اس کے چار شعر ملاحظہ ہوں۔

امام اپنا عزیزو! اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دارالاماں میں

غلام احمد ہے عرش رب اکبر
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں

محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں!
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

مرزا صاحب کا ایک اور نعت خواں، قادیان کے "بروزی محمد رسول اللہ" کو ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

صدی چودہویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پر وہ بدر الدجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازیٔ امت
ہے اب "احمد مجتبیٰ" بن کے آیا
حقیقت کھلی بعث ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

(الفضل قادیان ۲۸ مئی ۱۹۲۸ء)

یہ ہے قادیانیوں کا "محمد رسول اللہ" جس کا وہ کلمہ پڑھتے ہیں۔

چونکہ مسلمان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور آخری نبی مانتے ہیں، اس لئے کسی مسلمان کی غیرت ایک لحہ کے لئے بھی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے کسی بڑے سے بڑے شخص کو بھی منصب نبوت پر قدم رکھنے کی اجازت دی جائے۔ کجا کہ ایک "غلام اسود" کو نعوذ باللہ "محمد رسول اللہ" بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اعلیٰ و افضل بناڈالا جائے۔ بنابریں قادیان کی شریعت مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ دیتی ہے۔ مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:۔

"اب معاملہ صاف ہے۔ اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ وہی ہے"۔

"اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو، مگر دوسری بعثت (قادیان کی بروزی بعثت...... ناقل) میں جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے...... آپ کا انکار کفر نہ ہو"۔ (کلمتہ الفصل ص۔ ۱۴۷)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔ (ص۔ ۱۱۰)

ان کے بڑے بھائی مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔ (آئینہ صداقت ص۔۳۵)

ظاہر ہے کہ اگر قادیانی بھی اسی محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں جن کا کلمہ مسلمان پڑھتے ہیں تو قادیانی شریعت میں یہ "کفر کا فتویٰ" نازل نہ ہوتا۔ اس لئے مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ کے الفاظ گو ایک ہی ہیں مگر ان کے مفہوم میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہے۔

کلمہ شہادت اور قادیانی

س..... اخبار جنگ "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کے عنوان کے تحت آنجناب نے ایک سائل کے جواب میں کہ کسی غیر مسلم کو مسلم بنانے کا طریقہ کیا ہے۔ فرمایا ہے کہ:

"غیر مسلم کو کلمہ شہادت پڑھا دیجئے مسلمان ہو جائے گا"۔

اگر مسلمان ہونے کے لئے صرف کلمہ شہادت پڑھ لینا کافی ہے تو پھر قادیانیوں کو باوجود کلمہ شہادت پڑھنے کے غیر مسلم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ ازراہ کرم اپنے جواب پر نظر ثانی فرمائیں۔ آپ نے تو اس جواب سے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے۔ قادیانی اس جواب کو اپنی مسلمانی کے لئے بطور سند پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کریں گے اور آپ کو بھی خدا کے حضور جوابدہ ہونا پڑے گا۔

ج..... مسلمان ہونے کے لئے کلمہ شہادت کے ساتھ خلافِ اسلام مذاہب سے بیزار ہونا اور ان کو چھوڑنے کا عزم کرنا بھی شرط ہے۔ یہ شرط میں نے اس لئے نہیں لکھی تھی کہ جو شخص اسلام لانے کے لئے آئے گا ظاہر ہے کہ وہ اپنے سابقہ عقائد کو چھوڑنے کا عزم لے کر ہی آئے گا۔ باقی قادیانی حضرات اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک کلمہ شہادت پڑھنے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا بلکہ مرزا صاحب کی پیروی کرنے اور ان کی بیعت کرنے میں شامل ہونے سے مسلمان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ خدا نے انہیں یہ الہام کیا ہے کہ:۔

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے"۔ (تذکرہ طبع جدید ص۔۳۳۶)

نیز مرزا قادیانی اپنا یہ الہام بھی سناتا ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے"۔

(مرزا کا خط بنام ڈاکٹر عبدالحکیم)

مرزا صاحب کے بڑے صاحب زادے مرزا محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔

(آئینہ صداقت ص۔ ۳۵)

مرزا صاحب کے منجھلے لڑکے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:۔

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (غلام احمد) قادیانی کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔ (کلمتہ الفصل ص۔ ۱۱۰)

قادیانیوں سے کہئے کہ ذرا اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر بات کیا کریں۔

مرزا قادیانی کا کلمہ پڑھنے پر سزا کا گمراہ کن پروپیگنڈا

س..... میرے ساتھ ایک عیسائی لڑکی پڑھتی ہے وہ اسلام میں دلچسپی رکھتی ہے میں اسے اسلام کے متعلق بتاتی ہوں لیکن جب میں نے اسے اسلام قبول کرنے کو کہا تو وہ کہنے لگی تمہارے یہاں تو کلمہ پڑھنے پر سخت سزا دی جاتی ہے اخبار میں بھی آیا تھا برائے مہربانی مجھے بتائیں میں اسے کیا جواب دوں۔

ج..... اسے یہ جواب دیجئے کہ اسلام قبول کر کے کلمہ پڑھنے سے منع نہیں کرتے نہ اس پر سزا دی جاتی ہے البتہ وہ غیر مسلم جو منافقانہ طور پر اسلام کا کلمہ پڑھ کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں ان کو سزا دی جاتی ہے۔

قادیانی عقیدہ کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی ہی (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہیں

س..... اخبار جنگ میں "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کے زیر عنوان آپ نے مسلمان اور

قادیانی کے کلمہ میں کیا فرق ہے' مرزا بشیر احمد صاحب کی تحریر کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ:

"یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں دوسرا فرق ہے کہ مسلمانوں کے کلمہ شریف میں "محمد رسول اللہ" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور قادیانی جب محمد رسول اللہ کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں"۔

مکرم جناب مولانا صاحب! میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ کہتا ہوں کہ میں جب کلمہ شریف میں محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں تو اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں۔ "مرزا غلام احمد قادیانی" نہیں ہوتے۔ اگر میں اس معاملہ میں جھوٹ بولتا ہوں تو اللہ تعالیٰ 'اس کے فرشتوں اور تمام مخلوق کی طرف سے مجھ پر ہزار بار لعنت ہو اور اسی یقین کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ کوئی احمدی کلمہ شریف میں "محمد رسول اللہ" سے مراد بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "مرزا غلام احمد قادیانی" نہیں لیتا۔ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اسی طرح حلفیہ بیان اخبار جنگ میں شائع کروائیں کہ در حقیقت احمدی لوگ (یا آپ کے قول کے مطابق قادیانی) کلمہ شریف میں "محمد رسول اللہ" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا حلف شائع کروا دیا تو سمجھا جائے گا کہ آپ اپنے بیان میں مخلص ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا کہ کون اپنے دعوے یا بیان میں سچا اور کون جھوٹا ہے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ظاہر ہو جائے گا کہ آپ کے بیان کی بنیاد 'خلوص' دیانت اور تقوے پر نہیں بلکہ یہ محض ایک کلمہ گو جماعت پر افترا اور اتہام ہو گا جو ایک عالم کو زیب نہیں دیتا۔

نوٹ..... اگر آپ اپنا حلف شائع نہ کر سکیں تو میرا یہ خط شائع کر دیں تاکہ قارئین کو حقیقت معلوم ہو سکے۔

ج..... نامہ کرم موصول ہو کر موجب سرفرازی ہوا۔ جناب نے جو کچھ لکھا میری توقع کے عین مطابق لکھا ہے۔ مجھے یہی توقع تھی کہ آپ کی جماعت کی نئی نسل جناب مرزا صاحب کے اصل عقائد سے بے خبر ہے اور جس طرح عیسائی تین ایک 'ایک تین' کا مطلب سمجھے بغیر اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ساتھ ہی توحید کا بھی بڑے زور شور سے اعلان کرتے ہیں۔ کچھ یہی حال آپ کی جماعت کے افراد کا بھی ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ آپ "محمد رسول اللہ" سے مرزا صاحب کو نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات عالی کو مراد لیتے ہیں اور یہ کہ اگر آپ ایسا عقیدہ رکھتے ہوں تو فلاں فلاں کی ہزار لعنتیں آپ پر ہوں۔ مگر آپ کے مراد لینے نہ لینے کو میں کیا کروں مجھے تو یہ بتایئے کہ میں نے یہ بات بے دلیل کہی یا مدلل؟ اور اپنی طرف سے خود گھڑ کر کہہ دی ہے یا مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے حوالوں

سے؟ جب میں ایک بات دلیل کے ساتھ کہہ رہا ہوں تو مجھے قسمیں کھانے کی کیا ضرورت؟ اور اگر قسموں ہی کی ضرورت ہے تو میری طرف سے اللہ تعالیٰ "انک رسول اللہ" کی قسمیں کھانے والوں کے مقابلے میں "انہم لکاذبون" کی قسم کھا چکا ہے۔

میرے بھائی! بحث قسموں کی نہیں، عقیدے کی ہے۔ جب آپ کی جماعت کا لٹریچر پکار رہا ہے کہ مرزا صاحب "محمد رسول اللہ" ہیں، وہی رحمۃ للعالمین، وہی ساقی کوثر ہیں، انہی کے لئے کائنات پیدا کی گئی، انہی پر ایمان لانے کا سب نبیوں سے (بشمول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) عہد لیا گیا ہے، اور مصطفیٰ اور مرزا میں سرے سے کوئی فرق ہی نہیں بلکہ دونوں بعینہٖ ایک ہیں وغیرہ وغیرہ اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب چونکہ بعینہٖ محمد رسول اللہ ہیں اس لئے ہمیں کسی اور کلمے کی ضرورت نہیں۔ ہاں! کوئی دوسرا آتا تو ضرورت ہوتی اور پھر اسی بنیاد پر پرانے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو منہ بھر کر کافر بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ نئے محمد رسول اللہ کے منکر ہیں تو فرمایئے کہ آپ کے ان سب عقائد کو جاننے کے باوجود میں کس دلیل سے تسلیم کر لوں کہ آپ نئے محمد رسول اللہ کا نہیں بلکہ اسی پرانے محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ اگر جناب کو میرے درج کردہ حوالوں میں شبہ ہو تو آپ تشریف لا کر ان کے بارے میں اطمینان کر سکتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت

س..... ثابت کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ان کی تحریروں کے حوالے دیں۔

ہمارے محلے کے چند قادیانی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا

ج..... مرزا قادیانی کے ماننے والوں کے دو گروہ ہیں ایک لاہوری، دوسرا قادیانی (جن کا مرکز پہلے قادیان تھا اب ربوہ ہے) ان دونوں کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی کے الہامات اور تحریروں میں باصرار و تکرار نبوت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ لیکن لاہوری گروہ اس دعوائے نبوت میں تاویل کرتا ہے۔ جب کہ قادیانی گروہ کسی تاویل کے بغیر مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت پر ایمان لانا ضروری سمجھتا ہے۔

آپ سے جن صاحب کی گفتگو ہوئی ہے وہ غالباً لاہوری گروہ کے ممبر ہوں گے۔ ان کی خدمت میں عرض کیجئے کہ یہ جھگڑا تو وہ اپنے گھر میں نمٹائیں کہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کی کیا توجیہ و تاویل ہے؟ ہمارے لئے اتنی بات بس ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور دعویٰ بھی انہی لفظوں میں جن

الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ مثلاً:۔

قل یایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (الاعراف۔ ۱۵۸)

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیٰ (الکہف۔ ۱۱۰)

وغیرہ وغیرہ۔

اگر ان الفاظ سے بھی دعویٰ نبوت ثابت نہیں ہوتا تو یہ فرمایا جائے کہ کسی مدعی نبوت کو نبوت کا دعویٰ کرنے کے لئے کیا الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔

رہیں دعویٰ نبوت کی تاویلات! تو دنیا میں کس چیز کی لوگ تاویلیں نہیں کرتے، بتوں کو خدا بنانے کے لئے لوگوں نے تاویلیں ہی کی تھیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے والے بھی تاویلیں ہی کرتے ہیں۔ جس طرح کسی اور کھلی ہوئی غلط بات یا غلط عقیدہ کی تاویل لائق اعتبار نہیں۔ اسی طرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ بھی قطعی غلط ہے اور اس کی کوئی تاویل (خواہ خود مدعی کی طرف سے کی گئی ہو یا اس کے ماننے والوں کی جانب سے) لائق اعتبار نہیں..... دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاریؒ شرح "فقہ اکبر" میں فرماتے ہیں۔

دعویٰ النبوۃ بعد نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ بالاجماع کفر ہے"۔

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں "کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوش و حواس سے محروم ہو تو اس کو معذور سمجھا جائے گا ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔"

منکرین ختم نبوت کیلئے اصل شرعی فیصلہ کیا ہے؟

س: خلیفہ اول بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے منکرین ختم نبوت کے خلاف اعلان جنگ کیا اور تمام منکرین ختم نبوت کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ منکرین ختم نبوت واجب القتل ہیں۔ لیکن ہم نے پاکستان میں قادیانیوں کو صرف "غیر مسلم اقلیت" دینے پر ہی اکتفا کیا اس کے علاوہ اخبارات میں آئے دن اس قسم کے بیانات بھی شائع ہوتے رہتے ہیں کہ "اسلام نے اقلیتوں کو جو حقوق دیئے ہیں وہ حقوق انہیں پورے پورے دیئے جائیں گے" ہم نے قادیانیوں کو نہ صرف حقوق اور تحفظ فراہم کئے ہوئے ہیں بلکہ کئی اہم سرکاری عہدوں پر بھی قادیانی فائز ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منکرین ختم نبوت اسلام کی رو سے

واجب القتل ہیں یا اسلام کی طرف سے اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق اور تحفظ کے حقدار ہیں؟

ج: منکرین ختم نبوت کیلئے اسلام کا اصل قانون تو وہی ہے جس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے عمل کیا پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا ان کے ساتھ رعایتی سلوک ہے لیکن اگر قادیانی اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوں۔ بلکہ مسلمان کہلانے پر مصر ہوں تو مسلمان حکومت سے یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی جماعت کا سا سلوک کیا جائے۔ کسی اسلامی مملکت میں مرتدین اور زنادقہ کو سرکاری عہدوں پر فائز کرنے کی کوئی گنجائش نہیں یہ مسئلہ نہ صرف پاکستان بلکہ دیگر اسلامی ممالک کے اربابِ حل و عقد کی توجہ کا متقاضی ہے۔

قادیانی اپنے کو "احمدی" کہہ کر فریب دیتے ہیں

س: آپ کے موقر جریدہ کی ۲۹ر دسمبر کی اشاعت میں یہ پڑھ کر تعجب ہوا کہ جہاں قادیانی حضرات کے مذہب کا شناختی کارڈ فارم میں اندراج ہوتا ہے وہاں شناختی کارڈ میں اس کا کوئی اندراج نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسی فرو گزاشت ہے جس سے فارم میں اندراج کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے یہاں میں یہ گزارش کروں گا کہ قادیانیوں کیلئے لفظ "احمدی" کا اندراج کسی طور جائز نہیں۔ یہ غلطی اکثر سرکاری اعلانات میں بھی سرزد ہوتی ہے۔ اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ بہت سے حضرات اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ قادیانیوں نے لفظ "احمدی" اپنے لئے کیوں اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو الفاظ "اسمہ احمد" آئے ہیں وہ دراصل مرزا صاحب کی مراجعت کی پیش گوئی ہے حالانکہ چودہ سو سال سے جملہ مسلمین کا یہی اعتقاد رہا ہے لفظ "احمد" حضور مقبول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آیا ہے اور آپ کا نام احمد مجتبیٰ بھی تھا اور شاید مرزا صاحب کے والد بزرگوار کا بھی یہی اعتقاد ہو، جنہوں نے آپ کا نام "غلام احمد" رکھا تھا۔ اسی طرح انجیل میں لفظ "فارقلیط" علمائے اسلام کے نزدیک حضورؐ ہی کی آمد کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ فارقلیط معرب ہے یونانی لفظ پیری کلی ٹاس کا جو بذات خود ترجمہ ہے عبرانی زبان میں "احمد" کا جس زبان میں پہلے انجیل لکھی گئی تھی اسے بھی حضورؐ کے ورود مسعود کی پیش گوئی شمار کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن قادیانی حضرات اسے بھی مرزا صاحب کی آمد کی پیش گوئی شمار کرتے ہیں چنانچہ بجائے قادیانی کے لفظ "احمدی" کا استعمال قادیانی حضرات کے موقف اور ان کے پروپیگنڈے کو تقویت دینے کے مترادف ہے۔ اس لئے میرا ادنیٰ مشورہ یہ ہے کہ اس جماعت کیلئے لفظ قادیانی ہی استعمال کرنا مناسب ہے۔

ج: آپ کی رائے صحیح ہے۔ قادیانیوں کا "اسمہ احمد" کی آیت کو مرزا قادیانی پر چسپاں کرنا ایک مستقل کفر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی تحفہ گولڑویہ ص۹۶ میں لکھتا ہے۔ "یہی وہ بات ہے جو میں نے اس سے پہلے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں' (روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۲۵۴)

ایک قادیانی نوجوان کے جواب میں

جواب ...... "آپ کا جوابی لفافہ موصول ہوا۔ آپ کی فرمائش پر براہ راست جواب لکھ رہا ہوں اور اس کی نقل "جنگ" کو بھی بھیج رہا ہوں۔

اہل اسلام قرآن کریم' حدیث نبویؐ اور اجماع امت کی بناء پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ خود جناب مرزا صاحب کو اعتراف ہے کہ:

"مسیح ابن مریم کی آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور صحاح میں جس قدر پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۵۵۷' روحانی خزائن ص ۴۰۰ ج ۳)

لیکن میرا خیال ہے کہ جناب مرزا صاحب کے ماننے والوں کو اہل اسلام سے بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ رکھنا چاہئے۔ کیونکہ جناب مرزا صاحب نے سورہ الصف کی آیت ۹ کے حوالے سے ان کی دوبارہ تشریف آوری کا اعلان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا (اس آیت میں) وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئیگا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائیگا۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸۔ ۴۹۹)

جناب مرزا صاحب قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا ثبوت محض اپنی قرآن فہمی کی بناء پر نہیں دیتے بلکہ وہ اپنے الہام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس آیت کا مصداق ثابت کرتے ہیں۔

"اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی روح سے مسیح کی "پہلی زندگی" کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ

واقع ہوئی ہے .... اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر۔ "

(ایضاً ۴۹۹)

اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ مرزا صاحب اپنے الہام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی الہامی پیش گوئی بھی کرتے ہیں چنانچہ اسی کتاب کے ص ۵۰۵ پر اپنا ایک الہام "عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم" درج کر کے اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں۔

"یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے "جلالی طور پر" ظاہر ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریق وحق اور نرمی اور لطف اور احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مجرمین کیلئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور یہ زمانہ اس زمانے کیلئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے۔ یعنی اس وقت جلالی طور پر خدائے تعالیٰ اتمام حجت کرے گا۔ اب بجائے اس کے جمالی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔ "

ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ آنے پر ایمان نہ رکھا جائے تو نہ صرف یہ قرآن کریم کی قطعی پیش گوئی کی تکذیب ہے۔ بلکہ جناب مرزا صاحب کی قرآن فہمی ان کی الہامی تفسیر اور ان کی الہامی پیش گوئی کی بھی تکذیب ہے۔ پس ضروری ہے کہ اہل اسلام کی طرح مرزا صاحب کے ماننے والے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے پر ایمان رکھیں ورنہ اس عقیدے کے ترک کرنے سے قرآن وحدیث کے علاوہ مرزا صاحب کی قرآن دانی بھی حرف غلط ثابت ہوگی اور ان کی الہامی تفسیریں اور الہامی انکشافات سب غلط ہو جائیں گے۔ کیونکہ :

"جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ "

(چشمۂ معرفت ص ۲۲۲)

اب آپ کو اختیار ہے کہ ان دو باتوں میں کس کو اختیار کرتے ہیں۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کو؟ یا مرزا صاحب کی تکذیب کو؟

جناب مرزا صاحب کے ازالہ اوہام صفحہ ۹۲۱ والے چیلنج کا ذکر کر کے آپ نے شکایت کی ہے کہ نوے سال سے کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔

آنعزیز کو شاید علم نہیں کہ حضرات علماء کرام ایک بار نہیں، متعدد بار اس کا جواب دے چکے ہیں

تاہم اگر آپ کا یہی خیال ہے کہ اب تک اس کا جواب نہیں ملا تو یہ فقیر (باوجودیکہ حضرات علماء احسن اللہ ہم کی خاک پا بھی نہیں) اس چیلنج کا جواب دینے کیلئے حاضر ہے۔ اسی کے ساتھ مرزا صاحب کی کتاب البریۃ ص ۲۰۷ والے اعلان کو بھی ملا لیجئے' جس میں موصوف نے بیس ہزار روپیہ تاوان دینے کے علاوہ اپنے عقائد سے توبہ کرنے اور اپنی کتابیں جلا دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

تصفیہ کی صورت یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب کے موجودہ جانشین سے لکھوا دیا جائے کہ یہ چیلنج اب بھی قائم ہے اور یہ کہ وہ مرزا صاحب کی شرط پوری کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ کوئی ثالثی عدالت' جس کے فیصلے پر فریقین اعتماد کر سکیں۔ خود ہی تجویز فرما دیں۔ میں اس مسلمہ عدالت کے سامنے اپنی معروضات پیش کر دوں گا۔ عدالت اس پر جو جرح کرے گی اس کا جواب دوں گا میرے دلائل سننے کے بعد اگر عدالت میرے حق میں فیصلہ کر دے کہ میں نے مرزا صاحب کے کلئے کو توڑ دیا اور ان کے چیلنج کا ٹھیک ٹھیک جواب دیدیا ہے تو ۲۰ ہزار روپے آنعزیز کی اعلیٰ تعلیم کیلئے آپ کو چھوڑتا ہوں۔ دوسری دونوں باتوں کو پورا کرنے کا معاہدہ پورا کرا دیجئے گا۔ اور اگر عدالت میرے خلاف فیصلہ صادر کرے تو آپ شوق سے اخبارات میں اعلان کرا دیجئے گا۔ کہ مرزا صاحب کا چیلنج بدستور قائم ہے اور آج تک کسی سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ اگر آپ اس تصفیہ کیلئے آگے بڑھیں تو اپنی جماعت پر بہت احسان کریں گے۔

ایک قادیانی کا خود کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے گمراہ کن استدلال

بخدمت جناب مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدظلہ

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

جناب عالی! گذارش ہے کہ جناب کی خدمت میں مکرم و محترم جناب بلال انور صاحب نے ایک مراسلہ ختم نبوت کے موضوع پر لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا آپ نے اس مراسلہ کے حاشیہ پر اپنے ریمارکس دے کر واپس کیا ہے یہ مراسلہ اور آپ کے ریمارکس خاکسار نے مطالعہ کئے ہیں۔ چند ایک معروضات ارسال خدمت ہیں آپ کی خدمت میں مؤدبانہ اور عاجزی سے درخواست ہے کہ خالی الذہن ہو کر خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرتے ہوئے ایک خداترس اور محقق انسان بن کر ضد و تعصب' بغض و کینہ دل سے نکال کر ان معروضات پر غور فرما کر اپنے خیالات سے مطلع فرمائیں یہ عاجز بہت ممنون و مشکور ہو گا۔

سوال نمبر ۱۔ جناب بلال صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و

کرم سے مسلمان ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید پر' جو خدا تعالیٰ کا آخری کلام ہے' اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہیں' تمام آسمانی کتابیں' جن کی سچائی قرآن مجید سے ثابت ہے' ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج تمام ارکان اسلام پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام پر کاربند ہیں۔

آپ نے ریمارکس میں لکھا ہے کہ "منافقین اسلام بھی اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو منافق قرار دیا ہے۔ یہی حال قادیانیوں کا ہے"۔

مکرم جناب مولانا صاحب یہ آپ کی بہت بڑی زیادتی' جسارت اور ناانصافی ہے اور ضد و تعصب اور بغض و کینہ کی ایک واضح مثال ہے۔ سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو قرآن شریف میں منافق ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے وہ کسی مولوی یا مفتی کا قول نہیں ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منافق ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا اور ان کو منافق کہنے والی اللہ تعالیٰ کی علیم و خبیر ہستی تھی جو کہ انسانوں کے دلوں سے واقف ہے کہ جس کے علم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا آپ کے خلفاء نے اپنے زمانہ میں کسی کے متعلق کفر یا منافق کا فتویٰ صادر کیا ہو۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی مثال ہو تو تحریر فرمائیں یہ عاجز بے حد آپ کا ممنون و مشکور ہو گا۔

سوال نمبر۲۔ مکرم مولانا اگر آپ کے اس اصول کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ کسی انسان کا اپنے عقیدہ کا اقرار تسلیم نہ کیا جائے تو مذہبی دنیا سے ایمان اٹھ جائے گا۔ اس حالت میں ہر فرقہ دوسرے فرقہ پر کافر اور منافق ہونے کا فتویٰ صادر کر دے گا اور کوئی شخص بھی دنیا میں اپنے عقیدہ اور اپنے ایمان کی طرف منسوب نہ ہو سکے گا' اور ہر ایک شخص کے بیان کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں وہ شخص اپنے بیان میں جھوٹا اور منافق قرار دیا جائے گا اور یہ سلوک آپ کے مخالفین آپ کے ساتھ بھی روا رکھیں گے اور آپ کو بھی اپنے عقیدہ اور ایمان میں مخلص قرار نہ دیں گے کیا آپ اس اصول کو تسلیم کریں گے۔

کیا خدا تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایسا کہنے کی اجازت دی ہے؟۔ دنیا کا مسلمہ اخلاقی اصول جو آج تک دنیا میں رائج ہے اور مانا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنا جو عقیدہ اور مذہب بیان کرتا ہے اس کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ ایک مسلمان کو مسلمان اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے' ایک ہندو کو ہندو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے اسی طرح ہر سکھ کہلانے والے عیسائی کہلانے والے اور دیگر مذہب کی طرف منسوب ہونے والوں سے معاملہ کیا جاتا ہے اور اس اخلاقی اصول کو دنیا میں تسلیم کیا گیا ہے اور ساری دنیا اس پر کاربند ہے۔ پس جب تک احمدی اس

بات کااقرار کرتے ہیں کہ وہ

(۱) ۱ ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔
۲ ۔ اس کے سب رسولوں کو مانتے ہیں۔
۳ ۔ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔
۴ ۔ اللہ تعالیٰ کے سب فرشتوں کو مانتے ہیں۔
۵ ۔ اور بعث بعد الموت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

اور اسی طرح پانچ ارکان دین پر عمل کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں اور اسلام کو آخری دین مانتے ہیں اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ اس وقت تک دنیا کی کوئی عدالت' دنیا کا کوئی قانون' دنیا کی کوئی اسمبلی اور دنیا کا کوئی حاکم اور کوئی مولوی' ملاں اور مفتی' جماعت کو اسلام کے دائرہ سے نہیں نکال سکتی اور نہ ہی ان کو کافر یا منافق کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ ہمارے پیارے نبی دل و جان سے پیارے آقا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیلؑ نے حضور سے پوچھا "ایمان" کیا ہے؟ حضور نے فرمایا:

(۲) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا درست ہے۔

پھر حضرت جبرائیلؑ نے پوچھا یا رسول اللہؐ اسلام کیا ہے؟۔ آنحضرت نے فرمایا:

"شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں' قائم کرنا نماز کا' زکوۃ ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا اور اگر استطاعت ہو تو ایک بار حج کرنا۔ حضرت جبرائیلؑ بولے درست ہے۔ آنحضرتؐ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ جبرائیلؑ تھے جو انسان کی شکل میں ہو کر تمہیں تمہارا دین سکھلانے آئے تھے۔

(ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الایمان)

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

۱ ۔ یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔
۲ ۔ نماز قائم کرنا۔
۳ ۔ رمضان کے روزے رکھنا۔
۴ ۔ زکوۃ دینا۔

۵ ۔ زندگی میں ایک بار حج کرنا۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص ہماری طرح کی نماز پڑھتا ہے۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارے ذبیحہ کو کھاتا ہے وہ مسلمان ہے 'اور اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت اس کو حاصل ہے پس اے مسلمانو! اس کو کسی قسم کی تکلیف دے کر خدا تعالیٰ کو اس کے عہد میں جھوٹا نہ بناؤ۔

(بخاری جلد اول باب فضل استقبال القبلۃ)

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک موقع پر فرمایا:

"ایمان کی تین جڑیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اس کے ساتھ کسی قسم کی لڑائی نہ کر اور اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ بنا اور اسلام سے خارج مت قرار دے۔

پس مسلمان کی یہ وہ تعریف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور جس کی تصدیق حضرت جبرائیل علیہ اسلام نے کی۔

اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہے اور مسلمان اور مومن ہے۔ اب انصاف آپ کریں کہ آپ کا بیان کہاں تک درست اور حق پر مبنی ہے۔

دوبارہ جماعت احمدیہ کے عقیدہ پر غور کر لیجئے۔

جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔

ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا زیادہ کرے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہیں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض جانتے ہیں۔

اور ہم آسمان اور زمین کو گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت کے دن ہمارا اس پر

دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔

ان حالات میں اب کس طرح ہم کو منکر اسلام کہہ سکتے ہیں۔ اگر تحکم سے ایسا کریں گے تو آپ ضدی اور متعصب تو کہلا سکیں گے مگر ایک خدا ترس اور متقی انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہوسکتے۔ امید ہے کہ آپ انصاف کی نظر سے اس مکتوب کا مطالعہ فرما کر اس کے جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

محمد شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:-

مکرم و محترم ہدانا اللہ وایاکم الیٰ صراط مستقیم

جناب کا طویل گرامی نامہ طویل سفر سے واپسی پر خطوط کے انبار میں ملا۔ میں عدیم الفرصتی کی بناء پر خطوط کا جواب ان کے حاشیہ میں لکھ دیا کرتا ہوں۔ جناب کی تحریر کا لب لباب یہ ہے کہ جب آپ دین کی ساری باتوں کو مانتے ہیں تو آپ کو خارج از اسلام کیوں کہا جاتا ہے؟۔

میرے محترم! یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ آپ کے اور مسلمانوں کے درمیان بہت سی باتوں میں اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو نبی مانتے ہیں اور مسلمان اس کے منکر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اگر واقعتاً نبی ہیں تو ان کا انکار کرنے والے کافر ہوئے اور اگر نبی نہیں تو ان کو ماننے والے کافر۔ اس لئے آپ کا یہ اصرار تو صحیح نہیں کہ آپ کے عقائد ٹھیک وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں' جبکہ دونوں کے درمیان کفر و اسلام کا فرق موجود ہے' آپ ہمارے عقائد کو غلط سمجھتے ہیں اس لئے ہمیں کافر قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب' حکیم نور دین صاحب' مرزا محمود صاحب اور مرزا بشیر احمد صاحب' نیز دیگر قادیانی اکابر کی تحریروں سے واضح ہے اور اس پر بہت سی کتابیں اور مقالے لکھے جاچکے ہیں۔

اس کے برعکس ہم لوگ آپ کی جماعت کے عقائد کو غلط اور موجب کفر سمجھتے ہیں' اس لئے آپ کی یہ بحث تو بالکل ہی بے جا ہے کہ مسلمان' آپ کی جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج کیوں کہتے ہیں؟

البتہ یہ نکتہ ضرور قابل لحاظ ہے کہ آدمی کن باتوں سے کافر ہو جاتا ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول چلی آتی ہیں اور جن کو گذشتہ صدیوں کے اکابر مجددین بلا اختلاف و نزاع' ہمیشہ مانتے چلے آئے ہیں (ان کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔) ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے اور منکر کافر ہے۔ کیونکہ "ضروریات دین" میں سے کسی ایک کا انکار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور پورے دین کے انکار کو مستلزم ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار پورے قرآن مجید کا انکار ہے اور یہ اصول کسی آج کے ملّا' مولوی کا نہیں بلکہ خدا اور رسولؐ کا ارشاد فرمودہ ہے اور بزرگان سلف ہمیشہ اس کو لکھتے آئے ہیں۔ چونکہ مرزا صاحب کے عقائد میں بہت سی "ضروریات دین" کا انکار پایا جاتا ہے اس لئے خدا اور رسولؐ کے حکم کے تحت مسلمان ان کو کافر سمجھنے پر مجبور ہیں۔ پس اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ آپ کا حشر اسلامی برادری میں ہو تو مرزا صاحب اور ان کی جماعت نے جو نئے عقائد ایجاد کئے ہیں ان سے توبہ کر لیجئے ورنہ "لکم دینکم ولی دین"۔

"والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ"۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگن پہننے والی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی

س...... یہاں قادیانی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی (علیہ السلام) نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں لیکن وہ کنگن حضور (علیہ السلام) نہ پہن سکے' اس کا مطلب ہے کہ ان کی پیش گوئی جھوٹی نکلی (نعوذ باللہ)

یہ حدیث کیا ہے؟ کس کتاب کی ہے' وضاحت سے لکھیں۔

ج...... دو کنگنوں کی حدیث دوسری کتابوں کے علاوہ صحیح بخاری (کتاب المغازی) باب قصہ الاسود العنسی صفحہ ۶۲۸' اور کتاب التعبیر باب النفخ فی المنام صفحہ ۱۰۴۲ ' میں بھی ہے۔ حدیث کا متن یہ ہے۔

"میں سو رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں پر دو کنگن سونے کے رکھے گئے۔ میں ان سے گھبرایا اور ان کو ناگوار سمجھا' مجھے حکم ہوا کہ ان پر پھونک دو۔ میں نے پھونکا تو دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر ان دو جھوٹوں سے کی جو دعویٰ نبوت کریں گے۔ ایک اسود عنسی اور دوسرا مسلمہ کذاب"

اس خواب کی جو تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہ سو فیصد سچی نکلی' اس کو "جھوٹی پیش گوئی" کہنا قادیانی کافروں ہی کا کام ہے۔

قادیانیوں کو مسلمان سمجھنے والے کا شرعی حکم

س: کوئی شخص قادیانی گھرانے میں رشتہ یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر مسلمان ہیں اسلام میں ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

ج: جو شخص قادیانیوں کے عقائد سے واقف ہو اس کے باوجود ان کو مسلمان سمجھے تو ایسا شخص خود

مرتد ہے کہ کفر کو اسلام سمجھتا ہے۔

کسی کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد معلوم ہو کہ وہ قادیانی تھا تو کیا کیا جائے

س:۔ کسی فرد کے ساتھ کھانا کھالینا بعد میں اس فرد کا یہ معلوم ہونا کہ وہ قادیانی تھا پھر کیا حکم ہے؟۔

ج:۔ آئندہ اس سے تعلق نہ رکھا جائے۔

علمائے حق کی کتب سے تحریف کر کے قادیانیوں کی دھوکہ دہی

مکرمی و محترمی مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

س...... ملتان سے آپ کا ایڈریس منگوایا۔ اس سے قبل بھی میں نے آپ کو خط لکھے تھے شاید آپ کو یاد ہو، مگر اب آپ کا ایڈریس بھول جانے کی وجہ سے ملتان سے منگوانا پڑا۔ عرض ہے کہ میں ایف ایس سی (میڈیکل) کر لینے کے بعد آج کل فارغ ہوں۔ میڈیکل کالج میں ایڈمشن میں ابھی کافی دیر ہے۔ اس لئے جی بھر کر مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے شروع ہی سے مذہب سے لگاؤ ہے۔ ایک دوست (جو کہ احمدی ہے) نے مجھے اپنے لٹریچر سے چند رسائل دیئے میں نے پڑھے۔ مولانا مودودی مرحوم کے رسائل "ختم نبوت" اور "قادیانی مسئلہ" بھی پڑھے اور احمدیوں کی طرف سے ان کے جوابات بھی۔ مولانا کے دلائل و شواہد کمزور دیکھ کر بڑی پریشانی ہوئی۔ آپ کا پمفلٹ "شناخت" بھی پڑھا مگر اس کا جواب نہیں ملا۔ البتہ آج کل قاضی محمد نذیر صاحب کی کتاب "تفسیر خاتم النبیینؐ" پڑھ رہا ہوں جو آپ کی شائع کردہ آیت خاتم النبیین کی تفسیر کا جواب ہے۔ جس میں آپ نے مولانا محمد انور شاہ صاحب کے فارسی مضمون کا ترجمہ و تشریح کی ہے۔ اصل کتاب نہیں پڑھ سکا اس لئے جواب کے استحکام کو محسوس کرنا قدرتی امر ہے۔ بہرحال احمدی لٹریچر پڑھ کر میں یہ سمجھ سکا ہوں کہ ہمارے علماء کوئی ایسی بات پیش نہیں کرتے جس سے احمدی لاجواب ہو جائیں۔ وہ ہر ایک بات کا مدلل جواب دیتے ہیں۔ وہ مشائخ کی عبارت دے کر ثابت کرتے ہیں کہ ان کا نظریہ وہی ہے جو ان مشائخ عظام کا تھا۔ اس بات سے بڑی الجھن ہوتی ہے۔ کیا ہم ان شواہد کو جھٹلا سکتے ہیں۔ آخر ایسی باتیں لکھنے کا کیا فائدہ ہے جن کا مدلل جواب دیا جا سکتا ہے۔ آخر ایسی باتیں کیوں نہیں لکھی جاتیں جن سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ پھر کسی کو دودھ میں پانی

ڈالنے کی جسارت نہ ہو۔ اگر ہم سچے ہیں تو ہماری سچائی مشکوک کیوں ہو جاتی ہے؟۔

جواب کا انتظار رہے گا۔ احقر عبدالقدوس ہاشمی

ج..... اس ناکارہ نے قادیانیوں کی کتابیں بھی پڑھی ہیں اور قادیانیوں سے زبانی اور تحریری گفتگو کا موقع بھی بہت آتا رہا ہے' قادیانی غلط بیانی اور خلط مبحث کر کے ناواقفوں کو دھوکا دیتے ہیں' ہمارے اور ان کے بنیادی مسئلے دو ہیں۔ ایک ختم نبوت دوسرا نزول عیسیٰ علیہ السلام یہ دونوں مسئلے ایسے قطعی ہیں کہ بزرگان سلف میں ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ بلکہ ان کے منکر کو قطعی کافر اور خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔ قادیانی صاحبان اپنا کام چلانے کے لئے اکابر کے کلام میں سے ایک آدھ جملہ جو کسی اور سیاق میں ہوتا ہے۔ نقل کر لیتے ہیں۔ کبھی کسی نے غلطی سے کسی بزرگ کا قول غلط نقل کر دیا اسی کو اڑا لیتے ہیں 'ان کے ناواقف قاری یہ سمجھ کر کہ جن بزرگوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی قادیانیوں کے ہم عقیدہ ہوں گے دھوکہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہاں اس کی صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں' آپ نے بھی پڑھا ہو گا کہ قادیانی' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب "تحذیر الناس" کا حوالہ دیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ واسلم کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے اور یہ کہ یہ امر خاتم النبیین کے منافی نہیں۔ حالانکہ حضرتؒ کی تحریر اسی کتاب میں موجود ہے کہ جو شخص خاتمیت زمانی کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے' چنانچہ لکھتے ہیں:

> "سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو خاتمیت زمانی ظاہر ہے' ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل:
>
> "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی" او کما قال
>
> جو بظاہر بطرز مذکورہ اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ' باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے۔ ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا"۔
>
> (تحذیر الناس طبع جدید ص۔ ۱۸ طبع قدیم ص۔ ۱۰)

اس عبارت میں صراحت فرمائی گئی ہے کہ:۔

الف..... خاتمیت زمانی' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا۔ آیت خاتم النبیین سے ثابت ہے۔

ب..... اس پر تصریحات نبوی صلی اللہ علیہ واسلم متواتر موجود ہیں اور یہ تواتر رکعاتِ نماز کے تواتر کی مثل ہے۔

ج.....اس پر امت کا اجماع ہے۔

د.....اس کا منکر اسی طرح کافر ہے۔ جس طرح ظہر کی چار رکعت فرض کا منکر۔

اور پھر اسی تحذیر الناس میں ہے:۔

"ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہو گا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی۔ اور مجھ سے پوچھئے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے۔ سو وہ یہ ہے کہ"۔

(طبع قدیم ص۔ ۹ طبع جدید ص۔ ۱۵)

اس کے بعد یہ تحقیق فرمائی ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت مرتبی بھی ثابت ہے اور خاتمیت زمانی بھی۔ اور "مناظرہ عجیبہ" میں جو اسی تحذیر الناس کا تتمہ ہے ایک جگہ فرماتے ہیں:

"مولانا! حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپؐ اول المخلوقات ہیں.....“۔ (صفحہ ۹ طبع جدید)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

"البتہ وجوہ معروضہ مکتوب تحذیر الناس تولد جسمانی کی تاخیر زمانی کے خواستگار ہیں۔ اس لئے کہ ظہور تاخر زمانی کے سوا تاخر تولد جسمانی اور کوئی صورت نہیں"۔

(ص۔ ۱۰)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

"اور اگر مخالفت جمہور اس کا نام ہے کہ مسلمات جمہور باطل اور غلط اور غیر صحیح اور خلاف سمجھی جائیں۔ تو آپ ہی فرمائیں کہ تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوت کو میں نے کب باطل کیا؟ اور کہاں باطل کیا؟۔

مولانا! میں نے خاتم کے وہی معنی رکھے جو اہل لغت سے منقول ہیں اور اہل زبان میں مشہور کیونکہ تقدم و تاخر مثل حیوان، انواع مختلفہ پر بطور حقیقت بولا جاتا ہے، ہاں تقدم و تاخر فقط تقدم و تاخر زمانی ہی میں منحصر ہوتا تو پھر در صورت ارادۂ خاتمیت ذاتی و مرتبی البتہ تحریف معنوی ہو جاتے۔ پھر اس کو آپ تفسیر بالرائے کہتے تو بجا تھا۔ (صفحہ۔ ۵۲)

مولانا! خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ کی ہے تغلیط نہیں کی۔ مگر ہاں آپ

گوشہ عنایت و توجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں۔ اخبار بالعلۃ مکذب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا' بلکہ اس کا مصدق اور مؤید ہوتا ہے۔ اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی کو ذکر اور شروع تحذیر ہی میں ابتدائے مرتبی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کر دیا "۔ (صفحہ۔۵۴)

ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

" مولانا! معنی مقبول خدام والا مقام......

مختار احقر سے باطل نہیں ہوتے' ثابت ہوتے ہیں۔ اس صورت میں بمقابلہ "قضایا قیاسا تہامعہا" اگر منجملہ "قیاسات قضایا ہامعہا" معنی مختار احقر کو کہئے تو بجا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر لیجئے' صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ یازدہم کی سطر ہفتم تک وہ تقریر لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت ہو جائیں۔ اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے' چنانچہ شروع تقریر سے واضح ہے۔

سو پہلی صورت میں تو تاخر زمانی بدلالت التزامی ثابت ہوتا ہے اور دلالت التزامی اگر دربارۂ توجہ الی المطلوب' مطابقی سے کمتر ہو مگر دلالت ثبوت اور دل نشینی میں مدلول التزامی مدلول مطابقی سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز کی خبر محقق اس کے برابر نہیں ہو سکتی کہ اس کی وجہ اور علت بھی بیان کی جائے......"۔

" حاصل مطلب یہ کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں۔ بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی۔ افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے......"۔ (صفحہ۔۷۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

" اپنا دین و ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں۔ جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں"۔

(صفحہ۔۱۴۴)

حضرت نانوتویؒ کی یہ تمام تصریحات اسی تحذیر الناس اور اس کے تتمہ میں موجود ہیں۔ لیکن قادیانیوں کی عقل و انصاف اور دیانت و امانت کی داد دیجئے کہ وہ حضرت نانوتویؒ کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آ

سکتے ہیں۔ جبکہ حضرت نانوتویؒ اس احتمال کو بھی کفر قرار دیتے ہیں اور جو شخص ختم نبوت میں ذرا بھی تامل کرے اسے کافر سمجھتے ہیں۔

اس ناکارہ نے جب مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو شروع شروع میں خیال تھا کہ ان کے عقائد خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر کسی کا حوالہ دیں گے تو وہ توصحیح ہی دیں گے لیکن یہ حسن ظن زیادہ دیر قائم نہیں رہا۔ حوالوں میں غلط بیانی اور کتربیونت سے کام لینا مرزا صاحب کی خاص عادت تھی۔ اور یہی وراثت ان کی امت کو پہنچی ہے اس عریضہ میں' میں نے صرف حضرت نانوتویؒ کے بارے میں ان کی غلط بیانی ذکر کی ہے۔ ورنہ وہ جتنے اکابر کے حوالے دیتے ہیں سب میں ان کا یہی حال ہے۔ اور ہونا بھی چاہئے۔ جھوٹی نبوت جھوٹ ہی کے سہارے چل سکتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ' عقل وایمان سے کسی کو محروم نہ فرمائیں۔

ایک قادیانی کے پرفریب سوالات کے جوابات

ہمارے ایک دوست سے کسی قادیانی نے حضرت مفتی محمد شفیعؒ کے رسالہ "مسیح موعود کی پہچان" پر کچھ سوالات کئے اور راقم الحروف سے ان کے جوابات کا مطالبہ کیا۔ ذیل میں یہ سوال وجواب قارئین کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں۔

تمہید

رسالہ "مسیح موعود کی پہچان" میں قرآن کریم اور ارشادات نبویہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی علامات جمع کردی گئی ہیں' جو اہل ایمان کے لئے تو اضافہ ایمان میں مدد دیتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ سوال کنندہ کے لئے ان کا اثر الٹا ہوا' قرآن کریم نے صحیح فرمایا! "ان کے دلوں میں روگ ہے' پس بڑھا دیا ان کو اللہ نے روگ میں"۔

بقول سعدی۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
درباغ لالہ روید ودر شورہ بوم خس

سائل نے ارشادات نبوت پر اسی انداز میں اعتراض کئے ہیں جو ان کے پیشرو پنڈت دیانند سرسوتی نے "ستیارتھ پرکاش" میں اختیار کیا تھا' اس لئے کہ ارشادات نبویہ نے مسیح علیہ السلام کی صفات و علامات اور ان کے کارناموں کا ایسا آئینہ پیش کردیا ہے جس میں قادیانی مسیحیت کا چہرہ بھیانک نظر آتا ہے' اس لئے انہوں نے روایتی حبشی کی طرح اس آئینے کو قصوروار سمجھ کر اسی کو زمین پر پٹخ دینا ضروری سمجھا

تاکہ اس میں اپنا سیاہ چہرہ نظر نہ آئے۔ لیکن کاش! وہ جانتے کہ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

رسالہ "مسیح موعود کی پہچان" پر سائل نے جتنے اعتراضات کئے ہیں ان کا مختصر سا اصولی جواب تو یہ ہے کہ مصنف" نے ہر بات میں احادیث صحیحہ کا حوالہ دیا ہے' اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا' اس لئے سائل کے اعتراضات مصنف" پر نہیں بلکہ خاکش بدہن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں۔ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت سے منکر ہیں' یا مسٹر پرویز کے ہم مسلک ہیں تو بصد شوق پنڈت دیانند کی طرح اعتراضات فرمائیں اور اگر انہیں ایمان کا دعویٰ ہے تو ہم ان سے گزارش کریں گے کہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیجئے۔ مگر جو لوگ ارشادات نبویہ کو سرمہ چشم بصیرت سمجھتے ہیں ان کا ایمان برباد نہ کیجئے اس کے بعد اب تفصیل سے ایک ایک سوال کا جواب گوش گزار کرتا ہوں ذرا توجہ سے سنئے۔

س...... "امت محمدیہ کے آخری دور میں.......... دجال اکبر کا خروج مقدر ومقرر تھا"۔ (ص۔ ۵ سطر پہلی و دوسری) اگر یہ دجال اکبر تھا تو لازماً کوئی ایک یا بہت سارے دجال اصغر بھی ہوں گے۔ ان کے بارے میں ذرا وضاحت فرمائی جائے' کب اور کہاں ظاہر ہوں گے' شناخت کیا ہو گی اور ان کے ذمہ کیا کام ہوں گے اور ان کی شناخت کے بغیر کسی دوسرے کو یک دم "دجال اکبر" کیسے تسلیم کر لیا جائے گا۔

ج......جی ہاں! "دجال اکبر" سے پہلے چھوٹے چھوٹے دجال کئی ہوئے اور ہوں گے۔ مسیلمہ کذاب سے لے کر غلام احمد قادیانی تک جن لوگوں نے دجل وفریب سے نبوت یا خدائی کے جھوٹے دعوے کئے ان سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "دجالون کذابون" فرمایا ہے۔ ان کی علامت۔ یہی دجل وفریب' غلط تاویلیں کرنا' چودہ سو سال کے قطعی عقائد کا انکار کرنا' ارشادات نبویہ کا مذاق اڑانا' سلف صالحین کی تحقیر کرنا اور غلام احمد قادیانی کی طرح صاف اور سفید جھوٹ بولنا' مثلاً۔

☆......انا انزلناہ قریباً من القادیان

☆......قرآن میں قادیان کا ذکر ہے۔

☆......مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر آئے گا' اور پنجاب میں آئے گا۔ وغیرہ وغیرہ

س......اس رسالہ کے مطالعہ سے ابتدا ہی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بن باپ کی پیدائش سے لے کر واقعہ صلیب کے انجام تک جس قدر بھی علامات یا دوسری متعلقہ ظاہری نشانیاں اور باتیں بیان کی گئی ہیں

وہ اس وجود کے متعلق ہیں جسے مسیح علیہ السلام ' عیسیٰ بن مریمؑ اور مسیح ناصری کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے اور اب بھی جبکہ رسالہ مذکورہ کے مصنف کے خیال کے مطابق مسیح موعود یا مہدی موعود وغیرہ کا نزول نہیں ہوا (بلکہ انتظار ہی ہے) تب بھی پوری دنیا اس مسیح کے نام اور کام اور واقعات سے بخوبی واقف ہے۔ یہ نشانیاں تو اس قوم نے آج کے لوگوں سے زیادہ دیکھی تھیں ' (محض سنی اور پڑھی ہی نہیں تھیں) جن کی طرف وہ نازل ہوا تھا ' تب بھی اس قوم نے جو سلوک اس کے ساتھ کیا ' کیا وہ دنیا سے چھپا ہوا ہے ' اس وقت بھی اس قوم نے اسے اللہ تعالیٰ کا نبی ماننے سے انکار کر دیا تھا اب اگر وہ (یا کوئی) آ کر کہنے لگے کہ میں وہی ہوں جو بن باپ پیدا ہوا تھا ' میری ماں مریم تھی اور میں پنگوڑے میں باتیں کیا کرتا تھا اور مردے زندہ کیا کرتا تھا۔ چڑیاں بنا کر ان میں روح پھونکا کرتا تھا ' اندھوں کو بینائی بخشتا تھا اور جذام کے مریض تندرست کر دیا کرتا تھا وغیرہ وغیرہ تو اب بھی موجودہ تمام اقوام کو کیونکر یقین آسکے گا کہ واقعی پہلے بھی یہ ایسا کرتا رہا ہوگا اور یہ یقیناً وہی شخص ہے اور جب پہلی بار نازل ہوا تو محض بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے آیا تھا اور جب مقامی لوگوں نے دل و جان سے قبول نہ کیا تو گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں اتنے سفر اختیار کئے کہ "مسیح" کے لقب سے پکارا جانے لگا لیکن اب جبکہ وہ دوسری بار نازل ہوگا تو ایک سراپا قیامت بن کر آئے گا جیسا کہ رسالہ ہذا سے ظاہر ہے۔ مثلاً ملاحظہ فرمائیں۔

"جس کسی کافر پر آپ کے سانس کی ہوا پہنچ جائے گی وہ مرجائے گا" (ص۔ ۱۸ علامت ۶۴)
"سانس کی ہوا اتنی دور تک پہنچے گی جہاں تک آپ کی نظر جائے گی" (ص۔ ۱۸ علامت ۶۵)

ج..... اس سوال کا جواب کئی طرح دیا جاسکتا ہے۔

۱ ۔ مرزا قادیانی پر مسیح موعود کی ایک علامت بھی صادق نہیں آئی۔ مگر قادیانیوں کو دعویٰ ہے کہ انہوں نے مسیح موعود کو پہچان لیا ' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن پر قرآن و حدیث کی دو صد علامات صادق آئیں گی ان کی پہچان اہل حق کو کیوں نہ ہو سکے گی ؟۔

۲ ۔ یہود نے پہچاننے کے باوجود نہیں مانا تھا اور یہود اور ان کے بھائی (مرزائی) آئندہ بھی نہیں مانیں گے ' نہ ماننے کے لئے آمادہ ہیں۔ اہل حق نے اس وقت بھی ان کو پہچان اور مان لیا تھا اور آئندہ بھی ان کو پہچاننے اور ماننے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔

۳ ۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا جو خاکہ ارشادات نبویہ میں بیان کیا گیا ہے اگر وہ معترض کے پیش نظر ہوتا تو اسے یہ سوال کرنے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ فرمایا گیا ہے کہ مسلمان دجال کی فوج کے محاصرے میں ہوں گے نماز فجر کے وقت یکایک عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا ' اس وقت کا آپ کا پورا حلیہ اور نقشہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا ہے۔ ایسے وقت میں جب ٹھیک آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے بیان کے فرمودہ نقشہ کے مطابق وہ نازل ہوں گے تو ان کو بالبداہت اسی طرح پہچان لیا جائے گا جس طرح اپنا جانا پہچانا آدمی سفر سے واپس آئے تو اس کے پہچاننے میں دقت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ کسی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ وہ نازل ہونے کے بعد اپنی مسیحیت کے اشتہار چھپوائیں گے' یا لوگوں سے اس موضوع پر مباحثے اور مباہلے کرتے پھریں گے۔

س..... لگے ہاتھوں مولوی صاحب اس رسالہ میں یہ بھی بتا دیتے تو مسلمانوں پر احسان ہوتا کہ ان کی (یعنی مسیح موعود کی) سانس مومن اور کافر میں کیوں کر امتیاز کرے گی۔ کیونکہ بقول مولوی صاحب ان کی سانس نے صرف کافروں کو ڈھیر کرنا ہے۔ نظر ہر انسان کی بشرطیکہ کسی خاص بیماری کا شکار نہ ہو تو لا محدود اور ناقابل پیمائش فاصلوں تک جا سکتی ہے اور جاتی ہے تو کیا مسیح موعود اپنی نظروں سے ہی اتنی تباہی مچا دے گا؟۔

ج..... جس طرح مقناطیس لوہے اور سونے میں امتیاز کرتا ہے اسی طرح اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی نظر بھی مومن و کافر میں امتیاز کرے تو اس میں تعجب ہی کیا ہے؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نظر (کافر کش) کا ذکر مرزا قادیانی نے بھی کیا ہے۔

س..... اور اگر یہ سب ممکن ہو گا تو پھر دجال سے لڑنے کے لئے آٹھ سو مرد اور چار سو عورتیں کیوں جمع ہوں گی (ملاحظہ ہو ص۔ ۱۹ علامت نمبر ۱۷)۔

ج..... دجال کا لشکر پہلے سے جمع ہو گا اور دم عیسوی سے ہلاک ہو گا' جو کافر کسی چیز کی اوٹ میں پناہ لیں گے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوں گے۔

س..... اور یاجوج ماجوج کو ہلاک کرنے کے لئے بد دعا کی ضرورت کیوں پیش آئے گی (ملاحظہ ہو ص۔ ۳۱ علامت نمبر ۱۶۲) 'کیا مسیح موعود کی ہلاکت خیز نظر یاجوج ماجوج کو کافر نہ جان کر چھوڑ دے گی کیونکہ جیسا پہلے بتایا جا چکا ہے کہ کافر تو نہیں بچ سکے گا' شاید اسی لئے آخری حربہ کے طور پر بد دعا کی جائے گی۔

ج..... یہ کہیں نہیں فرمایا گیا کہ دم عیسوی کی یہ تاثیر ہمیشہ رہے گی' بوقت نزول یہ تاثیر ہو گی اور یاجوج ماجوج کا قصہ بعد کا ہے۔ اس لئے دم عیسوی سے ان کا ہلاک ہونا ضروری نہیں۔

س..... اگر مسیح ابن مریم اور مسیح موعود ایک ہی وجود کا نام ہے (اور محض دوبارہ نزول کے بعد مسیح بن مریم نے ہی مسیح موعود کہلانا ہے) اور اس نے نازل ہو کر خود بھی قرآن و حدیث پر عمل کرنا ہے اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر چلانا ہے (ملاحظہ ہو ص۔ ۲۲ علامت نمبر ۹۹) تو بقول مولوی صاحب جب عیسیٰؑ کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا وہ اس آیت سے ثابت کرتے ہیں

انی متوفیک و رافعک الیّ (آل عمران ـ ۵۵) (ص ـ ۱۶

علامت نمبر ۴۹) تو کیا مولوی صاحب بتائیں گے کہ کیا یہ آیت قرآن مجید میں قیامت تک نہیں رہے گی اور اس کا مطلب و مفہوم عربی زبان اور الٰہی منشاء کے مطابق وہی نہیں رہے گا جواب تک مولوی صاحب کی سمجھ میں آیا ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو نزول کے وقت بھی تو یہ آیت یہی اعلان کر رہی ہوگی کہ عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر اٹھالیا' اٹھالیا تو پھر واپسی کے لئے کیا یہ آیت منسوخ ہو جائے گی' یا: عیسیٰؑ اسے خود ہی منسوخ قرار دے کر اپنے لئے راستہ صاف کر لیں گے کیونکہ قرآن مجید میں تو کہیں ذکر نہیں کہ کوئی بھی آیت کبھی بھی منسوخ ہوگی۔ لہٰذا یہ آیت عیسیٰؑ کی واپسی کا راستہ قیامت تک روکے رکھے گی اور یہ وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے اور مولوی صاحب خود بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ذکر ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے لہٰذا کسے حق حاصل ہے کہ اس میں یعنی اس کے متن میں ردّوبدل کر سکے۔

ج...... یہ آیت تو ایک واقعہ کی حکایت ہے اور اسی حکایت کی حیثیت سے اب بھی غیر منسوخ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد بھی غیر منسوخ رہے گی جیسا کہ:

انی جاعل فی الارض خلیفة۔ واذقلنا للملائکة اسجدوا لاٰدم

وغیرہ بے شمار آیات ہیں۔ سائل بے چارا یہ بھی نہیں جانتا کہ نسخ امر و نہی میں ہوتا ہے اور یہ آیت امر و نہی کے باب سے نہیں بلکہ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہوا کرتی۔

س...... مولوی صاحب نے کہیں بھی یہ بات وضاحت سے نہیں بیان فرمائی کہ قرآن مجید میں اگر عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کا جیسے ذکر موجود ہے تو کہیں اسی وجود کے واپس آنے کا ذکر بھی واضح اور غیر مبہم طور پر موجود ہے۔

ج...... وضاحت کی ہے مگر اس کے سمجھنے کے لئے علم و عقل اور بصیرت و ایمان درکار ہے۔ دیکھئے علامت نمبر ۵۷، جس میں حدیث نمبر ۱ کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس میں قرآن مجید کی آیت موجود ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے اصل کتاب میں حدیث نمبر ۶۷ تا ۸۵

س...... سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی طور پر یہ منوا بھی لیا جائے کہ مسیح موعود کا نام عیسیٰؑ بن مریم بھی ہوگا تو بھی یہ کیسے منوایا جائے کہ اس وقت یہ نام صفاتی نہیں ہوگا بلکہ عیسیٰ بن مریم ہونے کی وجہ سے یقینی طور پر یہ وجود ہی وہی ہوگا جو کبھی مریمؑ کے گھر بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا...... وغیرہ وغیرہ' بلکہ مولوی صاحب اپنے رسالہ میں خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ کبھی کبھی معروف نام استعمال تو ہو جاتا ہے لیکن ذات وہ مراد نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ نام مشہور ہوا ہو مثلاً ملاحظہ فرمائیں ص۔ ۱۱ علامت نمبر ۱۰ جہاں مولوی

صاحب مسیح موعود کے خاندان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "آپ کے ماموں ہارون ہیں" (یا اخت ہارون) ۔ لیکن مولوی صاحب فوراً چونک اٹھتے ہیں اور "ہارون" پر حاشیہ جماتے ہیں (ملاحظہ ہو حاشیہ زیر ص۔ ۱۱) "ہارون سے اس جگہ ہارون نبیؑ مراد نہیں کیونکہ وہ تو مریم سے بہت پہلے گزر چکے تھے بلکہ ان کے نام پر حضرت مریمؑ کے بھائی کا نام ہارون رکھا گیا تھا..... " تو جیسے یہاں مولوی صاحب کو "ہارون" کی فوراً تاویل کرنا پڑی تاکہ الجھن دور ہو تو کیوں نہ جب مسیح موعود کو عیسیٰ بن مریم بھی کہا جائے تو اسے بھی صفاتی نام سمجھ کر تاویل کر لی جائے اور جسمانی طور پر پہلے والا عیسیٰ بن مریم مراد نہ لیا جائے کیونکہ ابھی ابھی بتایا جا چکا ہے کہ مولوی صاحب کے اپنے حوالہ کے مطابق بھی مسیح بن مریم کے اٹھائے جانے کے بعد اس کا واپس آنا ممکن نہیں کیونکہ کوئی آیت منسوخ نہیں ہو گی اور "ورافعک الی" والی آیت اوپر ہی اٹھائے رکھے گی' لوٹ آنے کی اجازت نہیں دے گی۔

ج..... عیسیٰ بن مریم ذاتی نام ہے' اس کو دنیا کے کسی عقلمند نے کبھی "صفاتی نام" نہیں کہا۔ یہ بات وہی مراقی شخص کہہ سکتا ہے' جو بار لیش و بروت اس بات کا مدعی ہو کہ "وہ عورت بن گیا' خدا نے اس پر قوت رجولیت کا مظاہرہ کیا" ۔ "وہ مریمی صفت میں نشوونما پاتا رہا' پھر وہ یکایک حاملہ ہو گیا' اسے دردزہ ہوا' وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے' اس نے عیسیٰ کو جنا' اس طرح وہ عیسیٰ بن مریم بن گیا" ۔ انبیاء علیہم السلام کے علوم میں اس "مراق" اور "ذیابیطس کے اثر" کی کوئی گنجائش نہیں۔

ہارون' حضرت مریمؑ کے بھائی کا ذاتی نام تھا یہ کس احمق نے کہا کہ وہ صفاتی نام تھا؟ اور خاندان کے بڑے بزرگ کے نام پر کسی بچے کا نام رکھ دیا جائے تو کیا دنیا کے عقلاء اس کو "صفاتی نام" کہا کرتے ہیں؟ غالباً سائل کو یہی علم نہیں کہ ذاتی نام کیا ہوتا ہے اور صفاتی نام کسے کہتے ہیں ورنہ وہ حضرت مریم کے بھائی کے نام کو "صفاتی نام" کہہ کر اپنی فہم و ذکاوت کا نمونہ پیش نہ کرتا۔ ہارون اگر "صفاتی نام" ہے تو کیا معترض یہ بتا سکے گا کہ ان کا ذاتی نام کیا تھا؟۔

س..... اس رسالہ میں جابجا تناقض ہے مثلاً ملاحظہ فرمائیں ص۔ ۱۸ اور ص۔ ۱۹ علامت نمبر ۷۰ تا نمبر ۷۶۔ "بوقت نزول عیسیٰؑ یہ لوگ نماز کے لئے صفیں درست کرتے ہوئے ہوں گے۔ اس جماعت کے امام اس وقت حضرت مہدی ہوں گے۔ حضرت مہدی عیسیٰؑ کو امامت کے لئے بلائیں گے اور وہ انکار کریں گے۔ جب حضرت مہدی پیچھے ہٹنے لگیں گے تو عیسیٰؑ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں امام بنائیں گے' پھر حضرت مہدی نماز پڑھائیں گے" ۔ ان سب باتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ مولوی صاحب یہ منوانا چاہتے ہیں کہ امام' مہدی ہوں گے۔ چلو یہ بات مولوی صاحب کی تسلیم کر لی جائے تو پھر مولوی صاحب خود ہی بعد میں ص۔ ۲۲ علامت نمبر ۹۴ میں فرماتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰؑ لوگوں کی امامت کریں گے" ۔ یعنی اب امام حضرت عیسیٰؑ کو بنایا اور بتایا گیا ہے۔ اب مولوی

صاحب ہی بتائیں کہ ان کے رسالہ میں صحیح اور غلط کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے یا سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کیسے کیا جائے؟۔

ج...... پہلی نماز میں امام مہدی امامت کریں گے اور بعد کی نمازوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام...... تناقض کیسے ہوا؟۔

س...... یا پھر ایک ضمنی سوال یوں پیدا ہوتا ہے کہ جیسے عیسیٰؑ اور مسیح موعود مولوی صاحب کی تحقیق کے مطابق ایک ہی جسمانی وجود کا نام ہے تو کیا کہیں مولوی صاحب مسیح موعود اور مہدی کو بھی ایک ہی تو نہیں سمجھتے اور اب بات یوں بنے گی کہ وہی عیسیٰؑ ہیں' وہی مسیح موعود ہیں اور وہی مہدی ہیں یا کم از کم مولوی صاحب کی تحقیق اور منطق تو یہی پکار رہی ہے۔

ج...... جی نہیں! عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی رضی اللہ عنہ کو ایک ہی شخصیت ماننا ایسے شخص کا کام ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ ہو۔ احادیث متواترہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی الگ الگ علامات اور الگ الگ کارنامے ذکر فرمائے ہیں۔

س...... اور مزید ایک ضمنی لیکن مضحکہ خیز سوال مولوی صاحب کی اپنی تحریر سے یوں اٹھتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں "پھر حضرت مہدی نماز پڑھائیں گے" ملاحظہ ہو ص۔ ۱۹ علامت نمبر ۷۶۔ یہاں مولوی صاحب نے مہدی لکھا ہے اور ایسا ہی کئی جگہوں پر مہدی لکھا ہے۔ سب صاحب علم جانتے ہیں کہ "رض" اختصار ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ مطلب آسان ہے اور عموماً یہ ان لوگوں کے نام کے ساتھ عزت اور احترام کے لئے استعمال ہوتا ہے جو فوت ہو چکے ہوں' دنیا سے گزر چکے ہوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل ہوں یا ویسا روحانی درجہ رکھتے ہوں...... ابھی مسیح موعود تو آئے بھی نہیں اور بقول مولوی صاحب مہدی رضی اللہ عنہ بھی ہو چکے' تو کیا نماز پڑھانے کے لئے یہ مہدی صاحب بھی دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس آئیں گے۔

ج...... یہ سوال جیسا کہ سائل نے بے اختیار اعتراف کیا ہے' واقعی مضحکہ خیز ہے۔ قرآن کریم نے

السابقون الاولون من المهاجرين والانصار۔(التوبة۔۱۰۰)

اور ان کے تمام متبعین کو "رضی اللہ عنہم" کہا ہے جو قیامت تک آئیں گے۔ شاید سائل' پنڈت دیانند کی طرح خدا پر بھی یہ مضحکہ خیز سوال جڑ دے گا۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے بھی مکتوبات شریفہ میں حضرت مہدی کو رضی اللہ عنہ کہا ہے۔ معترض نے یہ مسئلہ کس کتاب میں پڑھا ہے کہ صرف فوت شدہ حضرات ہی کو رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں۔ حضرت مہدی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہوں گے اس لئے ان کو "رضی اللہ عنہ" کہا گیا۔

س...... یا وہ بھی بقول مولوی صاحب حضرت عیسیٰ کی طرح کہیں زندہ موجود ہیں (آسمان پر یا کہیں اور) اور مسیح موعود کے آتے ہی آموجود ہوں گے اور امامت سنبھال لیں گے۔

ج...... ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے۔

س...... کیا اس کی بھی کوئی سند قرآن مجید میں موجود ہے اور کیا ہے؟۔

ج...... جی ہاں! ارشاد نبوت یہی ہے اور قرآنی سند ہے:

ما اٰتا کم الرسول فخذوہ (الحشر=۷)

جس کو غلام احمد قادیانی نے بھی قرآنی سند کے طور پر پیش کیا ہے۔

س...... مزید سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہدی نماز پڑھاتے ہی کہاں چلے جائیں گے کیونکہ بعد میں تو جو کچھ بھی کرنا کرانا ہے وہ مسیح موعود ہی کی ذمہ داری مولوی صاحب نے پورے رسالہ میں خود ہی بیان فرمائی اور قرار دی ہے۔ محض ایک نماز کی امامت اور وہ بھی ایک جماعت کی جو ۸۰۰ (آٹھ سو) مردوں اور ۴۰۰ (چار سو) عورتوں پر مشتمل ہوگی (ملاحظہ ہو ص۔ ۱۹ علامت نمبر ۷۲)۔

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد (جب حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پہلی نماز کی امامت کر چکیں گے) حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا امام کی حیثیت سے مشن پورا ہو چکا ہو گا اور امامت و قیادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائے گی' تب حضرت مہدی کی حیثیت آپ کے اعوان و انصار کی ہوگی۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد ان کی وفات بھی ہو جائے گی (مشکوٰۃ ص۔ ۴۷۱) پس جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیگر اعوان و انصار اور مخصوص رفقاء کے تذکرہ کی ضرورت نہ تھی' اسی طرح حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے تذکرے کی بھی حاجت نہ رہی' کیا اتنی موٹی بات بھی کسی عاقل کے لئے ناقابل فہم ہے؟۔

س...... یہ کوئی بہت بڑا کارنامہ نہیں۔ کیونکہ اس سے زیادہ مسلمانوں کی امامت تو مولوی صاحب نے خود بھی کئی بار کی ہوگی۔

ج...... حضرت مہدی اس سے قبل بڑے بڑے کارنامے انجام دے چکے ہوں گے جو احادیث طیبہ میں مذکور ہیں' مگر وہ اس رسالہ کا موضوع نہیں اور نماز میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا امام بننا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان کی اقتدا کرنا بجائے خود ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ اس لئے حدیث پاک میں اس کو بطور خاص ذکر فرمایا گیا۔

س...... مولوی صاحب نے اپنے رسالہ ہی میں خود تاویل کا راستہ کھول دیا ہے اور اس کا سہارا بھی لیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص۔ ۲۰ علامت نمبر ۸۰۔

۱ - "آپ صلیب توڑیں گے...... یعنی صلیب پرستی کو اٹھادیں گے"۔ یہ الفاظ جو مولوی صاحب نے خود لکھے ہیں۔ یہ محض تاویل ہے۔ اس حدیث شریف کی جس میں صرف صلیب کو توڑنے کا ذکر ہے۔ صلیب پرستی اٹھا دینے کی کوئی بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی کیا مولوی صاحب ایسی کوئی حدیث شریف کا حوالہ دے سکتے ہیں؟۔ پھر ملاحظہ ہو ص۔ ۲۰ علامت نمبر ۸۱

۲ - "خنزیر کو قتل کریں گے...... یعنی نصرانیت کو مٹائیں گے"۔ یہ الفاظ بھی مولوی صاحب کی اپنی تاویل ہے۔ کیونکہ حدیث مذکور میں صرف خنزیر کو قتل کرنے کا ارشاد ہوا ہے۔ باقی مولوی صاحب کے الفاظ وہاں موجود نہیں۔ کیا مولوی صاحب حدیث شریف میں یہ دکھا سکیں گے؟ ہرگز نہیں' کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں بلکہ مولوی صاحب کی یا دوسرے علماء کرام کی بیان فرمودہ تاویل ہے۔ اب یہ حق مولوی صاحب ہی کا کیوں ہے کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں تاویل کرلیں۔

۳ - و رافعک الیّ کی بھی تاویل ہو سکتی ہے۔

ج...... تاویل کا راستہ...... تاویل اگر علم و دانش کے مطابق اور قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو اس کا مضائقہ نہیں' وہ لائق قبول ہے۔ لیکن اہل حق کی صحیح تاویل کو دیکھ کر اہل باطل الٹی سیدھی تاویلیں کرنے لگیں تو وہی بات ہوگی کہ۔ "ہرچہ مردم می کند بوزنہ ہم می کند" بندر نے آدمی کو دیکھ کر اپنے گلے پر استرا پھیر لیا تھا۔ مثلاً عیسیٰ بن مریم بننے کے لئے پہلے عورت بننا' پھر حاملہ ہونا' پھر بچہ جننا' پھر بچے کا نام عیسیٰ بن مریم رکھ کر خود ہی بچہ بن جانا' کیا یہ تاویل ہے یا مراقی سودا؟۔

۱ - "صلیب کو توڑ دیں گے ...... یعنی صلیب پرستی کو مٹادیں گے"۔ بالکل صحیح تاویل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک آدھ صلیب کے توڑنے پر اکتفا نہیں فرمائیں گے بلکہ دنیا سے صلیب اور صلیب پرستی کا بالکل صفایا کردیں گے۔

۲ - "خنزیر کو قتل کریں گے...... یعنی نصرانیت کو مٹادیں گے"۔ یہ تاویل بھی بالکل صحیح ہے اور عقل و شرع کے عین مطابق۔ کیونکہ خنزیر خوری آج کل نصاریٰ کا خصوصی شعار ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصرانیت کے اس خصوصی شعار کو مٹائیں گے' اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جاہلیت کے کتوں کے ساتھ اختلاط کو مٹانے کے لئے کتوں کو مارنے کا حکم دیا تھا۔

۳ - و رافعک الیّ کی تاویل...... یہ تاویل جو قادیانی کرتے ہیں قرآن کریم اور ارشادات نبویؐ اور سلف صالحین کے عقیدے کے خلاف ہے' اس لئے مردود ہے اور اس پر بندر کے اپنا گلا کاٹنے کی حکایت صادق آتی ہے۔

س...... و رافعک الی میں زندہ آسمان پر اٹھایا جانا کیوں مراد لیا جائے؟۔

ج...... و رافعک الی میں "زندہ آسمان پر اٹھایا جانا" مراد ہے کیونکہ "وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ" میں 'رفع الی اللہ' قتل کے مقابلے میں واقع ہوا ہے، جہاں رفع، قتل کے مقابلے میں ہو وہاں "زندہ آسمان پر اٹھایا جانا" ہی مراد ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معنی قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کے ارشاد میں کہیں آیا ہو تو اس کا حوالہ دیجئے۔ قیامت تک ساری مرزائی امت مل کر بھی ایک آیت پیش نہیں کر سکتی۔

س...... اللہ تعالیٰ نے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید میں یہی حکم دیا تھا کہ

بلغ ما انزل الیک (المائدہ: ۶۷)

"جو تیری طرف اتارا گیا ہے اس کی تبلیغ کر" اور ساتھ ہی یہ توجہ بھی دلائی تھی کہ

لست علیہم بمصیطر (الغاشیہ = ۲۲)

"میں نے تجھے ان پر داروغہ نہیں مقرر کیا بلکہ کھول کھول کر نشانیاں بیان کرنے والا بنا کر بھیجا ہے" اور یہ سب قرآن مجید میں بہ تفصیل موجود ہے۔ مولوی صاحب نے خود ہی فرمایا ہے کہ مسیح موعود خود بھی قرآن پر عمل کریں گے اور دوسروں سے بھی کروائیں گے۔ (ملاحظہ ہو ص۔ ۲۲ علامت نمبر 99) تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یوں خود عمل کر کے نہیں دکھایا کہ اپنی نظروں سے لوگوں کو کھا گئے ہوں۔ خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، یہودیوں کو چن چن کر قتل کر دیتے رہے ہوں۔ (ملاحظہ فرمائیں ص۔ ۲۱ علامت نمبر ۸۷ اور نمبر ۸۸) تو یہ کس قرآن مجید پر مسیح موعود کا عمل ہو گا؟ اور کس انداز کا عمل ہو گا؟ کیا اس سے مسیح موعود کی شان بلند ہو گیا یا اسے دوبارہ نازل کرنے والے رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کی؟۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے تخت نہیں الٹے، خلفائے راشدین نے کیوں الٹے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو جزیرۂ عرب سے نہیں نکالا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں نکالا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو تغلب سے دوگنا زکوٰۃ وصول نہیں کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیوں کی؟ اگر یہ ساری چیزیں قرآن کریم اور منشائے نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی سے کیوں یہودیانہ ضد ہے؟ وہ بھی تو جو کچھ کریں گے فرمودات نبویہ کے مطابق ہی کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان امور کی تفصیلات بھی بیان فرما چکے ہیں۔

س...... اور پھر بوقت نزول حضرت مسیح موعود دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے اتریں گے (ملاحظہ ہو ص۔ ۱۷ علامت نمبر ۶۲) اس کی بھی تاویل ہی کرنی پڑے گی، ورنہ فرشتے کون

دیکھے گا اور اگر وہ انسانی شکل اختیار کر کے اتریں گے تو پھر یہ جھگڑا قیامت تک ختم نہیں ہو گا کہ وہ واقعی فرشتے تھے یا محض انسان تھے اور اس کھینچ تان سے مولوی صاحب خوب واقف ہوں گے۔

ج...... کیوں تاویل کرنا پڑے گی؟ اس لئے کہ غلام احمد قادیانی اس سے محروم رہے؟ رہا وہ جھگڑا جو آپ کے دماغ نے گھڑا ہے' یہ بتائیے کہ جب جبریل علیہ السلام پہلی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کے پاس وحی لے کر آئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کس طرح پہچانا تھا؟ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہم السلام کو کس طرح یقین آگیا تھا کہ یہ واقعی فرشتے ہیں؟۔

آپ کا یہ اعتراض ایسا مہمل ہے کہ اس سے سلسلہ وحی مشکوک ہو جاتا ہے۔ ایک دہریہ آپ ہی کی دلیل لے کر یہ کہے گا کہ "انبیاء کے پاس جو فرشتے آتے تھے وہ انسانی شکل میں ہی آتے ہوں گے اور یہ جھگڑا قیامت تک ختم نہیں ہو سکتا کہ وہ واقعی فرشتے تھے یا انسان تھے' اور جب تک یہ جھگڑا طے نہ ہو سلسلہ وحی پر کیسے یقین کر لیا جائے گا؟"۔ تعجب ہے کہ قادیانی تعلیم نے دین تو سلب کیا ہی تھا عقل و فہم کو بھی سلب کر لیا ہے۔

س...... آج تک کتنی ہی باتیں مسلمانوں کے مختلف فرقے ابھی تک طے نہیں کر سکے۔ اور اگر تاویلات نہیں کی جائیں گی تو مولوی صاحب خود ہی اپنی بیان کردہ علامات کی طرف توجہ فرمائیں' سنجیدہ طبقہ کے سامنے کیوں کر منہ اٹھا سکیں گے۔

ج...... بہت سے جھگڑے تو واقعی طے نہیں ہوئے۔ مگر قادیانیوں کی بدقسمتی دیکھئے کہ جن مسائل پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کا چودہ صدیوں سے اتفاق رہا یہ ان سے بھی منکر ہو بیٹھے اور یوں دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو گئے۔ مثلاً ختم نبوت کا انکار' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار' ان کی دوبارہ تشریف آوری کا انکار۔ وغیرہ وغیرہ۔

س...... "مال و زر لوگوں میں اتنا عام کر دیں گے کہ کوئی قبول نہ کرے گا"۔ (ص۔۲۲۔ علامت نمبر ۳۴)

"ہر قسم کی دینی و دنیوی برکات نازل ہوں گی"۔ (ص۔ ۲۲ علامت نمبر ۱۰۰)

"ساری زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے"۔ (ص۔ علامت نمبر ۱۰۹)

"صدقات کا وصول کرنا چھوڑ دیا جائے گا" (ص۔ ۲۴ علامت نمبر ۱۱۰)

کیونکہ مسیح موعود مال و زر اتنا عام کر دیں گے کہ کوئی قبول نہ کرے گا (مذکورہ بالا ص۔ ۲۲ علامت نمبر ۹۳)

"اس وقت مسلمان سخت فقر و فاقہ میں مبتلا ہوں گے۔ یہاں تک کہ بعض اپنی کمان کا چلہ جلا کر کھا جائیں گے"۔ (ص۔ ۲۶ علامت نمبر ۱۲۴)

ملاحظہ فرمایا کہ ابھی ابھی تو مسلمان صدقہ دینا چاہتے تھے اور لینے والا کوئی نہیں تھا' مال و زر اتنا عام تھا کہ کوئی قبول کرنے والا نہیں تھا اور ابھی مسلمانوں ہی کی یہ حالت بتائی جارہی ہے کہ وہ کمان کے چلے بھی جلا کر کھائیں گے تاکہ پیٹ کی آگ کسی طور ٹھنڈی ہو۔

کیا یہی وہ تحقیق ہے جس پر مولوی صاحب کو فخر ہے!

ج..... ان احادیث میں تعارض نہیں' سلب ایمان کی وجہ سے سائل کو صحیح غور و فکر کی توفیق نہیں ہوئی مسلمانوں پر تنگی اور ان کے کمان کے چلے جلا کر کھانے کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے ذرا پہلے کا واقعہ ہے جبکہ مسلمان دجال کی فوج کے محاصرے میں ہوں گے اور خوشحالی و فراخی کا زمانہ اس کے بعد کا ہے۔

کیا قادیانیوں کو جبراً قومی اسمبلی نے غیر مسلم بنایا ہے

س..... لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔ نہ تو آپ جبراً کسی کو مسلمان بنا سکتے ہیں اور نہ ہی جبراً کسی مسلمان کو آپ غیر مسلم بنا سکتے ہیں۔ اگر یہ مطلب ٹھیک ہے تو پھر آپ نے ہم (جماعت احمدیہ) کو کیوں جبراً قومی اسمبلی اور حکومت کے ذریعہ غیر مسلم کہلوایا؟۔

ج..... آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جاسکتا' یہ مطلب نہیں کہ جو شخص اپنے غلط عقائد کی وجہ سے مسلمان نہ رہا اس کو غیر مسلم بھی نہیں کہا جاسکتا' دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ کی جماعت کو قومی اسمبلی نے غیر مسلم نہیں بنایا۔ غیر مسلم تو آپ اپنے عقائد کی وجہ سے خود ہی ہوئے ہیں' البتہ مسلمانوں نے غیر مسلم کو غیر مسلم کہنے کا "جرم" ضرور کیا ہے۔

قرآن پاک میں احمد کا مصداق کون ہے

س:۔ قرآن پاک میں ۲۸ ویں پارے میں سورہ صف میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد ایک آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا اس سے مراد کون ہیں جبکہ قادیانی' مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں۔

ج:۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں' میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں (مشکوٰۃ

ص۔ ۵۱۵) قادیانی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ اس کو بھی نہیں مانیں گے۔

قادیانیوں کے ساتھ اشتراک تجارت اور میل ملاپ حرام ہے

س...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں!

قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اپنی جماعت کے مرکزی فنڈ میں جمع کراتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تبلیغ اور ارتدادی مہم پر خرچ ہوتا ہے چونکہ قادیانی مرتد کافر اور دائرہ اسلام سے متفقہ طور پر خارج ہیں۔ تو کیا ایسے میں ان کے اشتراک سے مسلمانوں کا تجارت کرنا یا ان کی دکانوں سے خرید و فروخت کرنا یا ان سے کسی قسم کے تعلقات یا راہ و رسم رکھنا از روئے اسلام جائز ہے؟۔

ج...... صورت مسئولہ میں اس وقت چونکہ قادیانی کافر محارب اور زندیق ہیں اور اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ تجارت کرنا خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے، کیونکہ قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو قادیانی بنانے میں خرچ کرتے ہیں۔ گویا اس صورت میں مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں ان کی مدد کر رہے ہیں للذا کسی بھی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملات ہرگز جائز نہیں۔ اسی طرح شادی، غمی، کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا، عام مسلمانوں کا اختلاط، ان کی باتیں سننا، جلسوں میں ان کو شریک کرنا، ملازم رکھنا، ان کے ہاں ملازمت کرنا یہ سب کچھ حرام بلکہ دینی حمیت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

قادیانیوں سے میل جول رکھنا

س...... میرا ایک سگا بھائی جو میرے ایک اور سگے بھائی کے ساتھ مجھ سے الگ اپنے آبائی مکان میں رہتا ہے۔ محلہ کے ایک قادیانی کے گھر والوں سے شادی غمی میں شریک ہوتا ہے۔

میرے منع کرنے کے باوجود وہ اس قادیانی خاندان سے تعلق چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا میں اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں اور الگ کرائے کے مکان میں رہتا ہوں۔ والد صاحب انتقال کر چکے ہیں۔ والدہ اور بہنیں میرے اس بھائی کے ساتھ رہتی ہیں۔

اب میرے سب سے چھوٹے بھائی کی شادی ہونے والی ہے۔ میرا اصرار ہے کہ وہ شادی میں اس قادیانی گھر کو مدعو نہ کریں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔

اب سوال ہے کہ میرے لئے شریعت اور اسلامی احکامات کے رو سے بھائیوں اور والدہ کو چھوڑنا ہو گا یا میں شادی میں شرکت کروں تو بہتر ہو گا۔ اس صورتحال میں جوبات صائب ہو۔ اس سے براہ کرم

شریعت کا منشا واضح کریں۔

ج..... قادیانی مرتد اور زندیق ہیں اور ان کو اپنی تقریبات میں شریک کرنا دینی غیرت کے خلاف ہے اگر آپ کے بھائی صاحبان اس قادیانی کو مدعو کریں تو آپ اس تقریب میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ ورنہ آپ بھی قیامت کے دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

مرزائیوں کے ساتھ تعلقات رکھنے والا مسلمان

س..... ایک شخص مرزائیوں (جو بالاجماع کافر ہیں) کے پاس آتا جاتا ہے اور ان کے لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتا ہے اور بعض مرزائیوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ یہ ہمارا آدمی ہے یعنی مرزائی ہے مگر جب خود اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ میں مسلمان ہوں اور ختم نبوت اور حیات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرحمۃ و فرضیت جہاد وغیرہ تمام عقائد اسلام کا قائل ہوں اور مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو کافر کذاب' دجال خارج از اسلام سمجھتا ہوں تو کیا وجوہ بالا کی بنا پر اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا۔ اگر از روئے شریعت وہ کافر نہیں ہے تو اس پر فتویٰ کفر لگانے کے بارے میں کیا حکم ہے جبکہ ان کے عقائد مذکورہ معلوم ہونے پر بھی تکفیر کرتا ہو اور کفار والا ان کے ساتھ سلوک کرتا ہو اور اس کی نشر و اشاعت کرتا ہو۔

ج..... ایسے شخص سے اس کے مسلمان رشتہ دار بائیکاٹ کریں سلام و کلام ختم کریں اس کو علیحدہ کردیں اور بیوی اس سے علیحدہ ہو جائے تاکہ یہ شخص اپنی حرکات سے باز آئے۔ اگر باز آگیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو کافر سمجھ کر کافروں جیسا معاملہ کیا جائے۔

قادیانی کی دعوت اور اسلامی غیرت

س..... ایک ادارہ جس میں تقریباً ۲۵ افراد ملازم ہیں اور ان میں ایک قادیانی بھی شامل ہے اور اس قادیانی نے اپنے احمدی (قادیانی) ہونے کا برملا اظہار بھی کیا ہوا ہے اب وہی قادیانی ملازم اپنے ہاں بچے کی پیدائش کی خوشی میں تمام اسٹاف کو دعوت دینا چاہتا ہے اور اسٹاف کے کئی ممبران اس کی دعوت میں شریک ہونے کو تیار ہیں۔ جبکہ چند ایک ملازمین اس کی دعوت قبول کرنے پر تیار نہیں کیونکہ ان کے خیال میں چونکہ جملہ قسم کے مرزائی مرتد' دائرہ اسلام سے خارج اور واجب القتل ہیں اور اسلام کے غدار ہیں تو ایسے مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی دعوت قبول کرنا درست نہیں ہے۔ آپ برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں اس کی وضاحت کردیں کہ کسی بھی قادیانی کی دعوت قبول کرنا ایک مسلمان کے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے تاکہ آئندہ کے لئے اسی کے مطابق لائحہ عمل تیار ہو سکے۔

ج...... مرزائی کافر ہونے کے باوجود خود کو مسلمان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر اور حرامزادے کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ "میرے دشمن جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں ان سے بدتر کتیاں ہیں"۔ جو شخص آپ کو کتا، خنزیر، حرامزادہ اور کافر یہودی کہتا ہو اس کی تقریب میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں؟ یہ فتویٰ آپ مجھ سے نہیں بلکہ خود اپنی اسلامی غیرت سے پوچھئے۔

قادیانیوں کی تقریب میں شریک ہونا

س...... اگر پڑوس میں زیادہ اہلسنت جماعت رہتے ہوں چند گھر قادیانی فرقہ کے ہوں ان لوگوں سے بوجہ پڑوسی ہونے کے شادی بیاہ میں کھانا پینا یا ویسے راہ و رسم رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

ج...... قادیانیوں کا حکم مرتدین کا ہے ان کو اپنی کسی تقریب میں شریک کرنا یا ان کی تقریب میں شریک ہونا جائز نہیں قیامت کے دن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی جوابدہی کرنی ہو گی۔

قادیانیوں سے رشتہ کرنا یا ان کی دعوت کھانا جائز نہیں

س...... قادیانیوں کی دعوت کھالینے سے نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ نیز ایسے انسان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو سکتی ہے یا نہیں؟۔

ج...... اگر کوئی قادیانی کو کافر سمجھ کر اس کی دعوت کھاتا ہے تو گناہ بھی ہے اور بے غیرتی بھی، مگر کفر نہیں، جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دوستی رکھے اس کو سوچنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا۔

قادیانی نواز وکلاء کا حشر

س:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان دین متین اس مسئلے میں کہ گزشتہ دنوں مردان میں قادیانیوں نے ربوہ کی ہدایت پر کلمہ طیبہ کے بیج بنوائے، پوسٹر بنوائے اور بیج اپنے بچوں کے سینوں پر لگائے اور پوسٹر دکانوں پر لگا کر کلمہ طیبہ کی توہین کی اس حرکت پر وہاں کے علماء کرام اور غیرتمند مسلمانوں نے عدالت میں ان پر مقدمہ دائر کر دیا اور فاضل جج نے ضمانت کو مسترد کرتے ہوئے ان کو جیل بھیج دیا اب عرض یہ ہے کہ وہاں کے مسلمان وکلاء صاحبان ان قادیانیوں کی پیروی کر رہے ہیں اور چند پیسوں کی خاطر ان کے ناجائز عقائد کو جائز کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں ان وکلاء صاحبان میں ایک سید ہے۔ برائے کرم قرآن اور احادیث نبوی کی روشنی میں تفصیل سے تحریر فرمادیں کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ

وسلم کی رو سے ان وکلاء صاحبان کا کیا حکم ہے؟۔

ج:۔ قیامت کے دن ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیمپ ہو گا اور دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کا۔ یہ وکلاء جنھوں نے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قادیانیوں کی وکالت کی ہے۔ قیامت کے دن غلام احمد کے کیمپ میں ہوں گے اور قادیانی ان کو اپنے ساتھ دوزخ میں لے کر جائیں گے۔ واضح رہے کہ کسی عام مقدمے میں کسی قادیانی کی وکالت کرنا اور بات ہے۔ لیکن شعائر اسلامی کے مسئلہ پر قادیانیوں کی وکالت کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مقدمہ لڑنے کے ہیں۔ ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور دوسری طرف قادیانی جماعت ہے۔ جو شخص دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قادیانیوں کی حمایت و وکالت کرتا ہے وہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل نہیں ہو گا خواہ وہ وکیل ہو یا کوئی سیاسی لیڈر، یا حاکم وقت۔

اگر کوئی جانتے ہوئے قادیانی عورت سے نکاح کر لے تو اس کا شرعی حکم

س:۔ اگر کوئی شخص کسی قادیانی عورت سے یہ جاننے کے باوجود کہ یہ عورت قادیانی ہے عقد کر لیتا ہے تو اس کا نکاح ہوا کہ نہیں اور اس شخص کا ایمان باقی رہا یا نہیں؟۔

ج:۔ قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے رہا یہ کہ قادیانی عورت سے نکاح کرنے والا مسلمان بھی رہا یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ:

الف: اگر اس کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد معلوم نہیں۔ یا

ب: اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ قادیانی مرتدوں کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا...... تو ان دونوں صورتوں میں اس شخص کو خارج از ایمان نہیں کہا جائے گا البتہ اس شخص پر لازم ہے کہ مسئلہ معلوم ہونے پر اس قادیانی مرتد عورت کو فوراً علیحدہ کر دے اور آئندہ کے لئے اس سے ازدواجی تعلقات نہ رکھے اور اس فعل پر توبہ کرے اور اگر یہ شخص قادیانیوں کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود ان کو مسلمان سمجھتا ہے تو یہ شخص بھی کافر اور خارج از ایمان ہے۔ کیونکہ عقائد کفریہ کو اسلام سمجھنا خود کفر ہے اس شخص پر لازم ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

قادیانیوں کو مسجد بنانے سے جبراً روکنا کیسا ہے

س...... احمدیوں کو مسجدیں بنانے سے جبراً روکا جارہا ہے، کیا یہ جبر اسلام میں آپ کے نزدیک جائز ہے...؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اور قرآن کریم نے اس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟ شاید جناب کے علم میں ہوگا، اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟۔

آپ حضرات دراصل معقول بات پر بھی اعتراض فرماتے ہیں۔ دیکھئے! اس بات پر تو غور ہو سکتا تھا (اور ہوتا بھی رہا ہے) کہ آپ کی جماعت کے عقائد مسلمانوں کے سے ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ اسلام میں ان عقائد کی گنجائش ہے یا نہیں؟ لیکن جب یہ طے ہوگیا کہ آپ کی جماعت کے نزدیک مسلمان، مسلمان نہیں اور مسلمانوں کے نزدیک آپ کی جماعت مسلمان نہیں، تو خود انصاف فرمائیے کہ آپ مسلمانوں کو اور مسلمان آپ کو اسلامی حقوق کیسے عطا کرسکتے ہیں؟ اور از روئے عقل و انصاف کسی غیر مسلم کو اسلامی حقوق دینا ظلم ہے؟۔ یا اس کے برعکس نہ دینا ظلم ہے؟۔

میرے محترم! بحث جبر و اکراہ کی نہیں، بلکہ بحث یہ ہے کہ آپ نے جو عقائد اپنے اختیار و ارادے سے اپنائے ہیں ان پر اسلام کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ان پر اسلام کا اطلاق ہوتا ہے تو آپ کی شکایت بجا ہے، نہیں ہوتا تو یقیناً بے جا ہے۔ اس اصول پر تو آپ بھی اتفاق کریں گے اور آپ کو کرنا چاہئے۔

اب آپ خود ہی فرمائیے کہ آپ کے خیال میں اسلام کس چیز کا نام ہے؟ اور کن چیزوں کے انکار کردینے سے اسلام جاتا رہتا ہے...... اس تنقیح کے بعد آپ اصل حقیقت کو سمجھ سکیں گے جو غصہ کی وجہ سے اب نہیں سمجھ رہے۔

"دین دار انجمن" اور "میزان انجمن" والے قادیانیوں کی بگڑی ہوئی جماعت ہیں کافر و مرتد ہیں ان سے کسی مسلمان کا نکاح حرام ہے۔

س...... اللہ کے فضل سے ہمارے گھرانے میں بڑے چھوٹے سب نماز کے پابند ہیں اور ہمارا گھرانہ مذہبی گھرانہ ہے "میزان انجمن" کراچی میں قائم ہے۔ اس انجمن کے بانی اور اراکین "صدیق دین دار چن بسویشور" کے ماننے والے پیروکار ہیں۔ یہ لوگ لمبی ڈاڑھیاں۔ سر کے لمبے عورتوں جیسے بال رکھے ہوئے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد اور موجودہ مرزا طاہر احمد "مامور من اللہ"

ہیں ان کے اپنے ایک آدمی شیخ محمد ہیں۔ شیخ محمد کو مظہر خدا مان کر ان کو نماز کی طرح سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیخ محمد پر الہام ہوتا ہے جو الہام ہوئے ہیں اب تک وہ ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کی تبلیغ کراچی کورنگی میں زور وشور سے جاری ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کی جماعت کے اراکین میں ہر ایک کا مقام بلند ہے ایک صاحب جن کی عمر ۸۰ سال ہے...... خود کو "نرسیو اوتار" اور روح مختار محمدی کہتے ہیں۔ ایک بدیع الزمان قریشی ہیں جو نائب صدر ہیں خود کو خلیفہ الارض کہتے ہیں کراچی کے اہل سنت سرمایہ دار چند ایسے ہیں جو انکی صورت اور حلیہ سے متاثر ہو کر ماہانہ اشاعت اسلام کے نام پر چندہ معقول رقم بھی دیتے ہیں یہ پورا گروہ خود کو مبلغ اسلام کہتا ہے۔

ہمارے چند رشتہ داروں کو ان لوگوں نے اپنا ہم عقیدہ بنالیا ہے۔ ہر جمعہ ہمارے رشتہ دار ماموں ممانی ان کے بچے ہمارے گھر آتے ہیں اور ہمیں کہتے ہیں کہ میزان انجمن کے رکن بن جاؤ۔ دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ ہندوؤں کا اوتار چن بسویشور مر گیا۔ اس کی روح صدیق دین دار صاحب میں آگئی صدیق دین دار مرے نہیں اور وہ خدا کی اصلی صورت میں نہیں بلکہ اور روپ میں آئے تھے اب لطیف آباد سندھ میں جدید دنیا کا آدم اور خدا شیخ محمد ہے ان کی مذہبی انجمن میزان کے رکن بن جاؤ۔ شنکر کرشن' نرسیو' ہنومان' کالی دیوی' رام۔ یہ سب پیغمبر تھے اور شنکر کی قوت زبردست تھی رسول مقبول محمد رسول اللہ کو اپنی تمام طاقت شنکر نے دی تھی محمد رسول اللہ میں شنکر کی روح منتقل ہوگئی۔ سورۃ اخلاص صدیق دین دار چن بسویشور نے خود نازل کی تھی اور انہوں نے تفسیر بھی لکھی ہے۔

آپ کو اللہ اور رسول کا واسطہ ہے جلد .... جواب سے مطلع فرمایئے۔ ہماری ممانی کہتی ہیں "میزان انجمن دنیا کے مسلمانوں کو حق کا راستہ بتانے کے لئے وجود میں آئی ہے پاکستان میں حق کی جماعت میزان انجمن ہی ہے اور صدیق دین دار چن بسویشور دنیا کا نظام چلا رہے ہیں"۔

آپ یہ بتائیں کہ قرآن کریم اور احادیث سے کیا یہ تمام باتیں درست ہیں؟ ہندو اوتاروں کی یا مسلمان پیغمبروں کی روح کا ایک دوسرے میں یا جس میں چاہے منتقل ہونا صحیح ہے؟
صدیق دین دار چن بسویشور کی اصلیت وحقیقت کیا ہے کیا تھی؟ ضروری بات یہ ہے کہ یہ جماعت نماز بھی پڑھتی ہے۔ اور نام مسلمانوں ہندوؤں کے ملے ہوئے رکھے ہیں جیسے سید سراج الدین نرسیو اوتار یا صدیق دین دار چن بسویشور ان کے نام ہیں امید ہے کہ ہمارے لئے زحمت کریں گے ہمارے گھر والے ماموں۔ ممانی انکے بچوں کے ہر جمعہ آکر تبلیغ کرنے سے حیران ہیں کیا ہم ان کی باتوں کو مانیں یا نہ مانیں گھر میں آنے سے منع کر دیں؟ اپنے بیٹوں کے لئے رشتہ مانگتے ہیں کیا ہم اپنی بہنوں کو جو کنواری ہیں اپنے صدیق دین دار چن بسویشور کے پیرو ماموں کے بیٹوں کو دے سکتے ہیں شرعی حیثیت سے جوابات عنایت فرما کر

ہمارے ایمان کو محفوظ رکھنے میں معاون بنیں۔ ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوچکا ہے والدہ سنی ہیں ہم سب سنی ہیں اور بڑے چھوٹے سب مذہبی ہیں۔ مذہبی گھرانا ہے۔

ج..... "میزان انجمن" قادیانیوں کی بگڑی ہوئی جماعت ہے۔ یہ لوگ مرزا قادیانی کو "مسیح موعود" مانتے ہیں۔ حیدر آباد دکن میں مرزا قادیانی کا ایک مرید بابو صدیق تھا اس کو مامور من اللہ 'نبی' رسول 'یوسف موعود' اور ہندوؤں کا چن بسویشور اوتار مانتے ہیں۔ بابو صدیق کے بعد شیخ محمد کو مظہر خدا' اور تمام رسولوں کا اوتار مانتے ہیں' اس لئے "دین دار انجمن" اور "میزان انجمن" کے تمام افراد مرزائیوں کے دوسرے فرقوں کی طرح کافر و مرتد ہیں۔ یہ لوگ قادیانی عقائد کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے تناسخ کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں' اس انجمن کے افراد کو ان کے عقائد جاننے کے باوجود مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے کسی مسلمان لڑکی کا "میزان انجمن" کے کسی مرتد سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر لڑکی ایسے مرتد کے حوالے کر دی گئی تو ساری عمر زنا اور بد کاری کا وبال ہو گا۔ اس انجمن کو چندہ دینا اور ان کے سماجی و معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔ الغرض یہ مرتدوں کا ایک ٹولہ ہے جو مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے حالانکہ ان کے عقائد خالص کفریہ ہیں۔

دین دار انجمن کا امام کافر مرتد ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی

س..... نیو کراچی میں قادیانیوں کی عبادت گاہ مسجد فلاح دارین میں "دین دار جماعت" کا قادیانی یاسین پیش امام ہے جو بہت چالاک جھوٹا مکار اور غاصب ہے اس کی مکاری سے کئی کوارٹر حاصل کر رکھے ہیں کئی غریب اور کمزور لوگوں کے کوارٹروں پر خود قبضہ کر رکھا ہے اور کئی غریب اور کمزور لوگوں کے کوارٹروں کے تالے توڑ کر اپنے پالتو بد معاشوں کا قبضہ کروا رکھا ہے اور کئی مسلمانوں کو دھوکہ دیکر مسجد کے نام سے رقم وصول کی اور مسجد میں لگانے کے بجائے اپنے گھر میں خرچ کی۔ اور اپنے پالتو بد معاشوں کی سرپرستی اور عیاشی پر خرچ کی۔ براہ کرم آپ یہ بتائیں جن لوگوں نے لاعلمی میں مسجد کے نام پر اس کو رقم دی اس کا ثواب ان کو ملے گا یا وہ رقم برباد ہو گئی۔ اور ہمارے محلہ کے کچھ لوگ لاعلمی میں اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب ان کو اس کے قادیانی ہونے کا علم ہوا تو نماز چھوڑ دی اب لوگ قریبی بلال مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ آپ یہ بتائیں جو نمازیں ہم لوگ اب تک قادیانی یاسین کے پیچھے لاعلمی میں پڑھ چکے ہیں وہ نمازیں ہو گئیں یا ان کی قضا کرنا پڑے گی یا کوئی اور طریقہ ہے۔

ج..... "دین دار انجمن" قادیانیوں کی جماعت ہے اور یہ لوگ کافر و مرتد ہیں' کسی غیر مسلم کے

پیچھے پڑھی گئی نماز ادا نہیں ہوتی۔ جن لوگوں نے غلط فہمی کی بنا پر یاسین مرتد کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ اپنی نمازیں لوٹائیں۔ اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ "دین دار انجمن" کے افراد جہاں جہاں مسلمانوں کو دھوکہ دیکر امامت کر رہے ہوں ان کو مسجد سے نکال دیں ان کی تنظیم کو چندہ دینا اور ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔

دین دار انجمن کے پیرو کار مرتد ہیں ان کا مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے

س..... ہمارے محلے میں دین دار انجمن کے نام سے ایک تنظیم کام کر رہی ہے جس کے نگران اعلیٰ سعید بن وحید صاحب ہیں جو کہ ہمارے علاقے میں ہی رہائش رکھتے ہیں ان کے صاحب زادے کا حال ہی میں حادثہ کی وجہ سے انتقال ہو گیا علاقے کے مسلمانوں کے رد عمل کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ علاقے میں نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے قبرستان میں نماز جنازہ پڑھانے کے بعد اسی قبرستان میں تدفین کر دی گئی۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج..... دین دار انجمن کے حالات و عقائد پروفیسر الیاس برنی مرحوم نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "قادیانی مذہب" میں ذکر کئے ہیں۔ اور جناب مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نے اس فرقہ کے عقائد پر مستقل رسالہ "بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا" کے نام سے لکھا ہے۔

یہ جماعت، قادیانیوں کی ایک شاخ ہے۔ اور اس جماعت کا بانی بابو صدیق دین دار "چنن بسو یشور" خود بھی نبوت بلکہ خدائی کا مدعی تھا، بہر حال یہ جماعت مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ ان سے مسلمانوں کا سا معاملہ جائز نہیں۔ ان کا جنازہ نہ پڑھا جائے نہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ ان مرتدین کا جو مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا ہے اس کو اکھاڑنا ضروری ہے۔ اس کے خلاف احتجاج کیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ مسلمانوں کے قبرستان کو اس مردار سے پاک کریں۔

عقیدہ ختم نبوت

نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

س...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب آسمان سے نازل ہونگے؟

ج...... قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو قیامت کی بڑی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے اور قیامت سے ذرا پہلے ان کے تشریف لانے کی خبر دی ہے۔ لیکن جس طرح قیامت کا معین وقت نہیں بتایا گیا کہ فلاں صدی میں آئیگی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت بھی معین نہیں کیا گیا کہ وہ فلاں صدی میں تشریف لائیں گے۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے "اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی۔ پس تم اس میں ذرا بھی شک مت کرو"۔ (سورۂ زخرف) بہت سے اکابر صحابہؓ و تابعین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

"یہ تفسیر حضرت ابوہریرہؓ ابن عباسؓ ابوالعالیہؒ ابومالکؒ عکرمہؒ حسن بصریؒ قتادہؒ ضحاکؒ اور دیگر حضرات سے مروی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی متواتر احادیث وارد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے قبل تشریف لانے کی خبر دی ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۲ ج ۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "شب معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم الصلوٰت والتسلیمات) سے ہوئی تو آپس میں قیامت کا تذکرہ ہونے لگا کہ کب آئیگی؟ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، انھوں نے بھی لاعلمی کا اظہار

کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی توانھوں نے فرمایا کہ قیامت کے وقوع کا ٹھیک وقت تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ میرے رب کا مجھ سے ایک عہد ہے کہ قیامت سے پہلے جب دجال نکلے گا تو میں اس کو قتل کرنے کے لئے نازل ہوں گا وہ مجھے دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ سے ہلاک کر دیں گے۔ یہاں تک کہ شجر و حجر بھی پکار اٹھیں گے کہ اے مسلم! میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے اس کو قتل کر دے۔

قتل دجال کے بعد لوگ اپنے اپنے علاقے اور ملک کو لوٹ جائیں گے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے، وہ جس چیز پر سے گزریں گے اسے تباہ کر دیں گے تب لوگ میرے پاس ان کی شکایت کریں گے، پس میں اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں بددعا کروں گا۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر یکبارگی موت طاری کر دیں گے۔ یہاں تک کہ زمین ان کی بدبو سے متعفن ہو جائے گی۔ پس اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے جو ان کے اجسام کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ پس میرے رب کا مجھ سے یہ عہد ہے کہ جب ایسا ہو گا تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی حاملہ کی سی ہوگی جس کے بارے میں اس کے مالک نہیں جانتے کہ اچانک دن میں یا رات میں کسی وقت اس کا وضع حمل ہو جائے۔"

(مسند احمد، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، ابن جریر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے، معلوم ہوا کہ ان کی تشریف آوری بالکل قرب قیامت میں ہوگی۔

س..... نیز آپ کی کیا کیا نشانیاں دنیا پر ظاہر ہونگی؟

ج..... آپ کے زمانہ کے جو واقعات، احادیث طیبہ میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ مختصراً!

☆ ..... آپ سے پہلے حضرت مہدی کا آنا

☆ ..... آپ کا عین نماز فجر کے وقت اترنا

☆ ..... حضرت مہدی کا آپ کو نماز کے لئے آگے کرنا اور آپ کا انکار فرمانا۔

☆ ..... نماز میں آپ کا قنوت نازلہ کے طور پر یہ دعا پڑھنا........... قتل اللہ الدجال

☆ ..... نماز سے فارغ ہو کر آپ کا قتل دجال کے لئے نکلنا۔

☆ ..... دجال کا آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگنا۔

☆ ..... "باب لد" نامی جگہ پر (جو فلسطین شام میں ہے) آپ کا دجال کو قتل کرنا اور اپنے نیزے پر لگا ہوا دجال کا خون مسلمانوں کو دکھانا۔

☆ ..... قتل دجال کے بعد تمام دنیا کا مسلمان ہو جانا، صلیب کے توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا

عام حکم دینا۔

☆...... آپ کے زمانہ میں امن و امان کا یہاں تک پھیل جانا کہ بھیڑیئے، بکریوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں۔

☆...... کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج کا نکلنا اور چار سو فساد پھیلانا۔

☆...... ان دنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے رفقاء سمیت کوہ طور پر تشریف لے جانا اور وہاں خوراک کی تنگی پیش آنا۔

☆...... بالآخر آپ کی بددعا سے یاجوج ماجوج کا یکدم ہلاک ہو جانا اور بڑے بڑے پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینکنا۔

☆...... اور پھر زور کی بارش ہونا اور یاجوج ماجوج کے بقیہ اجسام اور تعفن کو بہا کر سمندر میں ڈال دینا۔

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عرب کے ایک قبیلہ بنو کلب میں نکاح کرنا اور اس سے آپ کی اولاد ہونا۔

☆...... فج الروحا نامی جگہ پہنچ کر حج و عمرہ کا احرام باندھنا۔

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اطہر کے اندر سے جواب دینا۔

☆...... وفات کے بعد روضہ اطہر میں آپ کا دفن ہونا وغیرہ وغیرہ۔

☆...... آپ کے بعد مقعد نامی شخص کو آپ کے حکم سے خلیفہ بنایا جانا اور مقعد کی وفات کے بعد قرآن کریم کا سینوں اور صحیفوں سے اٹھ جانا۔

☆...... اس کے بعد آفتاب کا مغرب سے نکلنا۔ نیز دابۃ الارض کا نکلنا اور مومن و کافر کے درمیان امتیازی نشان لگانا وغیرہ وغیرہ۔

س...... یہ کس طرح ظاہر ہو گا کہ آپ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں؟

ج...... آپ کا یہ سوال عجیب دلچسپ سوال ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے آپ صرف دو باتیں پیش نظر رکھیں۔

اول...... کتب سابقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیش گوئی کی گئی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات ذکر کی گئی تھیں، جو لوگ ان علامات سے واقف تھے ان کے بارے میں قرآن کریم کا بیان ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔ اگر کوئی آپ سے دریافت کرے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا تھا

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ تو اس کے جواب میں آپ کیا فرمائیں گے۔ یہی نا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو کتب سابقہ میں مذکور تھیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر منطبق کرنے کے بعد ہر شخص کو فوراً یقین آجاتا تھا کہ آپ وہی نبی آخرالزمان ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کی ہیں ان کو سامنے رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کی تعیین میں کسی کو ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں! کوئی شخص ان ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف ہو یا کج فطری کی بنا پر ان کے چسپاں کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو' یا محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سے پہلوتہی کرے تو اس کا مرض لاعلاج ہے۔

دوم...... بعض قرائن ایسے ہوا کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں آدمی یقین لانے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اسے مزید دلیل کی احتیاج نہیں رہ جاتی۔ مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ کسی مکان کے سامنے محلے بھر کے لوگ جمع ہیں' پورا مجمع افسردہ ہے' گھر کے اندر کہرام مچا ہوا ہے' درزی کفن سی رہا ہے' کچھ لوگ پانی گرم کر رہے ہیں' کچھ قبر کھودنے جا رہے ہیں۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی کہ کیا یہاں کسی کا انتقال ہو گیا ہے؟ اور اگر آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں صاحب کافی مدت سے صاحب فراش تھے اور ان کی حالت نازک تر تھی تو آپ کو یہ منظر دیکھ کر فوراً یقین آجائے گا کہ ان صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی خاص کیفیت' خاص وقت' خاص ماحول اور خاص حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے جب وہ پورا نقشہ اور سارا منظر سامنے آئے گا تو کسی کو یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی کہ یہ واقعی عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا نہیں؟

تصور کیجئے! حضرت مہدی عیسائیوں کے خلاف مصروف جہاد ہیں اتنے میں اطلاع آتی ہے کہ دجال نکل آیا ہے۔ آپ اپنے لشکر سمیت بہ عجلت بیت المقدس کی طرف لوٹتے ہیں اور دجال کے مقابلے میں صف آراء ہو جاتے ہیں۔ دجال کی فوجیں اسلامی لشکر کا محاصرہ کر لیتی ہیں۔ مسلمان انتہائی تنگی اور سراسیمگی کی حالت میں محصور ہیں۔ اتنے میں سحر کے وقت ایک آواز آتی ہے۔ "قد اتاکم الغوث" (تمہارے پاس مددگار آپہنچا) اپنی زبوں حالی کو دیکھ کر ایک شخص کے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے کہ یہ "کسی پیٹ بھرے کی آواز معلوم ہوتی ہے"۔ پھر اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے سفید منارہ کے پاس نزول فرماتے ہیں اور عین اس وقت لشکر میں پہنچتے ہیں جبکہ صبح کی اقامت ہو چکی ہے اور امام مصلیٰ پر جا چکا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام کوائف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں جب وہ ایک ایک کر کے لوگوں کی

آنکھوں کے سامنے آئیں گے تو کون ہو گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شناخت سے محروم رہ جائیگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صفات وعلامات 'ان کا حلیہ اور ناک نقشہ 'ان کے زمانہ نزول کے سیاسی حالات اور ان کے کارناموں کی جزئیات اس قدر تفصیل سے بیان فرمائی ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ جب یہ پورا نقشہ لوگوں کے سامنے آئے گا تو ایک لحہ کے لئے کسی کو ان کی شناخت میں تردد نہیں ہو گا۔ چنانچہ کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی یہ نہیں آتا کہ ان کی تشریف آوری پر لوگوں کو ان کے پہچاننے میں دقت پیش آئیگی۔ یا یہ کہ ان کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا کوئی ان کو مانے گا اور کوئی نہیں مانے گا۔ اس کے برعکس یہ آتا ہے کہ مسلمان تو مسلمان' دجال کے لشکر سے نمٹنے کے بعد' غیر مذاہب کے لوگ بھی سب کے سب مسلمان ہو جائیں گے اور دنیا پر صرف اسلام کی حکمرانی ہوگی۔

یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہو گا کہ گزشتہ صدیوں سے لے کر اس رواں صدی تک بہت سے لوگوں نے مسیحیت کے دعوے کئے اور بہت سے لوگ اصل ونقل کے درمیان تمیز نہ کر سکے اور ناواقفی کی بنا پر ان کے گرویدہ ہوگئے۔ لیکن چونکہ وہ واقعتاً "مسیح" نہیں تھے۔ اس لئے وہ دنیا کو اسلام پر جمع کرنے کے بجائے مسلمانوں کو کافر بنا کر اور ان کے درمیان اختلاف وتفرقہ ڈال کر چلتے بنے۔ ان کے آنے سے نہ فتنہ فساد میں کمی ہوئی نہ کفر وفسق کی ترقی رک سکی۔ آج زمانے کے حالات بہانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ وہ اس تاریک ماحول میں اتنی روشنی بھی نہ کر سکے جتنی کہ رات کی تاریکی میں جگنو روشنی کرتا ہے۔ وہ یہ سمجھے کہ ان کی من مانی تاویلات کے ذریعہ ان کی مسیحیت کا سکہ چل نکلے گا لیکن افسوس کہ ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمودہ علامات اتنی بھی چسپاں نہ ہوئیں جتنی کہ ماش کے دانے پر سفیدی۔ کسی کو اس میں شک ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ نقشہ کو سامنے رکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ایک ایک علامت کو ان مدعیوں پر چسپاں کر کے دیکھے 'اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر سکتا ہے مگر ان مدعیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات وعلامات منطبق نہیں ہو سکتیں۔ کاش ان لوگوں نے بزرگوں کی یہ نصیحت یاد رکھی ہوتی۔

بصاحب نظرے بنما گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

خاتم النبیین کا صحیح مفہوم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے

س:۔ ایک بزرگ نے خاتم النبیین یا لفظ خاتمیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اسلام کو خاتم الادیان کا اور پیغمبر اسلام کو خاتم الانبیاء کا خطاب دیا گیا ہے۔ خاتمیت کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی چیز ناقص اور غیر مکمل ہو اور وہ رفتہ رفتہ کامل ہو جائے دوسرے یہ کہ وہ چیز نہ افراط کی مد پر ہو نہ تفریط کی مد پر بلکہ دونوں کے درمیان ہو جس کا نام اعتدال ہے۔ اسلام دونوں پہلوؤں سے خاتم الادیان ہے۔ اس میں کمال اور اعتدال دونوں پائے جاتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس عالیشان عمارت کی آخری اینٹ ہوں جس کو گزشتہ انبیاء تعمیر کرتے آئے ہیں۔ یہ اسلام کے کمال کی طرف اشارہ ہے اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ مذہب اسلام ایک معتدل اور متوسط طریقہ کا نام ہے اور مسلمانوں کی قوم ایک معتدل قوم پیدا کی گئی ہے اس سے اسلام کے اعتدال کا ثبوت ملتا ہے"۔ کیا خاتم النبیین کا یہ مفہوم صحیح ہے اور سبھی فرقوں کا اس پر اتفاق ہے؟۔ راہنمائی فرما کر ممنون فرماویں۔

ج:۔ "خاتم الانبیاء" کا وہی مفہوم ہے جو قرآن و حدیث کے قطعی نصوص سے ثابت اور امت کا متواتر اور اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "آخری نبی" ہیں۔ آپؐ کے بعد کسی کو نبوت عطا نہیں کی جائے گی۔ اس مفہوم کو باقی رکھ کر اس لفظ میں جو نکات بیان کئے جائیں وہ سر آنکھوں پر۔ اپنی عقل و فہم کے مطابق ہر صاحب علم نکات بیان کر سکتا ہے لیکن اگر ان نکات سے متواتر مفہوم اور متواتر عقیدہ کی نفی کی جائے، تو یہ ضلالت و گمراہی ہو گی اور ایسے نکات مردود ہوں گے۔

خاتم النبیین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

س..... خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں۔ آخری نبی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں عطا کی جائے گی۔ مولانا صاحب اگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا تو حضرت عائشہؓ کے قول کی وضاحت کر دیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "اے لوگو یہ تو کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے مگر یہ نہ کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔
(حضرت عائشہؓ تکملہ مجمع البحار)

ج..... اسی تکملہ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ ارشاد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے پیش نظر فرمایا ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ملی تھی اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا منشا یہ ہے کہ کوئی بد دین خاتم النبیین کے لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نہ آنے پر استدلال نہ کرے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ آیت خاتم النبیین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کو روکتی ہے۔ پس حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد مرزا قادیانی کی تردید و تکذیب کے لئے ہے۔

س...... مہدیؒ اس دنیا میں کب تشریف لائیں گے؟ اور کیا مہدیؒ اور عیسیٰؑ ایک ہی وجود ہیں؟

ج...... حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ آخری زمانہ میں قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے ان کے ظہور کے تقریباً سات سال بعد دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت مہدیؒ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ مرزا قادیانی نے خود غرضی کے لئے عیسیٰ اور مہدی کو ایک ہی وجود فرض کر لیا حالانکہ تمام اہل حق اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

نبوت تشریعی اور غیر تشریعی میں فرق

س...... ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

"قولوا انہ خاتم النبیین و لا تقولوا لا نبی بعدہ"

ج...... تکملہ مجمع البحار میں علامہ محمد طاہر پٹنی نے یہ قول نقل کر کے لکھا ہے

"وھذا ناظر الی نزول عیسیٰ"

یعنی یہ ارشاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمایا۔

س...... امام عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں "مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی محض تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے۔ جس کی تائید حدیث میں حفظ القرآن الخ" سے بھی ہوتی ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے قرآن حفظ کر لیا اس کے دونوں پہلوؤں سے نبوت بلاشبہ داخل ہو گئی) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک "لا نبی بعدی ولا رسول" سے مراد صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو شریعت لے کر آئے۔ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں "جو نبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف غیر تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے اس لئے اس نے ان کی خاطر تشریعی نبوت باقی رکھی۔ مذکورہ بالا دو اقوال واضح فرمادیں۔ تشریعی اور غیر تشریعی بھی واضح فرمادیں۔ کیا اس کو اپنے لئے دلیل بنا سکتے ہیں؟

ج...... شیخ ابن عربیؒ اولیاء اللہ کے کشف و الہام کو "نبوت" کہتے ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو جو منصب عطا کیا جاتا ہے اسے "نبوت تشریعی" کہتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے۔ چونکہ انبیاء کرام کی نبوت ان کے نزدیک تشریع کے بغیر نہیں ہوتی اس لئے ولایت والی نبوت واقعتاً نبوت ہی نہیں۔ علامہ شعرانیؒ اور شیخ ابن عربیؒ بھی انبیاء کرامؑ والی نبوت (جو ان کی اصطلاح میں نبوت تشریعی

کہلاتی ہے) کو ختم مانتے ہیں اور ولایت کو جاری۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے فرق صرف اصطلاح کا ہے۔ واللہ اعلم

کیا پاکستانی آئین کے مطابق کسی کو مصلح یا مجدد ماننا کفر ہے

س...... آپ کے اور میرے علم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے لیکن پاکستانی آئین کے مطابق، جو بھٹو دور میں بنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مصلح کوئی مجدد یا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اگر کوئی شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے تو وہ غیر مسلم ہے اس لحاظ سے تو میں اور آپ غیر مسلم ہوئے۔ کیونکہ آپ نے بعض سوالات کے جوابات میں کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی تشریف لائیں گے۔ براہ مہربانی اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

ج...... جناب نے آئین پاکستان کی جس دفعہ کا حوالہ دیا ہے اس کے سمجھنے میں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اور آپ نے اس کو نقل بھی غلط کیا ہے۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ (۳) کا پورا متن یہ ہے:

"جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جو آخری نبی ہیں) کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو شخص کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

آئین کی اس دفعہ میں ایک ایسے شخص کو غیر مسلم کہا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت جاری ہونے کا قائل ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے حصول کا مدعی ہو یا ایسے مدعی نبوت کو اپنا دینی پیشوا تسلیم کرتا ہو۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہوں گے نہ وہ نبوت کا دعویٰ کریں گے اور نہ کوئی ان کو نبی مانتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ نبی ہیں مگر ان کو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ملی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال پہلے مل چکی ہے۔ مسلمان ان کی تشریف آوری کے بعد ان کی نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ مسلمانوں کا ان کی نبوت پر پہلے سے ایمان ہے جس طرح حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام کی نبوت پر ایمان ہے۔ (علی نبینا و علیہم الصلوٰت و التسلیمات) اس لئے آئین پاکستان کی اس دفعہ کا اطلاق نہ تو حضرت مہدی رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے کیونکہ وہ مدعی نبوت نہیں ہوں گے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوتا ہے کیونکہ ان کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی ہے نہ کہ بعد کی۔ اور نہ ان مسلمانوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو ان حضرات کی تشریف

آوری کے قائل ہیں۔

اس دفعہ کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حاصل ہونے والی نبوت کا دعویٰ کیا

یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً (الاعراف ۱۵۸)

کا نعرہ لگایا، اور لوگوں کو اس نئی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ نیز اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنھوں نے ایسے لوگوں کو اپنا دینی مصلح اور پیشوا تسلیم کیا اور ان کی جماعت میں داخل ہوئے۔

امید ہے یہ مختصر سی وضاحت آپ کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

ختم نبوت کی تحریک کی ابتداء کب ہوئی

س...... ختم نبوت کی تحریک کی ابتداء کب ہوئی۔ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب جھوٹے مدعیان نبوت نے دعویٰ کیا تھا یا کسی اور دور میں؟

ج...... ختم نبوت کی تحریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "انا خاتم النبیین لانبی بعدی" سے ہوئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے مدعیان نبوت کے خلاف جہاد کرکے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس عمر میں نازل ہونگے؟

س...... ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ حدیث کی روشنی میں بیان کریں کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں پیدا ہونگے یا پھر اس عمر میں تشریف لائیں گے جس عمر میں آپ کو آسمان پر اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ سے گزارش کروں گا کہ جواب ضرور دیں اس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ کی اس کاوش سے چند قادیانی اپنا عقیدہ درست کرلیں۔ یہ ایک قسم کا جہاد ہے آپ کی تحریر ہمارے لئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے اسی عمر میں نازل ہونگے۔ ان کا آسمان پر قیام ان کی صحت اور عمر پر اثر انداز نہیں۔ جس طرح اہل جنت، جنت میں سدا جوان رہیں گے اور وہاں کی آب و ہوا ان کی صحت اور عمر کو متاثر نہیں کرے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں اس وقت قیام فرما ہیں وہاں زمین کے نہیں آسمان کے قوانین جاری ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ "تیرے رب کا ایک دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار برس کے برابر ہے"۔

اس قانون آسمانی کے مطابق ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہاں سے گئے ہوئے دو دن بھی نہیں گزرے۔ آپ غور فرما سکتے ہیں کہ صرف دو دن کے انسان کی صحت و عمر میں کیا کوئی نمایاں تبدیلی رونما ہو جاتی ہے؟۔

مشکل یہ ہے کہ ہم معاملات الٰہیہ کو بھی اپنی عقل و فہم اور مشاہدہ و تجربہ کے ترازو میں تولنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ایک مومن کے لئے فرمودہ خدا اور رسول سے بڑھ کر یقین و ایمان کی کونسی بات ہو سکتی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ پیدا ہونے کا سوال تو جب پیدا ہوتا کہ وہ مر چکے ہوتے۔ زندہ تو دوبارہ پیدا نہیں ہوا کرتا۔ اور پھر کسی مرے ہوئے شخص کا کسی اور قالب میں دوبارہ جنم لینا تو "آواگون" ہے جس کے ہندو قائل ہیں۔ کسی مدعی اسلام کا یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت نے اس کے قالب میں دوبارہ جنم لیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی کے تشریف لائینگے یا بحیثیت امتی کے

س..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی تشریف لائیں گے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے۔ اگر آپ بحیثیت نبی تشریف لائیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیسے ہوئے۔؟

ج..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو بدستور نبی ہوں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ان کی شریعت منسوخ ہو گئی اور ان کی نبوت کا دور ختم ہو گیا۔ اس لئے جب وہ تشریف لائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔ ان کی تشریف آوری ختم نبوت کے خلاف نہیں کیونکہ نبی آخر الزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مل چکی تھی۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کے متعلق قرآن خاموش ہے

س:۔ زید یہ اعتقاد رکھے اور بیان کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے یا وفات دیئے جانے کے بارے میں قرآن پاک خاموش ہے۔ جیسا کہ زید کی یہ عبارت ہے "قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمان پر کہیں

لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی۔ اس لئے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات"۔

تو زید جو یہ بیان کرتا ہے' آیا اس بیان کی بنا پر مسلمان کہلائے گا یا کافر' وضاحت فرمائیں۔

ج:۔ جو عبارت سوال میں نقل کی گئی ہے۔ یہ مودودی صاحب کی تفہیم القرآن کی ہے۔ بعد کے ایڈیشنوں میں اس کی اصلاح کر دی گئی ہے۔ اس لئے اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا البتہ گمراہ کن غلطی قرار دیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کی تصریح " بل رفعه الله اليه "' اور " انی متوفیک و رافعک الی " میں موجود ہے۔ چنانچہ تمام ائمہ تفسیر اس پر متفق ہیں کہ ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کو ذکر فرمایا ہے اور رفع جسمانی پر احادیث متواترہ موجود ہیں۔ قرآن کریم کی آیات کو احادیث متواترہ اور امت کے اجماعی عقیدہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ آیات رفع جسمانی میں قطعی دلالت کرتی ہیں اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کی تصریح نہیں کرتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس طرح پہچانا جائیگا

س...... اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جسم کے ساتھ موجود ہیں تو جب وہ اتریں گے تو لازم ہے کہ ہر شخص ان کو اترتے ہوئے دیکھ لے گا۔ اس طرح تو پھر انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں' اور سب لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے۔

ج...... جی ہاں یہی ہو گا اور قرآن و حدیث نبویؐ میں یہی خبر دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے:

"اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے' مگر ضرور ایمان لائے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہو گا ان پر گواہ"۔ (النساء)

اور حدیث شریف میں ہے:

"اور میں سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں عیسیٰ بن مریم کے کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو اس کو پہچان لینا۔ قد میانہ' رنگ سرخ و سفید' بال سیدھے' بوقت نزول ان کے سر سے گویا قطرے ٹپک رہے ہوں گے' خواہ ان کو تری نہ بھی پہنچی ہو' ہلکے رنگ کی دو زرد چادریں زیب تن ہوں گی۔ پس صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ کو بند کر دیں

گے اور تمام مذاہب کو معطل کر دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کذاب کو ہلاک کر دیں گے۔ زمین میں امن وامان کا دور دورہ ہو جائے گا یہاں تک کہ اونٹ شیروں کے ساتھ، چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ پس جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا زمین پر رہیں گے پھر ان کی وفات ہو گی، پس مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور انہیں دفن کریں گے۔ (مسند احمد ص ۴۳۷، ج ۲۔ فتح الباری ص ۴۹۳، جلد ۶، مطبوعہ لاہور۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص ۱۶۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کیا ہو گا؟

س...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کا مقصد کیا ہے اور ان کا مشن کیا ہو گا؟ جبکہ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا مکمل اور پسندیدہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی آمد عیسائیوں کی اصلاح کے لئے ہو سکتی ہے۔ اگر اسلام کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں کمی ہو گی۔ برائے نوازش اخبار کے ذریعہ میرے سوال کا جواب دے کر ایسے ذہن کو مطمئن کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کیا ہو گا؟

ج...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا مشن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پوری تفصیل و وضاحت سے ارشاد فرما دیا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث میں پہلے نقل کر چکا ہوں۔ یہاں صرف ایک حدیث پاک کا حوالہ دینا کافی ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں الگ ہیں مگر ان کا دین ایک ہے اور میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں کیونکہ ان کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہ نازل ہونیوالے ہیں۔ پس جب ان کو دیکھو تو پہچان لو۔

قامت میانہ، رنگ سرخ وسفیدی ملا ہوا، ہلکے زرد رنگ کی دو چادریں زیب تن کئے نازل ہونگے۔ سر مبارک سے گویا قطرے ٹپک رہے ہیں۔ گو اس کو تری نہ پہنچی ہو۔ پس وہ نازل ہو کر صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ موقوف کر دیں گے اور تمام لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کو ہلاک کر دیں گے۔ روئے زمین پر امن وامان کا دور دورہ ہو جائے گا۔ شیر اونٹوں کے ساتھ،

چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے۔ بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہ دیں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین میں چالیس برس ٹھہریں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی' مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے"

(مسند احمد ص۔ ۴۰۶ ج ۲، فتح الباری ص۔ ۲۵۷ ۔ ج ۶)

اس ارشاد پاک سے ظاہر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل مشن یہود و نصاریٰ کی اصلاح اور یہودیت و نصرانیت کے آثار سے روئے زمین کو پاک کرنا ہے۔ مگر چونکہ یہ زمانہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و بعثت کا ہے اس لئے وہ امت محمدیہ کے ایک فرد بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور خلیفہ کی حیثیت میں تشریف لائیں گے۔

چنانچہ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔

"سن رکھو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اور میرے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں ہوا۔ سن رکھو کہ وہ میرے بعد میری امت میں میرے خلیفہ ہیں' سن رکھو کہ وہ دجال کو قتل کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے۔ جزیہ بند کر دیں گے' لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے گی۔ سن رکھو جو شخص تم سے ان کو پائے ان سے میرا سلام کہے۔

(مجمع الزوائد ص۔ ۲۰۵' ج۔ ۸ درمنثور ص۔ ۲۴۲ ۔ ج۔ ۲)

اس لئے اسلام کی جو خدمت بھی وہ انجام دیں گے اور ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم کی حیثیت سے امت محمدیہ میں آکر شامل ہونا ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی کا باعث نہیں بلکہ آپ کی سیادت و قیادت اور شرف منزلت کا شاہکار ہے۔ اس وقت دنیا دیکھ لے گی کہ واقعی تمام انبیاء گزشتہ (علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اللہ کی قسم موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انکو بھی میری اطاعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا"

(مشکوٰۃ شریف...... ص۔ ۳۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں

س...... جیسا کہ احادیث و قرآن کی روشنی میں واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اب ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ" کون سے آسمان پر ہیں اور ان کے انسانی ضروریات کے تقاضے کیسے پورے ہوتے ہونگے۔ مثلاً کھانا پینا' سونا جاگنا اور انس و الفت اور دیگر اشیاء ضرورت انسان کو کیسے ملتی ہونگی۔ وضاحت کر کے مطمئن کریں۔

ج..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ اٹھایا جانا' اور قربِ قیامت میں دوبارہ زمین پر نازل ہونا تو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے۔ جس پر قرآن و سنت کے قطعی دلائل قائم ہیں اور جس پر امت کا اجماع ہے۔ حدیث معراج میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰؑ سے دوسرے آسمان پر ملاقات ہوئی تھی۔ آسمان پر مادی غذا اور بول و براز کی ضرورت پیش نہیں آتی جیسا کہ اہل جنت کو ضرورت پیش نہیں آئیگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول قرآن و حدیث کی روشنی میں

س..... کیا قرآن مجید میں کہیں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے ؟ اور وہی آکر امام مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے ؟

ج..... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا مضمون قرآن کریم کی کئی آیتوں میں ارشاد ہوا ہے اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ متواتر احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی اطلاع دی گئی ہے اور جن پر بقول مرزا صاحب کے "امت کا اعتقادی تعامل چلا آرہا ہے" وہ سب انہی آیات کریمہ کی تفسیر ہیں۔

پہلی آیت

سورۃ الصف آیت ۹ میں ارشاد ہے "وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول' ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ اسے غالب کردے تمام دینوں پر' اگرچہ کتنا ہی ناگوار ہو مشرکوں کو"۔

"یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے میں دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے............ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر۔ (براہین احمدیہ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب ص۔ ۴۹۸ ، ۴۹۹) روحانی خزائن ص۔ ۵۹۳،۵۹۴ جلد ۱)

"یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اسکو

ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالم گیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالم گیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا"۔ (چشمہ معرفت مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب ص۔ ۸۳، ۹۱ روحانی خزائن جلد ۲۳ ص۔ ۹۱)

جناب مرزا صاحب کی اس تفسیر سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی طور پر دوبارہ آنے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

(۲) مرزا صاحب پر بذریعہ الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کی پیش گوئی کا جسمانی اور ظاہری طور پر مصداق ہیں۔

(۳) امت کے تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ اسلام کا غلبہ کاملہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں ہو گا۔

جناب مرزا صاحب کی اس الہامی تفسیر جس پر تمام مفسرین کے اتفاق کی مہر بھی ثبت ہے یہ ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے اس قرآنی وعدہ کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ضرور دوبارہ تشریف لائیں گے اور ان کے ہاتھ سے اسلام تمام مذاہب پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تمام مذاہب کو مٹا دیں گے"۔ (ابو داؤد، مسند احمد، مستدرک حاکم)

بعد میں جناب مرزا صاحب نے خود مسیحیت کا منصب سنبھال لیا لیکن یہ توفیصلہ آپ کر سکتے ہیں کہ کیا ان کے زمانے میں اسلام کو غلبہ کاملہ نصیب ہوا؟ نہیں بلکہ اسکے برعکس یہ ہوا کہ دنیا بھر کے مسلمان جناب مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ٹھہرے۔ ادھر مسلمانوں نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو اسلام سے ایک الگ فرقہ سمجھا۔ نتیجہ یہ کہ اسلام کا وہ غلبہ کاملہ ظہور میں نہ آیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدر تھا۔ اس لئے جناب مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے باوجود زمانہ قرآن کے وعدے کا منتظر ہے اور یقین رکھنا چاہئے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس وعدے کے ایفاء کے لئے خود بنفس نفیس تشریف لائیں گے کیونکہ بقول مرزا صاحب...... "ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو"۔

دوسری آیت

سورۃ النساء آیت ۱۵۹ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے اور

تمام اہل کتاب کے ان پر ایمان لانے کی خبر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
"اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے موت اس کی سے پہلے اور دن قیامت کے ہوگا او پر ان کے گواہ" (فصل الخطاب ص ۸۰ ج ۲ مولفہ حکیم نور دین قادیانی)
حکیم صاحب کا ترجمہ بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے فارسی ترجمہ کا گویا اردو ترجمہ ہے۔ شاہ صاحبؒ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں "یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند"۔
"یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو یہودی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت موجود ہونگے وہ ایمان لائیں گے"۔
اس آیت کے ترجمہ سے معلوم ہوا کہ۔
(۱) عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانے میں دوبارہ تشریف لانا مقدر ہے۔
(۲) تب سارے اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔
(۳) اور اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔
پورے قرآن مجید میں صرف اس موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ذکر ہے جس سے پہلے تمام اہل کتاب کا ان پر ایمان لانا شرط ہے۔
اب اس آیت کی وہ تفسیر ملاحظہ فرمایئے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ تابعین سے منقول ہے۔
صحیح بخاری ص۔ ۴۹۰ ج۔ ۱ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات میں امام بخاریؒ نے ایک باب باندھا ہے۔ "باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام" اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے۔
"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ البتہ قریب ہے کہ نازل ہوں تم میں ابن مریم حاکم عادل کی حیثیت سے پس توڑ دیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے خنزیر کو اور موقوف کر دیں گے لڑائی اور بہ پڑے گا مال، یہاں تک کہ نہیں قبول کرے گا اس کو کوئی شخص۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ بہتر ہوگا دنیا بھر کی دولت سے۔ پھر فرماتے تھے ابو ہریرہؓ کہ پڑھو اگر چاہو قرآن کریم کی آیت "اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا حضرت عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے اور ہونگے عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن ان پر گواہ"۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے اسی لئے حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کے لئے آیت کا حوالہ دیا۔ امام محمد بن سیرینؒ کا ارشاد ہے کہ ابو ہریرہؓ کی ہر حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ طحاوی شریف (ص۔ ۲۱ ج۔ ۱)
بخاری شریف کے اسی صفحہ پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول کی خبر دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "و امامکم منکم" فرمایا۔
یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں حدیثوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں حاکم عادل کی حیثیت سے اس امت میں تشریف لانا۔

(۲) "کنز العمال ص۔ ۲۶۷ ج ۷۔ (حدیث نمبر ۳۹۷۲۶ ص۔ ۲۵۷) میں بروایت ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان کے نازل ہونگے۔ الخ"

(۳) امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات ص۔ ۴۲۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تم کیسے ہوگے جب عیسیٰ بن مریم تم میں آسمان سے نازل ہونگے اور تم میں شامل ہو کر تمام امام ہونگے۔"

(۴) تفسیر درمنثور ص۔ ۲۴۲ ج۔ ۲ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میرے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں ہوا۔ دیکھو! وہ میرے بعد میری امت میں میرے خلیفہ ہونگے"۔

(۵) ابوداؤد ص۔ ۵۹۴ اور مسند احمد ص۔ ۴۰۶ ج۔ ۲ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انبیاء کرام باپ شریک بھائی ہیں۔ ان کی مائیں (شریعتیں) الگ الگ ہیں اور دین سب کا ایک ہے اور مجھے سب سے زیادہ تعلق عیسیٰ بن مریم سے ہے کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور بے شک وہ تم میں نازل ہونگے پس جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ ان کا حلیہ یہ ہے قد میانہ ' رنگ سرخ و سفید دو زرد رنگ کی چادریں زیب بدن ہونگی۔ سر سے گویا قطرے ٹپک رہے ہونگے ' خواہ ان کو تری نہ پہنچی ہو۔ پس لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے۔ پس صلیب کو توڑ دیں گے ' خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ موقوف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں تمام مذاہب کو مٹا دیں گے اور مسیح دجال کو ہلاک کر دیں گے۔ پس زمین میں چالیس برس ٹھہریں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے"۔

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں جن سے آیت زیر بحث کی تشریح ہو جاتی ہے۔ اب چند صحابہؓ و تابعینؒ کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) مستدرک حاکم ص۔ ۳۰۹ ج ۲ درمنثور ص۔ ۲۴۱ ج ۲ اور تفسیر ابن جریر ص۔ ۱۴ ج ۶ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی خبر دی گئی ہے اور یہ کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو ان کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

(۲) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر یہ فرماتی ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اور جب وہ قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہونگے تو اس وقت جتنے اہل کتاب ہونگے آپ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لائیں گے۔ (تفسیر درمنثور ص ۲۴۱ ج ۲)

(۳) درمنثور کے مذکورہ صفحہ پر یہی تفسیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن الحنفیہ سے منقول ہے۔

(۴) اور تفسیر ابن جریر ص۔ ۱۴ ج ۶ میں یہی تفسیر اکابر تابعین حضرت قتادہؒ، حضرت محمد بن زید مدنیؒ (امام مالک کے استاد) حضرت ابو مالک غفاریؒ اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کے الفاظ یہ ہیں۔ "آیت میں جس ایمان لانے کا ذکر ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ہوگا۔ اللہ کی قسم وہ ابھی آسمان پر زندہ ہیں۔ لیکن آخری زمانے میں جب وہ نازل ہونگے تو ان پر سب لوگ ایمان لائیں گے۔"

اس آیت کی جو تفسیر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ سے نقل کی ہے بعد کے تمام مفسرین نے اسے نقل کیا ہے اور اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کی خبر دی ہے اور دور نبوی سے آج تک یہی عقیدہ مسلمانوں میں متواتر چلا آرہا ہے۔

تیسری آیت

سورۂ زخرف آیت ۶۱ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہے "اور وہ نشانی ہے قیامت کی، پس تم اس میں مت شک کرو۔"

اس آیت کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے صحابہ تابعین کا ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نازل ہونا قرب قیامت کی نشانی ہوگی۔

(۱) صحیح ابن حبان میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل

کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ "قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا قیامت کی نشانی ہے"۔ (موارد الظمآن ص ۴۳۵ حدیث نمبر ۱۷۵۸)

(۲) حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کہ کیا مذاکرہ ہو رہا تھا؟ عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے۔ فرمایا قیامت نہیں آئیگی جب تک کہ اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ دخان، دجال، دابۃ الارض، مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا، عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، الخ (صحیح مسلم مشکوٰۃ ص۔ ۴۷۲)

(۳) اور حدیث معراج جسے میں پہلے بھی کئی بار نقل کر چکا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی۔ قیامت کا تذکرہ ہوا کہ کب آئیگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا۔

"قیامت کا ٹھیک ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں۔ البتہ مجھ سے میرے رب کا ایک عہد ہے کہ قرب قیامت میں دجال نکلے گا تو میں اسے قتل کرنے کے لئے نازل ہوں گا۔ (آگے قتل دجال اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کی تفصیل ہے۔ اس کے بعد فرمایا) پس مجھ سے میرے رب کا عہد ہے کہ جب یہ سب کچھ ہو چکے گا تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی حاملہ جیسی ہوگی۔" (مسند احمد ص۔ ۳۷۵ ج۔ ۱، ابن ماجہ ص۔ ۳۰۹، تفسیر ابن جریر ص۔ ۷۲ ج۔ ۱۷، مستدرک حاکم ص۔ ۴۸۸ ج۔ ۴، وص۔ ۵۴۵ فتح الباری ص۔ ۷۹ ج۔ ۱۳ در منثور ص۔ ۳۳۶ ج۔ ۴)

ان ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت کی تفسیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد جو انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے مجمع میں فرمایا اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے نقل کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی نشانی کے طور پر دوبارہ تشریف لانا اور آکر دجال لعین کو قتل کرنا، اس پر اللہ تعالیٰ کا عہد، انبیاء کرامؑ کا اتفاق اور صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے اور گزشتہ صدیوں کے تمام مجددین اس کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کیا اس کے بعد بھی کسی مومن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے میں شک رہ جاتا ہے؟

(۴) اس آیت کی تفسیر بہت سے صحابہ و تابعین سے یہی منقول ہے کہ آخری زمانہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے۔ حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"یعنی قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا قیامت کی نشانی ہے۔ یہی تفسیر حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، ابولعالیہ، ابو مالک، عکرمہ، حسن بصری، ضحاک اور دوسرے بہت سے حضرات سے مروی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کی خبر دی ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر ص۔ ۱۳۲ ج (۴)

چوتھی آیت

سورۃ مائدہ کی آیت ۱۱۸ میں ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے عرض کریں گے۔

"اے اللہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر بخش دیں تو آپ عزیز و حکیم ہیں۔ سیدنا ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ الٰہی یہ تیرے بندے ہیں (مگر انہوں نے میری غیر حاضری میں مجھے خدا بنایا اس لئے) واقعی انہوں نے اپنے اس عقیدے کی بنا پر اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنالیا ہے اور اگر آپ بخش دیں، یعنی ان لوگوں کو، جن کو صحیح عقیدے پر چھوڑ کر گیا تھا اور (اسی طرح ان لوگوں کو بھی بخش دیں جنھوں نے اپنے عقیدہ سے رجوع کر لیا، چنانچہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر لمبی کر دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ آخری زمانے میں دجال کو قتل کرنے کے لئے آسمان سے زمین کی طرف اتارے جائیں گے۔ تب عیسائی لوگ اپنے قول سے رجوع کر لیں گے۔ تو جن لوگوں نے اپنے قول سے رجوع کیا اور تیری توحید کے قائل ہو گئے اور اقرار کر لیا کہ ہم سب (بشمول عیسیٰ علیہ السلام کے) خدا کے بندے ہیں پس اگر آپ ان کو بخش دیں جبکہ انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے تو آپ عزیز وہ حکیم ہیں۔"

(تفسیر در منشور ص۔ ۳۵۰۔ ج۔ ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر سے واضح ہوا کہ یہ آیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کی دلیل ہے۔

آپ نے اپنے سوال میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر امام مہدی ہونے کا دعویٰ کریں گے؟ اس کے جواب میں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تیرہویں صدی کے آخر تک امت اسلامیہ کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدیؒ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ اور یہ کہ نازل ہو کر پہلی نماز حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت

مہدی کی اقتدا میں پڑھیں گے۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پہلے شخص ہیں جنھوں نے عیسیٰ اور مہدی کے ایک ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا ہے۔ اس کی دلیل نہ قرآن کریم میں ہے' نہ کسی صحیح اور مقبول حدیث میں' اور نہ سلف صالحین میں سے کوئی اس کا قائل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت حضرت مہدیؑ اس امت کے امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام پر شبہات

جناب نے یہ بھی دریافت فرمایا ہے کہ کیا "کل نفس ذائقۃ الموت" کی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر اثرانداز نہیں ہوتی؟ جواباً گزارش ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو مجھ کو زمین کے تمام لوگوں کو' آسمان کے تمام فرشتوں کو بلکہ ہر ذی روح مخلوق کو شامل ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر متنفس کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی موت آئیگی۔ لیکن کب؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا وقت بھی بتادیا ہے کہ آخری زمانہ میں نازل ہو کر وہ چالیس برس زمین پر رہیں گے۔ پھر ان کا انتقال ہوگا۔ مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور میرے روضہ میں ان کو دفن کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۰)

اس لئے آپ نے جو آیت نقل فرمائی ہے وہ اسلامی عقیدہ پر اثرانداز نہیں ہوتی۔ البتہ یہ عیسائیوں کے عقیدہ کو باطل کرتی ہے۔ اسی بناپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے پادریوں کے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا "کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو موت آئیگی" یہ نہیں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں۔ (در منثور ص ۳ ج ۲)

آخری گزارش

جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ووفات کا مسئلہ آج پہلی بار میرے آپ کے سامنے پیش نہیں آیا اور نہ قرآن کریم ہی پہلی مرتبہ میرے' آپ کے مطالعہ میں آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے قرآن مجید بھی متواتر چلا آتا ہے اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ بھی۔ اس امت میں اہل کشف' ملہم و مجدد بھی گزرے ہیں اور بلند پایہ مفسرین و مجتہدین بھی۔ مگر ہمیں جناب مرزا صاحب سے پہلے کوئی ملہم' مجدد' صحابی' تابعی اور فقیہ و محدث ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانہ میں دوبارہ تشریف آوری کا منکر ہو۔ قرآن کریم کی جن آیتوں سے

جناب مرزا غلام احمد صاحب وفات مسیح ثابت کرتے ہیں ایک لمحہ کے لئے سوچئے کہ کیا یہ آیات قرآن کریم میں پہلے موجود نہیں تھیں، کیا چودھویں صدی میں پہلی بار نازل ہوئی ہیں؟ یا گزشتہ صدیوں کے تمام اکابر نعوذ باللہ قرآن کو سمجھنے سے معذور اور عقل و فہم سے عاری تھے؟

"پس اگر اسلام میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے معلم نہیں آئے جن میں ظلی طور پر نور نبوت تھا تو گویا خدا تعالیٰ نے عمداً قرآن کو ضائع کیا کہ اس کے حقیقی اور واقعی طور پر سمجھنے والے بہت جلد دنیا سے اٹھا لئے گئے۔ مگر یہ بات اس کے وعدہ کے بر خلاف ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے .... انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ یعنی ہم نے قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر قرآن کے سمجھنے والے ہی باقی نہ رہے اور اس پر یقینی اور حالی طور پر ایمان لانے والے زاویۂ عدم میں مختفی ہو گئے تو پھر قرآن کی حفاظت کیا ہوئی۔ " اور اس پر ایک اور آیت بھی بیّن قرینہ ہے اور وہ یہ ہے .... بل ھو اٰیٰت بیّنٰت فی صدور الذین اوتوا العلم۔ یعنی "قرآن آیات بینات ہیں جو اہل علم کے سینوں میں ہیں" ...... یہ آیت بلند آواز سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ کوئی حصہ تعلیم قرآن کا برباد اور ضائع نہیں ہوگا اور جس طرح روز اول سے اس کا پودا دلوں میں جمایا گیا یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ " (شہادۃ القرآن ص۔ ۵۴، ۵۵) (مولفہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی)

بلاشبہ جس شخص کو قرآن کریم پر ایمان لانا ہوگا سے اس تعلیم پر بھی ایمان لانا ہوگا جو گزشتہ صدیوں کے مجددین اور اکابر امت قرآن کریم سے متواتر سمجھتے چلے آئے ہیں اور جو شخص قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر ائمہ مجددین کے متواتر عقیدہ کے خلاف کوئی عقیدہ پیش کرتا ہے، سمجھنا چاہئے کہ وہ قرآن کریم کی حفاظت کا منکر ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر میں نے جو آیات پیش کی ہیں۔ ان کی تفسیر صحابہ و تابعین کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل کی ہے۔ ان کے علاوہ جس صدی کے ائمہ دین اور صاحب کشف والہام مجددین کے بارے میں آپ چاہیں، میں حوالے پیش کردوں گا کہ انہوں نے قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور آخری زمانے میں دوبارہ آنے کو ثابت کیا ہے۔

جن آیتوں کو آپ کی جماعت کے حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی دلیل میں پیش کرتے ہیں من گھڑت تفسیر کے بجائے ان سے کہئے کہ ان میں ایک ہی آیت کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، صحابہ کرامؓ سے، تابعینؒ سے یا بعد کے کسی صدی کے مجدد کے حوالے سے پیش کردیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں۔ وہ آخری زمانہ میں نہیں آئیں گے بلکہ ان کی جگہ ان کا کوئی مثیل آئے گا۔ کیا یہ ظلم و ستم کی انتہا نہیں کہ جو مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور ائمہ

مجددین کے عقیدے پر قائم ہیں ان کو تو "فیج اعوج" (یعنی گمراہ اور کجرو لوگ) کہا جائے اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اکابر امت کے خلاف قرآن کی تفسیر کریں اور ان تمام بزرگوں کو "مشرک" ٹھہرائیں ان کو حق پر مانا جائے۔

میرے دل میں دو تین سوال آئے ہیں، جن کے جواب چاہتا ہوں، اور یہ جواب قرآن مجید کے ذریعہ دیئے جائیں اور میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں میں "احمدی" ہوں۔ اگر آپ نے میرے سوالوں کے جواب صحیح دیئے تو ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے قریب زیادہ آجاؤں۔

س نمبر ۱ :۔ کیا آپ قرآن مجید کے ذریعہ یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور اس جہان میں فوت نہیں ہوئے۔

س نمبر ۲ :۔ کیا قرآن مجید میں کہیں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے؟ اور وہ آکر ہی امام مہدی کا دعویٰ کریں گے؟

س نمبر ۳ :۔ کل نفس ذائقۃ الموت کا لفظی معنی کیا ہے اور کیا اس سے آپ کے دوبارہ آنے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ج :۔ جہاں تک آپ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ "اگر آپ نے میرے سوالات کے جواب صحیح دیئے تو ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے قریب آجاؤں" ۔ یہ تو محض حق تعالیٰ کی توفیق و ہدایت پر منحصر ہے، تاہم جناب نے جو سوالات کئے ہیں ــــ میں ان کا جواب پیش کر رہا ہوں اور یہ فیصلہ کرنا آپ کا اور دیگر قارئین کا کام ہے کہ میں جواب صحیح دے رہا ہوں یا نہیں۔ اگر میرے جواب میں کسی جگہ لغزش ہو تو آپ اس پر گرفت کر سکتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اصل سوالات پر بحث کرنے سے پہلے میں اجازت چاہوں گا کہ ایک اصولی بات پیش خدمت کروں۔ وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کی دوبارہ تشریف آوری کا مسئلہ آج پہلی بار میرے اور آپ کے سامنے نہیں آیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لے کر آج تک یہ امت اسلامیہ کا متواتر اور قطعی عقیدہ چلا آتا ہے امت کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہ رہا ہو اور امت کے اکابر صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجددینؒ میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اس عقیدے کا قائل نہ ہو۔ جس طرح نمازوں کی تعداد رکعات قطعی ہے، اسی طرح اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آمد کا عقیدہ بھی قطعی ہے۔ خود جناب مرزا صاحب کو بھی اس کا اقرار ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجے کی پیش گوئی ہے، جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر

لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی' تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے"۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن ص۔ ۴۰۰ 'ج۔۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"اس امر سے دنیا میں کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیش گوئی موجود ہے۔ بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا' اور یہ پیش گوئی بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو ایک منصف مزاج کی تسلی کے لئے کافی ہے"۔

"یہ خبر مسیح موعود کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانے میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہ ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے صدی وار مرتب کر کے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزار ہا سے کچھ کم نہ ہوں گی۔ ہاں یہ بات اس شخص کو سمجھانا مشکل ہے جو اسلامی کتابوں سے بالکل بے خبر ہے"۔ (شہادۃ القرآن۔ ص۲ روحانی خزائن ج ۶ ص ۲۹۸)

مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی احادیث کو متواتر اور امت کے اعتقادی عقائد کا مظہر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پھر ایسی احادیث جو تعامل اعتقادی یا عملی میں آکر اسلام کے مختلف گروہوں کا ایک شعار ٹھہر گئی تھیں ان کو قطعیت اور تواتر کی نسبت کلام کرنا تو در حقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ ہے"۔

(شہادۃ القرآن ص۔۵ روحانی خزائن ص۔ ۳۰۱ 'ج۔۶)

جناب مرزا صاحب کے یہ ارشادات مزید تشریح و وضاحت کے محتاج نہیں تاہم اس پر اتنا اضافہ ضرور کروں گا۔

۱۔ احادیث نبویہ میں (جن کو مرزا صاحب قطعی متواتر تسلیم فرماتے ہیں) کسی گمنام "مسیح موعود" کے آنے کی پیش گوئی نہیں کی گئی۔ بلکہ پوری وضاحت و صراحت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب قیامت میں دوبارہ نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ پوری امت اسلامیہ کا ایک ایک فرد قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں صرف ایک ہی شخصیت کو "عیسیٰ علیہ السلام" کے نام سے جانتا پہچانتا ہے' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بنی اسرائیل میں آئے تھے' اس ایک شخصیت کے علاوہ کسی اور کے لئے "عیسیٰ بن مریم علیہ السلام" کا لفظ اسلامی ڈکشنری میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک امت اسلامیہ میں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے آنے کا عقیدہ متواتر رہا ہے اس طرح ان کی حیات اور رفع آسمانی کا عقیدہ بھی متواتر رہا ہے اور یہ دونوں عقیدے ہمیشہ لازم و ملزوم رہے ہیں۔

۳۔ جن ہزار ہا کتابوں میں صدی وار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا لکھا ہے ان ہی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا انکار مرزا صاحب کے بقول "دیوانگی اور جنون کا ایک شعبہ ہے" تو ان کی حیات کے انکار کا بھی یقیناً یہی حکم ہو گا۔ ان تمہیدی معروضات کے بعد اب آپ کے سوالوں کا جواب پیش خدمت ہے۔

۱۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام

آپ نے دریافت کیا تھا کہ کیا قرآن کریم سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ جواباً گزارش ہے کہ قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کی گرفت سے بچا کر آسمان پر زندہ اٹھا لیا۔

پہلی آیت:۔ سورۃ النساء آیت ۱۵۷ ۔ ۱۵۸ میں یہود کا یہ دعویٰ نقل کیا ہے کہ "ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا"۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس ملعون دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "انہوں نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا، نہ انہیں سولی دی، بلکہ ان کو اشتباہ ہوا.......... اور انہوں نے آپ کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے بڑی حکمت والا ہے"۔

یہاں جناب کو چند چیزوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

۱۔ یہود کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلب (سولی دیئے جانے) کی تردید فرمائی۔ بعد ازاں قتل اور رفع کے درمیان مقابلہ کر کے قتل کی نفی اور اس کی جگہ رفع کو ثابت فرمایا۔

۲۔ جہاں قتل اور رفع کے درمیان اس طرح کا مقابلہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وہاں رفع سے روح اور جسم دونوں کا رفع مراد ہو سکتا ہے۔ یعنی زندہ اٹھا لینا صرف روح کا رفع مراد نہیں ہو سکتا اور نہ رفع درجات مراد ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم، حدیث نبویؐ اور محاورات عرب میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملے گی کہ کسی جگہ قتل کی نفی کر کے اس کی جگہ رفع کو ثابت کیا گیا ہو اور وہاں صرف روح کا رفع یا درجات کا رفع مراد لیا گیا ہو اور نہ یہ عربیت کے لحاظ سے ہی صحیح ہے۔

۳۔ حق تعالیٰ شانہ جہت اور مکان سے پاک ہیں مگر آسمان چونکہ بلندی کی جانب ہے اور بلندی حق

تعالیٰ کی شان کے لائق ہے' اس لئے قرآن کریم کی زبان میں "رفع الی اللہ" کے معنی ہیں آسمان کی طرف اٹھایا جانا۔

۴ ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہود کی دستبرد سے بچا کر صحیح سالم آسمان پر اٹھالیا جانا آپ کی قدر و منزلت کی دلیل ہے۔ اس لئے یہ رفع جسمانی بھی ہے اور روحانی اور مرتبی بھی ہے۔ اس کو صرف رفع جسمانی کہہ کر اس کو رفع روحانی کے مقابل سمجھنا غلط ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر صرف "روح کا رفع" عزت و کرامت ہے تو "روح اور جسم دونوں کا رفع" اس سے بڑھ کر موجب عزت و کرامت ہے۔

۵ ۔ چونکہ آپؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ عام لوگوں کی عقل سے بالاتر تھا اور اس بات کا احتمال تھا کہ لوگ اس بارے میں چہ میگوئیاں کریں گے کہ ان کو آسمان پر کیسے اٹھالیا؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟ کیا اللہ تعالیٰ زمین پر ان کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا؟۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نبی کو کیوں نہیں اٹھایا گیا وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام شبہات کا جواب "وکان اللہ عزیزاً حکیماً" میں دے دیا گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ زبردست ہے پوری کائنات اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح سالم اٹھالینا اس کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں اور ان کے وہاں زندہ رہنے کی استعداد پیدا کر دینا بھی اس کی قدرت میں ہے' کائنات کی کوئی چیز اس کے ارادے کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی اور پھر وہ حکیم مطلق بھی ہے' اگر تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو تمہیں اجمالی طور پر یہ ایمان رکھنا چاہئے کہ اس حکیم مطلق کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالینا بھی خالی از حکمت نہیں ہو گا۔ اس لئے تمہیں چون و چرا کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پر ایمان رکھنا چاہئے۔

۶ ۔ اس آیت کی تفسیر میں پہلی صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک کے تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا اور وہی قرب قیامت میں آسمان سے نزول اجلال فرمائیں گے۔ چونکہ تمام بزرگوں کے حوالے دینا ممکن نہیں اس لئے میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر پر اکتفا کرتا ہوں۔ "جو قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا بھی ہے"۔

(ازالہ اوہام ص۔ ۲۴۷' روحانی خزائن ص۔ ۲۲۵' ج۔ ۳)

تفسیر در منثور (۲-۳۶) تفسیر ابن کثیر (۱ - ۳۶۶) تفسیر ابن جریر (۳ - ۲۰۲) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپؐ نے یہودیوں سے فرمایا: "بے شک عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور بے شک وہ تمہاری طرف دوبارہ آئیں گے"۔

تفسیر در منثور (۲-۳) میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے وفد سے مباحثہ کرتے ہوئے فرمایا: ”کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے، کبھی نہیں مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی؟“۔

تفسیر ابن کثیر (۱-۵۷۴) تفسیر در منثور (۲-۲۳۸) میں حضرت ابن عباسؓ سے بسند صحیح منقول ہے کہ ”جب یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شباہت ایک شخص پر ڈال دی۔ یہود نے اسی ”مثیل مسیح“ کو مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکان کے اوپر سے زندہ آسمان پر اٹھالیا“۔

جیسا کہ اوپر عرض کرچکا ہوں امت کے تمام اکابر مفسرین و مجددین متفق اللفظ ہیں کہ اس آیت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح سالم زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا، اور سوائے فلاسفہ اور زنادقہ کے سلف میں سے کوئی قابل ذکر شخص اس کا منکر نہیں اور نہ کوئی شخص اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی چڑھنے اور پھر صلیبی زخموں سے شفایاب ہونے کے بعد کشمیر چلے گئے اور وہاں ۸۷ برس بعد ان کی وفات ہوئی۔

اب آپ خود ہی انصاف فرماسکتے ہیں کہ امت کے اس اعتقادی تعامل کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی میں شک کرنا اور اس کی قطعیت اور تواتر میں کلام کرنا جناب مرزا صاحب کے بقول ”درحقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ“ ہے یا نہیں؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح اللہ ہونا

س...... ایک عیسائی نے یہ سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ہیں اس طرح حضرت عیسیٰ رسول اللہ کے ساتھ روح اللہ بھی ہیں۔ لہٰذا حضرت عیسیٰؑ کی شان بڑھ گئی۔

ج...... یہ سوال محض مغالطہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اس لئے کہا گیا کہ ان کی روح بلاواسطہ باپ کے ان کی والدہ کے شکم میں ڈالی گئی۔ باپ کے واسطہ کے بغیر پیدا ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ضرور ہے مگر اس سے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ ورنہ آدم علیہ السلام کا عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونا لازم آئیگا کہ وہاں ماں اور باپ دونوں کا واسطہ نہیں تھا۔ پس جس طرح حضرت آدم علیہ السلام بغیر واسطہ والدین کے محض حق تعالیٰ شانہ کے کلمہ ”کن“ سے پیدا ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر واسطہ والد کے کلمہ ”کن“ سے پیدا ہوئے اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کا بغیر ماں باپ کے وجود میں آنا ان کی افضلیت کی دلیل نہیں اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا

بغیرباپ کے پیدا ہونا ان کی افضلیت کی دلیل نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن کہاں ہو گا؟

س...... میں اس وقت آپ کی توجہ اخبار جنگ میں "کیا آپ جانتے ہیں" کے عنوان سے سوال نمبر۲ ۲- "جس حجرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہیں وہاں مزید کتنی قبروں کی گنجائش ہے اور وہاں کس کے دفن ہونے کی روایت ہے یعنی وہاں کون دفن ہونگے؟ اس کے جواب میں حضرت مہدیؒ لکھا ہوا ہے جبکہ ہم آج تک علماء سے سنتے آئے ہیں کہ حجرے میں حضرت عیسیٰ دفن ہونگے۔

ج...... حجرہ شریفہ میں چوتھی قبر حضرت مہدیؒ کی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہوگی۔

حضرت مریمؑ کے بارے میں عقیدہ

س...... مسلمانوں کو حضرت مریمؑ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے اور ہمیں آپؑ کے بارے میں کیا معلومات نصوص قطعیہ سے حاصل ہیں۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت آپؑ کی شادی ہوئی تھی اگر ہوئی تھی تو کس کے ساتھ؟

کیا حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰ کے "رفع الی السماء" کے بعد زندہ تھیں۔ آپ نے کتنی عمر پائی اور کہاں دفن ہیں کیا کسی مسلم عالم نے اس بارے میں کوئی مستند کتاب لکھی ہے۔؟

میری نظر سے قادیانی جماعت کی ایک ضخیم کتاب گزری ہے جس میں کئی حوالوں سے یہ کہا گیا ہے کہ حضرت مریمؑ پاکستان کے شہر مری میں دفن ہیں اور حضرت عیسیٰؑ مقبوضہ کشمیر کے شہر سری نگر میں۔

ج...... نصوص صحیحہ سے جو کچھ معلوم ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مریمؑ کی شادی کسی سے نہیں ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے وقت زندہ تھیں یا نہیں، کتنی عمر ہوئی، کہاں وفات پائی؟ اس بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی تذکرہ نہیں۔ مؤرخین نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات بتائی ہیں ان کا ماخذ بائبل یا اسرائیلی روایات ہیں۔ قادیانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی تائید قرآن وحدیث تو کجا کسی تاریخ سے بھی نہیں ہوتی۔ ان کی جھوٹی مسیحیت کی طرح ان کی تاریخ بھی "خانہ ساز" ہے۔

علاماتِ قیامت

قیامت کی نشانیاں

جبرئیل علیہ السلام نے پانچواں سوال یہ کیا کہ پھر ایسی نشانیاں ہی بتا دیجئے جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ اب قیامت قریب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں قیامت کی دو نشانیاں بتائیں۔

اوّل یہ کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے..... اس کی تشریح اہل علم نے کئی طرح کی ہے' سب سے بہتر توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں اولاد کی نافرمانی کی طرف اشارہ ہے' مطلب یہ کہ قرب قیامت میں اولاد اپنے والدین سے اس قدر برگشتہ ہو جائے گی کہ لڑکیاں جن کی فطرت ہی والدین کی اطاعت' خصوصاً والدہ سے محبت اور پیار ہے' وہ بھی ماں باپ کی بات اس طرح ٹھکرانے لگیں گی جس طرح ایک آقا اپنے زر خرید غلام لونڈی کی بات کو لائق توجہ نہیں سمجھتا گویا گھر میں ماں باپ کی حیثیت غلام لونڈی کی ہو کر رہ جائے گی۔

دوسری نشانی یہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ جن کی کل تک معاشرے میں کوئی حیثیت نہ تھی' جو ننگے پاؤں اور برہنہ جسم جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے وہ بڑی بڑی بلڈنگوں میں فخر کیا کریں گے۔ یعنی رذیل لوگ معزز ہو جائیں گے ان دو نشانیوں کے علاوہ قرب قیامت کی اور بہت سی علامتیں حدیثوں میں بیان کی گئی ہیں۔ مگر یہ سب قیامت کی "چھوٹی نشانیاں" ہیں۔ اور قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں جن کے ظاہر ہونے کے بعد قیامت کے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہوگی' یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا اور بیت اللہ شریف کے سامنے رکن اور مقام کے درمیان لوگوں کا ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا۔

۲۔ ان کے زمانے میں کانے دجال کا نکلنا اور چالیس دن تک زمین میں فساد مچانا۔

۳ ۔ اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا۔

۴ ۔ یاجوج ماجوج کا نکلنا۔

۵ ۔ دابۃ الارض کا صفا پہاڑی سے نکلنا۔

۶ ۔ سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور یہ قیامت کی سب سے بڑی نشانی ہوگی۔ جس سے ہر شخص کو نظر آئے گا کہ اب زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہوا چاہتا ہے اور اب اس نظام کے توڑ دینے اور قیامت کے برپا ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ اس نشانی کو دیکھ کر لوگوں پر خوف و ہراس طاری ہو جائے گا مگر یہ اس عالم کی نزع کا وقت ہو گا' جس طرح نزع کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس قسم کی کچھ بڑی بڑی نشانیاں اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ قیامت ایک بہت ہی خوفناک چیز ہے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے لئے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قیامت کے دن کی رسوائیوں اور ہولناکیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

علامات قیامت کے بارے میں سوال

س..... آپ نے روزنامہ جنگ کے جمعہ ایڈیشن میں علامات قیامت میں "جاہل عابد اور فاسق قاری" کے عنوان سے لکھا ہے کہ "آخری زمانہ میں بے علم عبادت گزار اور بے عمل قاری ہوں گے" آپ ذرا تفصیل سے سمجھائیں کہ ایسے عابد جو جاہل ہوں کس زمرے میں آئیں گے۔ کیونکہ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو جاہل نہ کہیں کیونکہ جاہل تو ابو جہل تھا یا اس کی ذریات ہوں گی لیکن ایسے بے علم بھی نظر آجاتے ہیں جو بڑے عبادت گزار ہوتے ہیں اور شاید پر خلوص بھی اور شاید اتنا علم بھی رکھتے ہوں کہ نماز کے الفاظ اور سورۂ اخلاص کے ساتھ نماز پڑھ سکیں۔ وضو اور غسل کا طریقہ انہیں آتا ہو۔ کیا ایسے لوگ ان جاہل عابدوں کے زمرے سے خارج ہوں گے؟ اگر یہ لوگ جاہل عابدوں کے زمرے میں شمار نہ کئے جائیں تو اس سے کمتر درجہ میں یعنی جن کو نماز پڑھنی بھی نہ آتی ہو وہ عبادت گزار کیسے بن سکتا ہے؟۔

لہٰذا آپ تفصیل سے سمجھا دیں کہ حدیث شریف کا مطلب کیا ہے؟ آیا "یہ ایسے عابد ہوں گے اور ناجی ہوں گے اور ایسے قاری ہوں گے جن کے پاس علم تو بڑا ہو گا لیکن عمل نہیں کریں گے"۔ یا "یہ بے علم عبادت کریں گے اور بے عمل عالم ہوں گے اور دونوں ہی گھاٹے میں رہیں گے کیونکہ بے علم عمل نہیں اور بغیر عمل علم نہیں"۔

ج..... "بے علم عبادت گزار" سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے دین کے ضروری مسائل' جن کی

روز مرہ ضرورت پیش آتی ہے نہ سیکھے ہوں۔ اگر کسی نے اتنا علم جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ سیکھ لیا ہو تو وہ "بے علم" کے زمرے میں نہیں آتا۔ خواہ کتاب کے ذریعے سیکھا ہو۔ یا حضرات علماء کی خدمت میں بیٹھ کر زبانی سیکھا ہو اور جو شخص فرض علم سے بھی بے بہرہ ہو اس کے "جاہل" ہونے میں کیا شبہ ہے اور "فاسق قاری" سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین کا علم تو رکھتے ہیں، مگر عمل سے بے بہرہ ہیں۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلسنّت کا عقیدہ

س...... ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی رو سے وہ ہمارے نبی(صلی اللہ علیہ وسلم) آخر الزمان ہیں۔ یہ ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ ان کی وفات کے بعد اور قیامت سے پہلے ایک نبی آئیں گے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ جن کی والدہ کا نام حضرت آمنہ اور والد کا نام حضرت عبداللہ ہو گا تو کیا یہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہوں گے جو دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے میرے نانا محترم مولوی آزاد فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں فرما رہے تھے کہ قیامت سے پہلے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ دنیا میں تشریف لائیں گے لوگوں نے نشانیاں سن کر پوچھا یا رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) کیا وہ آپؐ تو نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ کہہ رہی تھی میں اس دنیا میں دوبارہ آؤں گا۔ اس کا جواب تفصیل سے دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

ج...... حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اور جس پر اہل حق کا اتفاق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہوں گے اور نجیب الطرفین سید ہوں گے ان کا نام نامی محمد اور والد کا نام عبداللہ ہو گا۔ جس طرح صورت و سیرت میں بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح وہ شکل و شباہت اور اخلاق و شمائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے وہ نبی نہیں ہوں گے۔ نہ ان پر وحی نازل ہو گی نہ وہ نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ نہ ان کی نبوت پر کوئی ایمان لائے گا۔

ان کی کفار سے خونریز جنگیں ہوں گی۔ ان کے زمانے میں کانے دجال کا خروج ہو گا اور وہ لشکر دجال کے محاصرے میں گھر جائیں گے۔ ٹھیک نماز فجر کے وقت دجال کو قتل کرنے کے لئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور فجر کی نماز حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں پڑھیں گے نماز کے بعد دجال کا رخ کریں گے۔ وہ لعین بھاگ کھڑا ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب کریں گے اور اسے باب لُد پر قتل کر دیں گے دجال کا لشکر تہ تیغ ہو گا اور یہودیت و نصرانیت کا ایک ایک نشان مٹا دیا جائے گا۔

یہ ہے وہ عقیدہ جس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام سلف صالحین، صحابہ وتابعین اور ائمہ مجددین معتقد رہے ہیں۔ آپ کے نانا محترم نے جس خطبہ کا ذکر کیا ہے اس کا حدیث کی کسی کتاب میں ذکر نہیں۔ اگر انہوں نے کسی کتاب میں یہ بات پڑھی ہے تو بالکل لغو اور مہمل ہے ایسی بے سروپا باتوں پر اعتقاد رکھنا صرف خوش فہمی ہے مسلمان پر لازم ہے کہ سلف صالحین کے مطابق عقیدہ رکھے اور ایسی باتوں پر اپنا ایمان ضائع نہ کرے۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہو گا اور وہ کتنے دن رہیں گے

س...... امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور کب ہو گا اور آپ کہاں پیدا ہوں گے اور کتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے؟۔

ج...... امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا کوئی وقت متعین قرآن وحدیث میں نہیں بتایا گیا۔ یعنی یہ کہ ان کا ظہور کس صدی میں کس سال ہو گا۔ البتہ احادیث طیبہ میں بتایا گیا ہے کہ ان کا ظہور قیامت کی ان بڑی علامتوں کی ابتدائی کڑی ہے جو بالکل قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی اور ان کے ظہور کے بعد قیامت کے آنے میں زیادہ وقفہ نہیں ہو گا۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ کہاں پیدا ہوں گے؟ اس سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روایت منقول ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان کی پیدائش وتربیت ہوگی۔ مکہ مکرمہ میں ان کی بیعت خلافت ہوگی اور بیت المقدس ان کی ہجرت گاہ ہو گا۔ روایات و آثار کے مطابق ان کی عمر چالیس برس کی ہوگی۔ جب ان سے بیعت خلافت ہوگی۔ ان کی خلافت کے ساتویں سال کانا دجال نکلے گا۔ اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کے دو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزریں گے اور ۴۹ برس میں ان کا وصال ہو گا۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ

س...... روزنامہ جنگ میں آپ کا مضمون علامات قیامت پڑھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہر مسئلے کا حل اطمینان بخش طور پر اور حدیث وقرآن کے حوالے سے دیا کرتے ہیں۔ یہ مضمون بھی آپ کی علمیت اور تحقیق کا مظہر ہے۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ پورا مضمون پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰؑ کے کفار اور عیسائیوں سے جو معرکے ہوں گے ان میں گھوڑوں، تلواروں، تیر کمان وغیرہ کا استعمال ہو گا۔ فوجیں قدیم زمانے کی طرح میدان جنگ میں آمنے

سامنے ہو کر لڑیں گی۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ قسطنطنیہ سے نو گھڑ سواروں کو دجال کا پتہ معلوم کرنے کے لئے شام بھیجیں گے۔ گویا اس زمانے میں ہوائی جہاز دستیاب نہ ہوں گے۔ پھر یہ کہ حضرت عیسیٰؑ دجال کو ایک نیزے سے ہلاک کریں گے اور یاجوج ماجوج کی قوم بھی جب فساد برپا کرنے آئے گی تو اس کے پاس تیر کمان ہوں گے۔ یعنی وہ اسٹین گن رائفل' پسٹل اور تباہ خیز بموں کا زمانہ نہ ہو گا۔ زمین پر انسان کے وجود میں آنے کے بعد سے سائنس برابر ترقی ہی کر رہی ہے اور قیامت کے آنے تک تو اس میں قیامت خیز ترقی ہو چکی ہو گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے حکم سے چند خاص آدمیوں کے ہمراہ یاجوج ماجوج کی قوم سے بچنے کے لئے کوہ طور کے قلعے میں پناہ گزین ہوں گے یعنی دنیا کے باقی اربوں انسانوں کو جو سب مسلمان ہو چکے ہوں گے یاجوج ماجوج کے رحم و کرم پر چھوڑ جائیں گے۔ اتنے انسان تو ظاہر ہے اس قلعے میں بھی نہیں سما سکتے۔ میں نے کسی کتاب میں یہ دعا پڑھی تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دجال سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو بتائی تھی مجھے یاد نہیں رہی۔ مندرجہ بالا باتوں کی وضاحت کے علاوہ وہ دعا بھی تحریر فرمادیں تو عنایت ہو گی۔

ج..... انسانی تمدن کے ڈھانچے بدلتے رہتے ہیں۔ آج ذرائع مواصلات اور آلات جنگ کی جو ترقی یافتہ شکل ہمارے سامنے ہے آج سے ڈیڑھ دو صدی پہلے اگر کوئی شخص اس کو بیان کرتا تو لوگوں کو اس پر "جنون" کا شبہ ہوتا۔ اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سائنسی ترقی اسی رفتار سے آگے بڑھتی رہے گی یا خودکشی کر کے انسانی تمدن کو پھر تیر و کمان کی طرف لوٹا دے گی؟ ظاہر ہے کہ اگر یہ دوسری صورت پیش آئے، جس کا خطرہ ہر وقت موجود ہے اور جس سے سائنس دان خود بھی لرزہ براندام ہیں تو ان احادیث طیبہ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا جن میں حضرت مہدی علیہ الرضوان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

فتنۂ دجال سے حفاظت کے لئے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھنے کا حکم ہے۔ کم از کم اس کی پہلی اور پچھلی دس دس آیتیں تو ہر مسلمان کو پڑھتے رہنا چاہئے۔ اور ایک دعا حدیث شریف میں یہ تلقین کی گئی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

ترجمہ..... "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے

عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے' اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے ہر فتنے سے' اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں گناہ سے اور قرض و تاوان سے "۔

حضرت مہدیؒ کے ظہور کی کیا نشانیاں ہیں

س...... آپ کے صفحے "اقرا" کے مطابق امام مہدیؒ آئیں گے۔ جب امام مہدیؒ آئیں گے تو ان کی نشانیاں کیا ہوں گی؟ اور اس وقت کیا نشان ظاہر ہوں گے جس سے ظاہر ہو کہ حضرت امام مہدیؒ آ گئے ہیں۔ قرآن و حدیث کا حوالہ ضرور دیجئے۔

ج...... اس نوعیت کے ایک سوال کا جواب میں "اقرا" میں پہلے دے چکا ہوں مگر جناب کی رعایت خاطر کے لئے ایک حدیث لکھتا ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ "ایک خلیفہ کی موت پر (ان کی جانشینی کے مسئلہ پر) اختلاف ہو گا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص بھاگ کر مکہ مکرمہ آ جائے گا (یہ مہدیؒ ہوں گے اور اس اندیشہ سے بھاگ کر مکہ آ جائیں گے کہ کہیں ان کو خلیفہ نہ بنا دیا جائے) مگر لوگ ان کے انکار کے باوجود ان کو خلافت کے لئے منتخب کریں گے۔ چنانچہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان (بیت اللہ شریف کے سامنے) ان کے ہاتھ پر لوگ بیعت کریں گے"۔

"پھر ملک شام سے ایک لشکر ان کے مقابلے میں بھیجا جائے گا۔ لیکن یہ لشکر "بیداء" نامی جگہ میں جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے' زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ پس جب لوگ یہ دیکھیں گے تو (ہر خاص و عام کو دور دور تک معلوم ہو جائے گا کہ یہ مہدیؒ ہیں) چنانچہ ملک شام کے ابدال اور اہل عراق کی جماعتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت کریں گی۔ پھر قریش کا ایک آدمی جس کی ننھیال قبیلہ بنو کلب میں ہو گی آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہو گا۔ آپ بنو کلب کے مقابلے میں ایک لشکر بھیجیں گے وہ ان پر غالب آئے گا اور بڑی محرومی ہے اس شخص کے لئے جو بنو کلب کے مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر حاضر نہ ہو۔ پس حضرت مہدیؒ خوب مال تقسیم کریں گے اور لوگوں میں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق عمل کریں گے اور اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا۔ (یعنی اسلام کو استقرار نصیب ہو گا)۔ حضرت مہدیؒ سات سال رہیں گے پھر ان کی وفات ہو گی اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے"۔ (یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۱ میں ابو داؤد کے حوالے سے درج ہے اور امام سیوطیؒ نے العرف الوردی فی آثار المہدیؒ ص ۵۹ میں اس کو ابن ابی شیبہ' احمد' ابو داؤد' ابو یعلی اور طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے)۔

الامام المہدیؓ .... سنی نظریہ

محترم المقام جناب مولانا لدھیانوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"جنگ" جمعہ ایڈیشن میں کسی سوال کے جواب میں آپ نے مہدی منتظر کی "مفروضہ پیدائش" پر روشنی ڈالتے ہوئے "امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے پرشکوہ الفاظ استعمال کئے ہیں جو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے مخصوص ہیں۔ دوسرے 'قرآن مقدس اور حدیث مطہرہ سے "امامت" کا کوئی تصور نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں اس سلسلہ میں جو روایات ہیں وہ معتبر نہیں کیونکہ ہر سلسلہ روات میں قیس بن عامر شامل ہے' جو متفقہ طور پر کاذب اور من گھڑت احادیث کے لئے مشہور ہے۔

ابن خلدون نے اس بارے میں جن موافق و مخالف احادیث کو یکجا کرنے پر اکتفا کیا ہے ان میں کوئی بھی سلسلۂ تواتر کو نہیں پہنچتی' اور ان کا انداز بھی بڑا مشتبہ ہے۔

لہٰذا میں حق و صداقت کے نام پر درخواست کروں گا کہ مہدی منتظر کی شرعی حیثیت قرآن عظیم اور صحیح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بذریعہ "جنگ" مطلع فرمائیں تاکہ اصل حقیقت ابھر کر سامنے آجائے۔ اس سلسلۂ میں مصلحت اندیشی یا کسی قسم کا ابہام یقیناً قیامت میں قابل مواخذہ ہوگا۔

شیعہ عقیدہ کے مطابق مہدی منتظر کی ۲۵۵ھ میں جناب حسن عسکریؒ کے یہاں نرجس خاتونؒ کے بطن سے ولادت ہو چکی ہے اور وہ حسن عسکریؒ کی رحلت کے فوراً بعد ۵ سال کی عمر میں حکمت خداوندی سے غائب ہو گئے اور اس غیبت میں اپنے نائبین' حاجزین' سفرا اور وکلاء کے ذریعہ خمس وصول کرتے' لوگوں کے احوال دریافت کر کے حسب ضرورت ہدایات' احکامات دیتے رہتے ہیں اور انہیں کے ذریعہ اس دنیا میں اصلاح و خیر کا عمل جاری ہے۔ اس کی تائید میں لٹریچر کا طویل سلسلہ موجود ہے۔

میرے خیال میں علماء اہلسنت نے اس ضمن میں اپنے ارد گرد پائی جانے والی مشہور روایات ہی کو نقل کر دیا ہے۔ مزید تاریخی یا شرعی حیثیت و تحقیق سے کام نہیں لیا اور اغلباً اسی اتباع میں آپ نے بھی اس "مفروضہ" کو بیان کر ڈالا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟۔

ج..... حضرت مہدی علیہ الرضوان کے لئے "رضی اللہ عنہ" کے "پرشکوہ الفاظ" پہلی بار میں نے استعمال نہیں کئے۔ بلکہ اگر آپ نے مکتوبات امام ربانیؒ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مکتوبات شریفہ میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے حضرت مہدیؓ کو انہیں الفاظ سے یاد کیا ہے۔ پس اگر یہ آپ کے نزدیک غلطی ہے تو میں یہی عرض کر سکتا ہوں کہ اکابر امت اور مجددین ملت کی پیروی میں غلطی۔

"ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است"

کی مصداق ہے۔ غالباً کسی ایسے ہی موقع پر امام شافعیؒ نے فرمایا تھا:

ان کان رفضاً حب آل محمد فلیشهد الثقلان انی رافضیاً

(اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا نام رافضیت ہے۔ تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں پکا رافضی ہوں)

آپ نے حضرت مہدی کو "رضی اللہ عنہ" کہنے پر جو اعتراض کیا ہے اگر آپ نے غور و تامل سے کام لیا ہوتا تو آپ کے اعتراض کا جواب خود آپ کی عبارت میں موجود ہے۔ کیونکہ آپ نے تسلیم کیا ہے کہ "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے لئے مخصوص رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق و مصاحب ہوں گے۔ پس جب میں نے ایک "مصاحب رسولؑ" ہی کے لئے "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟ عام طور پر حضرت مہدی کے لئے "علیہ السلام" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جو لغوی معنی کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے، اور مسلمانوں میں "السلام علیکم" "وعلیکم السلام" یا "وعلیکم وعلیہ السلام" کے الفاظ روزمرہ استعمال ہوتے ہیں۔ مگر کسی کے نام کے ساتھ یہ الفاظ چونکہ انبیاء کرام یا ملائکہ عظام کے لئے استعمال ہوتے ہیں اس لئے میں نے حضرت مہدیؓ کے لئے کبھی یہ الفاظ استعمال نہیں کئے۔ کیونکہ حضرت مہدیؓ نبی نہیں ہوں گے۔

جناب کو حضرت مہدیؓ کے لئے "امام" کا لفظ استعمال کرنے پر بھی اعتراض ہے اور آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "قرآن مقدس اور حدیث مطہرہ سے امامت کا کوئی تصور نہیں ملتا"۔ اگر اس سے مراد ایک خاص گروہ کا نظریہ امامت ہے تو آپ کی یہ بات صحیح ہے۔ مگر جناب کو یہ بدگمانی نہیں ہونی چاہئے تھی کہ میں نے بھی "امام" کا لفظ اسی اصطلاحی مفہوم میں استعمال کیا ہو گا۔ کم سے کم امام مہدی کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ کا استعمال ہی اس امر کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ "امام" سے یہاں ایک خاص گروہ کا اصطلاحی "امام" مراد نہیں۔

اور اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی شخص کو امام بمعنی مقتدا، پیشوا، پیش رو کہنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی تو آپ کا یہ ارشاد بجائے خود ایک عجوبہ ہے۔ قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر امت کے ارشادات میں یہ لفظ اس کثرت سے واقع ہوا ہے کہ عورتیں اور بچے تک بھی اس سے نامانوس نہیں۔ آپ کو "واجعلنا للمتقین اماما" کی آیت اور "من بایع اماما" کی حدیث تو یاد ہو گی اور پھر امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے ہزاروں افراد ہیں جن کو ہم "امام" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ فقہ و کلام کی اصطلاح میں "امام"

مسلمانوں کے سربراہ مملکت کو کہا جاتا ہے۔ (جیسا کہ حدیث من بایع اماما میں وارد ہوا ہے)۔

حضرت مہدیؓ کا ہدایت یافتہ اور مقتدا و پیشوا ہونا تو لفظ مہدی ہی سے واضح ہے اور وہ مسلمانوں کے سربراہ بھی ہوں گے اس لئے ان کے لئے "امام" کے لفظ کا استعمال قرآن و حدیث اور فقہ و کلام کے لحاظ سے کسی طرح بھی محل اعتراض نہیں۔

ظہور مہدیؓ کے سلسلہ کی روایات کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد کہ:۔

"اس سلسلہ میں جو روایات ہیں وہ معتبر نہیں۔ کیونکہ ہر سلسلۂ روا میں قیس بن عامر شامل ہے، جو متفقہ طور پر کاذب اور من گھڑت احادیث کے لئے مشہور ہے"۔

بہت ہی عجیب ہے۔ معلوم نہیں جناب نے یہ روایات کہاں دیکھی ہیں جن میں سے ہر روایت میں قیس بن عامر کذاب آگھستا ہے۔

میرے سامنے ابوداؤد (ج ۲ ص ۵۸۸، ۵۸۹) کھلی ہوئی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت ام سلمہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کی روایت سے احادیث ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے کسی سند میں مجھے قیس بن عامر نظر نہیں آیا۔

جامع ترمذی (۲، ۴۶) میں حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں۔ ان میں سے اول الذکر دونوں احادیث کو امام ترمذی نے "صحیح" کہا ہے اور آخر الذکر کو "حسن"۔ ان میں بھی کہیں قیس بن عامر نظر نہیں آیا۔

سنن ابن ماجہ میں یہ احادیث حضرات عبداللہ بن مسعود، ابو سعید خدری، ثوبان، علی، ام سلمہ، انس بن مالک، عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہم کی روایت سے مروی ہیں۔ ان میں بھی کسی سند میں قیس بن عامر کا نام نہیں آتا۔

مجمع الزوائد (ج ۷ صفحہ ۳۱۵ تا ۳۱۸) میں مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ سے اکیس روایات نقل کی ہیں۔

نمبر	نام	تعداد	نمبر	نام	تعداد
۱	حضرت ابو سعید خدریؓ	۴	۲	حضرت ام سلمہؓ	۴
۳	حضرت ابوہریرہؓ	۳	۴	حضرت ام حبیبہؓ	۱
۵	حضرت عائشہؓ	۱	۶	حضرت قرۃ بن ایاسؓ	۱
۷	حضرت انسؓ	۱	۸	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۱
۹	حضرت جابرؓ	۱	۱۰	حضرت طلحہؓ	۱
۱۱	حضرت علیؓ	۱	۱۲	حضرت ابن عمرؓ	۱
۱۳	حضرت عبداللہ بن حارثؓ	۱			

ان میں سے بعض روایات کے راویوں کی تضعیف کی ہے اور دو روایتوں میں دو کذاب راویوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ مگر کسی روایت میں قیس بن عامر کا نام ذکر نہیں کیا۔ اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ ہر روایت کے سلسلہ رواۃ میں قیس بن عامر شامل ہے، محض غلط ہے۔

آپ نے مؤرخ ابن خلدون کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں موافق اور مخالف احادیث کو یکجا جمع کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ ان میں کوئی بھی سلسلۂ تواتر کو نہیں پہنچتی اور ان کا انداز بھی بڑا مشتبہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ عادل کے ظہور کی احادیث صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دیگر کتب احادیث میں مختلف طرق سے موجود ہیں۔ یہ احادیث اگرچہ فرداً فرداً آحاد ہیں مگر ان کا قدر مشترک متواتر ہے۔ آخری زمانے کے اسی خلیفہ عادل کو احادیث طیبہ میں "مہدی" کہا گیا ہے۔ جن کے زمانے میں دجال اعور کا خروج ہو گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر اسے قتل کریں گے۔ بہت سے اکابر امت نے احادیث مہدیؓ کو نہ صرف صحیح بلکہ متواتر فرمایا ہے اور انہی متواتر احادیث کی بنا پر امت اسلامیہ ہر دور میں آخری زمانے میں ظہور مہدیؓ کی قائل رہی ہے۔ خود ابن خلدون کا اعتراف ہے۔

اعلم ان المشهور بين الكافة من اهل الاسلام على ممر الاعصار انه لا بد فی آخر الزمان من ظهور رجل من اهل البيت يؤيد الدين و يظهر العدل و يتبعه المسلمون و يستولی علی الممالک الاسلامية و يسمى بالمهدی و يكون خروج الدجال و ما بعده من اشراط الساعة الثابتة فی الصحيح على اثره و ان عيسى ينزل من بعده فيقتل الدجال او ينزل معه فيساعده على قتله و يأتم بالمهدی فی صلاته

(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۱)

ترجمہ:-

"جاننا چاہئے کہ تمام اہل اسلام کے درمیان ہر دور میں یہ بات مشہور رہی ہے کہ آخری زمانے میں اہل بیت میں سے ایک شخص کا ظہور ضروری ہے جو دین کی تائید کرے گا۔ عدل ظاہر کرے گا اور مسلمان اس کی پیروی کریں گے اور تمام ممالک اسلامیہ پر اس کا تسلط ہو گا۔ اس کا نام مہدی ہے اور دجال کا خروج اور اس کے بعد کی وہ علامات قیامت جن کا احادیث صحیحہ میں ذکر ہے ظہور مہدی کے بعد ہوں گی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے بعد نازل ہوں گے۔ پس دجال کو قتل کریں گے یا مہدی کے زمانے

میں نازل ہوں گے۔ پس حضرت مہدیؒ قتل دجال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز میں حضرت مہدیؒ کی اقتدا کریں گے"۔

اور یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے عقائد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں بھی "علامات قیامت" کے ذیل میں ظہور مہدی کا عقیدہ ذکر کیا گیا ہے اور اہل علم نے اس موضوع پر مستقل رسائل بھی تالیف فرمائے ہیں۔ پس ایک ایسی خبر جو احادیث متواترہ میں ذکر کی گئی ہو' جسے ہر دور اور ہر زمانے میں تمام مسلمان ہمیشہ مانتے چلے آئے ہوں اور جسے اہل سنت کے عقائد میں جگہ دی گئی ہو۔ اس پر جرح کرنا یا اس کی تخفیف کرنا پوری امت اسلامیہ کو گمراہ اور جاہل قرار دینے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے خط کے آخر میں مہدی کے بارے میں ایک مخصوص فرقہ کا نظریہ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"میرے خیال میں علماء اہلسنت نے اس ضمن میں اپنے اردگرد پائی جانے والی مشہور روایات ہی کو نقل کر دیا ہے۔ مزید تاریخی یا شرعی حیثیت و تحقیق سے کام نہیں لیا اور اغلباً اسی اتباع میں آپ نے بھی اس "مفروضہ" کو بیان کر ڈالا' کیا یہ درست ہے؟"۔

گویا حفاظ حدیث سے لے کر مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک وہ تمام اکابر امت اور مجددین ملت جنھوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دکھایا آپ کے خیال میں سب دودھ پیتے بچے تھے کہ وہ تاریخی و شرعی تحقیق کے بغیر گردوپیش میں پھیلے ہوئے افسانوں کو اپنی اسانید سے نقل کر دیتے اور انہیں اپنے عقائد میں ٹانک لیتے تھے۔ غور فرمایئے کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم " ولعن آخر ھذہ الامۃ اولھا" کی کیسی شہادت آپ کے قلم نے پیش کر دی۔ میں نہیں سمجھتا کہ احساس کہتری کا یہ عارضہ ہمیں کیوں لاحق ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے گھر کی ہر چیز کو "آوردۂ اغیار" تصور کرنے لگتے ہیں۔ آپ علمائے اہلسنت پر یہ الزام لگانے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ انہوں نے ملاحدہ کی پھیلائی ہوئی روایات کو تاریخی و شرعی معیار پر پرکھے بغیر اپنے عقائد میں شامل کر لیا ہو گا (جس سے اہلسنت کے تمام عقائد و روایات کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے' اور اسی کو میں "احساس کہتری" سے تعبیر کر رہا ہوں) حالانکہ اسی مسئلہ کا جائزہ آپ دوسرے نقطہ نظر سے بھی لے سکتے تھے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ عادل حضرت مہدیؒ کے ظہور کے بارے میں احادیث و روایات اہل حق کے درمیان متواتر چلی آتی تھیں۔ گمراہ فرقوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے اسی عقیدہ کو لے کر اپنے انداز میں ڈھالا اور اس میں موضوع اور من گھڑت روایات کی بھی آمیزش کر لی۔ جس سے ان کا مطمع نظر ایک تو اپنے سیاسی مقاصد کو بروئے کار لانا تھا۔ اور دوسرا مقصد مسلمانوں کو اس عقیدے ہی سے بدظن کرنا تھا تاکہ مختلف قسم کی روایات کو دیکھ کر لوگ الجھن میں مبتلا ہو جائیں اور ظہور مہدیؒ کے عقیدے ہی سے دستبردار ہو جائیں۔ ہر دور میں جھوٹے مدعیان مہدویت کے پیش نظر بھی یہی دو مقصد رہے' چنانچہ گزشتہ صدی کے آغاز میں پنجاب کے

جھوٹے مہدی نے جو دعویٰ کیا اس میں بھی یہی دونوں مقصد کارفرما نظر آتے ہیں۔ الغرض سلامتی فکر کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اس امر کا یقین رکھیں کہ اہل حق نے اصل حق کو جوں کا توں محفوظ رکھا اور اہل باطل نے اسے غلط تعبیرات کے ذریعہ کچھ کا کچھ بنا دیا۔ حتیٰ کہ جب کچھ نہ بن آئی تو امام مہدی کو ایک غار میں چھپا کر پہلے غیبت صغریٰ کا اور پھر غیبت کبریٰ کا پردہ اس پر تان دیا۔ لیکن آخر یہ کیا انداز فکر ہے کہ تمام اہل حق کے بارے میں یہ تصور کر لیا جائے کہ وہ اغیار کے مال مستعار پر جیا کرتے تھے۔

جہاں تک ابن خلدون کی رائے کا تعلق ہے' وہ ایک مؤرخ ہیں..... اگرچہ تاریخ میں بھی ان سے مسامحات ہوئے ہیں..... فقہ و عقائد اور حدیث میں ابن خلدون کو کسی نے سند اور حجت نہیں مانا اور یہ مسئلہ تاریخ کا نہیں بلکہ حدیث و عقائد کا ہے اس بارے میں محدثین و متکلمین اور اکابر امت کی رائے قابل اعتناء ہو سکتی ہے۔

امداد الفتاویٰ جلد ششم میں ص ۲۵۹ سے ص ۲۶۷ تک "موخزۃ الظنون عن ابن خلدون" کے عنوان سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ' نے ابن خلدون کے شبہات کا شافی جواب تحریر فرمایا ہے۔ اسے ملاحظہ فرما لیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ "مسئلہ مہدی" کے بارے میں اہل حق کا نظریہ بالکل صحیح اور متواتر ہے اور اہل باطل نے اس سلسلہ میں تعبیرات و حکایات کا جو انبار لگایا ہے نہ وہ لائق التفات ہے اور نہ اہل حق کو اس سے مرعوب ہونے کی ضرورت ہے۔

کیا امام مہدیؒ کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہو گا

س..... کیا امام مہدیؒ کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہو گا؟۔

ج..... امام مہدی علیہ الرضوان نبی نہیں ہوں گے اس لئے ان کا درجہ پیغمبروں کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مہدیؒ کے زمانے میں نازل ہوں گے وہ بلاشبہ پہلے ہی سے اولوالعزم نبی ہیں۔

کیا حضرت مہدیؒ و عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی ہیں

س..... مہدیؒ اس دنیا میں کب تشریف لائیں گے؟ اور کیا مہدیؒ اور عیسیٰؑ ایک ہی وجود ہیں؟۔

ج..... حضرت مہدی رضوان اللہ علیہ آخری زمانہ میں قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ ان کے ظہور کے قریباً سات سال بعد دجال نکلے گا اور اس کو قتل کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت مہدیؒ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ

شخصیتیں ہیں۔

ظہور مہدیؒ اور چودھویں صدی

س..... امام مہدی ابھی تک تشریف نہیں لائے اور پندرہویں صدی کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئی ہیں۔

ج..... مگر امام مہدی کا چودھویں صدی میں ہی آنا کیوں ضروری ہے۔

س..... علاوہ اس کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوتا ہے۔

ج..... ایک ہی فرد کا مجدد ہونا ضروری نہیں۔ متعدد افراد بھی مجدد ہوسکتے ہیں اور دین کے خاص خاص شعبوں کے الگ الگ مجدد بھی ہوسکتے ہیں۔ ہر خطہ کے لئے الگ الگ مجدد بھی ہوسکتے ہیں۔ حدیث میں "من" کا لفظ عام ہے۔ اس سے صرف ایک ہی فرد مراد لینا صحیح نہیں اور ان مجددین کے لئے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا بھی ضروری نہیں اور نہ لوگوں کو یہ پتہ ہونا ضروری ہے کہ یہ مجدد ہیں۔ البتہ ان کی دینی خدمات کو دیکھ کر اہل بصیرت کو ظن غالب ہوجاتا ہے کہ یہ مجدد ہیں۔

س..... حضرت مہدیؒ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام چودھویں صدی کے باقی ماندہ قلیل عرصہ میں کیسے آجائیں گے۔

ج..... مگر ان کا اس قلیل عرصہ میں آنا ہی کیوں ضروری ہے کیا چودھویں صدی کے بعد دنیا ختم ہو جائے گی۔ جناب کی ساری پریشانی اس غلط مفروضے پر مبنی ہے کہ "حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا چودھویں صدی میں تشریف لانا ضروری تھا مگر وہ اب تک نہیں آئے"۔

حالانکہ یہ بنیاد ہی غلط ہے۔ قرآن و حدیث میں کہیں نہیں فرمایا گیا کہ یہ دونوں حضرات چودھویں صدی میں تشریف لائیں گے۔ اگر کسی نے کوئی ایسی قیاس آرائی کی ہے تو یہ محض اٹکل ہے جس کی واقعات کی دنیا میں کوئی قیمت نہیں اور اگر اس کے لئے کسی نے قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا ہے تو قطعاً غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اس سے دریافت فرمائیے کہ چودھویں صدی کا لفظ قرآن کریم کی کس آیت میں یا حدیث شریف کی کس کتاب میں آیا ہے؟۔

نوٹ..... جناب نے اپنا سرنامہ ایک "پریشان بندہ" لکھا ہے اگر آپ اپنا اسم گرامی اور پتہ نشان بھی لکھ دیتے تو کیا مضائقہ تھا؟ ویسے بھی گمنام خط لکھنا، اخلاق و مروت کے لحاظ سے کچھ مستحسن چیز نہیں۔

مجدد کو ماننے والوں کا کیا حکم ہے

س..... ہر صدی کے شروع میں مجدد آتے ہیں کیا ان کو ماننے والے غیر مسلم ہیں؟۔

ج..... ہر صدی کے شروع میں جن مجددوں کے آنے کی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خبر دی گئی ہے وہ نبوت و رسالت کے دعوے نہیں کیا کرتے اور جو شخص ایسے دعوے کرے وہ مجدد نہیں۔ لہٰذا کسی سچے مجدد کو ماننے والا تو غیر مسلم نہیں' البتہ جو شخص یہ اعلان کرے کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں" اس کو ماننے والے ظاہر ہے غیر مسلم ہی ہوں گے۔

س..... چودہویں صدی کے مجدد کب آئیں گے؟۔

ج..... مجدد کے لئے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنا ضروری نہیں۔ جن اکابر نے اس صدی میں دین اسلام کی ہر پہلو سے خدمت کی وہ اس صدی کے مجدد تھے۔ گزشتہ صدیوں کے مجددین کو بھی لوگوں نے ان کی خدمات کی بنا پر ہی مجدد تسلیم کیا۔

چودہویں صدی کے مجدد حضرت محمد اشرف علی تھانویؒ تھے

س...مشہور حدیث مجدد مسلمانوں میں عام مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر سو سال کے سرے پر ایک نیک شخص مجدد ہو کر آیا کرے گا۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ چودہویں صدی گزر گئی مگر کوئی بزرگ مجدد کے نام اور دعویٰ سے نہ آیا اگر کسی نے مجدد کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا پتہ بتائیں۔

ج..... مجدد دعویٰ نہیں کیا کرتا کام کیا کرتا ہے چودہ صدیوں میں کن کن بزرگوں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟۔ چودہویں صدی کے مجدد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تھے۔ جنھوں نے دینی موضوعات پر قریباً ایک ہزار کتابیں لکھیں اور اس صدی میں کوئی فتنہ کوئی بدعت اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ اسی طرح حدیث' تفسیر' فقہ' تصوف و سلوک' عقائد و کلام وغیرہ دینی علوم میں کوئی ایسا علم نہیں جس پر آپ نے تالیفات نہ چھوڑی ہوں۔ بہرحال مجدد کے لئے دعویٰ لازم نہیں اس کے کام سے اس کے مجدد ہونے کی شناخت ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد نے مجدد سے لے کر مہدی' مسیح' نبی' رسول' کرشن' گورونانک' رودر گوپال ہونے کے دعویٰ تو بہت کئے مگر ان کے ناہموار قد پر ان میں سے ایک بھی دعویٰ صادق نہیں آیا۔

کیا چودہویں صدی آخری صدی ہے

س..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ چودہویں صدی آخری صدی ہے اور چودہویں صدی ختم ہونے میں

ڈیڑھ سال باقی ہے۔ اس کے بعد قیامت آجائے گی۔ جبکہ میں اس بات کو غلط خیال کرتا ہوں۔

ج..... یہ بات سراسر غلط ہے۔ قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قیامت کا معین وقت نہیں بتایا گیا اور اس کی بڑی بڑی جو علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں وہ ابھی شروع نہیں ہوئیں' ان علامتوں کے ظہور میں بھی ایک عرصہ لگے گا۔ اس لئے یہ خیال محض جاہلانہ ہے کہ چودھویں صدی ختم ہونے پر قیامت آجائے گی۔

چودھویں صدی ہجری کی شریعت میں کوئی اہمیت نہیں

س..... چودھویں صدی ہجری کی اسلام میں کیا اہمیت ہے۔ اور جناب کسی شخص نے مجھ سے کہا کہ "چودھویں صدی میں نہ تو کسی کی دعا قبول ہوگی اور نہ ہی اس کی عبادات"۔ آخر کیا وجہ ہے؟

ج..... شریعت میں چودھویں صدی کی کوئی خصوصی اہمیت نہیں۔ جن صاحب کا قول آپ نے نقل کیا ہے وہ غلط ہے۔

پندرہویں صدی اور قادیانی بدحواسیاں

س..... جناب مولانا صاحب! پندرہویں صدی کب شروع ہو رہی ہے۔ باعث تشویش یہ بات ہے کہ بندہ نے قادیانیوں کا اخبار "الفضل" دیکھا اس میں اس بارے میں متضاد باتیں لکھی ہیں' چنانچہ مورخہ ۷ ذی الحجہ ۹۹ھ' ۲۹ اکتوبر ۷۹ء کے پرچہ میں لکھا ہے کہ "سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے غلبۂ اسلام کی صدی کے استقبال کے لئے جس کے شروع ہونے میں دس دن باقی رہ گئے ہیں ایک اہم پروگرام کا اعلان فرمایا ہے"۔

مگر الفضل ۱۳ ذی الحجہ ۹۹ھ' ۳ نومبر ۷۹ء کے اخبار میں لکھا ہے کہ سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پر آسمانی انکشاف کیا گیا ہے کہ پندرہویں صدی جس کی ابتدا اگلے سال ۱۹۸۰ء میں ہو رہی ہے..... اور ربوہ کے ایک قادیانی پرچہ "انصار اللہ" نے ربیع الثانی ۹۹ھ مارچ ۷۹ء کے شمارے میں "چودھویں صدی ہجری کا اختتام" کے عنوان سے ایک ادارتی نوٹ میں لکھا ہے کہ:-

> "اسلامی کیلنڈر کے مطابق چودھویں صدی کے آخری سال کے چوتھے ماہ کا بھی نصف گزر چکا ہے یعنی آج پندرہ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ہے اور چودھویں صدی ختم ہونے میں صرف ساڑھے آٹھ ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے پندرہویں صدی کا آغاز ہونے والا ہے (گویا محرم ۱۴۰۰ھ سے)"۔

آپ ہماری رہنمائی فرمائیں کہ پندرہویں صدی کب سے شروع ہو رہی ہے اس ۱۴۰۰ھ سے یا

اگلے سال محرم ۱۴۰۱ھ سے۔ یا ابھی دس سال باقی ہیں؟۔

ج..... صدی سو سال کے زمانہ کو کہتے ہیں چودھویں صدی ۱۳۰۱ھ سے شروع ہوئی تھی اب اس کا آخری سال محرم ۱۴۰۰ھ سے شروع ہو رہا ہے اور محرم ۱۴۰۱ھ پندرہویں صدی کا آغاز ہو گا۔ باقی قادیانی صاحبان کی اور کون سی بات تضادات کا گورکھ دھندا نہیں ہوتی۔ اگر نئی صدی کے آغاز جیسی بدیہی بات میں بھی تضاد بیانی سے کام لیں تو یہ ان کی ذہنی ساخت کا فطری خاصہ ہے اس پر تعجب ہی کیوں ہو۔

دجال کی آمد

س..... دجال کی آمد کا کیا صحیح حدیث میں کہیں ذکر ہے اگر ہے تو وضاحت فرمائیں۔

ج..... دجال کے بارے میں ایک دو نہیں بہت سی احادیث ہیں اور یہ عقیدہ امت میں ہمیشہ سے متواتر چلا آیا ہے۔ بہت سے اکابر امت نے اس کی تصریح کی ہے کہ خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث متواتر ہیں۔

دجال کا خروج اور اس کے فتنہ فساد کی تفصیل

جنگ اخبار میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے بارے میں حدیث کے حوالہ سے "ان کا حلیہ اور وہ آکر کیا کریں گے" لکھا تھا اب مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات بھی لکھ دیں تو مہربانی ہو گی۔

س..... ۱..... خر دجال کا حلیہ حدیث کے حوالہ سے (کیونکہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے کہ وہ بہت تیز چلے گا۔ اس کی آواز کرخت ہو گی وغیرہ وغیرہ)۔

س..... ۲..... کانا دجال جو اس پر سواری کرے گا۔ اس کا حلیہ۔

ج..... دجال کے گدھے کا حلیہ زیادہ تفصیل سے نہیں ملتا۔ مسند احمد اور مستدرک حاکم کی حدیث میں صرف اتنا ذکر ہے کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس ہاتھ ہو گا اور مشکوٰۃ شریف میں بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ اس کا رنگ سفید ہو گا۔

دجال کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جن میں اس کے حلیہ، اس کے دعویٰ اور اس کے فتنہ و فساد پھیلانے کی تفصیل ذکر فرمائی گئی ہے۔ چند احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ رنگ سرخ، جسم بھاری بھرکم، قد پستہ، سر کے بال نہایت خمیدہ الجھے ہوئے، ایک آنکھ بالکل

سپاٹ، دوسری عیب دار، پیشانی پر "ک، ف، ر" یعنی "کافر" کا لفظ لکھا ہو گا جسے ہر خواندہ و ناخواندہ مومن پڑھ سکے گا۔

۲ ۔ پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر ترقی کر کے خدائی کا مدعی ہو گا۔

۳ ۔ اس کا ابتدائی خروج اصفہان خراسان سے ہو گا اور عراق و شام کے درمیان راستہ میں اعلانیہ دعوت دے گا۔

۴ ۔ گدھے پر سوار ہو گا ستر ہزار یہودی اس کی فوج میں ہوں گے۔

۵ ۔ آندھی کی طرح چلے گا اور مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے علاوہ ساری زمین میں گھومے پھرے گا۔

۶ ۔ مدینہ میں جانے کی غرض سے احد پہاڑ کے پیچھے ڈیرہ ڈالے گا مگر خدا کے فرشتے اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہاں سے ملک شام کا رخ کرے گا اور وہاں جا کر ہلاک ہو گا۔

۷ ۔ اس دوران مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے اور مدینہ طیبہ میں جتنے منافق ہوں گے وہ گھبرا کر باہر نکلیں گے اور دجال سے جا ملیں گے۔

۸ ۔ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے گا تو اہل اسلام اس کے مقابلہ میں نکلیں گے اور دجال کی فوج ان کا محاصرہ کر لے گی۔

۹ ۔ مسلمان بیت المقدس میں محصور ہو جائیں گے اور اس محاصرہ میں ان کو سخت ابتلا پیش آئے گا۔

۱۰ ۔ ایک دن صبح کے وقت آواز آئے گی "تمہارے پاس مدد آپہنچی"۔ مسلمان یہ آواز سن کر کہیں گے کہ مدد کہاں سے آسکتی ہے؟ یہ کسی پیٹ بھرے کی آواز ہے۔

۱۱ ۔ عین اس وقت جبکہ نماز فجر کی اقامت ہو چکی ہو گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کے شرقی منارہ کے پاس نزول فرمائیں گے۔

۱۲ ۔ ان کی تشریف آوری پر امام مہدیؓ (جو مصلے پر جا چکے ہوں گے) پیچھے ہٹ جائیں گے اور ان سے امامت کی درخواست کریں گے مگر آپؑ امام مہدیؓ کو حکم فرمائیں گے کہ نماز پڑھائیں کیونکہ اس نماز کی اقامت آپ کے لئے ہوئی ہے۔

۱۳ ۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے۔ آپ کے ہاتھ میں اس وقت ایک چھوٹا سا نیزہ ہو گا۔ دجال آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ آپ اس سے فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک ضرب تیرے لئے لکھ رکھی ہے۔ جس سے تو بچ نہیں سکتا۔ دجال بھاگنے لگے گا۔ مگر آپ "باب لد" کے پاس اس کو جا لیں گے اور نیزے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کا نیزے پر لگا ہوا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔

۱۴۔ اس وقت اہل اسلام اور دجال کی فوج میں مقابلہ ہو گا دجالی فوج تہ تیغ ہو جائے گی اور شجر و حجر پکار اٹھیں گے کہ "اے مومن! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے 'اس کو قتل کر"۔

یہ دجال کا مختصر سا احوال ہے۔ احادیث شریفہ میں اس کی بہت سی تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔

یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت

س..... آپ نے اپنے صفحہ "اقرا" میں ایک حدیث شائع کی تھی اور اس میں قیامت کی نشانیاں بتائی گئی تھیں جن میں دجال کا آنا' دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا آنا وغیرہ شامل ہیں۔ برائے مہربانی یہ بتائیں کہ یاجوج ماجوج' دابۃ الارض سے کیا مراد ہے؟ اور آیا کہ یہ نشانی پوری ہو گئی؟

ج..... دجال کے بارے میں ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھ چکا ہوں اس کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

یاجوج ماجوج کے خروج کا ذکر قرآن کریم میں دو جگہ آیا ہے ایک سورۂ انبیاء کی آیت ۹۶ میں جس میں فرمایا گیا ہے:۔

> "یہاں تک کہ جب کھول دیئے جائیں گے یاجوج ماجوج اور وہ ہر اونچان سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور قریب آن لگا سچا وعدہ (یعنی وعدۂ قیامت) پس اچانک پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی آنکھیں منکروں کی ہائے افسوس! ہم تو اس سے غفلت میں تھے۔ بلکہ ہم ظالم تھے"۔

اور دوسرے سورۂ کہف کے آخری سے پہلے رکوع میں جہاں ذوالقرنین کی خدمت میں یاجوج ماجوج فتنہ و فساد برپا کرنے اور ان کے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنانے کا ذکر آتا ہے۔ وہاں فرمایا گیا ہے کہ ت ذوالقرنین نے دیوار کی تعمیر کے بعد فرمایا:۔

> "یہ میرے رب کی رحمت ہے پس جب میرے رب کا وعدہ (وعدۂ قیامت) آئے گا تو اس کو چور چور کر دے گا۔ اور میرے رب کا وعدہ سچ ہے۔ (آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اور ہم اس دن ان کو اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ ان میں سے بعض بعض میں ٹھاٹھیں مارتے ہوں گے"۔

ان آیات کریمہ سے واضح ہے کہ یاجوج ماجوج کا آخری زمانے میں نکلنا علم الٰہی میں طے شدہ ہے اور یہ کہ ان کا خروج قیامت کی نشانی کے طور پر قرب قیامت میں ہو گا۔ اسی بناپر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے خروج کو..... قیامت کی علامات کبریٰ میں شمار کیا گیا ہے اور بہت سی احادیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ان کا خروج سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہو گا احادیث طیبہ سے ان کا مختصر خاکہ

پیش خدمت ہے۔

ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہے:۔

”پھر عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے پاس جائیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے فتنے سے محفوظ رکھا ہو گا اور گرد وغبار سے ان کے چہرے صاف کریں گے اور جنت میں ان کے جو درجات ہیں وہ ان کو بتائیں گے۔ ابھی وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو خروج کی اجازت دی ہے جن کے مقابلے کی کسی کو طاقت نہیں پس آپ میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جایئے۔

اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے پھسلتے ہوئے اتریں گے پس ان کے پہلے دستے بحیرہ طبریہ پر گزریں گے تو اس کا سارا پانی صاف کر دیں گے اور ان کے پچھلے لوگ آئیں گے تو کہیں گے کہ کسی زمانے میں اس میں پانی ہوتا تھا اور وہ چلیں گے یہاں تک کہ جب جبل خمر تک جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے پہنچیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم قتل کر چکے اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ پس وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون سے رنگے ہوئے واپس لوٹا دے گا۔

اور اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کوہ طور پر محصور ہوں گے اور اس محاصرہ کی وجہ سے ان کو ایسی تنگی پیش آئے گی کہ ان کے لئے گائے کا سر تمہارے آج کے سو درہم سے بہتر ہو گا۔ پس اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے پس اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں کیڑا پیدا کر دے گا جس سے وہ ایک آن میں ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء کوہ طور سے زمین پر اتریں گے تو ایک بالشت زمین بھی خالی نہیں ملے گی جو ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری ہوئی نہ ہو پس اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ سے دعا کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کے مثل پرندے بھیجے گا۔ جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کو منظور ہو گا پھینک دیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا کہ اس سے کوئی خیمہ اور کوئی مکان چھپا نہیں رہے

گا۔ پس وہ بارش زمین کو دھو کر شیشے کی طرح صاف کر دے گی۔ (آگے مزید قرب قیامت کے حالات مذکور ہیں)"۔

(صحیح مسلم' مسند احمد' ابو داؤد' ترمذی' ابن ماجہ' مستدرک حاکم' کنزالعمال)

۲ ۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ وہ پرندے یاجوج ماجوج کی لاشوں کو نہبل میں لے جا کر پھینکیں گے اور مسلمان ان کے تیر کمان اور ترکشوں کو سات برس بطور ایندھن استعمال کریں گے۔ (مشکوٰۃ۔ ص۔ ۴۷۴)

۳ ۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی' قیامت کا تذکرہ آیا۔ تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوا۔ انہوں نے فرمایا قیامت کے وقوع کا مقررہ وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں البتہ میرے رب عزوجل کا مجھ سے ایک وعدہ ہے اور وہ یہ کہ دجال اکبر خروج کرے گا تو اس کو قتل کرنے کے لئے میں اتروں گا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی رانگ کی طرح پگھلنا شروع ہو گا۔ پس اللہ تعالیٰ اسے میرے ہاتھ سے ہلاک کر دیں گے۔ یہاں تک کہ شجر و حجر پکار اٹھیں گے کہ اے مومن! میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے اسے قتل کر پس میں دجال کو قتل کر دوں گا اور دجال کی فوج کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔

پھر لوگ اپنے علاقوں اور وطنوں کو لوٹ جائیں گے۔ تب یاجوج ماجوج نکلیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے وہ مسلمانوں کے علاقوں کو روندڈالیں گے۔ جس چیز پر سے گزریں گے اسے تباہ کر دیں گے جس پانی پر سے گزریں گے اسے صاف کر دیں گے۔ لوگ مجھ سے ان کے فتنہ و فساد کی شکایت کریں گے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں موت سے ہلاک کر دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی بدبو سے زمین میں تعفن پھیل جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جو ان کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔

بس میرے رب عزوجل کا مجھ سے جو وعدہ ہے اس میں فرمایا کہ جب یہ واقعات ہوں گے تو قیامت کی مثال اس پورے دنوں کی حاملہ کی ہوگی جس کے بارے میں اس کے مالکوں کو کچھ خبر نہیں ہوگی کہ رات یا دن میں کب' اچانک اس کے وضع حمل کا وقت آ جائے۔ (مسند احمد' ابن ماجہ' ابن جریر' مستدرک حاکم' فتح الباری' درمنثور' التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص۔ ۱۵۸ ، ۱۵۹)

یاجوج ماجوج کے بارے میں اور بھی متعدد احادیث ہیں جن میں کم و بیش یہی تفصیلات ارشاد فرمائی

گئی ہیں۔ مگر میں انہی تین احادیث پر اکتفا کرتے ہوئے یہ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آیا یہ نشانی پوری ہو چکی ہے؟ یا ابھی اس کا پورا ہونا باقی ہے۔ فرمایئے آپ کی عقل خداداد کیا فیصلہ کرتی ہے؟۔

رہا دابتہ الارض! تو اس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ النمل آیت ۸۲ میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:۔

"اور جب آن پڑے گی ان پر بات (یعنی وعدۂ قیامت کے پورا ہونے کا وقت قریب آ لگے گا) تو ہم نکالیں گے ان کے لئے ایک چوپایہ زمین سے جو ان سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں لاتے تھے"۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دابتہ الارض کا خروج بھی قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ہے اور ارشادات نبویہ میں بھی اس کو علامات کبریٰ میں شامل کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو۔ دخان' دجال' دابتہ الارض' مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا' عام فتنہ اور ہر شخص سے متعلق خاص فتنہ۔ (مشکوٰۃ ص۔ ۴۷۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کی پہلی علامت جو لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گی۔ وہ آفتاب کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے دابتہ الارض کا نکلنا ہے ان میں سے جو پہلے ہو دوسری اس کے بعد متصل ہو گی۔ (مشکوٰۃ' صحیح مسلم)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ تین چیزیں جب ظہور پذیر ہو جائیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔ جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہ کی ہو' آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا دجال کا ظاہر ہونا اور دابتہ الارض کا نکلنا۔ (مشکوٰۃ' صحیح مسلم)

ایسا لگتا ہے کہ اس دنیا کے لئے آفتاب کے طلوع و غروب کا نظام ایسا ہے جیسے انسان کی نبض کی رفتار ہے۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس کی نبض باقاعدہ چلتی رہتی ہے۔ لیکن نزع کے وقت پہلے نبض میں بے قاعدگی آجاتی ہے اور کچھ دیر بعد وہ بالکل ٹھہر جاتی ہے اسی طرح جب سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے سورج کے طلوع و غروب کے نظام میں کبھی خلل نہیں آیا۔ لیکن قیامت سے کچھ دیر پہلے اس عالم پر نزع کی کیفیت طاری ہو جائے گی اور اس کی نبض بے قاعدہ ہو جائے گی چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آفتاب کو ہر دن مشرق سے طلوع ہونے کا اذن ملتا ہے ایک دن اسے مشرق کے بجائے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کا حکم ہو گا۔ (صحیح بخاری' صحیح مسلم)

پس جس طرح نزع کی حالت میں ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اسی طرح آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد (جو اس عالم کی نزع کا وقت ہو گا) توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس وقت ایمان لانا مفید نہ ہو گا۔ نہ ایسے ایمان کا اعتبار ہو گا۔ اور توبہ کا دروازہ بند ہونے کے بعد بے ایمانوں کو رسوا کرنے اور ان کے غلط دعوائے ایمان کا راستہ بند کرنے کے لئے مومن و کافر پر الگ الگ نشان لگا دیا جائے

گا۔

"دابۃ الارض جب نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی۔ وہ انگشتری سے مومن کے چہرے پر مہر لگادے گا جس سے اس کا چہرہ چمک اٹھے گا۔ اور کافر کی ناک پر موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے مہر لگادے گا۔ (جس کی وجہ سے دل کے کفر کی سیاہی اس کے منہ پر چھاجائے گی) جس سے مومن و کافر کے درمیان ایسا امتیاز ہو جائے گا کہ مجلس میں مومن و کافر الگ الگ پہچانے جائیں گے"۔

دابۃ الارض کے تھوڑے عرصہ بعد ایک پاکیزہ ہوا چلے گی جس سے تمام اہل ایمان کا انتقال ہو جائے گا اور صرف شریر لوگ رہ جائیں گے۔ چوپاؤں کی طرح سڑکوں پر شہوت رانی کریں گے۔ ان پر قیامت واقع ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

گناہوں سے توبہ

گناہ کی توبہ اور معافی

س..... ایک بچہ مسلمان گھر میں پیدا ہوتا ہے اور اسی گھر میں پل کر جوان ہوتا ہے۔ اس کے دل میں دین کی محبت بھی ہوتی ہے لیکن شیطان کے بہکانے پر گناہ بھی کرلیتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہ کبیرہ میں ملوث ہو جاتا ہے۔ لیکن گناہ کبیرہ کرنے کے بعد اس کے دل کو سخت ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر توبہ کرلیتا ہے اور سچی توبہ کرلیتا ہے۔ کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں جبکہ اس کو شرعی سزا دنیا میں نہ دی جائے اور نہ اس کے اقبال جرم کے علاوہ گناہ کا کوئی ثبوت موجود ہو۔

ج..... آدمی سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ گناہ گار کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور کسی بندے کا حق اس سے متعلق نہ ہو اور کسی کو اس گناہ کا پتہ بھی نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ کسی سے اس گناہ کا اظہار نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ و استغفار کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سزا کیوں دیتے ہیں جبکہ وہ والدین سے زیادہ شفیق ہیں

س:۔ جب بھی سزا و جزا کا خیال آتا ہے میں سوچتی ہوں کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اتنا چاہتا ہے کہ والدین جو کہ اولاد سے محبت کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ۔ اگر یہ مان لیا جائے تو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ والدین اولاد کی معمولی پریشانی اور تکلیف پر تڑپ اٹھتے ہیں' اولاد کتنی ہی سرکش و نافرمان ہو والدین ان کے لئے دعا ہی کرتے ہیں تکلیف اولاد کو ہو دکھ ماں محسوس کرتی ہے۔ والدین اولاد کو دکھی کبھی نہیں دیکھ سکتے۔ آپ نے یہ واقعہ ضرور پڑھا ہوگا ایک شخص اپنی محبوبہ کے کہنے پر اپنی ماں کو قتل کر کے اس کا دل لے جا رہا تھا راہ میں ٹھوکر لگی ماں کا دل بولا بیٹا کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔ یہ واقعہ اولاد کی محبت کی پوری عکاسی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا بنائی جس میں امیر' غریب' خوبصورت' بدصورت' اپاہج و معذور ہر قسم کے لوگ بنائے لوگوں کو خوشیاں اور دکھ بھی دیئے۔ چند احکامات بھی دیئے کچھ کو مسلمانوں میں پیدا کیا کچھ کو کفار میں۔ مرنے کے بعد عذاب و ثواب رکھا۔ جزا جتنی خوبصورت' سزا اتنی ہی خطرناک' رونگٹے کھڑے کر دینے والی' مسلسل اذیت دینے والی سزائیں جن کی تلافی بھی اس وقت ناممکن ہوگی۔ جانکنی' قبر و حشر' غرض ہر جگہ عذاب و ثواب کا چکر..... مجھے تو یہ دنیا بھی عذاب ہی لگتی ہے میں جب بھی یہ کچھ سوچتی ہوں مجھے ایسا لگتا ہے اللہ نے انسانوں کو کھلونوں کی مانند بنایا ہے جن سے وہ کھیلتا ہے اور کھیل کے انجام کے بعد سزا و جزا۔

آپ دل پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ ہر کوئی دنیا کو سرائے سمجھ سکتا ہے؟ دنیا کی رنگینی کو چھوڑ کر زندگی کون گزار سکتا ہے؟ پھر جو انسان کو بنایا اور اتنی پابندی کے ساتھ دنیا میں بھیجا۔ علاوہ ازیں دکھ سکھ دیئے اگر والدین سے زیادہ اللہ محبت کرنے والے ہیں تو وہ بندوں کے دکھ پر کیوں نہیں تڑپتے؟ والدین جو سکھ دے سکتے ہیں دیتے ہیں' کیا اللہ تعالیٰ کا دل نہیں تڑپتا جب وہ دکھ دیتے ہیں بندوں کو؟ عذاب دے کر وہ خوش کیسے رہ سکتا ہے؟ جو کفار کے گھر میں پیدا ہوئے انہیں کس جرم کی سزا ملے گی؟ ہر شخص تو مذہب کا علم نہیں رکھتا۔ جب بھی عذاب کے بارے میں سوچتی ہوں میرے ذہن میں یہ سب کچھ ضرور آتا ہے۔ للہ مجھے سمجھایئے کہیں یہ میری سوچ میرے لئے تباہ کن ثابت نہ ہو۔ (ایک خاتون)

ج:۔ آپ کے سوال کا جواب اتنا تفصیل طلب ہے کہ میں کئی دن اس پر تقریر کروں تب بھی بات تشنہ رہے گی۔ اس لئے مختصراً اتنا سمجھ لیجئے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر والدین سے زیادہ رحیم و شفیق

ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے 'ایک حصہ دنیا میں نازل فرمایا' حیوانات اور درندے تک جو اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں وہ اسی رحمت الٰہی کے سو میں سے ایک حصے کا اثر ہے اور یہ حصہ بھی ختم نہیں ہوا 'بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس حصہ رحمت کو بھی باقی ۹۹ حصوں کے ساتھ ملا کر اپنے بندوں پر کامل رحمت فرمائیں گے۔

اس کے بعد آپ کے دو سوال ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر تکلیفیں اور سختیاں کیوں آتی ہیں اور دوم یہ کہ آخرت میں گنہگاروں کو عذاب کیوں ہو گا۔

جہاں تک دنیا کی سختیوں اور تکلیفوں کا تعلق ہے یہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی سراپا رحمت ہیں۔ حضرات عارفین اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ ہم اگر ان پریشانیوں اور تکلیفوں سے نالاں ہیں تو محض اس لئے کہ ہم اصل حقیقت سے آگاہ نہیں۔ بچہ اگر پڑھنے لکھنے میں کوتاہی کرتا ہے تو والدین اس کی تادیب کرتے ہیں ' وہ نادان سمجھتا ہے کہ ماں باپ بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ اگر کسی بیماری میں مبتلا ہو تو والدین اس سے پرہیز کراتے ہیں 'اگر خدانخواستہ اس کے پھوڑا نکل آئے تو والدین اس کا آپریشن کراتے ہیں وہ چیختا ہے اور اس کو ظلم سمجھتا ہے۔ بعض اوقات اپنی نادانی سے والدین کو برا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح حق تعالیٰ کی جو عنایتیں بندے پر اس رنگ میں ہوتی ہیں بہت سے کم عقل ان کو نہیں سمجھتے 'بلکہ حرف شکایت زبان پر لاتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی نظر بصیرت صحیح ہے وہ ان کو الطاف بے پایاں سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ "جب اہل مصائب کو ان کی تکالیف و مصائب کا اجر قیامت کے دن دیا جائے گا تو لوگ تمنا کریں گے کہ کاش یہ اجر ہمیں عطا کیا جاتا۔ خواہ دنیا میں ہمارے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے" (ترمذی ص ۶۳) لہٰذا بندہ مومن کو حق تعالیٰ شانہ کی رحیمی و کریمی پر نظر رکھنی چاہئے۔ دنیا کے آلام و مصائب سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ داروئے تلخ ہماری صحت و شفا کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ اگر بالفرض ان آلام و مصائب کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہوتا 'نہ ان سے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوتا 'نہ یہ ہماری ترقی درجات کا موجب ہوتے اور نہ ان پر اجر و ثواب عطا کیا جاتا تب بھی ان کا یہی فائدہ کیا کم تھا کہ ان سے ہماری اصل حقیقت کھلتی ہے 'کہ ہم بندے ہیں 'خدا نہیں۔ خدانخواستہ ان تکالیف و مصائب کا سلسلہ نہ ہوتا تو یہ دنیا بندوں سے زیادہ خدا کہلانے والے فرعونوں سے بھری ہوئی ہوتی۔ یہی مصائب و آلام ہیں جو ہمیں جادۂ عبدیت پر قائم رکھتے ہیں اور ہماری غفلت و مستی کے لئے تازیانہ عبرت بن جاتے ہیں اور پھر حق تعالیٰ تو محبوب حقیقی ہیں اور ہم ان سے محبت کے دعویدار...... کیا محبوب حقیقی کو اس ذرا سے امتحان کی بھی اجازت نہیں؟ جس سے محب صادق اور غلط مدعی کے درمیان امتیاز ہو سکے اور پھر اس پر بھی نظر رکھنی چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ اب جو ناگوار حالات ہمیں پیش آتے ہیں ضرور ان میں بھی

کوئی حکمت ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان میں حق تعالیٰ شانہ کا کوئی نفع نہیں۔ بلکہ صرف اور صرف بندوں کا نفع ہے۔ گو اپنے ناقص علم و فہم سے ہم اس نفع کو محسوس نہ کر سکیں۔ الغرض ان مصائب و آلام میں حق تعالیٰ شانہ کی ہزاروں حکمتیں اور رحمتیں پوشیدہ ہیں اور جس کے ساتھ جو معاملہ کیا جا رہا ہے وہ عین رحمت و حکمت ہے۔

رہا آخرت میں مجرموں کو سزا دینا' تو اول تو ان کا مجرم ہونا ہی سزا کے لئے کافی ہے' حق تعالیٰ شانہ نے تو اپنی رحمت کے دروازے کھلے رکھے تھے' اس کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا تھا' اپنی کتابیں نازل کی تھیں اور انسان کو بھلے برے کی تمیز کے لئے عقل و شعور اور ارادہ و اختیار کی نعمتیں دی تھیں۔ تو جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی بغاوت' انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت' کتب الٰہیہ کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے مقابلہ میں خرچ کیا۔ انہوں نے رحمت کے دروازے خود اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کر لئے۔ آپ کو ان پر کیوں ترس آتا ہے؟۔

علاوہ ازیں اگر ان مجرموں کو سزا نہ دی جائے تو اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں مومن و کافر' نیک و بد' فرمانبردار و نافرمان' مطیع اور عاصی ایک ہی پلے میں تلتے ہیں۔ یہ تو خدائی نہ ہوئی اندھیر نگری ہوئی۔ الغرض آخرت میں مجرموں کو سزا اس لئے بھی قرین رحمت ہوئی کہ اس کے بغیر مطیع اور فرمانبردار بندوں سے انصاف نہیں ہو سکتا۔

یہ نکتہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ آخرت کا عذاب کفار کو تو بطور سزا ہو گا' لیکن گنہگار مسلمانوں کو بطور سزا نہیں بلکہ بطور تطہیر ہو گا' جس طرح کپڑے کو میل کچیل دور کرنے کے لئے بھٹی میں ڈالا جاتا ہے' اسی طرح گنہگاروں کی آلائشیں دور کرنے کیلئے بھٹی میں ڈالا جائے گا اور جس طرح ڈاکٹر لوگ آپریشن کرنے کیلئے بدن کو سن کرنے والے انجکشن لگا دیتے ہیں کہ اس کے بعد مریض کو چیر پھاڑ کا احساس تک نہیں ہوتا' بہت ممکن ہے کہ حق تعالیٰ شانہ گنہگار مسلمانوں پر ایسی کیفیت طاری فرما دیں کہ ان کو درد والم کا احساس نہ ہو اور بہت سے گنہگار ایسے ہوں گے کہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت ان کے گناہوں اور سیاہ کاریوں کے دفتر کو دھو ڈالے گی اور بغیر عذاب کے انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ الغرض جنت پاک جگہ ہے اور پاک لوگوں ہی کے شایان شان ہے' جب تک گناہوں کی گندگی اور آلائش سے صفائی نہ ہو وہاں کا داخلہ میسر نہیں آئے گا اور پاک صاف کرنے کی مختلف صورتیں ہوں گی' جس کے لئے جو صورت تقاضائے رحمت ہوگی وہ اس کے لئے تجویز کر دی جائے گی۔ اس لئے اکابر مشائخ کا ارشاد ہے کہ آدمی کو ہمیشہ ظاہری و باطنی طہارت کا اہتمام رکھنا چاہئے اور گناہوں سے ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہئے۔ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے لطف و کرم سے اس ناکارہ کی' آپ کی اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی بخشش فرمائیں۔

رہا آپ کا یہ شبہ کہ دنیا کو کون سرائے سمجھ سکتا ہے اور دنیا کی رنگینی کو چھوڑ کر کون زندگی گزار سکتا ہے؟ میری بہن! یہ ہم لوگوں کے لئے جن کی آنکھوں پر غفلت کی سیاہ پٹیاں بندھی ہیں' واقعی بہت مشکل ہے' اپنے مشاہدہ کو جھٹلانا اور حق تعالیٰ شانہ کے وعدوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اپنے مشاہدہ سے بڑھ کر یقین لانا خاص توفیق و سعادت کے ذریعہ ہی میسر آسکتا ہے۔ لیکن کم سے کم اتنا تو ہونا چاہئے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کی بات پر جتنا یقین و اعتماد رکھتے ہیں کم سے کم اتنا ہی یقین و اعتماد اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر رکھیں۔ دیکھئے! اگر کوئی معتبر آدمی ہمیں یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں کھانے میں زہر ملا ہوا ہے تو ہم اس شخص پر اعتماد کرتے ہوئے اس زہر آمیز کھانے کے قریب نہیں پھٹکیں گے' اور بھوکوں مرنے کو زہر کھانے پر ترجیح دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دنیا کو یکسر چھوڑنے کی تعلیم نہیں فرماتے' بلکہ صرف دو چیزوں کی تعلیم فرماتے ہیں ایک یہ کہ دنیا میں رہتے ہوئے کسب حلال کرو' جن جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے ان سے پرہیز کرو' کیونکہ یہ زہر ہے' جو تمہاری دنیا و آخرت کو برباد کر دے گا اور اگر غفلت سے اس زہر کو کھا چکے ہو تو فوراً توبہ و ندامت اور استغفار کے تریاق سے اس کا تدارک کرو۔

اور دوسری تعلیم یہ ہے کہ دنیا میں اتنا انہماک نہ کرو کہ آخرت اور مابعد الموت کی تیاری سے غافل ہو جاؤ' دنیا کیلئے محنت ضرور کرو' مگر صرف اتنی جس قدر کہ دنیا میں رہنا ہے۔ اور آخرت کے لئے اس قدر محنت کرو جتنا کہ آخرت میں تمہیں رہنا ہے۔ دنیا کی مثال شیرے کی ہے' جس کو شیریں اور لذیذ سمجھ کر مکھی اس پر جا بیٹھتی ہے' لیکن پھر اس سے اٹھ نہیں سکتی' تمہیں شیرۂ دنیا کی مکھی نہیں بننا چاہئے۔

اور آپ کا یہ شبہ کہ جو لوگ کافروں کے گھر میں پیدا ہوئے انہیں کس جرم کی سزا ملے گی؟۔ اس کا جواب میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیاہ و سفید کی تمیز کرنے کے لئے بینائی عطا فرمائی ہے' اسی طرح صحیح اور غلط کے درمیان تمیز کرنے کے لئے عقل و فہم اور شعور کی دولت بخشی ہے۔ پھر صحیح اور غلط کے درمیان تمیز کرنے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا ہے' کتابیں نازل فرمائی ہیں' شریعت عطا فرمائی ہے' یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے' اور وہ کل عذر نہ کر سکیں کہ ہم نے کافر باپ دادا کے گھر جنم لیا تھا اور ہم آنکھیں بند کر کے انہی گمراہوں کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

اس مختصری تقریر کے بعد میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ بندے کا کام بندگی کرنا ہے' خدائی کرنا یا خدا تعالیٰ کو مشورے دینا نہیں۔ آپ اس کام میں لگیں جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے اور ان معاملات میں نہ سوچیں جو ہمارے سپرد نہیں۔ ایک گھسیارہ اگر رموز مملکت و جہانبانی کو نہیں سمجھتا تو یہ مشت خاک اور قطرۂ ناپاک

رموز خداوندی کو کیا سمجھے گا۔ پس اس دیوار سے سر پھوڑنے کا کیا فائدہ، جس میں ہم سوراخ نہیں کر سکتے اور جس کے پار جھانک کر نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سلامتی فہم نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت کا مورد بنائیں۔

توبہ سے گناہ کبیرہ کی معافی

س...... کیا توبہ کرنے سے تمام کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگر معاف ہو جاتے ہیں تو کیا قتل بھی معاف ہو جاتا ہے کیونکہ قتل کا تعلق حقوق العباد سے ہے اس مسئلہ پر یہاں پر بعض مولانا صاحب اس کے قائل ہیں کہ توبہ سے قتل بھی معاف ہو جاتا ہے لیکن بعض کہتے ہیں کہ قتل حقوق العباد میں سے ہے حقوق اللہ تو معاف ہو جاتے ہیں لیکن حقوق العباد معاف نہیں ہوتے اس سلسلے میں آپ وضاحت فرمائیں۔

ج...... قتل ناحق ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے جن کو حدیث میں "ہلاک کرنے والے" فرمایا ہے یہ حق اللہ بھی ہے اور حق العبد بھی تاہم جس سے یہ کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور ہمیشہ مانگتا رہے۔ مگر چونکہ اس قتل سے حق العبد بھی متعلق ہے اس لئے مقتول کے وارثوں سے معاف کرانا بھی ضروری ہے۔

اپنے گناہوں کی سزا کی دعا کے بجائے معافی کی دعا مانگیں

س...... مجھ پر اپنے گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے جب بھی رقت طاری ہو جاتی ہے بے اختیار دعا کرتی ہوں کہ خدا مجھے اس کی سزا دے دے مجھے سزا دے دے۔ کیا مجھے ایسی دعا کرنا چاہئے۔ یا یہ غلط ہے۔

ج...... ایسی دعا ہرگز نہیں کرنی چاہئے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ خواہ میں کتنی گنہگار ہوں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ ان کی رحمت کا ایک چھینٹا دنیا بھر کے گناہوں کو دھونے کے لئے کافی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنا کہ وہ مجھے گناہوں کی سزا دے اس کے معنی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی سزا کو برداشت کر سکتے ہیں۔ توبہ۔۔۔۔ توبہ۔۔۔ ہم تو اتنے کمزور ہیں کہ معمولی تکلیف بھی نہیں سہار سکتے اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت مانگنی چاہئے۔

بار بار توبہ اور گناہ کرنے والے کی بخشش

س...... آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کئی ایسے مسلمان بھی ہیں جو پنج وقتہ نماز قائم کرتے

ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے صغیرہ و کبیرہ گناہ کرتے ہیں جن کو اسلام منع کرتا ہے اور پھر یہ لوگ گناہ کر کے توبہ کرتے ہیں۔ اور پھر دوبارہ وہی کام کرتے ہیں جس سے توبہ کی تھی اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا جن میں، میں بذات خود شامل ہوں روز قیامت میں کیا حشر ہو گا۔

ج گناہ تو ہرگز نہیں کرنا چاہئے ارادہ یہی ہونا چاہئے کہ کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ لیکن اگر ہو جائے تو توبہ ضرور کر لینی چاہئے اگر خدانخواستہ دن میں ستر بار گناہ ہو جائے تو ہر بار توبہ بھی ضرور کرنی چاہئے۔ یہاں تک کہ آدمی کا خاتمہ توبہ پر ہو ایسا شخص مغفور ہو گا۔

کیا بغیر سزا کے مجرم کی توبہ قبول ہو سکتی ہے

س کیا بغیر سزا کے اسلام میں توبہ ہے۔ مثلاً اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو دیکھیں تو کئی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مجرم کو سزا کا حکم دیا پھر اس کی مغفرت کے لئے دعا کی۔

ج اگر مجرم کا معاملہ عدالت تک نہ پہنچے اور وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرنے والے ہیں لیکن عدالت میں شکایت ہو جانے کے بعد سزا ضروری ہو جاتی ہے بشرطیکہ جرم ثابت ہو جائے اس صورت میں توبہ سے سزا معاف نہ ہو گی اس لئے اگر کسی سے قابل سزا گناہ صادر ہو جائے تو حتی الوسع اس کی شکایت حاکم تک نہیں پہنچانی چاہئے اس پر پردہ ڈالنا چاہئے اور اس کی توبہ قبول کرنی چاہئے۔

بغیر توبہ کے گنہگار مسلمان کی مرنے کے بعد نجات

س اگر کوئی شخص بہت گنہگار ہو اور وہ توبہ کئے بغیر مر جائے تو ایسے شخص کی نجات کا کوئی راستہ ہے جبکہ اس کی اولاد بھی نہ ہو۔

ج مومن کو بغیر توبہ کے مرنا ہی نہیں چاہئے بلکہ رات کے گناہوں سے، دن طلوع ہونے سے پہلے اور دن کے گناہوں سے رات آنے سے پہلے توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ جو مسلمان توبہ کئے بغیر مر جائے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ چاہے اپنے فضل سے بغیر سزا کے معاف کر دے۔ یا سزا کے بعد اسے رہا کر دے۔

فرعون کا ڈوبتے وقت توبہ کرنے کا اعتبار نہیں

س ایک شخص کہتا ہے کہ جب فرعون مع اپنے لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہوا اور ڈوبنے لگا تو

اس نے کہا کہ اے موسیٰ میں نے تیرے رب کو مان لیا تیرا رب سچا اور سب سے برتر ہے پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے اسے بذریعہ دعا کیوں نہیں اپنے رب سے بچوایا۔ اب وہ شخص کہتا ہے کہ بروز قیامت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا کہ جب فرعون نے توبہ کرلی اور مجھے رب مان لیا تو اے موسیٰ تو نے کیوں نہیں اس کے حق میں دعا کر کے اسے بچایا۔ وہ اپنی بات پر مصر ہے کہ ضرور یہ سوال روز محشر موسیٰ علیہ السلام سے کیا جائے گا۔ اس شخص کا بیان نوٹ کر کے میں نے آپ تک پہنچایا ہے۔ اب آپ اپنے حل سے ضرور نوازیں کہ آیا وہ شخص گنہگار ہو گا؟ وہ ٹھیک کہتا ہے یا کہ غلط؟

ج...... فرعون کا ڈوبتے وقت ایمان لانا معتبر نہیں تھا کیونکہ نزع کے وقت کی نہ توبہ قبول ہوتی ہے نہ ایمان۔ اس شخص کا موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کرنا بالکل غلط اور بے ہودہ ہے اس کو اس خیال سے توبہ کرنی چاہئے۔ وہ نہ صرف گناہ گار ہو رہا ہے بلکہ ایک جلیل القدر نبی پر اعتراض کفر کے زمرہ میں آتا ہے۔

صدق دل سے کلمہ پڑھنے والے انسان کو اعمال کی کوتاہی کی سزا

س...... کیا جس مسلمان نے صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا ہو، رسالت وغیرہ پر ایمان ہو مگر زندگی میں قصداً کئی نمازیں اور فرائض اسلام ترک کئے ہوں تو ایسا مسلمان اپنی سزا بھگت کر جنت میں جاسکے گا یا ہمیشہ دوزخ کا ہی ایندھن بنا رہے گا؟

ج...... نماز چھوڑنا اور دیگر احکام اسلام کو چھوڑنا سخت گناہ اور معصیت ہے احادیث میں نماز چھوڑنے والے کے لئے سخت وعیدیں آئی ہیں اور ان احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے انسان فاسق ہو جاتا ہے اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے لیکن اس کے باوجود اگر ایسے بد عمل شخص کا عقیدہ صحیح ہو۔ توحید ورسالت پر قائم ہو' ضروریات دین کو مانتا ہو۔ وہ آخر کار جنت میں جائیگا خواہ سزا سے پہلے یا سزا پانے کے بعد۔لیکن اگر کسی کا عقیدہ ہی خراب ہو، کفر اور شرک میں مبتلا ہو یا ضروریات دین کا انکار صریح بلا تاویل کرے تو ایسے شخص کی نجات کبھی نہ ہوگی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی ... میں رہے گا کبھی اس کو دوزخ کے عذاب سے رہائی نہیں ملے گی۔

نماز روزوں کی پابند مگر شوہر اور بچوں سے لڑنے والی بیوی کا انجام۔

س...... ایک عورت جو بہت ہی نماز روزہ کی پابند ہے کسی حالت میں بھی روزہ نماز نہیں چھوڑتی ہے۔ یہاں تک کہ بیماری کی حالت میں روزہ رکھتی ہے اور صبح شام قرآن مجید کی بھی تلاوت کرتی ہے اس کے سات بچے .... ہیں جو کہ سب ہی اعلیٰ تعلیم پا رہے ہیں مگر وہ عورت بہت ہی غصے والی ہے اور

ضدی بھی بعض موقع پر بچوں اور شوہر سے لڑ پڑتی ہے یہاں تک کہ غصہ کی وجہ سے ان لوگوں سے ماہ دو ماہ تک بولنا ترک کر دیتی ہے یہاں تک کہ شوہر اور بچوں کو مرنے کی بد دعائیں دیتی رہتی ہے مگر اپنی نماز بدستور پڑھتی ہے غصہ اتنا زیادہ ہے کہ شوہر اور بچوں کی ہر بات پر جو صحیح بھی ہوتی ہے تو بھی غصہ میں آجاتی ہے اس کی مرضی کے خلاف اگر کوئی بات ہو جاتی ہے قیامت برپا کر دیتی ہے جبکہ مسلمان کو ۳ روز سے زیادہ غصہ رکھنا حرام ہوتا ہے تو کیا ڈیڑھ دو ماہ غصہ رکھ کر نماز' روزہ اور کوئی عبادت قبول ہوتی ہے کہ نہیں؟ اور ایسی حالت میں نماز' روزہ ہو سکتا ہے کہ نہیں جب کہ ایک مسئلہ میں آپ فرماتے ہیں بغیر عذر کے مسجد اور جماعت کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے یہاں تو غصہ حرام ہے اور اس حرام کے ساتھ نماز روزہ اور کسی عبادت کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

ج..... نماز روزہ تو اس خاتون کا ہو جاتا ہے اور کرنا بھی چاہئے لیکن اتنا زیادہ غصہ اس کی نیکی کو برباد کر دیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت نماز روزہ بہت کرتی ہے مگر ہمسائے اس سے نالاں ہیں۔

فرمایا "وہ دوزخ میں ہے" عرض کیا گیا کہ ایک عورت فرائض کے علاوہ نفلی نماز تو زیادہ نہیں پڑھتی مگر اس کے ہمسائے اس سے بہت خوش ہیں فرمایا "وہ جنت میں ہے"

خصوصاً کسی خاتون کی اپنے شوہر اور اپنے بچوں سے بد مزاجی تو سو عیبوں کا ایک عیب ہے ایسی عورت کا آخرت میں تو انجام ہو گا سو ہو گا اس کی دنیا بھی اس کے لئے جہنم سے کم نہیں اور اگر اس کے شوہر صاحب اور بچے بھی (جو بالغ ہوں) نماز روزے کے پابند نہیں تو جو انجام اس عورت کا ہو گا وہی ان کا بھی ہو گا۔

سچی توبہ اور حقوق العباد

س..... اگر انسان گناہ کبیرہ کرتا ہے مثال کے طور پر زنا یا شراب پیتا ہے۔ کسی کا حق مارتا ہے کسی کا دل توڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نیک ہدایت دیتا ہے وہ ان گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور آئندہ کے لئے پرہیز کرتا ہے کیا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

میں بچپن میں تقریباً ۱۵ سال کی عمر تک نانی کے ساتھ رہا میں نے اپنی نانی کا دل دکھایا، انھیں تنگ کیا انہوں نے مجھے بد دعا دی اور نانی کا انتقال ہوئے، سال ہو گئے ہیں اب میں ۲۲ سال کا ہوں میں چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔

ج. سچی توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں البتہ حقوق ذمہ رہ جاتے ہیں۔ پس اگر کسی کا مالی حق اپنے ذمہ ہو تو اس کو ادا کر دے یا صاحب حق سے معاف کرائے اور اگر غیر مالی حق ہو (جیسے کسی کو مارنا' گالی دینا' غیبت کرنا وغیرہ) تو اس کی زندگی میں اس سے معاف کرائے' اور اس کے مرنے کے بعد اس

کے لئے دعا استغفار کرتا رہے انشاء اللہ معافی ہو جائے گی۔

گنہگار دوسروں کو گناہ سے روک سکتا ہے۔

س..... میں ایک گنہگار آدمی ہوں انتہائی گناہ کئے ہیں اور کر رہا ہوں۔ لیکن میری فطرت یہ ہے کہ میں جو گناہ کرتا ہوں اگر وہی گناہ کسی اور کو کرتے دیکھتا ہوں تو اسے خدا کا خوف دلاتا ہوں کہ تم کو ایسے گناہ نہیں کرنے چاہئیں۔ حالانکہ میں خود اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہوں۔ ایک دفعہ کسی کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نظر سے گزرا:

"ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا، تو اس کی انتڑیاں آگ سے نکل پڑیں گی، دوسرے جہنمی اس سے پوچھیں گے اے فلاں! تو، تو ہمیں نیکی کی تلقین کیا کرتا تھا پھر اس عذاب میں دھنسے گا؟ ہاں میں تمہیں نیکی کی تلقین کرتا تھا مگر خود اس کے قریب نہ جاتا تھا اور برائیوں سے تم کو روکتا تھا اور خود برائیاں کرتا تھا۔"

مندرجہ بالا ارشاد گرامی پڑھنے کے بعد میں نے لوگوں کو ہدایت کرنا بند کر دی ہے۔ اب جب کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھتا ہوں تو بھی اسے منع نہیں کرتا کہ میں خود گنہگار ہوں اگر میں اسے منع کروں گا تو میرا قیامت والے دن وہی حشر ہوگا۔ آپ وضاحت فرمادیں کہ میں کیا کروں گناہوں سے متعدد بار توبہ کی ہے مگر پھر وہ گناہ سرزد ہو جاتے ہیں درجنوں قسموں کا کفارہ میرے سر پر ہے ہر گناہ کے لئے قسم کھاتا ہوں مگر وہ گناہ کسی نہ کسی صورت میں ہو جاتا ہے غرض کہ دل بالکل کالا ہو چکا ہے اور شیطان کے راستے پر گامزن ہوں خدا میری حالت پر رحم کرے۔ اور آپ بھی دعا کریں اور کچھ ہدایت و نصیحت فرمادیں۔

ج..... گنہگار اگر دوسروں کو گناہ سے روکے تو یہ بھی نیکی کا کام ہے دوسروں کو گناہ سے باز رکھنے کا کام تو نہیں چھوڑنا چاہئے البتہ خود گناہ کو چھوڑنے کی ہمت ضرور کرنی چاہئے۔

اس کے لئے آپ مجھ سے نجی خط و کتابت کریں اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوئی تو انشاء اللہ آپ کو سچی توبہ کی توفیق ہو جائے گی گناہوں سے پریشان نہیں ہونا چاہئے البتہ ان کے تدارک کا اہتمام کرنا چاہئے۔

موت کے بعد کیا ہوتا ہے

موت کی حقیقت

س… موت کی اصل حقیقت کیا ہے؟

س… موت کی حقیقت مرنے سے معلوم ہوگی۔ اس سے پہلے اس کا سمجھنا سمجھانا مشکل ہے۔ ویسے عام معنوں میں روح و بدن کی جدائی کا نام موت ہے۔

مقررہ وقت پر انسان کی موت

س… قرآن اور سنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ انسان کی موت وقت پر آتی ہے یا وقت سے پہلے بھی ہوجاتی ہے؟

ج… ہر شخص کی موت وقت مقرر ہی پر آتی ہے ایک لمحہ کا بھی آگا پیچھا نہیں ہوسکتا۔

اگر مرتے وقت مسلمان کلمہ طیبہ نہ پڑھ سکے تو کیا ہوگا

س:۔ اگر کوئی مسلمان مرتے وقت کلمہ طیبہ نہ پڑھ سکے اور بغیر پڑھے انتقال کر جائے تو کیا وہ مسلمان مرا یا اس کی حیثیت کچھ اور ہوگی؟۔

ج:۔ اگر وہ زندگی بھر مسلمان رہا ہے تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا اور مسلمانوں کا برتاؤ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔

کیا قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ دکھائی جاتی ہے؟

س… ہماری فیکٹری میں ایک صاحب فرمانے لگے کہ جب کسی مسلمان کا انتقال ہوجائے اور اس سے

سوال جواب ہوتے ہیں تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو قبر میں بذات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں تو اس پر دوسرے صاحب کہنے لگے کہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں آتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مردے کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو مولانا صاحب ذرا آپ وضاحت فرمادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے جسمانی وجود کے ساتھ قبر میں آتے ہیں یا ان کی ایک طرح سے تصویر مردے کے سامنے پیش کی جاتی ہے اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود تشریف لانا یا آپ کی شبیہ کا دکھایا جانا کسی روایت سے ثابت نہیں۔

مردہ دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے

س...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کو دفن کیا جاتا ہے اور دفن کرنے والے لوگ جب واپس آتے ہیں تو مردہ ان واپس جانے والوں کی چپل کی آواز سنتا ہے۔ عذاب قبر حق ہے یا نہیں ہے؟

ج...... عذاب قبر حق ہے اور مردے کا واپس ہونے والوں کے جوتے کی آہٹ کو سننا صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔ (ص ۱۷۸، ج ۱)

کیا مردے سلام سنتے ہیں؟

س...... سنا ہے کہ قبرستان میں جب گزر ہو تو کہو "السلام علیکم یا اہل القبور" جس شہر خاموشی میں آپ حضرات غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ اسی میں میں بھی انشاء اللہ آکر سوؤں گا۔ سوال یہ ہے کہ جب مردے سنتے نہیں تو سلام کیسے سن لیتے ہیں۔ اور اگر سلام سن لیتے ہیں تو ان سے اپنے لئے دعا کرنے کو بھی کہا جا سکتا ہے؟

ج...... سلام کہنے کا تو حکم ہے، بعض روایات میں ہے کہ وہ جواب بھی دیتے ہیں۔ اور سلام کہنے والے کو پہچانتے بھی ہیں مگر ہم چونکہ ان کے حال سے واقف نہیں، اس لئے ہمیں صرف اس چیز پر اکتفا کرنا چاہئے جس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔

قبر کا عذاب برحق ہے؟

س...... فرض کریں تین اشخاص ہیں تینوں کی عمریں برابر ہیں اور تینوں برابر کے گناہ کرتے ہیں

لیکن پہلا شخص صدیوں پہلے مرچکا ہے۔ دوسرا قیامت سے ایک روز پہلے مرے گا اور جبکہ تیسرا قیامت تک زندہ رہتا ہے۔ اگر قبر کا عذاب برحق ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا تو اس روسے پہلا شخص صدیوں سے قیامت تک قبر کے عذاب میں رہے گا۔ دوسرا شخص صرف ایک دن قبر کا عذاب اٹھائے گا۔ جبکہ تیسرا قبر کے عذاب سے بچ جائے گا۔ کیونکہ وہ قیامت تک زندہ رہتا ہے لیکن قبر کے عذاب میں یہ تفریق نہیں ہو سکتی کیونکہ تینوں کی عمریں برابر ہیں اور گناہ بھی برابر ہیں۔ آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

ج...... قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور اس بارے میں قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث متواترہ وارد ہیں۔ ایسے امور کو محض عقلی شبہات کے ذریعہ رد کرنا صحیح نہیں، ہر شخص کے لئے برزخ کی جتنی سزا حکمت الٰہی کے مطابق مقرر ہے وہ اس کو مل جائے گی، خواہ اس کو وقت کم ملا ہو یا زیادہ، کیونکہ جن لوگوں کا وقت کم ہو، ہو سکتا ہے کہ ان کی سزا میں اسی تناسب سے اضافہ کر دیا جائے، عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

قبر کے حالات برحق ہیں

س:۔ شریعت میں قبر سے کیا مراد ہے؟ سنا ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں ایک باغ ہوتی ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔ ایک ایک قبر میں کئی کئی مردے ہوتے ہیں اگر ایک کے لئے باغ ہے تو اس میں دوسرے کے لئے گڑھا کس طرح ہوگی؟۔

۲ ۔ سنتے ہیں کہ فرشتے مردے کو اٹھا کر قبر میں بٹھا دیتے ہیں تو کیا قبر اتنی کشادہ اور اونچی ہو جاتی ہیں؟۔

۳ ۔ سنا ہے سانس نکلتے ہی فرشتے روح آسمان پر لے جاتے ہیں پھر وہ واپس کس طرح اور کیوں آتی ہے؟۔ قبر کے سوال وجواب کے بعد کہاں ہوتی ہے؟

ج:۔ قبر سے مراد وہ گڑھا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے اور "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے"۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں، ایک ایک قبر میں اگر کئی مردے ہوں تو ہر ایک کے ساتھ معاملہ ان کے اعمال کے مطابق ہو گا۔ اس کی حسی مثال خواب ہے ایک ہی بستر پر دو آدمی سو رہے ہیں ایک تو خواب میں باغات کی سیر کرتا ہے اور دوسرا سخت گرمی میں جلتا ہے جب خواب میں یہ مشاہدے روزمرہ ہیں تو قبر کا عذاب وثواب تو عالم غیب کی چیز ہے اس میں کیوں اشکال کیا جائے؟۔

۲ ۔ جی ہاں! مردے کے حق میں اتنی کشادہ ہو جاتی ہے۔ ویسے آپ نے کبھی قبر دیکھی ہو تو آپ کو معلوم ہو گا کہ قبر اتنی بنائی جاتی ہے جس میں آدمی بیٹھ سکے۔

۳۔ حدیث میں فرمایا ہے کہ روح میت میں لوٹائی جاتی ہے، اب روح خواہ علیین یا سجین میں ہو اس کا ایک خاص تعلق بدن سے قائم کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے بدن کو بھی ثواب یا عذاب کا احساس ہوتا ہے، مگر یہ معاملہ عالم غیب کا ہے اس لئے ہمیں میت کے احساس کا عام طور سے شعور نہیں ہوتا۔ عالم غیب کی جو باتیں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں ہمیں ان پر ایمان لانا چاہئے۔ صحیح مسلم (ج۲-۳۸۶) کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تم کو بھی عذاب قبر سنا دے جو میں سنتا ہوں"۔

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

الف:۔ قبر کا عذاب برحق ہے۔

ب:۔ یہ عذاب سنا جا سکتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے تھے، یہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت اور غایت رحمت ہے کہ ہم لوگوں کو عام طور سے اس عذاب کا مشاہدہ نہیں ہوتا، ورنہ ہماری زندگی اجیرن ہو جاتی اور غیب، غیب نہ رہتا مشاہدہ میں تبدیل ہو جاتا۔

ج:۔ یہ عذاب اسی گڑھے میں ہوتا ہے جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے اور جس کو عُرف عام میں قبر کہتے ہیں، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو......." ظاہر ہے کہ اگر عذاب اس گڑھے کے علاوہ کسی اور "برزخی قبر" میں ہوا کرتا تو تدفین کو ترک کرنے کے کوئی معنی نہیں تھے۔

قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے

س:۔ جنگ اخبار میں آپ نے ایک سوال کے جواب میں قبر کے عذاب و ثواب کو قرآن و احادیث سے قطعی ثابت ہونے کو فرمایا ہے اور یہ کہ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ میں اس گتھی کو سمجھنے کے لئے برس ہا برس سے کوشش کر رہا ہوں اور کئی علماء کو خط لکھے مگر تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ قرآن حکیم میں کئی جگہ کچھ اس طرح آیا ہے کہ ہم نے زندگی دی ہے۔ پھر تمہیں موت دیں گے اور پھر قیامت کے روز اٹھائیں گے یا سورۂ بقرہ میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے یعنی تم مردہ تھے ہم نے زندگی عطا کی پھر تمہیں موت دیں گے اور قیامت کے دن پھر اٹھائیں گے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایک تو دنیا کی زندگی ہے دوسری آخرت کی۔ جب یہ صرف دو زندگیاں ہیں تو قبر کی زندگی کون سی ہے؟ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ حساب کے دن ہی فیصلہ ہوگا اس سے پیشتر کیا فیصلہ؟۔

ج:۔ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیث طیبہ میں وارد ہے ظاہر ہے کہ برزخ کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بہتر جانتے تھے۔ اس لئے اس عقیدہ پر ایمان لانا ضروری ہے اور محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار صحیح نہیں۔ رہا آپ کا یہ شبہ کہ قرآن کریم میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر آتا ہے۔ یہ استدلال عذاب قبر کی نفی نہیں کرتا کیونکہ قبر کی زندگی محسوس و مشاہد نہیں۔ اسی لئے اس کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے اور قرآن کریم کی جن آیات میں دو زندگیوں کا ذکر ہے اس سے محسوس و مشاہد زندگیاں مراد ہیں۔

اور آپ کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ "حساب کے دن ہی فیصلہ ہو گا"۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دنیا میں یا برزخ میں نیک و بد اعمال کا کوئی ثمرہ ہی مرتب نہ ہو' قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص شاہد ہیں کہ برزخ تو برزخ۔ 'دنیا میں بھی نیک و بد اعمال پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے اور برزخی زندگی کا تعلق دنیا سے زیادہ آخرت سے ہے۔ اس لئے اس میں جزا و سزا کے ثمرات کا مرتب ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔

عذاب قبر پر چند اشکالات اور ان کے جوابات

س:۔ جمعہ ایڈیشن میں "عذاب قبر" کے عنوان سے آپ نے ایک سوال کا جواب دیا ہے۔ اس میں کئی طرح کے اشکالات ہیں۔

۱ ۔ آپ نے ان صاحب کے سوال کا جواب قرآن یا صحیح حدیث کی روشنی میں نہیں دیا۔

۲ ۔ سورۂ یونس میں اللہ نے فرعون کے متعلق فرمایا ہے کہ اب تو ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد کے آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنے۔ (سورۂ یونس۔ ۹۲) اور یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ فرعون کی ممی آج تک موجود ہے مگر اسی فرعون کے متعلق سورہ المومن میں اللہ نے فرمایا ہے "دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ (آل فرعون) پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہو گا کہ آل فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو"۔ (المومن۔ ۴۶)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرعون اور آل فرعون کو عذاب کہاں دیا جا رہا ہے پھر ہم اس دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ ہندو' چینی اور غالباً روسی بھی اپنے مردے جلا دیتے ہیں اور بہت سے لوگ جو جل کر مر جائیں' فضائی حادثے کا شکار ہو جائیں یا جنہیں سمندر کی مچھلیاں کھا جائیں تو انہیں تو قبر ملتی ہی نہیں انہیں عذاب کہاں دیا جاتا ہے؟۔

۳ ۔ قرآن مردوں کے متعلق یہ بتایا ہے۔

"مردے ہیں جان کی رمق تک نہیں ہے انہیں اپنے متعلق یہ تک نہیں معلوم کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر

کے) اٹھائے جائیں گے۔ (النحل - ۲۱)

اور فرمایا

(اے نبی) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔ (فاطر - ۲۲)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے جن میں جان کی رمق تک نہیں اور جو سن تک نہیں سکتے۔ ان کو عذاب کیسے دیا جارہا ہے؟

ج:۔ جناب نے میرے جواب کو یا تو پڑھا نہیں یا پھر سمجھا نہیں ' ورنہ آپ نے جتنے شبہات پیش کئے ہیں ان میں ایک شبہ بھی آپ کو پیش نہ آتا میں نے اپنے جواب میں لکھا تھا:

"اہلسنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیث طیبہ میں وارد ہے"۔

میں "متواتر احادیث" کا حوالہ دے رہا ہوں لیکن آنجناب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ جواب قرآن یا صحیح حدیث کی روشنی میں نہیں دیا؟ فرمایئے کہ "متواتر احادیث" کو "صحیح حدیث" نہیں کہتے؟۔ اور اس کے بعد آپ نے جو شبہات پیش کئے ہیں میں نے ان کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

"ظاہر ہے کہ برزخ کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بہتر جانتے تھے اس لئے اس عقیدہ پر ایمان لانا ضروری ہے اور محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار درست نہیں"۔

اگر آپ میرے اس فقرے پر غور کرتے تو آپ کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ ہوتا کہ جس عقیدے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں بیان فرمایا ہو اور پوری امت کے اکابر جس عقیدے پر متفق چلے آئے ہوں وہ قرآن کریم کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی سے آپ یہ بھی سمجھ سکتے تھے کہ عذاب قبر کی نفی پر آپ نے جن آیات کا حوالہ دیا آپ نے ان کا مطلب نہیں سمجھا اور غلط فہمی کی بنا پر آپ کو شبہ پیش آیا۔

عذاب قبر کی نفی وہی شخص کر سکتا ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات اس کے بارے میں موجود ہیں اور اگر اس بات کو جان لینے کے بعد کوئی شخص اس کا قائل نہیں تو اس کے معنی اس کے سوا کیا ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ سے اور چودہ صدیوں کے اکابر امت سے بڑھ کر قرآن فہمی کا مدعی ہو؟ جو آیات آپ نے عذاب قبر کی نفی پر پیش کی ہیں اگر ان سے واقعی عذاب قبر کی نفی ثابت ہوتی تو یہ تمام اکابر عذاب قبر کے کیسے قائل ہو سکتے تھے؟۔

چونکہ آپ کو اس اجمالی جواب سے تشفی نہیں ہوئی اس لئے مناسب ہے کہ آپ کے شبہات کا تفصیلی جواب بھی عرض کیا جائے۔ آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ فرعون اور آل فرعون کو صبح و شام (علی

الدوام) آگ پر پیش کیا جاتا ہے یہی عذاب قبر ہے جس کو قرآن کریم میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ فرعون کی لاش تو محفوظ ہے اس کو عذاب ہوتا ہوا ہمیں نظر نہیں آتا۔ پھر فرعون اور آل فرعون کو عذاب کہاں ہو رہا ہے ؟۔

اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص آپ کے پہلو میں لیٹے ہوئے کوئی مہیب خواب دیکھ رہا ہے آگ میں جل رہا ہے۔ پانی میں ڈوب رہا ہے' سانپ اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے' درندے اس پر حملہ آور ہو رہے ہیں' اسے پکڑ کر پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔ طرح طرح کی سزائیں اسے دی جا رہی ہیں وہ ایک زور کی چیخ مار کر خواب سے بیدار ہو جاتا ہے اس کے بدن پر لرزہ طاری ہے۔ جسم پسینے سے شرابور ہو رہا ہے آپ اس سے پوچھتے ہیں کیا ہوا؟ وہ اپنا خواب بیان کرتا ہے آپ اس سے کہتے ہیں کہ تم بڑے جھوٹے ہو' میں تمہارے پاس بیٹھا ہوا تھا مجھے تو نہ تمہاری آگ کے شعلے نظر آئے' نہ پانی کی لہریں دکھائی دیں' نہ میں نے تمہارے سانپ کی پھنکار سنی' نہ تمہارے درندوں کی دھاڑیں میرے کان میں پڑیں' نہ میں نے تمہارے طوق و سلاسل کو دیکھا...... فرمایئے! کیا آپ کی اس منطق سے وہ اپنے خواب کو جھٹلا دے گا؟ نہیں! بلکہ وہ کہے گا کہ تم بیدار تھے میں خواب کی جس دنیا میں تھا اس میں میرے ساتھ نہیں تھے۔ آپ دونوں کے درمیان صرف بیداری و خواب کا فاصلہ تھا۔ اس لئے خواب دیکھنے والے پر خواب میں جو حالات گزرے آپ پاس بیٹھے ہوئے ان حالات سے بے خبر رہے۔ اس طرح خوب سمجھ لیجئے کہ زندوں اور مردوں کے درمیان دنیا اور برزخ کا فاصلہ حائل ہے اگر مردوں پر گزرنے والے حالات کا زندہ لوگوں کو احساس و شعور نہ ہو تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ مردوں کو کوئی عذاب و ثواب نہیں ہو رہا' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا اور ان کا جہان الگ الگ ہے۔ اس لئے ہمیں ان کے حالات کا شعور نہیں۔ گو ان کے بدن ہمارے سامنے پڑے ہوں۔ آپ جب عالم برزخ میں پہنچیں گے وہاں آپ کو مشاہدہ ہو گا کہ فرعون کے اسی بدن کو عذاب ہو رہا ہے جو ہمارے سامنے پڑا ہے لیکن یہ عذاب ہمارے مشاہدہ سے ماوراء ہے جس طرح بیدار آدمی سونے والے کے حالات سے واقف نہیں لیکن خواب بیان کرنے والے کے اعتماد پر اس کے خواب کو تسلیم کرتا ہے اسی طرح اگرچہ ہم قبر اور برزخ کے حالات سے واقف نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے ان پر ایمان لائے ہیں۔ کسی چیز کا محض اس بنا پر انکار کر دینا کہ وہ ہمارے مشاہدہ سے بالاتر ہے عقلمندی نہیں حماقت ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ ملک الموت روح قبض کرتا ہے لوگ ہمارے سامنے مرتے ہیں ہم نے کبھی ملک الموت کو روح قبض کرتے نہیں دیکھا۔ مگر چونکہ یہ ہمارے مشاہدہ سے بالاتر چیز ہے اس لئے صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد کرتے ہوئے مشاہدہ کے بغیر اسے مانتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے اور گھنٹوں آپ سے گفتگو کرتے لیکن صحابہ کرامؓ کو نہ ان کا سراپا نظر آتا تھا نہ ان کی بات سنائی دیتی تھی۔ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر نزول جبرئیل علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے۔ پس جب ہم اللہ تعالیٰ کے وجود کو' اس کے فرشتوں کو' انبیاءؑ گزشتہ کو' ان کی کتابوں کو' آخرت کو' حشر و نشر کو' حساب و کتاب کو' جنت و دوزخ کو الغرض بے شمار غیبی حقائق کو جو ہمارے مشاہدہ سے ماوراء ہیں بے دیکھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر مان سکتے ہیں اور مانتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ برزخ اور قبر کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد کرتے ہوئے کیوں نہ مانیں۔ یہاں اپنے مشاہدہ کا حوالہ کیوں دیں؟۔

قبر کے حالات کا تعلق عالم برزخ سے ہے' جو عالم غیب کی چیز ہے اہل ایمان جس طرح دوسرے غیبی حقائق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے ایمان لاتے ہیں اسی طرح قبر اور برزخ کے ان حالات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

" الذین یومنون بالغیب " اہل ایمان کا پہلا وصف ہے اور غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو ہماری عقل و مشاہدہ سے ماوراء ہیں۔ پس ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ ان غیبی حقائق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر مانا جائے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم (خوف و دہشت کی بناء پر) مردوں کو دفن نہ کر سکو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں قبر کا وہ عذاب سنا دے جو میں سنتا ہوں "۔ (مشکوٰۃ ص۔ ۲۵)

آپ کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ جلا دیئے جاتے ہیں۔ بعض درندوں اور مچھلیوں کا لقمہ بن جاتے ہیں۔ انہیں قبر میں دفن کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی انہیں عذاب کہاں دیا جاتا ہے؟۔

یہ شبہ بھی نہایت سطحی ہے' مرنے والے کے اجزا خواہ کہیں متفرق ہو جائیں وہ علم الٰہی سے تو غائب نہیں ہو جاتے۔ صحیح بخاری میں اس شخص کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا کر آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی دریا میں بہا دینا کیونکہ میں بہت گنہگار ہوں اگر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ آ گیا تو مجھے سخت سزا ملے گی۔ مرنے کے بعد بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے برو بحر کے اجزا کو جمع فرما کر اسے زندہ فرمایا اور اس سے سوال کیا کہ تو نے یہ وصیت کیوں کی تھی؟۔

اگر اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت مسلّم ہے کہ وہ ہوا میں اڑائے ہوئے اور دریا میں بہائے ہوئے اجزا کو جمع کر سکتے ہیں تو یقین رکھئے کہ وہ ایسے شخص کو بھی برزخ میں ثواب و عذاب دینے پر بھی قادر ہیں۔ ہاں اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پے در پے متواتر ارشادات پر بھی ایمان نہ رکھتا ہو۔ صحابہ کرامؓ سے لے

کر آج تک کے تمام اکابر امت کے اجماعی عقیدے کو بھی لغو سمجھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور قدرت کاملہ میں بھی شک و شبہ ہو اسے اختیار ہے کہ قبر اور برزخ کے عذاب و ثواب کا شوق سے انکار کرے۔ جب وہ خود اس منزل سے گزرے گا تب یہ غیبی حقائق اس کے سامنے کھل جائیں گے مگر اس وقت کا ماننا بیکار ہو گا۔

اس میں کیا شبہ ہے مردے اس جہان والوں کے حق میں واقعی مردہ ہیں لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ ان میں برزخ کے عذاب و ثواب کا بھی شعور نہیں جب ہم اسی دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جاگنے والوں کو سونے والوں کے حالات کا شعور نہیں اور سونے والا بیداری کے حالات سے لاشعوری کے عالم میں چلا جاتا ہے لیکن خواب کے حالات سے وہ بے شعور نہیں تو اسی طرح کیوں نہ سمجھا جائے کہ مرنے والوں کو برزخی احوال کا پورا شعور ہے اگرچہ ہمیں ان کے شعور کا شعور نہیں "ولکن لاتشعرون" میں اسی حقیقت کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

آپ کا چوتھا شبہ یہ تھا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ بالکل بجا اور صحیح ہے۔ مگر اس آیت کریمہ میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ قبر والوں کو سنانا ہماری قدرت سے خارج ہے۔ یہ تو نہیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی خارج ہے نہ یہ کہ مرنے والوں میں کسی چیز کے سننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ قبر کے مردے دنیا والوں کی بات سنتے ہیں یا نہیں۔ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے آج تک چلا آیا ہے لیکن اس آیت کریمہ سے یہ سمجھنا کہ مردوں کو برزخ اور قبر کے حالات کا بھی شعور نہیں اہل حق میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ "الفقہ الاکبر" میں فرماتے ہیں:

اور قبر میں منکر نکیر کا سوال کرنا حق ہے اور بندہ کی طرف روح کا لوٹایا جانا حق ہے اور قبر کا بھینچنا حق ہے اور اس کا عذاب تمام کافروں کے لئے اور بعض مسلمانوں کے لئے حق ہے ضرور ہو گا۔

(شرح فقہ اکبر ص۔ ۱۲۱-۱۲۲)

حشر کے حساب سے پہلے عذاب قبر کیوں؟

س..... حشر کے روز انسان کو اس کے حساب کتاب کے بعد جزا یا سزا ملے گی۔ پھر یہ حساب کتاب سے پہلے عذاب قبر کیوں؟ ابھی تو اس کا مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا اور فیصلے سے پہلے سزا کا عمل کیوں شروع ہو جاتا ہے۔ مجرم کو قید تو کیا جا سکتا ہے۔ مگر فیصلے سے پہلے اسے سزا نہیں دی جاتی۔ پھر یہ عذاب قبر کس مد میں

جائے گا۔ برائے کرم تفصیل سے جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں؟

ج…… پوری جزا و سزا تو آخرت ہی میں ملے گی۔ جبکہ ہر شخص کا فیصلہ اس کے اعمال کے مطابق چکایا جائے گا، لیکن بعض اعمال کی کچھ جزا و سزا دنیا میں بھی ملتی ہے۔ جیسا کہ بہت سی آیات و احادیث میں یہ مضمون آیا ہے اور تجربہ و مشاہدہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے، اسی طرح بعض اعمال پر قبر میں بھی جزا و سزا ہوتی ہے۔ اور یہ مضمون بھی احادیث متواترہ میں موجود ہے۔ اس سے آپ کا یہ شبہ جاتا رہا کہ ابھی مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا تو سزا کیسی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پوری سزا تو مقدمہ پیش ہونے اور فیصلہ چکائے جانے کے بعد ہی ہوگی۔ برزخ میں جو سزا ہوگی اس کی مثال ایسی ہے جیسے مجرم کو حوالات میں رکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کیلئے برزخ کی سزا کفارۂ سیئات بن جائے۔ جیسا کہ دنیوی پریشانیاں اور مصیبتیں اہل ایمان کیلئے کفارہ سیات ہیں۔ بہرحال قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے ہر مومن کو پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۲۵)

عذاب قبر کا احساس زندہ لوگوں کو کیوں نہیں ہوتا؟

س…… ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ گناہ گار بندے کو قبر کا عذاب ہوگا۔ پرانے زمانے میں مصری لاشوں کو محفوظ کر لیا کرتے تھے اور آج کل اس سائنسی دور میں بھی لاشیں کئی ماہ تک سرد خانوں میں پڑی رہتی ہیں چونکہ قبر میں نہیں ہوتیں تو پھر اسے عذاب قبر کیسے ہوگا؟

ج…… آپ کے سوال کا منشاء یہ ہے کہ آپ نے عذاب قبر کو اس گڑھے کے ساتھ مخصوص سمجھ لیا ہے جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ عذاب قبر نام ہے اس عذاب کا جو مرنے کے بعد قیامت سے پہلے ہوتا ہے، خواہ میت کو دفن کر دیا جائے یا سمندر میں پھینک دیا جائے یا جلا دیا جائے یا لاش کو محفوظ کر لیا جائے اور یہ عذاب چونکہ دوسرے عالم کی چیز ہے اس لئے اس عالم میں اس کے آثار کا محسوس کیا جانا ضروری نہیں۔ اس کی مثال خواب کی سی ہے۔ خواب میں بعض اوقات آدمی پر سخت تکلیف دہ حالت گزرتی ہے لیکن پاس والوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

پیر کے دن موت اور عذاب قبر

س…… میں نے پڑھا ہے کہ جو شخص (مسلمان) جمعہ کے دن یا رات میں مرے گا عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا۔ آپ سے پیر والے دن اور رات کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ اس قسم کی کوئی فضیلت

ہے۔ حدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

ج..... پیر کے دن کے بارے میں تو معلوم نہیں جمعہ کے دن اور شب جمعہ میں مرنے والوں کیلئے عذاب قبر سے محفوظ رہنے کا مضمون ایک روایت میں آیا ہے مگر یہ روایت کمزور ہے۔

کیا روح اور جان ایک ہی چیز ہے

س:۔ کیا انسان میں روح اور جان ایک ہی چیز ہے یا روح علیحدہ اور جان علیحدہ چیز ہے۔ کیا جانوروں کے ساتھ بھی یہی چیز ہے۔ جب انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کیا جان اور روح دوبارہ ڈالی جائے گی۔

ج:۔ انسان اور حیوان کے درمیان جو چیز امتیاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حیوان کے اندر تو "روح حیوانی" ہوتی ہے جس کو "جان" کہتے ہیں اور انسان میں اس "روح حیوانی" کے علاوہ "روح انسانی" بھی ہوتی ہے، جس کو "نفس ناطقہ" یا "روح مجرد" بھی کہا جاتا ہے اور "روح حیوانی" اس نفس ناطقہ کے لئے مرکب کی حیثیت رکھتی ہے، موت کے وقت روح حیوانی تحلیل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے روح انسانی اور نفس ناطقہ کا انسانی بدن سے تدبیر و تصرف کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ برزخ میں بدن سے روح کا تعلق تدبیر و تصرف کا نہیں رہتا۔ بس اتنا تعلق فی الجملہ باقی رہتا ہے جس سے میت کو برزخی ثواب و عذاب کا ادراک ہو سکے۔ قیامت کے دن جب مردوں کو زندہ کیا جائے گا تو روح اور بدن کے درمیان پھر وہی تعلق قائم ہو جائے گا۔

قبر میں جسم اور روح دونوں کو عذاب ہو سکتا ہے

س..... قبر کا عذاب صرف جسم کو ہوتا ہے یا روح کو بھی ساتھ ہوتا ہے؟

ج..... قبر میں عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ روح کو بلاواسطہ اور بدن کو بواسطہ روح کے۔

موت کے بعد مردہ کے تأثرات

س..... موت کے بعد غسل، جنازے اور دفن ہونے تک انسانی روح پر کیا بیتتی ہے؟ اس کے کیا احساسات ہوتے ہیں؟ کیا وہ رشتہ داروں کو دیکھتا اور ان کی آہ و بکا کو سنتا ہے؟ جسم کو چھونے سے اسے تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟

ج..... موت کے بعد انسان ایک دوسرے جہان میں پہنچ جاتا ہے۔ جس کو "برزخ" کہتے ہیں، وہاں کے پورے حالات کا اس جہان میں سمجھنا ممکن نہیں، اس لئے نہ تو تمام کیفیات بتائی گئی ہیں، نہ ان

کے معلوم کرنے کا انسان مکلف ہے 'البتہ جتنا کچھ ہم سمجھ سکتے تھے عبرت کے لئے اس کو بیان کر دیا گیا ہے 'چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میت پہچانتی ہے کہ کون اسے غسل دیتا ہے' کون اسے اٹھاتا ہے' کون اسے کفن پہناتا ہے اور کون اسے قبر میں اتارتا ہے۔ (مسند احمد معجم اوسط طبرانی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو اگر نیک ہو تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور نیک نہ ہو تو کہتا ہے' ہائے بدقسمتی! تم مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب میت کا جنازہ لے کر تین قدم چلتے ہیں تو وہ کہتا ہے۔

"اے بھائیو! اے میری نعش اٹھانے والو! دیکھو! دنیا تمہیں دھوکا نہ دے۔ جس طرح اس نے مجھے دھوکا دیا' اور وہ تمہیں کھلونا نہ بنائے جس طرح اس نے مجھے کھلونا بنائے رکھا..... میں جو کچھ پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں وہ تو وارثوں کے کام آئے گا مگر بدلہ دینے والا مالک قیامت کے دن اس کے بارے میں مجھ سے جرح کرے گا اور اس کا حساب و کتاب مجھ سے لے گا۔ ہائے افسوس! کہ تم مجھے رخصت کر رہے ہو اور تنہا چھوڑ کر آ جاؤ گے۔ (ابن ابی الدنیا فی القبور)

ایک اور حدیث میں ہے (جو بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) کہ میت اپنے غسل دینے والوں کو پہچانتی ہے اور اپنے اٹھانے والوں کو قسمیں دیتی ہے 'اگر اسے روح و ریحان اور جنت نعیم کی خوش خبری ملی ہو تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر اسے جہنم کی بد خبری ملی ہو تو کہتا ہے خدا کے لئے مجھے نہ لے جاؤ۔ (ابوالحسن بن براء۔ کتاب الروضہ)

یہ تمام روایات حافظ سیوطیؒ کی "شرح صدور" سے لی گئی ہیں۔

قبر میں جسم سے روح کا تعلق

س..... انسان جب مر جاتا ہے تو اس کی روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے لیکن مردے سے جب قبر میں سوال و جواب ہوتا ہے تو کیا پھر روح کو مردہ جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مردے کو قوت گویائی عطا کر دیتا ہے۔ قبر میں عذاب صرف جسم کو ہوتا ہے یا روح کو بھی برابر کا عذاب ہوتا ہے؟

ج..... حدیث پاک میں روح کے لوٹانے کا ذکر آتا ہے۔ جس سے مراد ہے جسم سے روح کا تعلق قائم کر دیا جانا۔ روح خواہ علیین میں ہو یا سجین میں۔ اس کو بدن سے ایک خاص نوعیت کا تعلق ہوتا ہے۔ جس سے بدن کو بھی ثواب و عذاب اور رنج و راحت کا ادراک ہوتا ہے۔ عذاب و ثواب تو روح و بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ مگر دنیا میں روح کو بواسطہ بدن راحت و الم کا ادراک ہوتا ہے اور برزخ یعنی قبر میں بدن کو بواسطہ روح کے احساس ہوتا ہے اور قیامت میں دونوں کو بلاواسطہ ہو گا۔

نوٹ..... (۱) "علیین" کا مادہ علو ہے اور اس کا معنی بلندی ہے یعنی علیین آسمانوں پر ایک بہت

ہی عالی شان مقام ہے۔ جہاں نیک لوگوں کی ارواح پہنچائی جاتی ہیں وہاں ملاءِ اعلیٰ کی جماعت ان مقربین کی ارواح کا استقبال کرتی ہے۔

(۲) "سجین" کا مادہ سجن ہے اور سجن عربی زبان میں قید خانے کو کہتے ہیں۔ اس میں تنگی، ضیق اور پستی کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ سجین ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ غرض بد کاروں کے اعمال و ارواح مرنے کے بعد اسی قید خانے میں رکھی جاتی ہیں جبکہ نیک لوگوں کے اعمال اور ارواح ساتوں آسمانوں سے اوپر موجود علیین میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔

دفنانے کے بعد روح اپنا وقت کہاں گزارتی ہے؟

س..... دفنانے کے بعد روح اپنا وقت آسمان پر گزارتی ہے، یا قبر میں، یا دونوں جگہ؟

ج..... اس بارے میں روایات بھی مختلف ہیں اور علماء کے اقوال بھی مختلف ہیں، مگر تمام نصوص کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ نیک ارواح کا اصل مستقر علیین ہے (مگر اس کے درجات بھی مختلف ہیں) بد ارواح کا اصل ٹھکانا سجین ہے اور ہر روح کا ایک خاص تعلق اس کے جسم کے ساتھ کر دیا جاتا ہے، خواہ جسم قبر میں مدفون ہو یا دریا میں غرق ہو، یا کسی درندے کے پیٹ میں۔ الغرض جسم کے اجزاء جہاں جہاں ہوں گے روح کا ایک خاص تعلق ان کے ساتھ قائم رہے گا۔ اور اسی خاص تعلق کا نام برزخی زندگی ہے۔ جس طرح نور آفتاب سے زمین کا ذرہ چمکتا ہے۔ اسی طرح روح کے تعلق سے جسم کا ہر ذرہ "زندگی" سے منور ہو جاتا ہے، اگرچہ برزخی زندگی کی حقیقت کا اس دنیا میں معلوم کرنا ممکن نہیں۔

کیا روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے؟

س..... روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا وہ جن جگہوں کو پہچانتی ہے، مثلاً گھر، وہاں جا سکتی ہے؟

ج..... کفار و فجار کی روحیں تو "سجین" کی جیل میں مقید ہوتی ہیں۔ ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نیک ارواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا۔ اس لئے اس سلسلہ میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روح اپنے تصرفات کے لئے جسم کی محتاج ہے۔ جس طرح جسم روح کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا، اسی طرح روح بھی جسم کے بغیر تصرفات نہیں کر سکتی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ موت کے بعد اس ناسوتی جسم کے تصرفات ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے مرنے کے بعد روح اگر کوئی تصرف کر سکتی ہے تو مثالی جسم سے کر سکتی ہے چنانچہ احادیث میں انبیاء کرام، صدیقین،

شہداء اور بعض صالحین کے مثالی جسم دیئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جن ارواح کو مرنے کے بعد مثالی جسم عطا کیا جاتا ہے وہ اگر باذن اللہ کہیں آتی جاتی ہوں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً لیلتہ المعراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کیلئے بیت المقدس میں جمع ہونا' شہداء کا جنت میں کھانا پینا اور سیر کرنا۔ اس کے علاوہ صالحین کے بہت سے واقعات اس قسم کے موجود ہیں لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس کے لئے کوئی ضابطہ متعین کرنا مشکل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب احد سے واپس ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا) پس ان کی زیارت کرو' اور ان کو سلام کہو' پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں سلام کہے گا ان کو کوئی شخص مگر یہ ضرور جواب دیں گے اس کو قیامت تک۔ (حاکم و صححہ بیہقی' طبرانی)

مسند احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد نقل کیا ہے" کہ میں اپنے گھر میں (یعنی حجرۂ شریفہ روضہ مطہرہ میں) داخل ہوتی تو پردہ کے کپڑے اتار دیتی تھی' میں کہا کرتی تھی کہ یہ تو میرے شوہر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرے والد ماجد ہیں' لیکن جب سے حضرت عمرؓ دفن ہوئے اللہ کی قسم میں کپڑے لپیٹے بغیر کبھی داخل نہیں ہوئی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی بناء پر۔ (مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور ص ۱۵۴)

کیا روحوں کا دنیا میں آنا ثابت ہے

س..... کیا روحیں دنیا میں آتی ہیں یا عالم برزخ میں ہی قیام کرتی ہیں؟ اکثر ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے روحیں اپنے اعزہ کے پاس آتی ہیں۔ شب برات میں بھی روحوں کی آمد کے بارے میں سنا ہے۔ آپ اس مسئلے کی ضرور وضاحت کیجئے مرنے کے بعد سوم' دسواں اور چہلم کی شرعی حیثیت کی وضاحت بھی بذریعہ اخبار دیجئے تاکہ عوام الناس کا بھلا ہو۔

ج..... دنیا میں روحوں کے آنے کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں اور نہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث ہی وارد ہے۔ سومؔ' دسواں اور چہلم خود ساختہ رسمیں ہیں۔ ان کی مکمل تفصیل آپ کو میری کتاب "اختلاف امت اور صراط مستقیم" میں ملے گی۔

کیا روحیں جمعرات کو آتی ہیں؟

س..... سنا ہے کہ ہر جمعرات کو ہر گھر کے دروازے پر روحیں آتی ہیں' کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا

جمعرات کی شام کو ان کیلئے دعا کی جائے؟

ج...... جمعرات کو روحوں کا آنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں نہ اس کا کوئی شرعی ثبوت ہے باقی دعا واستغفار اور ایصال ثواب ہر وقت ہو سکتا ہے۔ اس میں جمعرات کی شام کی تخصیص بے معنی ہیں۔

کیا مرنے کے بعد روح چالیس دن تک گھر آتی ہے؟

س:۔ کیا چالیس دن تک روح مرنے کے بعد گھر آتی ہے۔

ج:۔ روحوں کا گھر آنا غلط ہے۔

حادثاتی موت مرنے والے کی روح کا ٹھکانا

س ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو ہنگامی موت یا حادثاتی موت مر جاتے ہیں یا کسی کے مار ڈالنے سے۔ سوایسے لوگوں کی روحیں برزخ میں نہیں جاتیں وہ کہیں خلاء میں گھومتی رہتی ہیں اور متعلقہ افراد کو بسا اوقات دھمکیاں دینے آجاتی ہیں۔ مگر مجھے یہ سب باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ میرا خیال ہے کہ روح پرواز کے بعد علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے اور ہر ایک کے لئے برزخ ہے اور قیامت تک وہ وہیں رہتی ہے۔ براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں میری تشفی فرمائیے۔

ج ان صاحب کا دعویٰ غلط اور دور جاہلیت کی سی توہم پرستی پر مبنی ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں آپ کا نظریہ صحیح ہے۔ مرنے کے بعد نیک ارواح کا مستقر علیین ہے اور کفار وفجار کی ارواح سجین کے قید خانہ میں بند ہوتی ہیں۔

روح پرواز کرنے کے بعد قبر میں سوال کا جواب کس طرح دیتی ہے؟

س...... موت واقع ہوتے ہی روح پرواز کر جاتی ہے جسم دفن ہونے کے بعد یہ روح دوبارہ واپس آکر منکر ونکیر کے سوالوں کے جواب کیسے دیتی ہے؟

ج...... قبر میں روح کا ایک خاص تعلق جس کی کیفیت کا ادراک ہم نہیں کر سکتے جسم سے قائم کر دیا جاتا ہے جس نے مردہ میں حس وشعور پیدا ہو جاتا ہے۔

مرنے کے بعد روح دوسرے قالب میں نہیں جاتی

س...... کیا انسان دنیا میں جب آتا ہے تو دو وجود لے کر آتا ہے ایک فنا اور دوسرا بقاء' فنا والا وجود تو

بعد مرگ دفن کر دینے پر مٹی کا بنا ہوا تھا مٹی میں مل گیا۔ بقاء ہمیشہ قائم رہتا ہے مہربانی فرما کر اس سوال کا حل قرآن وحدیث کی رو سے بتائیں کیونکہ میرا دوست الجھ گیا ہے یعنی دوسرے جنم کے چکر میں۔

ج..... اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور دوبارہ اس کو کسی اور قالب میں دنیا میں پیدا نہیں کیا جاتا 'آواگون والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک ہی روح لوٹ لوٹ کر مختلف قالبوں میں آتی رہتی ہے، کبھی انسانی قالب میں کبھی کتے، گدھے اور سانپ وغیرہ کی شکل میں۔ یہ نظریہ عقلاً و نقلاً غلط ہے۔

کیا قیامت میں روح کو اٹھایا جائے گا

س..... سنا ہے کہ مرنے کے بعد قبر کے اندر انسان جاتے ہیں یہی اعضاء گل سڑ کر کیڑوں مکوڑوں کی نذر ہو جاتے ہیں اگر یہی اعضاء کسی ضرورت مند کو دے دیئے جائیں تو وہ شخص زندگی بھر اس عطیہ دینے والے کو دعائیں دیتا رہے گا۔ کہا جاتا ہے کہ انسان جس حالت میں مرا ہو گا اسی حالت میں اسے اٹھایا جائے گا۔ یعنی اگر اس کے اعضاء نکال دیئے گئے ہوں گے تو وہ بغیر اعضاء کے اٹھایا جائے گا۔ مثلاً اندھا وغیرہ جبکہ اسلامی کتابوں سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز انسان کے جسموں کو نہیں بلکہ اس کی روح کو اٹھایا جائے گا۔

ج..... اعضاء کا گل سڑ جانا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ میت کے اعضاء بھی کاٹ لینا جائز ہے۔ معلوم نہیں آپ نے کون سی اسلامی کتابوں میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ قیامت کے روز انسان کے جسم کو نہیں بلکہ صرف اس کی روح کو اٹھایا جائے گا۔ میں نے جن اسلامی کتابوں کو پڑھا ہے ان میں تو حشر جسمانی لکھا ہے۔

برزخی زندگی کیسی ہوگی

س..... روزنامہ جنگ کراچی کے صفحہ "اقراء" میں آپ کا مفصل مضمون روح کے بارے میں پڑھا جو کہ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا اس مضمون کو پڑھنے کے بعد چند سوالات ذھن میں آئے ہیں جو گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے لکھا ہے کہ "کفار و فجار کی روحیں تو "سجین" کی جیل میں مقید ہوتی ہیں۔ ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نیک ارواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا"۔ اور آپ نے لکھا ہے۔

"اگر باذن اللہ (نیک ارواح) کہیں آتی جاتی ہیں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی"۔
کیا ان دو باتوں کا ثبوت کہیں قرآن و حدیث سے ملتا ہے؟
حالانکہ قرآن میں سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
ترجمہ..... (سب مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ (آڑ) حائل ہے دوسری زندگی تک یعنی مرنے کے بعد دنیا میں واپس نہیں آسکتے، خواہ وہ نیک ہوں یا بد جیسا کہ سورہ یٰسین میں آیا ہے۔
ترجمہ..... "کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا، اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے"۔

اس بات کا ایک اور ثبوت ترمذی اور بیہقی کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا بات ہے میں تم کو غم زدہ پا رہا ہوں۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جواب میں عرض کیا کہ والد" احد" میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض باقی ہے اور کنبہ بڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جابرؓ! کیا تم کو میں یہ بات بتاؤں کہ اللہ نے کسی سے بھی پردے کے بغیر بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے آمنے سامنے ہو کر کہا کہ عبد اللہ مانگو۔ تم کو دوں گا۔ تمہارے باپ نے کہا مالک مجھے پھر دنیا میں واپس لوٹا دے تاکہ میں دوسری بار تیری راہ میں قتل کیا جاؤں اس پر مالک عز و جل نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے یہ بات کہی جاچکی ہے کہ لوگ دنیا سے چلے آنے کے بعد پھر اس کی طرف واپس نہ جاسکیں گے۔ (ترمذی و بیہقی)

عموماً لوگ کہتے ہیں کہ یہاں مراد جسمانی جسم کے ساتھ ہے کیونکہ جسم بغیر روح کے بے معنی ہے اور روح بغیر جسم کے۔ اگر یہ بات تسلیم کی جائے کہ صرف روح دنیا میں آ جاتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روح سنتی بھی ہے اور دیکھتی بھی ہے تو یہ بات سورۂ مومنون کی آیات سے ٹکراتی ہے سورۂ "احقاف" میں اللہ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ دنیا سے گزر جانے والے لوگوں کو دنیاوی حالات کی کچھ خبر نہیں رہتی۔ ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ..... اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو آواز دے حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے وہ تو ان کی پکار سے غافل ہیں۔ (الاحقاف آیت ۵، ۶)

دراصل یہی وہ گمراہ کن عقیدہ ہے جو شرک کی بنیاد بنتا ہے۔ لوگ نیک بزرگوں کو زندہ و حاضر و ناظر سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کیلئے پکارتے ہیں اور اللہ کے ساتھ ظلم عظیم کرتے ہیں۔
از راہ کرم ان باتوں کو کسی قریبی اشاعت میں جگہ دیں تاکہ لوگوں کے دل میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات دور ہو سکیں۔ اللہ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو گا۔

ج..... یہ تو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ موت فنائے محض کا نام نہیں کہ مرنے کے بعد آدمی معدوم محض ہو جائے بلکہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں اور زندگی کے ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہونے کا نام موت ہے۔ پہلے دور کو "دنیوی زندگی" کہتے ہیں اور دوسرے دور کا نام قرآن کریم نے "برزخ" رکھا ہے۔

برزخ اس آڑ اور پردے کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو۔ چونکہ یہ برزخی زندگی ایک عبوری دور ہے اس لئے اس کا نام "برزخ" تجویز کیا گیا۔

آپ نے سوال میں جو احادیث نقل کی ہیں ان کا مدعا واضح طور پر یہ ہے کہ مرنے والے عام طور پر "برزخ" سے دوبارہ دنیوی زندگی کی طرف واپس نہیں آتے (البتہ قرآن کریم میں زندہ کئے جانے کے جو واقعات مذکور ہیں، ان کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا)

اور میں نے جو لکھا ہے کہ "اگر باذن اللہ نیک ارواح کہیں آتی جاتی ہوں تو اس کی نفی نہیں کی سکتی"۔ اس سے دنیوی زندگی اور اس کے لوازمات کی طرف پلٹ آنا مراد نہیں کہ ان آیات و احادیث کے منافی ہو۔ بلکہ برزخی زندگی ہی کے دائرے میں آمد و رفت مراد ہے اور وہ بھی باذن الٰہی.....

رہا آپ کا یہ ارشاد کہ۔

"دراصل یہی وہ گمراہ کن عقیدہ ہے جو شرک کی بنیاد بنتا ہے لوگ نیک بزرگوں کو زندہ اور حاضر و ناظر سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں"۔

اگر اس سے آپ کی مراد "برزخی زندگی" ہے تو جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہ اسلامی عقیدہ ہے اس کو گمراہ کن عقیدہ کہہ کر شرک کی بنیاد قرار دینا صحیح نہیں۔ جبکہ حضرت جابرؓ کی وہ حدیث جو آپ نے سوال میں نقل کی ہے وہ خود اس "برزخی زندگی" کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور پھر شہداء کو تو صراحتاً زندہ کہا گیا ہے اور ان کو مردہ کہنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ شہداء کی یہ زندگی بھی برزخی ہی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ دنیوی زندگی کا دور تو ان کا بھی پورا ہو چکا ہے۔ بہرحال "برزخی زندگی" کے عقیدے کو گمراہ کن نہیں کہا جا سکتا۔ رہا لوگوں کا بزرگوں کو حاضر و ناظر سمجھ کر انہیں دستگیری کے لئے پکارنا! تو اس کا "برزخی زندگی" سے کوئی جوڑ نہیں، نہ یہ زندگی اس شرک کی بنیاد ہے۔

اولاً..... مشرکین تو پتھروں، مورتیوں، درختوں، دریاؤں، چاند، سورج اور ستاروں کو بھی نفع و نقصان کا مالک سمجھتے اور ان کو حاجت روائی اور دستگیری کیلئے پکارتے ہیں۔ کیا اس شرک کی بنیاد ان چیزوں کی "برزخی زندگی" ہے؟ دراصل جہلاء شرک کیلئے کوئی بنیاد تلاش نہیں کیا کرتے، شیطان ان کے کان میں جو افسوں پھونک دیتا ہے وہ ہر دلیل اور منطق سے آنکھیں بند کر کے اس کے القاء کی پیروی

شروع کر دیتے ہیں۔ جب پوجنے والے بے جان پتھروں تک کو پوجنے سے باز نہیں آتے تو اگر کچھ لوگوں نے بزرگوں کے بارے میں مشرکانہ غلو اختیار کر لیا تو اسلامی عقیدے سے اس کا کیا تعلق؟

ثانیاً..... جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ مشرکین عرب فرشتوں کو بھی خدائی میں شریک، نفع و نقصان کا مالک اور خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے اور تقرب الی اللہ کیلئے ان کی پرستش کو وسیلہ بناتے تھے کیا ان کے اس جاہلانہ عقیدے کی وجہ سے فرشتوں کی حیات کا انکار کر دیا جائے؟ حالانکہ ان کی حیات برزخی نہیں دنیوی ہے اور زمینی نہیں آسمانی ہے۔ اب اگر کچھ لوگوں نے انبیاء و اولیاء کی ذوات مقدسہ کے بارے میں بھی وہی ٹھوکر کھائی جو مشرکین عرب نے فرشتوں کے بارے میں کھائی تھی تو اس میں اسلام کے "حیات برزخی" کے عقیدے کا کیا قصور ہے؟ اور اس کا انکار کیوں کیا جائے.....؟

ثالثاً..... جن بزرگوں کو لوگ بقول آپ کے زندہ سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کیلئے پکارتے ہیں، وہ اسی دنیا میں لوگوں کے سامنے زندگی گزار کر تشریف لے گئے ہیں۔ یہ حضرات اپنی پوری زندگی میں توحید و سنت کے داعی اور شرک و بدعت سے مجتنب رہے۔ اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائیں کرتے رہے، انہیں بھوک میں کھانے کی ضرورت ہوتی تھی۔ بیماری میں دوا دارو اور علاج معالجہ کرتے تھے۔ انسانی ضروریات کے محتاج تھے ان کی یہ ساری حالتیں لوگوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھیں اس کے باوجود لوگوں نے ان کے تشریف لے جانے کے بعد ان کو نفع و نقصان کا مالک و مختار سمجھ لیا اور انہیں دستگیری و حاجت روائی کیلئے پکارنا شروع کر دیا، جب ان کی تعلیم، ان کے عمل اور ان کی انسانی احتیاج کے علی الرغم لوگوں کے عقائد میں غلو در آیا تو کیا "حیات برزخی" (جو بالکل غیر محسوس چیز ہے) کے انکار سے اس غلو کی اصلاح ہو جائے گی؟

الغرض نہ حیات برزخی کے اسلامی عقیدے کو شرک کی بنیاد کہنا صحیح ہے، نہ اس کے انکار سے لوگوں کے غلو کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ان کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں قرآن و سنت اور خود ان بزرگوں کی تعلیمات سے پورے طور پر آگاہ کیا جائے۔

"حیات برزخی" کے ضمن میں آپ نے "سماع موتیٰ" کا مسئلہ بھی اٹھایا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے سے اختلافی چلا آ رہا ہے۔ اس لئے میں بحث نہیں کرنا چاہتا البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ سماع موتیٰ کا مسئلہ بھی اس شرک کی بنیاد نہیں جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، اس کی دلیل میں ایک چھوٹی سی بات عرض کرتا ہوں آپ کو معلوم ہو گا کہ بہت سے فقہائے حنفیہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں اس کے باوجود ان کا فتویٰ یہ ہے۔

وفی البزازیۃ قال علمائنا من قال ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر (البحر الرائق

ج ۵ ۔ ص ۱۲۴)

ترجمہ..... "فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر اور وہ سب کچھ جانتی ہیں، تو ایسا شخص کافر ہوگا"۔

اس عبارت سے آپ یہی نتیجہ اخذ کریں گے کہ سماع موتیٰ کے مسئلہ سے نہ بزرگوں کی ارواح کا حاضر و ناظر ہونا لازم آتا ہے، نہ عالم الغیب ہونا۔ ورنہ فقہائے حنفیہ جو سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ یہ فتویٰ نہ دیتے۔

آپ نے سورۂ احقاف کی جو آیت نقل فرمائی ہے اس کو حضرات مفسرین نے مشرکین عرب سے متعلق قرار دیا ہے، جو بتوں کو پوجتے تھے۔ گویا لا یستجیبون اور غافلون کی یہ دونوں صفات جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں وہ بتوں کی صفات ہیں جو جماد محض تھے، لیکن اگر اس آیت کو تمام معبودانِ باطل کیلئے عام بھی مان لیا جائے تب بھی اس سے ان کی حاجت روائی پر قادر نہ ہونا اور غائب ہونا تو لازم آتا ہے مگر اس سے حیات کی نفی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ عموم کی حالت میں یہ آیت فرشتوں کو بھی شامل ہوگی اور آپ جانتے ہیں کہ ان سے قدرت اور حاضر و ناظر ہونے کی نفی تو صحیح ہے مگر حیات کی نفی صحیح نہیں بلکہ خلاف واقعہ ہے۔

آخر میں گزارش ہے کہ "برزخ" جو دنیا و آخرت کے درمیان واقع ہے ایک مستقل جہان ہے اور ہماری عقل و ادراک کے دائرے سے ماورا ہے۔ اس عالم کے حالات کو نہ دنیوی زندگی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ نہ اس میں اندازے اور تخمینے لگائے جاسکتے ہیں۔ یہ جہان چونکہ ہمارے شعور و احساس اور وجدان کی حدود سے خارج ہے اس لئے عقل صحیح کا فیصلہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے جو حالات ارشاد فرمائے (جو صحیح اور مقبول احادیث سے ثابت ہوں) انہیں رد کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ نہ قیاس و تخمین سے کام لیا جائے۔

اہل قبور کے بارے میں چند ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے اس مضمون میں نقل کر چکا ہوں، جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے اور چند امور یہ ہیں (۱) قبر میں میت کے بدن میں روح کا لوٹایا جانا (۲) منکر نکیر کا سوال و جواب کرنا (۳) قبر کا عذاب و راحت (۴) بعض اہل قبور کا نماز و تلاوت میں مشغول ہونا (۵) اہل قبور (جو مومن ہوں) کا ایک دوسرے سے ملاقات کرنا (۶) اہل قبور کو سلام کہنے کا حکم (۷) اہل قبور کی طرف سے سلام کا جواب دیا جانا (۸) اہل قبور کو دعا و استغفار اور صدقہ خیرات سے نفع پہنچنا (۹) برزخی حدود کے اندر اہل ایمان کی ارواح کا باذن الٰہی کہیں آنا جانا جیسا کہ شب معراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کا بیت المقدس میں اجتماع ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جو چیزیں ثابت ہیں ان سے انکار نہ کیا جائے اور جو ثابت نہیں ان پر اصرار نہ کیا جائے یہی صراط مستقیم ہے، جس کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ واللہ الموفق۔

بزرگوں کے مزار پر عرس کرنا، چادریں چڑھانا ان سے منتیں مانگنا ہے

س:۔ کئی جگہ پر کچھ بزرگوں کے مزار بنائے جاتے ہیں (آج کل تو بعض نقلی بھی بن رہے ہیں) اور ان پر ہر سال عرس ہوتے ہیں، چادریں چڑھائی جاتی ہیں، ان سے منتیں مانگی جاتی ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟۔

ج:۔ یہ بالکل ناجائز اور حرام ہے، بزرگوں کے عرسوں کے رواج کی بنیاد غالباً یہ ہوگی کہ کسی شیخ کی وفات کے بعد ان کے مریدین ایک جگہ جمع ہو جایا کریں اور کچھ وعظ و نصیحت ہو جایا کرے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ مقصد تو غائب ہو گیا اور بزرگوں کے جانشین باقاعدہ استخوان فروشی کا کاروبار کرنے لگے اور "عرس شریف" کے نام سے بزرگوں کی قبروں پر سینکڑوں بدعات و محرمات اور خرافات کا ایک سیلاب امڈ آیا اور جب قبر فروشی کا کاروبار چمکتا دیکھا تو لوگوں نے "جعلی قبریں" بنانا شروع کر دیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قبر پر پھول ڈالنا خلاف سنت ہے

س...... اپنے عزیزوں کی قبر پر پانی ڈالنا، پھول ڈالنا، آٹا ڈالنا اور اگر بتی جلانا صحیح ہے یا غلط؟

ج...... دفن کے بعد پانی چھڑک دینا جائز ہے۔ پھول ڈالنا خلاف سنت ہے، آٹا ڈالنا مہمل بات ہے اور اگر بتی جلانا مکروہ و ممنوع ہے۔

قبروں پر پھول ڈالنے کے بارے میں شاہ تراب الحق کا موقف

گزشتہ جمعہ ۱۲ دسمبر روزنامہ جنگ میں سوالات وجوابات کے کالم میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جناب یوسف لدھیانوی صاحب نے قبروں پر پھول ڈالنے کو خلاف سنت قرار دیا ہے۔ بحیثیت ایک سنی مذہبی خیالات رکھنے کے پیش نظر ہمارا فرض ہے کہ ہم صحیح مسئلہ کی نشاندہی کریں۔ واضح ہو کہ قبر پر پھول ڈالنا قطعی خلاف سنت نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ساتھ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں قبروں پر عذاب ہو رہا ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ لی اور اس کو چیر کر دونوں قبروں پر ایک ایک گاڑ دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی، ان پر عذاب میں کمی رہے گی۔ (مشکوٰۃ شریف باب آداب الخلاء فصل اول) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ

میں فرمایا کہ اس حدیث سے ایک جماعت نے دلیل پکڑی ہے کہ قبروں پر سبزی پھول اور خوشبو ڈالنے کا جواز ہے۔ ملا علی قاری نے مرقات میں اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ مزاروں پر تر پھول ڈالنا سنت ہے۔ نیز علامہ عبدالغنی نابلسیؒ نے بھی "کشف النور" میں اس کی تصریح فرمائی۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں صفحہ ۳۶۴ میں ہے کہ ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی رو سے فتویٰ دیا کہ خوشبو اور پھول قبر پر چڑھانے کی جو عادت ہے وہ سنت ہے فقہ حنفیہ کی مشہور و معروف کتاب فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیت جلد پنجم باب زیارت القبور میں قبروں پر پھول ڈالنے کو اچھا فعل لکھا ہے۔ نیز علامہ شامی نے بھی شامی میں جو فقہ حنفیہ کی معروف کتاب ہے' جلد اول بحث زیارت القبور میں اسے مستحب کہا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قبروں پر پھول ڈالنے کو خلاف سنت کہنا سخت جہالت اور علم دین کی کتب احادیث و کتب فقہ سے نابلد ہونے کی دلیل ہے۔ ہمارے خیال میں روزنامہ جنگ کو اس قسم کی دل آزاری والی بحث سے بچنا چاہئے اور جواب دینے والوں کو بھی تنبیہ کر دینا چاہئے۔ شاہ تراب الحق قادری

مسئلہ کی تحقیق یعنی قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے

س...... روزنامہ جنگ ۱۲ دسمبر کی اشاعت میں آپ نے جو ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ قبروں پر پھول چڑھانا خلاف سنت ہے۔ ۱۹ دسمبر کی اشاعت میں ایک صاحب شاہ تراب الحق قادری نے آپ کو جاہل اور کتاب و سنت سے بے بہرہ قرار دیتے ہوئے اس کو سنت لکھا ہے۔ جس سے کافی لوگ تذبذب میں مبتلا ہو گئے۔ براہ کرم یہ خلجان دور کیا جائے۔

ج...... اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے چند امور کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ "سنت" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو کہتے ہیں۔ خلفاء راشدین اور صحابہ و تابعین کے عمل کو بھی سنت کے ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔ جو عمل خیر القرون کے بعد ایجاد ہوا ہو وہ سنت نہیں کہلاتا۔ قبروں پر پھول ڈالنا اگر ہمارے دین میں سنت ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اس پر عمل پیرا ہوتے' لیکن پورے ذخیرۂ حدیث میں ایک روایت بھی نہیں ملتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی خلیفہ راشد' کسی صحابی یا کسی تابعی نے قبروں پر پھول چڑھائے ہوں۔ اس لئے یہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' نہ خلفاء راشدینؓ کی' نہ صحابہؓ کی' نہ تابعینؒ کی۔

۲۔ ہمارے دین میں قرآن و حدیث اور اجماع امت کے بعد ائمہ مجتہدین کا اجتہاد بھی شرعی حجت ہے۔ پس جس عمل کو کسی امام مجتہد نے جائز یا مستحسن قرار دیا ہو وہ بھی سنت ہی سے ثابت شدہ چیز سمجھی جائے گی۔ قبروں پر پھول چڑھانے کو کسی امام مجتہد نے بھی مستحب قرار نہیں دیا۔ فقہ حنفی کی تدوین ہمارے امام

اعظمؒ اور ان کے عالی مرتبت شاگردوں کے زمانہ سے شروع ہوئی اور ہمارے ائمہ فقہاءؒ نے تمام سنن و آداب کو ایک ایک کر کے مدون فرمایا مگر ہمارے پورے فقہی ذخیرہ میں کسی امام کا یہ قول ذکر نہیں کیا گیا کہ قبروں پر پھول چڑھانا بھی سنت ہے یا مستحب ہے اور نہ کسی امام و فقیہ سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے کسی قبر پر پھول چڑھائے ہوں۔

۳۔ جیسا کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے۔ تین صدیوں کے بعد سے متاخرین کا دور شروع ہوتا ہے' یہ حضرات خود مجتہد نہیں تھے۔ بلکہ ائمہ مجتہدین کے مقلد تھے' ان کے استحسان سے کسی فعل کا سنت یا مستحب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شریفہ میں فتاویٰ غیاثیہ سے نقل کرتے ہیں کہ۔

"شیخ امام شہیدؒ نے فرمایا کہ ہم مشائخ بلخ کے استحسان کو نہیں لیتے۔ بلکہ ہم صرف اپنے متقدمین اصحاب کے قول کو لیتے ہیں کیونکہ کسی علاقہ میں کسی چیز کا رواج ہو جانا اس کے جواز کی دلیل نہیں۔ جواز کی دلیل وہ تعامل ہے' جو صدر اول (زمانہ خیر القرون) سے چلا آتا ہو۔ تا کہ یہ دلیل ہو اس بات کی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس عمل پر برقرار رکھا تھا۔ کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہی تشریع ہوگی۔ لیکن جو تعامل کہ صدر اول سے متواتر چلا نہ آتا ہو تو بعد کے لوگوں کا فعل حجت نہیں۔ الا یہ کہ اس پر تمام ملکوں کے تمام انسانوں کا تعامل ہو۔ یہاں تک کہ اجماع ہو جائے اور اجماع حجت ہے۔ دیکھئے۔ اگر لوگوں کا تعامل شراب فروش یا سود خوری پر ہو جائے تو اس کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا"۔ (مکتوب ۵۴ دفتر دوم)

امام شہیدؒ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ اگر مشائخ متاخرین نے قبروں پر پھول چڑھانے کے استحسان کا فتویٰ دیا ہوتا تب بھی ہم اس فعل کو "سنت" نہیں کہہ سکتے تھے۔ لیکن ہمارے متاخرین مشائخ میں سے بھی کسی نے کبھی قبروں پر پھول چڑھانے کے جواز یا استحسان کا فتویٰ نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ملا علی قاریؒ اور علامہ شامیؒ نے متاخرین شافعیہ کا فتویٰ تو نقل کیا ہے (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) مگر انہیں کسی حنفی فقیہ کا متاخرین میں سے کوئی بھی قول نہیں مل سکا۔ اب انصاف کیا جا سکتا ہے کہ جو عمل نہ تو صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو' نہ صحابہ و تابعین سے' نہ ہمارے ائمہ مجتہدین سے' نہ ہمارے متقدمین و متاخرین سے' کیا اس کو سنت کہا جا سکتا ہے؟۔

۴۔ شاہ صاحب نے مشکوٰۃ آداب الخلاء سے جو حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر شاخیں گاڑی تھیں۔ اس سے عام قبروں پر پھول چڑھانے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ حدیث میں صراحت ہے کہ یہ شاخیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں یا گناہ گار مسلمانوں کی ایسی قبروں پر گاڑی تھیں' جو خدا تعالیٰ کے قہر و عذاب کا مورد تھیں۔ عام قبروں پر شاخیں گاڑنا آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا معمول نہیں تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاملہ شاذ و نادر فساق کی مقہور و معذب قبروں کے ساتھ فرمایا وہی سلوک اولیاء اللہ کی قبور طیبہ کے ساتھ روا رکھنا ان اکابر کی سخت اہانت ہے اور پھر اس کو "سنت" کہنا ستم بالائے ستم ہے۔ سنت تو جب ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ گاروں کی قبروں کی بجائے (جن کا معذب ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی قطعی سے معلوم ہو گیا تھا) اپنے چہیتے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ یا اپنے لاڈلے اور...... محبوب بھائی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ یا کسی اور مقدس صحابیؓ کی قبر سے یہ سلوک فرمایا ہوتا۔

۵۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ان قبروں کا معذب ہونا وحی قطعی سے معلوم ہو گیا تھا اور جیسا کہ صحیح مسلم (صفحہ ۴۱۸ ج ۲) میں حضرت جابرؓ کی حدیث میں تصریح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے شفاعت فرمائی تھی اور قبولیت شفاعت کی مدت کے لئے بطور علامت شاخیں نصب فرمائی تھیں۔ اس لئے اول تو یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اور اس کا شمار معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا جاتا ہے۔ بالفرض کوئی شخص اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور معجزہ تسلیم نہ کرے تب بھی اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو کسی قطعی ذریعہ سے کسی قبر کا معذب و مقہور ہونا معلوم ہو جائے اور وہ شفاعت کی اہلیت بھی رکھتا ہو وہ بطور علامت قبر پر شاخیں نصب کر سکتا ہے لیکن اس حدیث سے عام قبروں پر شاخیں گاڑنے اور پھول چڑھانے کا سنت نبویؐ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس مضمون کا اس حدیث سے کوئی دور کا تعلق ہے۔ حافظ بدر الدین عینیؒ عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔ "اسی طرح جو فعل کہ اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا۔ یہ کوئی چیز نہیں (لیس بشئی) سنت اگر ہے تو صرف شاخ کا گاڑنا ہے"۔ (صفحہ ۸۷۹ ج ۱)

۶۔ شاہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی اشعۃ اللمعات کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک جماعت نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ قبروں پر سبزی اور پھول اور خوشبو ڈالنے کا جواز ہے"۔

کاش! جناب شاہ صاحب یہ بھی لکھ دیتے کہ حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے اس قول کو نقل کر کے آگے اس کو امام خطابی کے قول سے رد بھی کیا ہے حضرت شیخ لکھتے ہیں۔

"امام خطابی نے' جو ائمہ علم اور قدوۂ شراح حدیث میں سے ہیں' اس قول کو رد کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے سے انکار کیا ہے۔ اور فرمایا کہ یہ بات کوئی اصل نہیں رکھتی۔ اور صدر اول میں نہیں تھی"۔ (اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۰۰ ج ۱)

پس شیخؒ نے چند مجہول الاسم لوگوں سے جو جواز نقل کیا ہے اس کو تو نقل کر دینا اور "ائمہ اہل علم وقدوۂ شراح حدیث" کے حوالے سے "این سخن اصلے ندارد و در صدر اول نبود" کہہ کر جو اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے اس سے چشم پوشی کر لینا اہل علم کی شان سے نہایت بعید ہے۔

اور پھر حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے "لمعات التنقیح" میں حنفیہ کے امام حافظ فضل اللہ تورپشتی سے اسی قول کے بارے میں جو یہ نقل فرمایا ہے۔

"قول لاطائل تحتہ ولا عبرۃ بہ عند اہل العلم" (صفحہ ۲۴۴ ج ۲)

"یہ ایک بے مغز و بے مقصد قول ہے اور اہل علم کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں"۔

کاش شاہ صاحب اس پر بھی نظر فرما لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت محدث دہلویؒ قبروں پر پھول چڑھانے کا جواز نہیں نقل کرتے۔ بلکہ اسے بے اصل بدعت اور بے مقصد اور ناقابل اعتبار بات قرار دیتے ہیں۔

۷ : شاہ صاحب نے ملّا علی قاریؒ کی مرقات کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "مزاروں پر پھول ڈالنا سنت ہے"۔ یہاں بھی شاہ صاحب نے شیخ علی قاریؒ کی آگے پیچھے کی عبارت دیکھنے کی زحمت نہیں فرمائی۔ ملّا علی قاریؒ نے مزاروں پر پھول چڑھانے کو سنت نہیں کہا۔ بلکہ امام خطابی شافعیؒ کے مقابلے میں ابن حجر شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ "ہمارے (شافعیہ کے) بعض متاخرین اصحاب نے اس کے سنت ہونے کا فتویٰ دیا ہے"۔ امام خطابیؒ اور امام نوویؒ کے مقابلے میں ان متاخرین شافعیہ کی، جن کا حوالہ ابن حجر شافعیؒ نقل کر رہے ہیں جو قیمت ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں تاہم یہ شافعیہ کے متاخرین کا قول ہے۔ ائمہ حنفیہ میں سے کسی نے اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ نہ متقدین علمائے دین نے اور نہ ملّا علی قاریؒ نے ہی کسی حنفی کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ متاخرین حنفیہ میں سے امام حافظ فضل اللہ تورپشتیؒ کا قول اوپر گزر چکا ہے کہ یہ بے مغزیات ہے اور یہ کہ اہل علم کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز علامہ عینیؒ کا قول گزر چکا ہے کہ قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا کوئی سنت نہیں۔

۸ ۔ شاہ صاحب نے ایک حوالہ طحطاوی کے حاشیہ مراقی الفلاح سے نقل کیا ہے۔ علامہ طحطاوی نے جو کچھ لکھا ہے وہ "فی شرح المشکاۃ" کہہ کر ملّا علی قاریؒ کے حوالے سے لکھا ہے۔ اس لئے اس کو مستقل حوالہ کہنا ہی غلط ہے۔ البتہ اس میں یہ تصرف ضرور کر دیا گیا ہے کہ شرح مشکوٰۃ میں ابن حجرؒ سے بعض متاخرین اصحاب شافعیہ کا قول نقل کیا تھا۔ جسے شاہ صاحب کے حوالے میں اب "ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی رو سے فتویٰ دیا" کہہ کر اسے متاخرین حنفیہ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ گویا شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔

۹ ۔ شاہ صاحب نے ایک حوالہ علامہ شامی کی ردالمحتار سے نقل کیا ہے انہوں نے اس کو مستحب لکھا

ہے۔ یہاں بھی شاہ صاحب نے نقل میں افسوس ناک تساہل پسندی سے کام لیا ہے۔

علامہ شامیؒ نے ایک مسئلہ کے ضمن میں حدیث جرید نقل کر کے لکھا ہے کہ:

"اس مسئلہ سے اور اس حدیث سے قبر پر شاخ رکھنے کا استحباب بطور اتباع کے اخذ کیا جاتا ہے اور اس پر قیاس کیا جاتا ہے آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کو، جس کی ہمارے زمانے میں عادت ہو گئی ہے اور شافعیہ کی ایک جماعت نے اس کی تصریح بھی کی ہے اور یہ اولیٰ ہے یہ نسبت بعض مالکیہ کے قول کے۔ کہ ان قبروں سے عذاب کی تخفیف بہ برکت دست نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے۔ پس اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا"۔

علامہ شامیؒ کی اس عبارت میں قبروں پر پھول ڈالنے کا استحباب کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ بطور اتباع کھجور کی شاخ گاڑنے کا استحباب اخذ کیا گیا ہے اور آس وغیرہ کی شاخیں گاڑنے کو اس پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور اس کی علت بھی وہی ذکر کی ہے، جو امام تورپشتیؒ کے بقول "لاطائل اور اہل علم کے نزدیک غیر معتبر ہے"۔ پس جبکہ ہمارے ائمہ اس علت کو رد کر چکے ہیں تو اس پر قیاس کرنا بھی مردود ہو گا۔

علامہ شامیؒ نے بھی بعض شافعیہ کے فتوے کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ائمہ احناف میں سے کسی کا فتویٰ علامہ شامیؒ کو بھی نہیں مل سکا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے ائمہ کے فتوے کے خلاف ایک غیر معتبر اور بے اثر تعلل پر قیاس کرنا کس حد تک معتبر ہو گا۔

ایک حوالہ شاہ صاحب نے شیخ عبدالغنی نابلسیؒ کا نقل کیا ہے۔ ان کا رسالہ "کشف النور" اس ناکارہ کے سامنے نہیں کہ اس کے سیاق و سباق پر غور کیا جاتا۔ مگر اتنی بات واضح ہے کہ علامہ شامیؒ ہوں یا شیخ عبدالغنی نابلسی۔ یا بارہویں تیرہویں صدی کے بزرگ۔ یہ سب کے سب ہماری طرح مقلد ہیں۔ اور مقلد کا کام اپنے امام متبوع کی تقلید کرنا ہے۔ پس اگر علامہ شامیؒ، شیخ عبدالغنی نابلسیؒ یا کوئی اور بزرگ ہمارے ائمہ کا فتویٰ نقل کرتے ہیں تو سر آنکھوں پر۔ ورنہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے الفاظ میں یہی عرض کیا جاسکتا ہے۔

"اینجا قول امام ابی حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد معتبر است۔ نہ عمل ابی بکر شبلی و ابی حسن نوری"

(دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

"یہاں امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے۔ نہ کہ ابو بکر شبلی اور ابو الحسن نوری کا عمل"۔

۱۰۔ جناب شاہ صاحب نے اس ناکارہ کی جانب جو الفاظ منسوب فرمائے ہیں، یہ ناکارہ ان سے بدمزہ نہیں۔ بقول عارف۔

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

غالباً سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی یہ بہت ہلکی سزا ہے جو شاہ صاحب نے اس ناکارہ کو دی ہے۔ اس جرم عظیم کی سزا کم از کم اتنی تو ہوتی کہ یہ ناکارہ بارگاہ معلیٰ میں عرض کر سکتا۔

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

بہرحال اس ناکارہ کو تو اپنے جہل در جہل کا اقرار و اعتراف ہے۔ اور "بترزانم کہ گوئی" پر پورا وثوق و اعتماد۔ اس لئے یہ ناکارہ جناب شاہ صاحب کی قند و شکر سے بدمزہ ہو تو کیوں ہو۔ لیکن بہ ادب ان سے یہ عرض کر سکتا ہوں کہ اس ناکارہ نے تو بہت ہی محتاط الفاظ میں اس کو "خلاف سنت" کہا تھا۔ (جس میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونے کے باوجود جواز یا استحسان کی گنجائش پھر بھی باقی رہ جاتی تھی) اس پر تو جناب شاہ صاحب کی بارگاہ سے جہالت اور نابلد ہونے کا صلہ اس ھیچمدان کو عطا کیا گیا۔ لیکن امام خطابیؒ 'امام نوویؒ 'امام تورپشتیؒ 'امام عینیؒ جنھوں نے اس کو بے اصل 'منکر' لاطائل 'غیر معتبر عند اہل العلم اور لیس بشئی فرمایا ہے۔ ان کے الفاظ تو اس ناکارہ کے الفاظ کی نسبت بہت ہی سخت ہیں۔ سوال یہ ہے کہ شاہ صاحب کی بارگاہ سے ان حضرات کو کس انعام سے نوازا جائے گا۔ اور پھر شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ جوان بزرگوں کو "ائمہ اہل علم و قدوہ شراح حدیث" کہہ کر خراج تحسین پیش کر رہے ہیں اور ان کی توثیق و تائید فرماتے ہیں ان کو کس خطاب سے نوازا جائے گا؟ کیا خیال ہے ان حضرات کو "علم دین کی کتب احادیث و فقہ" کی کچھ خبر تھی۔ یا یہ بھی شاہ صاحب کے بقول "سخت جہالت میں مبتلا تھے؟"

۱۱ - اس بحث کو ختم کرتے ہوئے جی چاہتا ہے کہ جناب شاہ صاحب کی خدمت میں دو بزرگوں کی عبارت ہدیہ کروں۔ جن سے ان تمام خلاف سنت امور کا حال واضح ہو جائے گا' جن میں ہم مبتلا ہیں۔

پہلی عبارت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ہے۔ وہ شرح سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں۔

"بہت سے اعمال و افعال اور طریقے جو سلف صالحین کے زمانہ میں مکروہ و ناپسندیدہ تھے وہ آخری زمانہ میں مستحسن ہو گئے ہیں۔ اور اگر جہال و عوام کوئی کام کرتے ہیں تو یقین رکھنا چاہئے کہ بزرگوں کی ارواح طیبہ اس سے خوش نہیں ہوں گی۔ اور ان کے کمال و دیانت اور نورانیت کی بارگاہ ان سے پاک اور منزہ ہے"۔ (صفحہ ۲۷۲)

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

"جب تک آدمی بدعت حسنہ سے بھی' بدعت سیئہ کی طرح احتراز نہ کرے۔ اس دولت

(اتباع سنت) کی بُو بھی اس کے مشام جان تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور یہ بات آج بہت ہی دشوار ہے۔ کیونکہ پورا عالم دریائے بدعت میں غرق ہو چکا ہے۔ اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے۔ کس کی مجال ہے کہ کسی بدعت کے اٹھانے میں دم مارے۔ اور سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ جو بدعات پھیل جاتی ہیں تو مخلوق کا تعامل جان کر ان کے جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دے ڈالتے ہیں اور بدعت کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں"۔ (دفتر دوم مکتوب ۵۴)

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق عطا فرمائے۔

قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے "مسئلہ کی تحقیق"

روزنامہ جنگ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۰ء کے اسلامی صفحہ میں راقم الحروف نے ایک سوال کے جواب میں قبروں پر پھول چڑھانے کو "خلاف سنت" لکھا تھا توقع نہ تھی کہ کوئی صاحب جو سنت کے مفہوم سے آشنا ہوں، اس کی تردید کی زحمت فرمائیں گے مگر افسوس کہ شاہ تراب الحق صاحب نے اس کو اپنے معتقدات کے خلاف سمجھا اور ۱۹ دسمبر کے جمعہ ایڈیشن میں اس کی پرجوش تردید فرمائی اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلہ پر دلائل کی روشنی میں غور کیا جائے چنانچہ راقم الحروف نے ۲ جنوری ۱۹۸۱ء کے جمعہ ایڈیشن میں "مسئلہ کی تحقیق" کے عنوان سے اس مسئلہ پر طرفین کے دلائل کا جائزہ پیش کیا۔ جناب شاہ تراب الحق صاحب نے ۱۶ جنوری کی اشاعت میں "مسئلہ کی تحقیق کا جواب" پھر رقم فرمایا ہے۔ جہاں تک مسئلہ کی تحقیق کا تعلق ہے بحمد اللہ میری سابق تحریر ہی اس کے لئے کافی وشافی ہے۔ تاہم شاہ صاحب نے جو نئے نکات اٹھائے ہیں ذیل میں ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ لفظ "سنت" کی وضاحت پہلے بھی کر چکا ہوں۔ مگر شاہ صاحب نے اس اصطلاح کی اہمیت پر توجہ نہیں فرمائی۔ اس لئے اتنی بات مزید عرض کر دینا مناسب ہے کہ جب ہم کسی چیز کو سنت کہتے ہیں تو اس کی معنی یہ ہیں کہ ہم اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے منسوب کرتے ہیں۔ کسی ایسی چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کرنا جائز نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کی ہو۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہو۔ نہ صحابہ رضی اللہ عنہ تابعین نے جو اتباع سنت کے سب سے بڑے عاشق تھے اس پر عمل کیا ہو ہمارے زیر بحث مسئلہ میں شاہ صاحب بھی یہ ثابت نہیں کر سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس قبروں پر پھول چڑھاتے تھے یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اس کی ترغیب دی ہے۔ یا صحابہ رضی اللہ عنہ وتابعین نے اس پر عمل کیا ہے یا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے قیاس واجتہاد ہی سے اس کے استحسان کا فتویٰ دیا ہے یہ مسئلہ البتہ

متاخرین کے زیر بحث آیا ہے اور بعض متاخرین شافعیہ نے حدیث جرید سے اس کا استحسان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر محققین شافعیہ وحنفیہ ومالکیہ نے شدومد سے ان کے اس استدلال کی تردید کر دی ہے اور اسے بے اصل بدعت اور غیر معتبر عند اہل العلم قرار دیا ہے اگر شاہ صاحب بنظر انصاف غور فرماتے تو ایسی چیز کو جسے ائمہ محققین بدعت فرما رہے ہیں "سنت" کہنے پر اصرار نہ کرتے کیونکہ ایک خود تراشیدہ بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی طرف سے منسوب کرنا سنگین جرم ہے۔

۲ ۔ ہمارے شاہ صاحب نہ صرف یہ کہ اسے سنت کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک غلط بات منسوب کر رہے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ انہوں نے قبروں پر پھول چڑھانے کو عقائد میں شامل فرمالیا ہے۔ جیسا کہ ان کے اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے۔

"حقیقت حال یہ ہے کہ اخبارات ورسائل میں ایسے استفسارات ومسائل کے جواب دیئے جائیں جس سے دوسروں کے جذبات مجروح نہ ہوں اور ان کے معتقدات کو ٹھیس نہ پہنچے"۔

شاہ صاحب کا مشورہ بجا ہے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ کسی کے نزدیک قبروں پر پھول چڑھانا بھی دین حنیفی کے معتقدات میں شامل ہے یا اس کو "خلاف سنت" کہنے سے اسلامی عقائد کی نفی ہو جاتی ہے۔ راقم الحروف نے اسلامی عقائد اور ملل ونحل کی جن کتابوں کا مطالعہ کیا ہے' ان میں کہیں بھی یہ نظر سے نہیں گزرا کہ قبروں پر پھول چڑھانا بھی "اہل سنت والجماعت" کے معتقدات کا ایک حصہ ہے۔ یہ تو میں شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ سے نقل کر چکا ہوں کہ "ایں سخن اصلے ندارد ودر صدر اول نبود" یعنی "اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور صدر اول میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا"۔ کیا میں شاہ تراب الحق صاحب سے بہ ادب دریافت کر سکتا ہوں کہ قبروں پر پھول چڑھانا دین اسلام کے معتقدات میں کب سے داخل ہوا اور یہ کہ کیا شاہ صاحب کے معتقدات صدر اول کے خلاف ہیں کہ جس چیز کا صدر اول میں کوئی وجود ہی نہ تھا وہ ماشاء اللہ آج شاہ صاحب کا جزو عقیدہ بن چکی ہے؟۔ قبروں پر پھول چڑھانے کو معتقدات میں داخل کر لینا افسوسناک غلو پسندی ہے اور یہ غلو پسندی بدعت کا خاصہ ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بدعت رفتہ رفتہ "سنت" کی جگہ لیتی ہے اور پھر آگے بڑھ کر لوگوں کا جزو ایمان بن جاتی ہے اور لوگ اس بدعت کو بڑی عقیدت سے اسلام کا عظیم شعار سمجھ کر بجالاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اس بدعت کے خلاف لب کشائی کرتا ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص اسلام کی ایک سنت اور ایک عظیم الشان شعار کی مخالفت کر رہا ہے۔ امام دارمیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے جو بدعت کی اس نفسیات کی تشریح کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب فتنہ بدعت تم کو ڈھانک لے گا۔ بڑے اسی میں بوڑھے ہو جائیں

گے اور بچے اسی میں جوان ہوں گے۔ لوگ اسی فتنہ کو سنت بنالیں گے۔ اگر اسے چھوڑا جائے تو لوگ کہیں گے سنت چھوڑ دی گئی۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ اگر اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی تو لوگ کہیں گے کہ سنت تبدیل کی جارہی ہے) عرض کیا گیا کہ یہ کب ہو گا؟ فرمایا۔ جب تمہارے علماء جاتے رہیں گے۔ جہلا کی کثرت ہو جائے گی۔ حرف خواں زیادہ ہوں گے مگر فقیہ کم' امرا بہت ہوں گے' امانتدار کم۔ آخرت کے عمل سے دنیا تلاش کی جائے گی اور غیر دین کے لئے فقہ کا علم حاصل کیا جائے گا"۔ (مسند دارمی ص۔ ۳۶۔ باب تغیر الزمان۔ مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ)

اس لئے شاہ صاحب اگر قبروں کے پھولوں کو معتقدات میں شامل کرتے ہیں تو یہ وہی غلو پسندی ہے جو بدعت کی خاصیت ہے اور اس کی اصلاح پر شاہ صاحب کا ناراض ہونا وہی بات ہے جس کی نشاندہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

۳ ۔ مسئلہ کی تحقیق کے آخر میں میں نے شاہ صاحب کو توجہ دلائی تھی کہ قبروں کے پھولوں کو "خلاف سنت" کہنے کا جرم پہلی بار مجھ سے ہی سرزد نہیں ہوا۔ مجھ سے پہلے اکابر ائمہ اعلام اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ سخت الفاظ فرما چکے ہیں۔ اس لئے شاہ صاحب نے صرف مجھ ہی کو جاہل و نابلد نہیں کہا' بلکہ ان اکابر کے حق میں بھی گستاخی کی ہے۔

حق پسندی کا تقاضا یہ تھا کہ میرے اس توجہ دلانے پر شاہ صاحب اس گستاخی سے تائب ہو جاتے اور یہ معذرت کر لیتے کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ پہلے اکابر بھی اس بدعت کو رد کر چکے ہیں۔ لیکن افسوس کہ شاہ صاحب کو اس کی توفیق تو نہیں ہوئی۔ البتہ میں نے اپنے الفاظ میں نرمی اور لچک کی جو تشریح بین القوسین کی تھی اس کو غلط معنی پہنا کر مجھ سے سوال کرتے ہیں۔

(الف) ...... "جب آپ کے نزدیک پھولوں کا ڈالنا جائز یا مستحسن ہے یا اس کے ہونے کی گنجائش ہے تو اس موضوع پر طوفان برپا کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔

جناب من! اس تشریح میں میں پھولوں کے جواز یا استحسان کا فتویٰ نہیں دے رہا بلکہ اپنے پہلے الفاظ "خلاف سنت" میں جو نرمی اور لچک تھی اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ کو سمجھانا مقصود تھا کہ آپ بھی اس کو عین "سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" نہیں سمجھتے ہوں گے۔ زیادہ سے زیادہ اس کے جواز و استحسان ہی کے قائل ہوں گے۔ یہ عقیدہ تو آپ کا بھی نہیں ہو گا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبروں پر پھول چڑھایا کرتے تھے۔ اس لئے آپ میرے الفاظ "خلاف سنت" میں یہ تاویل کر سکتے تھے کہ گویہ عمل سنت سے ثابت نہیں۔ مگر ہم اس کو مستحسن سمجھ کر کرتے ہیں' عین سنت سمجھ کر نہیں' مگر افسوس کہ آپ نے میری محتاط تعبیر کی کوئی قدر نہ کی۔ بلکہ فوراً اس کی تردید کے لئے کمربستہ ہو گئے اور بجائے علمی دلائل کے تجہیل و تحمیق کا طریقہ اپنایا۔ اب انصاف فرمایئے کہ طوفان کس نے برپا کیا میں نے یا خود

آنجناب نے؟ اور جو عمل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ سے ثابت نہ ہو اس کو خلاف سنت لکھنے کو جناب کا پھلجڑی چھوڑنے سے تعبیر کرنا بھی سوقیانہ اور بازاری زبان ہے۔ جو اہل علم کو زیب نہیں دیتی۔

(ب)...... اسی ضمن میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"حیرت کی بات ہے کہ آپ اس امر کو خلاف سنت قرار دے رہے ہیں اور دوسری طرف آپ کو اس میں جائز بلکہ مستحب ہونے کی گنجائش نظر آتی ہے از راہ نوازش ایسی کوئی مثال پیش فرمائیں جس میں کسی امر کو باوجود خلاف سنت ہونے کے مستحب قرار دیا گیا ہو"۔

گویا شاہ صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں وہ مستحب تو کیا جائز بھی نہیں۔ اس لئے وہ مجھ سے اس کی مثال طلب فرماتے ہیں۔ جناب شاہ صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جو خلاف سنت ہونے کے باوجود جائز ہیں۔ مثلاً ترکی ٹوپی یا جناح کیپ سنت نہیں مگر جائز ہے اور نماز کی نیت زبان سے کرنا خلاف سنت ہے مگر فقہا نے اس کو مستحسن فرمایا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسی کو سنت کہنے لگے تو غلط ہوگا۔

۴ ۔ آفتاب سنت کے آگے بدعت کا چراغ بے نور ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب قبروں کے پھولوں کا کوئی ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کے عمل سے پیش نہیں کر سکے۔ اور نہ میرے ان دلائل کا ان سے کوئی جواب بن پڑا جو میں نے اکابر ائمہ سے اس کے بدعت ہونے پر نقل کئے تھے۔ اس لئے شاہ صاحب نے اس ناکارہ کی "کتاب فہمی" کی بحث شروع کر دی۔ علامہ عینیؒ کی ایک سطر کا جو ترجمہ میں نے نقل کیا تھا۔ شاہ صاحب اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

"راقم الحروف (شاہ صاحب) اہل علم کے سامنے اصل عربی عبارت پیش کر رہا ہے اور انصاف کا طالب ہے کہ لدھیانوی صاحب نے اس عبارت کا مفہوم صحیح پیش کیا ہے بلکہ ترجمہ بھی درست کیا ہے یا نہیں؟"۔

شاہ صاحب اپنے قارئین کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ ایک ایسا اناڑی آدمی جو عربی کی معمولی عبارت کا مفہوم تک نہیں سمجھتا۔ بلکہ ایک سطری عبارت کا ترجمہ تک صحیح نہیں کر سکتا اس نے بڑے بڑے اکابر کی جو عبارتیں قبروں پر پھول ڈالنے کے خلاف سنت ہونے پر نقل کی ہیں ان کا کیا اعتبار ہے۔

راقم الحروف کو علم کا دعویٰ ہے نہ کتاب فہمی کا۔ معمولی طالب ہے، اور طالب علموں کی صف نعال میں جگہ مل جانے کو فخر و سعادت سمجھتا ہے۔

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام

در ریاض آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

مگر شاہ صاحب نے اصل موضوع سے ہٹ کر بلاوجہ "کتاب فہمی" کی بحث شروع کر دی ہے۔ اس لئے چند امور پیش خدمت ہیں۔

اول..... شاہ صاحب کو شکایت ہے کہ میں نے علامہ عینیؒ کی عبارت کا نہ مفہوم سمجھا' نہ ترجمہ صحیح کیا ہے' میں اپنا اور شاہ صاحب کا ترجمہ دونوں نقل کئے دیتا ہوں' ناظرین دونوں کا موازنہ کر کے دیکھ لیں کہ میرے ترجمہ میں کیا سقم تھا۔

شاہ صاحب کا ترجمہ:

"اور اسی طرح (اس کا بھی انکار کیا ہے) جو اکثر لوگ کرتے ہیں۔ یعنی تر اشیاء مثلاً پھول اور سبزیاں وغیرہ قبروں پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ کچھ نہیں اور بے شک سنت گاڑنا ہے"۔

راقم الحروف کا ترجمہ:

"اسی طرح جو فعل کہ اکثر لوگ کرتے ہیں۔ یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا' یہ کوئی چیز نہیں (لیس بشئی) سنت اگر ہے تو صرف شاخ کا گاڑنا ہے"۔

اس امر سے قطع نظر کہ ان دونوں ترجموں میں سے کون سا سلیس ہے اور کس میں گنجلک ہے؟ کون سا اصل عربی عبارت کے قریب تر ہے اور کون سا نہیں؟ آخر دونوں کے مفہوم میں بنیادی فرق کیا ہے؟ دونوں سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ شاخ کا گاڑنا تو سنت ہے مگر پھول اور سبزہ وغیرہ ڈالنا کوئی سنت نہیں۔ اس ہیچمدان کے ترجمہ میں شاہ صاحب کو کیا سقم نظر آیا۔ جس کے لئے وہ اہل علم سے انصاف طلبی فرماتے ہیں۔

دوم: اس عبارت کے آخری جملہ "و انما السنة الغرز" کا ترجمہ موصوف نے یہ فرمایا "اور بے شک سنت گاڑنا ہے"۔ حالانکہ عربی کے طالب علم جانتے ہیں کہ "انما" کا لفظ حصر کے لئے ہے' جو بیک وقت ایک شے کی نفی اور دوسری شے کے اثبات کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی حصر کے اظہار کے لئے راقم الحروف نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ "سنت اگر ہے تو صرف شاخ کا گاڑنا ہے"۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پھول اور سبزہ وغیرہ تر اشیاء ڈالنا کوئی سنت نہیں۔ صرف شاخ گاڑنا سنت ہے لیکن شاہ صاحب "انما" کا ترجمہ "بے شک" فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ اور لطف یہ کہ الٹا راقم الحروف کو ڈانٹتے ہیں کہ تو نے ترجمہ غلط کیا ہے۔

سوم: جس عبارت کا میں نے ترجمہ نقل کیا تھا شاہ صاحب نے اس کے ماقبل و مابعد کی عبارت بھی نقل فرما دی۔ حالانکہ اس کو "قبروں پر پھول" کے زیر بحث مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن ان سے افسوسناک تسامح یہ ہوا ہے کہ انہوں نے "و کذلک ما یفعله اکثر الناس سے لے کر آخر عبارت

ناقہم تک کو امام خطابیؒ کی عبارت سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ امام خطابیؒ کی عبارت نہیں، بلکہ علامہ عینیؒ کی عبارت ہے۔ امام خطابیؒ کا حوالہ انہوں نے صرف "وضع الیابس الجرید" کے لئے دیا ہے۔ حدیث کے کسی طالبعلم کے سامنے یہ عبارت رکھ دیجئے اس کا فیصلہ یہی ہو گا کیونکہ اول تو ہر مصنف کا طرز نگارش ممتاز ہوتا ہے۔ امام خطابیؒ جو چوتھی صدی کے شخص ہیں ان کا یہ طرز تحریر ہی نہیں، بلکہ صاف طور پر یہ علامہ عینیؒ کا انداز نگارش ہے۔ علاوہ ازیں امام خطابیؒ کی معالم السنن موجود ہے۔ جن جن حضرات نے امام خطابیؒ کا حوالہ دیا ہے وہ "معالم" ہی سے دیا ہے۔ شاہ صاحب تھوڑی سی زحمت اس کے دیکھنے کی فرما لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ امام خطابیؒ نے کیا لکھا ہے اور حافظ عینیؒ نے ان کا حوالہ کس حد تک دیا ہے۔ ان تمام امور سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر "وکذلک مایفعلہ اکثر الناس الخ" کی عبارت کو "انکر الخطابی" کے تحت داخل کیا جائے (جیسا کہ شاہ صاحب کو خوش فہمی ہوئی ہے) تو عبارت قطعی بے جوڑ بن جاتی ہے۔ شاہ صاحب ذرا مبتدا و خبر کی رعایت رکھ کر اس عبارت پر ایک بار پھر غور فرمالیں اور حدیث کے کسی طالب علم سے بھی استصواب فرمالیں۔

چہارم: یہ تو شاہ صاحب کے جائزہ کتاب فہمی کی بحث تھی اب ذرا ان کے "صحیح ترجمہ" پر بھی غور فرما لیا جائے۔

حافظ عینیؒ کی عبارت ہے۔

ومنہا انہ قیل ھل للجرید معنی یخصہ فی الغرز علی القبر لتخفیف العذاب؟ والجواب انہ لا معنی یخصہ بل المقصود ان یکون مافیہ رطوبۃ من ای شجر کان ولھذا انکر الخطابی ومن تبعہ وضع الیابس الجرید

شاہ صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"اس حدیث سے متعلق مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ بعض حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ تخفیف عذاب کے لئے قبر پر خصوصی طور پر شاخ ہی کا گاڑنا ہے؟۔

تو جواب یہ ہے کہ شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بلکہ ہر وہ چیز جس میں رطوبت ہو مقصود ہے۔ خطابیؒ اور ان کے متبعین نے خشک شاخ کے قبر پر رکھنے کا انکار کیا ہے...... الخ"۔

شاہ صاحب کا یہ ترجمہ کس قدر پر لطف ہے اس کا اصل ذائقہ تو عربی دان ہی اٹھا سکتے ہیں۔ تاہم چند لطیفوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

الف:۔ علامہ عینیؒ نے اس حدیث سے متعلقہ احکام و مسائل ص۔ ۸۷۴ سے ص۔ ۸۷۷ تک "بیان استنباط الاحکام" کے عنوان سے بیان فرمائے ہیں اور ص۔ ۸۷۷ سے ص۔ ۸۷۹ تک "الاسئلۃ والاجوبۃ" کا عنوان قائم کر کے اس حدیث سے متعلق چند سوال و جواب ذکر کئے ہیں۔

انہیں میں سے ایک سوال و جواب وہ ہے جو شاہ صاحب نے نقل کیا ہے۔ آپ "منها" کا ترجمہ فرماتے ہیں "اس حدیث سے متعلقہ مسائل میں سے یہ بھی ہے"۔ شاہ صاحب غور فرمائیں کہ کیا یہاں "حدیث کے مسائل" ذکر کئے جارہے ہیں؟۔

ب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معذب قبروں پر "جرید" نصب فرمائی تھی اور "جرید" شاخ خرما کو کہا جاتا ہے۔ علامہ عینیؒ نے جو سوال اٹھایا وہ یہ تھا کہ کیا شاخ کھجور میں کوئی ایسی خصوصیت ہے جو دفع عذاب کے لئے مفید ہے جس کی وجہ سے آپؐ نے اسے نصب فرمایا؟ یا یہ مقصود ہر درخت کی شاخ سے حاصل ہو سکتا تھا؟ علامہ عینیؒ جواب دیتے ہیں کہ نہیں! شاخ کھجور کی کوئی خصوصیت نہیں' بلکہ مقصود یہ ہے کہ ترشاخ ہو' خواہ کسی درخت کی ہو' یہ تو تھا علامہ عینیؒ کا سوال وجواب' ہمارے شاہ صاحب نے سوال وجواب کا مدعا نہیں سمجھا۔ اس لئے شاہ صاحب سوال وجواب کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"بعض حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ تخفیف عذاب کے لئے قبر پر خصوصی طور پر شاخ ہی کا گاڑنا ہے؟۔

تو جواب یہ ہے کہ شاخ میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس میں رطوبت ہو' مقصود ہے"۔

اگر شاہ صاحب نے مجمع البحار یا لغت حدیث کی کسی اور کتاب میں "جرید" کا ترجمہ دیکھ لیا ہوتا یا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شرح مشکوٰۃ سے اس حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمایا ہوتا تو ان کو علامہ عینیؒ کے سوال وجواب کے سمجھنے میں الجھن پیش نہ آتی اور وہ یہ ترجمہ نہ فرماتے۔

اور اگر شدت مصروفیت کی بنا پر انہیں کتابوں کی مراجعت کا موقع نہیں ملا تو کم از کم اتنی بات پر تو غور فرما لیتے کہ اگر علامہ عینیؒ کا مدعا یہ ہوتا کہ شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر رطوبت والی چیز سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو اگلے ہی سانس میں وہ پھول وغیرہ ڈالنے کو لیس بشیء کہہ کر اس کی نفی کیوں کرتے؟ ترجمہ کرتے ہوئے تو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ علامہ کے یہ دونوں جملے آپس میں ٹکرا کیوں رہے ہیں؟۔

ج:۔ چونکہ شاہ صاحب کے خیال مبارک میں علامہ عینیؒ شاخ کی خصوصیت کی نفی کر کے ہر رطوبت والی چیز کو مقصود قرار دے رہے ہیں اس لئے انہوں نے علامہ کی عبارت سے "من ای شجر کان" کا ترجمہ ہی غائب کر دیا۔

د:۔ پھر علامہ عینیؒ نے "ولھذا انکر الخطابی" کہہ کر اپنے سوال وجواب پر تفریع پیش کی تھی شاہ صاحب نے "لھذا" کا ترجمہ بھی حذف کر دیا۔ جس سے اس جملہ کا ربط ہی ماقبل سے کٹ گیا۔

ہ:۔ "وکذلک ما یفعلہ اکثر الناس" سے علامہ عینیؒ نے اس سوال وجواب کی دوسری تفریع ذکر فرمائی تھی۔ ہمارے شاہ صاحب نے اسے امام خطابیؒ کے انکار کے تحت درج کر کے ترجمہ یوں کر دیا "اور اسی طرح اس کا بھی انکار کیا ہے جو اکثر لوگ کرتے ہیں"۔ اس ترجمہ میں "اس کا بھی انکار

کیا ہے" کے الفاظ شاہ صاحب کا خود اپنا اضافہ ہے۔

و:۔ علامہ عینیؒ نے قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کو "لیس بشیٔ" (یہ کوئی چیز نہیں) کہہ کر فرمایا تھا "انما السنۃ الغرز" یعنی "سنت صرف شاخ کا گاڑنا ہے" اس پر ایک اعتراض ہو سکتا تھا اس کا جواب دے کر اس کے آخر میں فرماتے ہیں "فہم" جس میں اشارہ تھا کہ اس جواب پر مزید سوال و جواب کی گنجائش ہے۔ مگر ہمارے شاہ صاحب چونکہ یہ سب کچھ امام خطابیؒ کے نام منسوب فرما رہے ہیں۔ اس لئے وہ بڑے جوش سے فرماتے ہیں۔

"پھر بے چارے خطابی نے بحث کے اختتام پر "فافہم" کے لفظ کا بھی اضافہ کیا مگر افسوس کہ مولانا صاحب موصوف نے اس طرف توجہ نہ فرمائی"۔

یہ ناکارہ جناب شاہ صاحب کے توجہ دلانے پر متشکر ہے۔ کاش! شاہ صاحب خود بھی توجہ کی زحمت فرمائیں کہ وہ کیا سے کیا سمجھ اور لکھ رہے ہیں۔

شاید علامہ عینیؒ کا یہ "فافہم" بھی الہامی تھا۔ حق تعالیٰ شانہ کو معلوم تھا کہ علامہ عینیؒ کے ۵۴۵ سال بعد ہمارے شاہ صاحب' علامہ کی اس عبارت کا ترجمہ فرمائیں گے۔ اس لئے ان سے "فافہم" کا لفظ لکھوا دیا۔ تاکہ شاہ صاحب' علامہ کی اس وصیت کو پیش نظر رکھیں اور ان کی عبارت کا ترجمہ ذرا سوچ سمجھ کر کریں۔

پنجم:۔ "کتاب فہمی" اور "صحیح ترجمہ" کے بعد اب شاہ صاحب کے طریق استدلال پر بھی نظر ڈال لی جائے۔ موصوف نے علامہ عینیؒ کی مندرجہ بالا عبارت سے چند فوائد اس تمہید کے ساتھ اخذ کئے ہیں:

"مذکورہ بالا ترجمہ سے لدھیانوی صاحب کی کتاب فہمی اور طریق استدلال کا اندازہ ہو جائے گا۔ لیکن ناظرین کے لئے چند امور درج ذیل ہیں"۔

۱:۔ شاہ صاحب نمبر ۱ کے تحت لکھتے ہیں:

> "شاخ لگانا ہی مسنون نہیں اس چیز کو تر ہونا چاہئے۔ لہٰذا خشک شاخ کا لگانا مسنون نہیں۔ البتہ شاخیں سبز اور پھول تر ہونے کے باعث مسنون ہیں"۔

پھول ڈالنے کا مسنون ہونا علامہ عینیؒ کی عبارت سے اخذ کیا جا رہا ہے جبکہ ان کی عبارت کا ترجمہ خود شاہ صاحب نے یہ کیا ہے۔

> "اور اسی طرح اس کا بھی انکار کیا ہے جو اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی تر اشیاء مثلاً پھول اور سبزیاں وغیرہ قبروں پر ڈال دیتے ہیں یہ کچھ نہیں اور بے شک سنت گاڑنا ہے"۔

پھول اور سبزہ وغیرہ تر اشیاء قبر پر ڈالنے کو علامہ عینیؒ خلاف سنت اور لیس بشیٔ فرماتے ہیں ‘لیکن شاہ صاحب کا اچھوتا طریق استدلال اس عبارت سے پھولوں کا مسنون ہونا نکال لیتا ہے۔ شاید شاہ صاحب کی اصطلاح میں "لیس بشیٔ " (کچھ نہیں کوئی چیز نہیں) کے معنی ہیں مسنون چیز۔

۲۔ شاہ صاحب کا فائدہ نمبر ۲ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے کہ:

"وضع یعنی ڈالنا مسنون نہیں بلکہ غرز یعنی گاڑنا مسنون ہے اور خطابی نے انکار پھولوں اور سبزیوں کے ڈالنے کا کیا ہے نہ کہ گاڑنے کا جیسا کہ اگلی عبارتوں سے ظاہر ہے اس طرح دو بنیادی اشیاء مسنون ہیں ایک تو رطب ہونا دوسرے غرز"۔

شاہ صاحب کی پریشانی یہ ہے کہ علامہ عینیؒ (اور شاہ صاحب کے بقول امام خطابیؒ) تو پھولوں کے ڈالنے کو لیس بشیٔ اور غیر مسنون فرمارہے ہیں اور شاہ صاحب کو بہر حال پھولوں کا مسنون ہونا ثابت کرنا ہے۔ اس لئے اپنے مخصوص انداز استدلال سے ان کے قول کی کیا خوبصورت تاویل فرماتے ہیں کہ خطابی کے بقول پھولوں کا ڈالنا تو مسنون نہیں۔ ہاں ان کا گاڑنا ان کے نزدیک بھی مسنون ہے۔ اللہ الصمد

شاہ صاحب نے کرنے کو تو تاویل کر دی لیکن اول تو یہ نہیں سوچا کہ ہماری بحث بھی تو پھولوں کے ڈالنے ہی سے متعلق ہے اور اس کا غیر مسنون ہونا جناب نے خود ہی رقم فرمادیا‘ پس اگر اس ناکارہ نے قبر پر پھول ڈالنے کو خلاف سنت کہا تھا تو کیا جرم کیا۔

پھر اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ جو حضرات اولیاء اللہ کے مزارات پر پھول ڈال کر آتے ہیں‘ وہ تو آپ کے ارشاد کے مطابق بھی خلاف سنت فعل ہی کرتے ہیں‘ کیونکہ سنت ہونے کے لئے آپ نے دو بنیادی شرطیں تجویز فرمائی ہیں‘ ایک اس چیز کا رطب یعنی تر ہونا اور دوسرے اس کا گاڑنا‘ نہ کہ ڈالنا۔

پھر اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ قبر پر گاڑھی تو شاخ جاتی ہے پھولوں اور سبزیوں کو قبر پر کون گاڑا کرتا ہے۔ ان کو تو لوگ بس ڈالا ہی کرتے ہیں۔ پس جب پھولوں کا گاڑنا عادۃً ممکن ہی نہیں اور نہ کوئی ان کو گاڑتا ہے اور خود ہی شاہ صاحب بھی لکھ رہے ہیں کہ کسی چیز کا قبر پر گاڑنا سنت ہے۔ ڈالنا سنت نہیں تو جناب کے اس فقرے کا آخر کیا مطلب ہو گا کہ:

"خطابی نے انکار پھولوں اور سبزیوں کے ڈالنے کا کیا ہے نہ کہ گاڑنے کا"۔

کیا کسی ملک میں شاہ صاحب نے قبر پر پھولوں کے گاڑنے کا دستور دیکھا سنا بھی ہے؟ اور کیا یہ ممکن بھی ہے؟ اگر نہیں تو بار بار غور فرمائیے کہ آخر آپ کا یہ فقرہ کوئی مفہوم محصل رکھتا ہے؟۔

پھر جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا شاہ صاحب یہ ساری باتیں امام خطابیؒ سے زبردستی منسوب کر رہے ہیں ورنہ امام خطابیؒ کی عبارت میں پھولوں کے گاڑنے اور ڈالنے کی "باریک منطق" کا دور دور کہیں پتہ

نہیں۔ مناسب ہے کہ یہاں امام خطابیؒ کی اصل عبارت پیش خدمت کردوں۔ شاہ صاحب اس پر غور فرمالیں۔ حدیث "جرید" کی شرح میں امام خطابیؒ لکھتے ہیں:

واما غرسه شق العسيب على القبر وقوله لعله يخفف عنهما مالم ييبسا فانه من ناحية التبرك باثر النبي صلى الله عليه وسلم ودعائه بالتخفيف عنهما وكانه صلى الله عليه وسلم جعل مدة بقاء النداوة فيهما حدا لما وقعت به المسئلة من تخفيف العذاب عنهما وليس ذلك من اجل ان في الجريد الرطب معنى ليس في اليابس والعامة في كثير من البلدان تفرش الخوص في قبور موتاهم واراهم ذهبوا الى هذا وليس لما تعاطوه من ذلك وجه والله اعلم (معالم السنن ص - ۱۹، ۲۰، ج - ۱)

ترجمہ..... "رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شاخ خرما کو چیر کر قبر پر گاڑنا اور یہ فرمانا کہ "شاید کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں" تو یہ تخفیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر اور آپؐ کی دعائے تخفیف کی برکت کی وجہ سے ہوئی، اور ایسا لگتا ہے کہ آپؐ نے جوان قبروں کے حق میں تخفیف عذاب کی دعا کی تھی ان شاخوں میں تری باقی رہنے کی مدت کو اس تخفیف کے لئے حد مقرر کر دیا گیا تھا اور اس تخفیف کی یہ وجہ نہیں تھی کہ کھجور کی تر شاخ میں کوئی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے جو خشک میں نہیں پائی جاتی اور بہت سے علاقوں کے عوام اپنے مردوں کی قبروں میں کھجور کے پتے بچھا دیتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ اسی کی طرف گئے ہیں (کہ تر چیز میں کوئی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے جو تخفیف عذاب کے لئے مفید ہے) حالانکہ جو عمل کہ یہ لوگ کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔ واللہ اعلم"۔

۳۔ شاہ صاحب نے تیسرا افادہ عینیؒ کی عبارت سے یہ اخذ کیا ہے کہ:

"قبروں پر پھول ڈالنے کا سلسلہ کوئی نیا نہیں۔ بلکہ خطابیؒ کے زمانہ سے چلا آتا ہے اور یہ بھی نہیں کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہوں بلکہ خطابیؒ کا بیان ہے کہ یہ فعل "اکثر الناس" کا ہے"۔

شاہ صاحب اس نکتہ آفرینی سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ خطابیؒ کے زمانے سے قبروں پر پھول چڑھانے پر سواد اعظم کا اجماع ہے اور اس "اجماع" کے خلاف لب کشائی کرنا گویا الحاد و زندقہ ہے۔

جس سے سواد اعظم کے معتقدات کو ٹھیس پہنچی ہے مگر قبلہ شاہ صاحب اس نکتہ آفرینی سے پہلے مندرجہ ذیل امور پر غور فرمالیتے تو شاید انہیں اپنے طرز استدلال پر افسوس ہوتا۔

اولاً:۔ وہ جس عبارت پر اپنے اس نکتہ کی بنیاد جمارہے ہیں، وہ امام خطابیؒ کی نہیں بلکہ علامہ عینیؒ کی ہے۔ اس لئے قبروں پر پھول چڑھانے کو امام خطابیؒ کے زمانہ کے "اکثرالناس" کا فعل ثابت کرنا بنا الفاسد علی الفاسد ہے۔ ہاں یوں کہئے کہ امام خطابیؒ کے زمانہ کے "عوام" مردے کی قبر میں کھجور کے تر پتے بچھایا کرتے تھے، علامہ عینیؒ کے زمانے تک یہ سلسلہ کھجور کے پتوں سے گزر کر پھول چڑھانے تک پہنچ گیا۔

ثانیاً:۔ جب سے یہ سلسلہ عوام میں شروع ہوا اسی وقت سے علماء امت نے اس پر نکیر کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ خطابیؒ نے "اس کی کوئی اصل نہیں" کہہ کر اس کے بدعت ہونے کا اعلان فرمایا اور علامہ عینیؒ نے "لیس بشئی" کہہ کر اس کو خلاف سنت قرار دیا۔ کاش کہ جناب شاہ صاحب بھی حضرات علمائے امت کے نقش قدم پر چلتے، اور عوام کے اس فعل کو بے اصل اور خلاف سنت فرماتے۔ بہر حال اگر جناب شاہ صاحب خطابیؒ یا عینیؒ کے زمانے کے عوام کی تقلید فرمارہے ہیں تو اس ناکارہ کو بحول اللہ وقوتہ اکابر علمائے امت اور ائمہ دین کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت حاصل ہے اور وہ امام خطابیؒ اور علامہ عینیؒ کی طرح اس عامیانہ فعل کے خلاف سنت ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ جناب شاہ صاحب کو اگر تقلید عوام پر فخر ہے تو یہ ہیچمدان ائمہ دین کے اتباع پر نازاں ہے اور اس پر شکر بجالاتا ہے۔ یہ اپنا اپنا نصیب ہے کسی کے حصے کیا آتا ہے۔

"ہر کسے را بہر کارے ساختند"

ثالثاً:۔ جناب شاہ صاحب نے علامہ عینیؒ کی عبارت خطابیؒ کی طرف منسوب کر کے یہ سراغ تو نکال لیا کہ پھولوں کا چڑھانا خطابیؒ کے زمانہ سے چلا آتا ہے۔ کاش وہ کہیں سے یہ بھی ڈھونڈلاتے کہ چوتھی صدی (خطابیؒ کے زمانہ) کے عوام نے جو بدعتیں ایجاد کی ہوں وہ چودھویں صدی میں نہ صرف سنت بن جاتی ہیں۔ بلکہ اہل سنت کے عقائد و شعار میں بھی ان کو جگہ مل جاتی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جناب شاہ صاحب نے اگر میرا پہلا مضمون پڑھا ہے تو امام شہیدؒ کا ارشاد بھی ان کی نظر سے گزرا ہو گا جو امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے فتاویٰ غیاثیہؒ سے نقل کیا ہے کہ متاخرین (جن کا دور چوتھی صدی سے شروع ہوتا ہے) کے استحسان کو ہم نہیں لیتے۔ غور فرمایئے جس دور کے اکابر اہل علم کے استحسان سے بھی کوئی سنت ثابت نہیں ہوتی شاہ صاحب اس زمانے کے عوام کی ایجاد کردہ بدعات کو "سنت" فرمارہے

ہیں اور اصرار کیا جارہا ہے کہ ان بدعات کے بارے میں اس زمانے کے اکابر اہل علم نے خواہ کچھ ہی فرمایا ہو ہمیں اس کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ صدیوں سے عوام اس بدعت میں ملوث ہیں' لہٰذا اس کو خلاف سنت کہنا روا نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس "لاجواب منطق" سے شاہ صاحب نے اپنے ضمیر کو کیسے مطمئن کر لیا۔

رابعاً:۔ ہمارے شاہ صاحب تو امام خطابیؒ کے زمانے کے عوام کو بطور حجت و دلیل پیش فرما رہے ہیں اور علمائے امت کی نکیر کے علی الرغم ان کے فعل سے سند پکڑ رہے ہیں۔ آیئے! میں آپ کو اس سے بھی دو صدی پہلے کے "عوام" کے بارے میں اہل علم کی رائے بتاتا ہوں۔

صاحب درمختار نے باب الاعتکاف سے ذرا پہلے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اکثر عوام جو مردوں کے نام کی نذر و نیاز مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کی قبور پر روپے پیسے اور شمع' تیل وغیرہ کے چڑھاوے ان کے تقرب کی غرض سے چڑھاتے ہیں یہ بالاجماع باطل اور حرام ہے الا یہ کہ فقراء پر صرف کرنے کا قصد کریں۔ اس ضمن میں انہوں نے ہمارے امام محمد بن الحسن الشیبانی مدون مذہب نعمانی رحمتہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا ارشاد نقل کیا ہے:

"ولقد قال الامام محمد لو كانت العوام عبيدي لاعتقتهم واسقطت ولائي وذلك لانهم لا يهتدون فالكل بهم يتغيرون"

ترجمہ..... "اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں ان کو آزاد کر دیتا اور ان کو آزاد کرنے کی نسبت بھی اپنی طرف نہ کرتا کیونکہ وہ ہدایت نہیں پاتے۔ اس لئے ہر شخص ان سے عار کرتا ہے"۔

علامہ شامیؒ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"اہل فہم پر مخفی نہیں کہ امامؒ کی مراد اس کلام سے عوام کی مذمت کرنا اور اپنی طرف ان کی کسی قسم کی نسبت سے دوری اختیار کرنا ہے' خواہ ولاءٗ (نسبت آزادی) کے ساقط کرنے سے ہو' جو قطعی طور پر ثابت ہے اور اس اظہار برأت کا سبب عوام کا جہل عام ہے اور ان کا بہت سے احکام کو تبدیل کر دینا۔ اور باطل و حرام چیزوں کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ پس ان کی مثال انعام کی سی ہے کہ اعلام و اکابر ان سے عار کرتے ہیں۔ اور ان عظیم شناعتوں سے برأت کا اظہار کرتے ہیں......"۔

یہ امام محمدؒ کے زمانے کے عوام ہیں جن کے افعال و بدعات سے امام محمدؒ اور دیگر اعلام و اکابر برأت

کا اظہار فرماتے ہیں۔ لیکن اس کے دو صدی بعد کے عوام کی بدعات ہمارے شاہ صاحب کے لئے عین دین بن جاتی ہیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ فرماتے ہیں کہ پھول چڑھانے کا سلسلہ تو امام خطابیؒ کے دور سے چلا آتا ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ وہی عوام ہیں جن کے جہل عام اور تغیر احکام کی شکوہ سنجی ہمارے اعلام و اکابر کرتے چلے آئے ہیں۔

یہ اس ناکارہ کے مضمون پر شاہ صاحب کی تنقیدات کے چند نمونے قارئین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں جن سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب اور ان کے ہم ذوق حضرات بدعات کی ترویج و اشاعت کے لئے کیسی کیسی تاویلات ایجاد فرماتے ہیں' حق تعالیٰ شانہ سنت کے نور سے ہمارے دل و دماغ اور روح و قلب کو منور فرمائیں اور بدعات کی ظلمت و نحوست سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

آخرت کی جزا و سزا

بروز حشر شفاعت محمدیؐ کی تفاصیل

س..... بروز محشر شفاعت امت محمدیؐ کی تفاصیل کیا ہیں؟۔

ج..... ان تفصیلات کو قلمبند کرنے کے لئے تو ایک دفتر چاہئے' مختصر یہ ہے کہ شفاعت کی کئی صورتیں ہوں گی۔

اول..... شفاعت کبریٰ' یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ قیامت کے دن جب لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہونے میں تاخیر ہو جائے گی تو لوگ نہایت پریشان ہوں گے لوگ کہیں گے کہ چاہے ہمیں دوزخ میں ڈال دیا جائے مگر اس پریشانی سے نجات مل جائے۔ تب لوگ اپنے علماء سے اس مسئلہ کا حل دریافت کریں گے۔ علماء کرام کی طرف سے فتویٰ دیا جائے گا کہ اس کے لئے کسی نبی کی شفاعت کرائی جائے۔ لوگ علی الترتیب سیدنا آدم علیہ السلام' نوح علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے مگر یہ سب حضرات معذرت کریں گے اور اپنے سے بعد والے نبی کا حوالہ دیتے جائیں گے۔

مسند ابو داؤد طیالسی (ص۔ ۳۵۴ مطبوعہ حیدر آباد دکن) کی روایت میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام شفاعت کی درخواست کرنے والوں سے فرمائیں گے۔

"یہ بتاؤ! اگر کسی برتن پر مہر لگی ہوئی ہو تو جب تک مہر کو نہ کھولا جائے اس برتن کے اندر کی چیز نکالی جا سکتی ہے"۔

وہ عرض کریں گے نہیں!۔

آپؑ فرمائیں گے کہ "پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج یہاں تشریف فرما ہیں ان کی خدمت میں حاضری دو"۔

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیں گے اور پھر لوگ آپؐ کی خدمت میں درخواست کریں گے۔ آپؐ ان کی درخواست قبول فرما کر شفاعت کے لئے "مقام محمود" پر کھڑے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ، آپؐ کی شفاعت قبول فرمائیں گے یہ شفاعت کبریٰ کہلاتی ہے کیونکہ اس سے تمام امتیں اور تمام اولین و آخرین مستفید ہوں گے اور سب کا حساب شروع ہو جائے گا۔

دوم: بعض حضرات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بغیر حساب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

سوم: بعض لوگ جو اپنی بدعملی کی وجہ سے دوزخ کے مستحق تھے، ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ یہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے طفیل میں دیگر مقبولان بارگاہ الٰہی کو نصیب ہوگی۔

چہارم: جو گنہگار دوزخ میں داخل ہوں گے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات انبیاء کرام علیہم والسلام، حضرت ملائکہ اور اہل ایمان کی شفاعت سے جنت میں داخل کیا جائیگا...... ان سب حضرات کی شفاعت کے بعد حق تعالیٰ شانہ تمام اہل لا الہ الا اللہ کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ (یہ گویا ارحم الراحمین کی شفاعت ہوگی) اور دوزخ میں صرف کافر باقی رہ جائیں گے۔

پنجم: بعض حضرات کے لئے جنت میں بلندی درجات کی شفاعت ہوگی۔

ششم: بعض کافروں کے لئے دوزخ میں تخفیف عذاب کی شفاعت ہوگی۔

ان تمام شفاعتوں کی تفصیلات احادیث شریف میں وارد ہیں۔

خدا کے فیصلہ میں شفاعت کا حصہ

س...... اگر شفاعت فیصلے پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تو اس کا فائدہ معلوم نہیں اور اگر یہ فیصلے پر اثر انداز

ہوتی ہے تو یہ تصرف ہے اس لئے شفاعت کے بارے میں آپ کا جواب اطمینان بخش نہیں ہے۔

ج..... "الا باذنہ" تو قرآن مجید میں ہے اس لئے شفاعت بالاذن پر ایمان لانا تو واجب ہوا' رہا تصرف کا شبہ تو اگر حاکم ہی یہ چاہے کہ اگر اس گنہگار کی کوئی شفاعت کرے تو اس کو معاف کر دیا جائے گو معاف وہ از خود بھی کر سکتا ہے مگر شفاعت میں شفیع کی وجاہت اور حاکم کی عظمت کا اظہار مقصود ہو تو اس میں اشکال کیا ہے؟۔

قیامت کے دن کس کے نام سے پکارا جائے گا۔

س..... قیامت کے دن میدان حشر میں والدہ کے نام سے پکارا جائے گا یا والد کے نام سے؟

ج..... ایک روایت میں آتا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ماں کی نسبت سے پکارے جائیں گے لیکن یہ روایت بہت کمزور بلکہ غلط ہے۔ اس کے مقابلے میں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے جس میں باپ کی نسبت سے پکارے جانے کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے۔

روز قیامت لوگ باپ کے نام سے پکارے جائیں گے۔

س..... روزنامہ جنگ کے جمعہ ایڈیشن میں "آپ کے مسائل اور ان کا حل" پڑھا۔ یہ کالم میں عام طور پر باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔

اس کالم کے تحت آپ نے ایک صاحب کے سوال کا جو جواب دیا ہے میں اس جواب کی ذرا وضاحت چاہتا ہوں۔ ان کا سوال تھا کیا قیامت کے روز باپ کے نام سے پکارا جائے گا یا ماں کے نام سے؟

بچپن سے ہم سنتے چلے آ رہے ہیں کہ قیامت کے روز ہر فرد اپنی ماں کے نام سے پکارا جائے گا لیکن آج پہلی دفعہ میں نے آپ کے حوالے سے یہ پڑھا کہ قیامت کے روز افراد باپ کی نسبت سے پکارے جائیں گے۔

آپ کے علم میں ہو گا کہ قدیم زمانہ سے لیکر آج تک دنیا کے مختلف ممالک میں ایسے باقاعدہ مراکز ہیں' جہاں عصمت فروشی اور بردہ فروشی کو جائز کاروبار کا درجہ حاصل ہے۔ اور ایسے مراکز میں ظاہر ہے بچے پیدا ہوں گے تو ایسے بچوں کے باپ قیامت کے روز کون ہونگے اور کس ولدیت سے ان کو پکارا جائے گا؟

میرے محدود علم کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے بطن مریم سے بغیر کسی باپ کے پیدا کیا جو کہ اللہ جل شانہ کی قدرت کا کرشمہ ہے تو عالی قدر ذرا یہ بات مجھے سمجھا دیجئے کہ قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ کو کس ولدیت سے پکارا جائے گا؟

واضح رہے کہ بچپن میں ہم اسی بناپر یہ سنتے چلے آرہے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے کوئی باپ نہیں وہ صرف ماں کی اولاد ہیں۔ اس لئے قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ کی وجہ سے تمام لوگوں کو ماں کی نسبت سے پکارا جائے گا۔

حضور والا۔ میرا اس ناقص ذھن میں آنے والے ان دو سوالوں کا جواب دے کر میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔

ج..... عام شہرت تو اسی کی ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنی ماؤں کی نسبت سے پکارے جائیں گے لیکن یہ بات نہ تو قرآن کریم میں وارد ہوئی ہے نہ کسی قابل اعتماد حدیث میں۔ بلکہ اس کے برعکس صحیح احادیث میں وارد ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنے اپنے باپ کی نسبت سے پکارے جائیں گے جیسا کہ پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

رہا آپ کا یہ سوال کہ جو بچے صحیح النسب نہیں یا کنواری ماؤں سے پیدا ہوتے ہیں ان کو کس نسبت سے پکارا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کی ساری قوموں میں بچے کو باپ سے منسوب کیا جاتا ہے اور فلاں بن فلاں کہا جاتا ہے مگر یہاں بن باپ کے بچوں سے کبھی کوئی اشکال نہیں ہوا' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ ایسے بچوں کا نسب ماں سے منسوب کر دیا جاتا ہے اسی طرح قیامت میں بھی ایسے بچوں کو ان کی ماؤں سے منسوب کر دیا جائیگا۔ اور جن بچوں کے نام کی شہرت دنیا میں باپ سے تھی ان کو ان کے اسی مشہور باپ سے منسوب کیا جائے گا۔ واللہ علم۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تو دنیا میں بھی ان کی والدہ مقدسہ مریم بتول سے تھی اور رہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جگہ جگہ عیسیٰ بن مریم فرمایا گیا ہے قیامت کے دن بھی ان کی یہی نسبت برقرار رہے گی۔ چنانچہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال و جواب ہوگا۔ قرآن کریم نے اس کو بھی ذکر کیا ہے۔ اور ان کو "یاعیسیٰ بن مریم" سے مخاطب فرمایا ہے ۔ اور یہ خصوصیت صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے کہ دنیا اور قیامت میں ان کی نسبت ماں کی طرف کی جاتی ہے اس سے تو اس بات کو اور زیادہ تقویت ملتی ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ماں کے نام سے پکارے جائیں باقی کوئی اور ماں کے نام سے نہیں پکارا جائے گا تاکہ ان کی خصوصیت معلوم ہو سکے۔ بہر حال احادیث نبویہ اور قرآن مجید سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قیامت کے دن افراد کی نسبت والد کی طرف ہوگی۔

مرنے کے بعد اور قیامت کے روز اعمال کا وزن۔

س..... جناب مفتی صاحب کیا یہ صحیح ہے کہ روز محشر ہمارے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا میزان ہمارے

ثواب صغیرہ و کبیرہ سے ہو گا اور جس کا پلہ زیادہ یا کم ہو گا اسی کے مطابق جزا اور سزا کے مستحق ہوں گے۔

ج...... قرآن کریم کی آیات اور صحیح احادیث میں اعمال کا موزون ہونا مذکور ہے۔ اس میزان میں ایمان و کفر کا وزن کیا جائے گا اور پھر خاص مومنین کے لئے ایک پلہ میں ان کے حسنات اور دوسرے پلہ میں ان کے سیئات رکھ کر ان اعمال کا وزن ہو گا جیسا کہ در منثور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر حسنات غالب ہوئے تو جنت اور سیئات غالب ہوئے تو دوزخ اور اگر دونوں برابر ہوئے تو اعراف اس کے لئے تجویز ہو گی۔ پھر خواہ شفاعت سے سزا کے بغیر یا سزا کے بعد مغفرت ہو جائے گی۔

نوٹ...... جنت اور جہنم کے درمیان حائل ہونے والے حصار کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے۔ اس مقام پر کچھ لوگ ہوں گے جو جنت و دوزخ دونوں طرف کے حالات کو دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ جنتیوں کے عیش و آرام کی بہ نسبت جہنم میں اور جہنمیوں کی بہ نسبت جنت میں ہوں گے اس مقام پر کن لوگوں کو رکھا جائے گا؟ اس میں متعدد اقوال ہیں مگر صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے حسنات و سیئات (نیک اور بدی) کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔

کیا حساب و کتاب کے بعد نبی کی بعثت ہو گی۔

س...... ٹیلی ویژن کے پروگرام فہم القرآن میں علامہ طالب جوہری نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ قیامت کے بعد ان غیر مسلموں پر دوبارہ نبی مبعوث فرمائے گا جن تک اسلام نہیں پہنچا تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں انہوں نے روایت کا ذکر کیا مگر تفصیل نہیں بتائی اس طرح تو مثلاً حبشی قوم جن کی زندگی کا پورا حصہ جنگل میں گزرا اور غیر مسلم ہو کر مرے کیا قیامت کے بعد پھر سے غیر مسلم کے لئے اسلام کی تبلیغ شروع کی جائے گی؟ تو کون سے نبی ہوں گے جو یہ تبلیغ کا کام کریں گے۔

ج...... قیامت میں کسی نبی کے مبعوث کئے جانے کی روایت میرے علم میں نہیں، جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں راجح مسلک یہ ہے کہ اگر وہ توحید کے قائل تھے تو ان کی بخشش ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا و سزا میں شریک نہیں بلکہ اطلاع دینے والے ہیں

س...... عزت و ذلت اور جزا و سزا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ساتھ ہی اپنے کلام پاک میں سورہ اعراف کے رکوع ۲۳، سورہ احزاب رکوع ۶۔ اور سورہ السبا رکوع ۳ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دینے والا قرار دیا۔ اس لفظ خوشخبری دینے والے کا کیا مفہوم سمجھا جائے۔ کیا اس میں علم غیب پنہاں ہے؟۔ جہاں اللہ تعالیٰ جزاو سزا کا خود ہی مالک ہے۔ اس میں رسالت ماب بھی شریک ہیں۔ جبکہ آپ خوشخبری دینے والے ہیں۔

ج..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک اعمال پر خوشخبری دینے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے نیک جزا کا وعدہ فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزاو سزا میں شریک نہیں بلکہ منجانب اللہ جزاو سزا کی اطلاع دینے پر مامور ہیں۔

جرم کی دنیاوی سزا اور آخرت کی سزا

س..... اگر ایک شخص نے قتل کیا ہو اور اس کو دنیا میں پھانسی یا عمر قید کی سزا مل گئی تو کیا قیامت کے دن بھی اس کو سزا ملے گی۔؟

ج..... آخرت کے عذاب کی معافی توبہ سے ہوتی ہے۔ پس اگر اس کو اپنے جرم پر پشیمانی لاحق ہوئی اور اس نے توبہ کرلی اور خدا تعالیٰ سے معافی مانگی تو آخرت کی سزا نہیں ملے گی۔ ورنہ مل سکتی ہے۔ چونکہ ایسا مجرم جسے دنیا میں سزا ملی ہو اکثر اپنے کئے پر پشیمان ہوتا ہے اور وہ اس سے توبہ کرتا ہے اس لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص کو دنیا میں سزا مل گئی وہ اس کے لئے آخرت کے عذاب سے کفارہ ہے اور جس کو دنیا میں سزا نہیں ملی اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اس کے کرم سے توقع ہے کہ معاف کردے۔

انسان جنتی اپنے اعمال سے بنتا ہے اتفاق اور چیزوں سے نہیں

س:۔ اگر کوئی رمضان کی چاند رات کو یا پہلے روزے کو انتقال کرے تو کیا وہ جنتی ہے؟ یا غسل کے بعد خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا قبر میں دفن کرنے تک مردے کے سرہانے رہے تو کیا وہ جنتی ہوا؟۔

ج:۔ نہیں! جنتی تو آدمی اپنے اعمال سے بنتا ہے کسی شخص کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ جنتی ہے۔ البتہ بعض چیزوں کو اچھی علامت کہہ سکتے ہیں۔

کیا تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے

س..... ایک شخص نے یہ کہا کہ کوئی ضروری نہیں کہ قرآن وحدیث کے پابند اشخاص ہی بخشے جائیں گے بلکہ تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہوگی۔

ج..... یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کے تمام مذاہب کے لوگوں کی

بخشش ہوگی خالص کفر ہے۔ کیونکہ دیگر مذاہب کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں ان کے بارے میں قرآن مجید میں جابجا تصریحات موجود ہیں کہ ان کی بخشش نہیں ہوگی پس جو شخص خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہو وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے۔

غیر مسلموں کے اچھے اعمال کا بدلہ

س...... اگر کوئی غیر مسلم نیکی کا کوئی کام کرے مثلاً کہیں کنواں کھدوا دے یا مخلوق خدا سے رحم و شفقت کا برتاؤ کرے جیسا کہ کچھ عرصہ قبل بھارتی کرکٹر بشن سنگھ بیدی نے ایک مسلمان بچے کے لئے اپنے خون کا عطیہ دیا تھا تو کیا غیر مسلم کو نیک کام کرنے پر اجر ملے گا؟۔

ج...... نیکی کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اور ایمان کے بغیر نیکی ایسی ہے جیسے روح کے بغیر بدن۔ اس لئے اس کو آخرت میں اجر نہیں ملے گا البتہ دنیا میں ایسے اچھے کاموں کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے۔

س...... دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ غیر مسلم جو اچھے کام کرتے ہیں ان کو قیامت میں ان کا صلہ ملے گا اور وہ جنت میں جائیں گے' میں نے ان سے کہا کہ غیر مسلم چاہے اہل کتاب کیوں نہ ہوں ان کو نیک کاموں کا صلہ یہاں مل سکتا ہے قیامت میں نہیں ملے گا نہ وہ جنت میں جائیں گے جب تک کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہوتے۔

ج...... آپ کی بات صحیح ہے قرآن مجید میں اور احادیث شریفہ میں بے شمار جگہ فرمایا گیا ہے کہ جنت اہل ایمان کے لئے ہے اور کفار کے لئے جنت حرام ہے اور یہ بھی بہت سی جگہ فرمایا گیا ہے کہ نیک اعمال کے قبول ہونے کے لئے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ نہ اس پر قیامت کے دن کوئی اجر ملے گا۔

س...... تمام لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور امت محمدیؐ سے ہیں ۔ عیسائی یا یہودی لوگ جن پر اللہ کریم نے تورات' انجیل نازل فرمائی ہیں اگر وہ اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سخاوت' غریبوں کی مدد کرنا' ہسپتال بنانا اور اس کے علاوہ کئی اچھے کام کرتے ہیں جن کی اسلام نے بھی اجازت دی ہے تو کیا وہ لوگ جنت میں نہیں جاسکتے؟ اللہ کریم غفور رحیم ہے

ج...... قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر و شرک کے گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔ اس سے کم درجے کے جو گناہ ہیں وہ جس کو چاہے معاف کر دے گا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اس امت میں جو شخص میرے بارے میں سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی' اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ خلاصہ یہ کہ نجات اور مغفرت کے لئے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے بخشش نہیں ہوگی۔

گنہگار مسلمان کی بخشش

س...... مولانا صاحب کیا گناہ گار مسلمان جس نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو لیکن ساری زندگی گناہوں میں گزار دی وہ آخرت میں اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہو سکے گا یا نہیں۔

ج...... جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوا انشاء اللہ اس کی کسی نہ کسی وقت ضرور بخشش ہوگی۔ لیکن مرنے سے پہلے آدمی کو سچی توبہ کر لینی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ اور بعض گناہ ایسے ہیں جن کی نحوست کی وجہ سے ایمان سلب ہو جاتا ہے (نعوذ باللہ) اس لئے خاتمہ بالخیر کا بہت اہتمام کرنا چاہئے اور اس کے لئے دعائیں بھی کرتے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حسن خاتمہ کی دولت نصیب فرمائیں اور سوء خاتمہ سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

گناہ اور ثواب برابر ہونے والے کا انجام

س...... اگر قیامت کے دن انسان کے گناہ اور ثواب برابر ہوں تو کیا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟

ج...... ایک قول کے مطابق یہ شخص کچھ مدت کے لئے "اعراف" میں رہے گا۔ اس کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

کیا قطعی گناہ کو گناہ نہ سمجھنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا

س:۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ "رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں دوزخی ہیں"۔ تو کیا ایسے دوزخی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں رہیں گے۔ اسی طرح دوسرے گنہگار بھی جو اس دنیا میں مختلف گناہوں میں ملوث ہیں دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے یا گناہوں کی سزا مل جانے کے بعد جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے یا دوزخی کو کبھی جنت نصیب نہ ہوگی۔

ج:۔ دائمی جہنم تو کفر کی سزا ہے کفر و شرک کے علاوہ جتنے گناہ ہیں اگر آدمی توبہ کئے بغیر مر جائے تو ان کی مقررہ سزا ملے گی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے بغیر سزا کے بھی معاف فرما سکتے ہیں بشرطیکہ خاتمہ ایمان پر ہوا ہو لیکن یہ یاد رہنا چاہئے کہ گناہ کو گناہ نہ سمجھنے سے آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور یہ بہت ہی باریک اور سنگین بات ہے۔ بہت سے سود کھانے والے' رشوت کھانے والے اور داڑھی منڈوانے یا کترانے والے اپنے آپ کو گنہگار ہی نہیں سمجھتے خلاصہ یہ ہے کہ جن گناہوں کو آدمی گناہ سمجھ

کر کرتا ہو اور اپنے آپ کو گناہ گار اور مجرم تصور کرتا ہو ان کی معافی تو ہو جائے گی خواہ سزا کے بعد ہو یا سزا کے بغیر لیکن جن گناہوں کو گناہ ہی نہیں سمجھا ان کا معاملہ زیادہ خطرناک ہے۔

گنہگار مسلمان کو دوزخ کے بعد جنت

س...... جنت کی زندگی دائمی ہے کیا دوزخ میں ڈالے گئے کلمہ گو کو سزا کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا یا وہ سزا بھی ابدی ہے قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں۔

ج...... جس شخص کے دل میں ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا ایمان بھی ہو گا وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو گا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عذاب الٰہی کو روکنے کا ذریعہ ہے

س..... ایک عرض ہے کہ دینی رسالہ بینات خالص دینی ہونا چاہئے' کسی پر اعتراض و تشنیع مجھے پسند نہیں۔ اس سے نفرت کا جذبہ ابھرتا ہے' صدر ضیاء الحق کے بیانات پر اعتراضات یقیناً عوام میں نفرت پھیلنے کا ذریعہ بنتے ہیں جس سے مملکت کی بنیادیں کھوکھلی پڑ جانے کا خطرہ ضرور ہے۔ ویسے بھی ملک اندرونی اور بیرونی خطرات سے دوچار ہے۔ کہیں بھارت آنکھیں دکھا رہا ہے تو کہیں کارمل انتظامیہ کی شہ پر روس کی آواز سنی جاتی ہے۔ کہیں خمینی کے اسلامی انقلاب کی آمد آمد کی خبریں سننے میں آجاتی ہیں' کہیں ملک کے ہتھوڑا گروپ' کلہاڑا گروپ وغیرہ کی صدائیں سننے میں آتی ہیں۔ غرض ایسے حالات میں ذرا سی چنگاری ہمارے پاکستان کا شیرازہ بکھیر سکتی ہے اس صورت میں پھر یہ ذمہ داری کس پر عائد ہو گی۔ اس بارے میں اگر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے تو نوازش ہو گی۔

ج...... آپ کا یہ ارشاد تو بجا ہے کہ وطن عزیز بہت سے اندرونی و بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے اور یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ ان حالات میں حکومت سے بے اعتمادی پیدا کرنا قرین عقل و دانش نہیں لیکن آنجناب کو معلوم ہے کہ بینات میں یا راقم الحروف کی کسی اور تحریر میں صدر ضیاء الحق صاحب کے کسی سیاسی فیصلے کے بارے میں کبھی لب کشائی اور حرف زنی نہیں کی گئی۔ ع

کار مملکت خسرواں دانند

لیکن جہاں تک دینی غلطیوں کا تعلق ہے اس پر ٹوکنا نہ صرف یہ کہ اہل علم کا فرض ہے (اور مجھے افسوس اور ندامت کے ساتھ اعتراف ہے کہ ہم یہ فرض ایک فیصد بھی ادا نہیں کر پا رہے) بلکہ یہ خود صدر محترم کے حق میں خیر کا باعث ہے...... اس سلسلہ میں آپ کو امیر المومنین حضرت معاویہ بن سفیان رضی

اللہ عنہما کا واقعہ سناتا ہوں، جو حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی قدس سرہ، نے "حیاۃ الصحابہ" میں نقل کیا ہے۔

واخرج الطبرانی وابو یعلیٰ عن ابی قبیل عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما انہ صعد المنبر یوم القمامۃ فقال عند خطبتہ: انما المال مالنا والفیٔ فیئنا فمن شئنا اعطیناہ ومن شئنا منعناہ فلم یجبہ احد فلما کان فی الجمعۃ الثانیۃ قال مثل ذالک فلم یجبہ احد فلما کان فی الجمعۃ الثالثۃ قال مثل مقالتہ فقام الیہ رجل ممن حضر المسجد فقال: کلا انما المال مالنا والفیٔ فیئنا فمن حال بیننا وبینہ حاکمناہ الی اللہ باسیافنا فنزل معاویۃ رضی اللہ عنہ فارسل الی الرجل فادخلہ فقال القوم: ھلک الرجل ثم دخل الناس فوجدوا الرجل معہ علی السریر فقال معاویۃ رضی اللہ عنہ للناس ان ھذا احیانی احیاہ اللہ، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سیکون بعدی امرأ یقولون ولا یرد علیہم یتقاحمون فی النار کما تتقاحم القردۃ۔ وانی تکلمت اول جمعۃ فلم یرد علیّ احد فخشیت ان اکون منہم ثم تکلمت فی الجمعۃ الثانیۃ فلم یرد علی احد فقلت فی نفسی انی من القوم ثم تکلمت فی الجمعۃ الثالثۃ فقام ھذا الرجل فرد علیّ فاحیانی احیاہ اللہ۔ قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۳۶) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابو یعلیٰ ورجالہ ثقات، اھ۔ (حیاۃ الصحابۃ ج ۲ ص ۶۸)

ترجمہ:۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما قمامہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے خطبہ میں فرمایا کہ مال ہمارا ہے۔ اور فئی (غنیمت) ہماری ہے۔ ہم جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ ان کی یہ بات سن کر کسی نے جواب نہیں دیا۔ دوسرا جمعہ آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں پھر یہی بات کہی۔ اب کے بھی انہیں کسی نے نہیں ٹوکا، تیسرا جمعہ آیا تو پھر یہی بات کہی اس پر حاضرین مسجد میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہا:۔

ہر گز نہیں یہ مال ہمارا ہے۔ اور غنیمت ہماری ہے۔ جو شخص اس کے اور ہمارے درمیان آڑے آئے گا ہم اپنی تلواروں کے ذریعہ اس کا فیصلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے اترے تو اس شخص کو بلا بھیجا' اور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شخص تو مارا گیا' پھر لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ وہ شخص حضرت معاویہؓ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے فرمایا' "اس شخص نے مجھے زندہ کر دیا اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ میرے بعد کچھ حکام ہوں گے۔ جو (خلاف شریعت) باتیں کریں گے لیکن کوئی ان کو ٹوکے گا نہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں ایسے گھسیں گے' جیسے بندر گھستے ہیں...... میں نے پہلے جمعہ کو ایک بات کہی' اس پر مجھے کسی نے نہیں ٹوکا' تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں بھی انہیں لوگوں میں نہ ہوں۔ پھر میں نے دوسرے جمعہ کو یہ بات دہرائی' اس بار بھی کسی نے میری تردید نہیں کی تو میں نے اپنے جی میں سوچا کہ میں انہی میں سے ہوں۔ پھر میں نے تیسرے جمعہ یہی بات کہی تو اس شخص نے اٹھ کر مجھے ٹوک دیا۔ پس اس نے مجھے زندہ کر دیا' اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے"۔

اور یہ نہ صرف صدر محترم کے حق میں خیر و برکت کی چیز ہے۔ بلکہ امت کی صلاح و فلاح بھی اسی میں ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر او ليوشكن الله ان يبعث عليكم عذاباً من عنده ثم لتدعنه ولا يستجاب لكم۔

(رواه الترمذی، مشکوٰۃ ص ۴۳٦)

ترجمہ:۔

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہیں معروف کا حکم کرنا ہو گا۔ اور برائی سے روکنا ہو گا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کر دے۔ پھر تم اس سے دعائیں کرو' اور تمہاری دعائیں بھی نہ سنی جائیں"۔

ان ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں راقم الحروف کا احساس یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل عذاب الٰہی کو روکنے کا ذریعہ ہے۔ آج امت پر جو طرح طرح کے مصائب ٹوٹ رہے ہیں' اور ہم گوناگوں خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کی "احتسابی حس" کمزور اور نہی عن المنکر کی آواز بہت دھیمی ہو گئی ہے۔ جس دن یہ آواز بالکل خاموش ہو جائے گی اس دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس روز بد سے محفوظ رکھیں۔

جنت

جنت میں اللہ کا دیدار

س...... کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو نظر آئیں گے؟ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔
ج...... اہل سنت والجماعت کے عقائد میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا۔ یہ مسئلہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔

نیک عورت جنتی حوروں کی سردار ہو گی

س...... جناب آج تک یہ سنتے آئے ہیں کہ جب کوئی نیک مرد انتقال کرتا ہے تو اسے ستر حوریں خدمت کیلئے دی جائیں گی۔ لیکن جب کوئی عورت انتقال کرتی ہے تو اس کو کیا دیا جائے گا؟
ج...... وہ اپنے جنتی شوہر کے ساتھ رہے گی اور جنت کی حوروں کی سردار ہو گی۔ جنت میں سب کی عمر اور قد یکساں ہو گا اور بدن نقائص سے پاک۔ شناخت حلیہ سے ہو گی۔ جن خواتین کے شوہر بھی جنتی ہوں گے وہ تو اپنے شوہروں کے ساتھ ہوں گی اور حور عین کی ملکہ ہوں گی اور جن خواتین کا یہاں عقد نہیں ہوا ان کا جنت میں کسی سے عقد کر دیا جائے گا۔ بہر حال دنیا کی جنتی عورتوں کو جنت کی حوروں پر فوقیت ہوگی۔

بہشت میں ایک دوسرے کی پہچان اور محبت

س...... بہشت میں باپ، ماں، بیٹا، بہن، بھائی ایک دوسرے کو پہچان سکیں گے تو ان سے وہی محبت ہو گی جو اس دنیا میں ہے یا محبت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہو گی؟
ج...... اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہشت میں لے جائیں تو جان پہچان اور محبت تو ایسی ہو گی کہ دنیا میں اس کا تصور ہی ممکن نہیں۔

جنت میں مرد کیلئے سونے کا استعمال

س..... قرآن کی سورہ حج کی آیت نمبر۲۳ میں ہے کہ "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اللہ تعالیٰ انہیں (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے"۔ اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ جنت میں نیکو کاروں کو سونا کیسے پہننا جائز ہو جائے گا جبکہ دنیا میں اچھے یا برے مرد کیلئے ہر حال میں سونا پہننا جائز نہیں۔

ج..... دنیا میں مرد کو سونا پہننا جائز نہیں لیکن جنت میں جائز ہو گا اس لئے پہنایا جائے گا۔

دوبارہ زندہ ہوں گے تو کتنی عمر ہو گی؟

س..... انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کیا اسے اسی عمر میں زندہ کیا جائے گا جس عمر میں وہ مرا تھا؟

ج..... اس کی تصریح تو یاد نہیں۔ البتہ بعض دلائل و قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس عمر میں آدمی مرا ہو اسی میں اٹھایا جائے گا۔

کیا "سیدا شباب اہل الجنۃ" والی حدیث صحیح ہے؟

س..... ایک دوست نے گفتگو کے دوران کہا کہ جمعہ کے خطبہ میں جو حدیث عموماً پڑھی جاتی ہے "الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ" یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی ہے ورنہ اہل جنت میں تو انبیاء کرامؑ بھی ہوں گے۔ کیا حضرت حسنؓ و حسینؓ ان کے بھی سردار ہوں گے؟ آپ سے گزارش ہے کہ اس پر روشنی ڈالیں کہ اس دوست کی بات کہاں تک صحیح ہے؟

ج..... یہ حدیث تین قسم کے الفاظ سے متعدد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے چنانچہ حدیث کے جو الفاظ سوال میں مذکور ہیں جامع صغیر میں اس کے لئے مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۱۔	حضرت ابو سعید خدریؓ	مسند احمد۔ ترمذی
۲۔	حضرت عمرؓ	طبرانی فی الکبیر
۳۔	حضرت علیؓ	" "

۴ -	حضرت جابرؓ	" "
۵ -	حضرت ابو ہریرہؓ	" "
۶ -	حضرت اسامہ بن زیدؓ	طبرانی فی الاوسط
۷ -	حضرت براء بن عازبؓ	" "
۸ -	حضرت ابن مسعودؓ	ابن عدی

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں

الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنة و ابو ھما خیر منہما

ترجمہ..... "حسنؓ اور حسینؓ جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے والدین ان سے افضل ہیں"۔

اس لئے مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے۔

۱ -	ابن عمرؓ	ابن ماجہ۔ مستدرک
۲ -	قرہ بن ایاسؓ	طبرانی فی الکبیر
۳ -	مالک بن حویرثؓ	" "
۴ -	ابن مسعودؓ	مستدرک

اس حدیث کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنة الا ابنی الخالة عیسٰی بن مریم ویحیٰی بن زکریا۔ و فاطمة سیدة نساء اھل الجنّة الا ما کان من مریم بنت عمران

"حسنؓ وحسینؓ جوانان جنت کے سردار ہیں۔ سوائے دو خلیرے بھائیوں عیسٰی بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے اور فاطمہؓ خواتین جنت کی سردار ہیں۔ سوائے مریم بنت عمران کے"۔

یہ روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مسند احمد، صحیح ابن حبان، مسند ابی یعلیٰ، طبرانی معجم کبیر اور مستدرک حاکم میں مروی ہے۔

مجمع الزوائد (۹/۱۸۳/۱۸۴) میں یہ حدیث حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کی ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ۱۲ صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین سے مروی ہے (جن میں سے بعض احادیث صحیح ہیں۔ بعض حسن اور بعض ضعیف) اس لئے یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے۔ بلکہ حافظ سیوطیؒ نے اس کو متواترت میں شمار کیا ہے جیسا کہ فیض القدیر شرح جامع صغیر (ص ۴۱۵ ۔ ج ۲) میں نقل کیا ہے۔

رہا یہ کہ اہل جنت میں تو انبیاء کرام بھی ہوں گے اس کا جواب یہ ہے کہ جوانان اہل جنت سے مراد وہ حضرات ہیں جن کا انتقال جوانی میں ہوا ہو' ان پر حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سیادت ہو گی۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح حضرات خلفاء راشدین اور وہ حضرات جن کا انتقال پختہ عمر میں ہوا وہ بھی اس میں شامل نہیں۔ چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے۔

وابو بکر و عمر سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والاخرین ما خلا النبیین والمرسلین

"ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سردار ہیں اہل جنت کے پختہ عمر کے لوگوں کے اولین و آخرین سے' سوائے انبیاءؑ و مرسلینؑ کے"۔

یہ حدیث بھی متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے ہے۔

۱۔ حضرت علیؓ (مسند احمد ص ۸۰ ج ۱ ترمذی ص ۲۰۷ ج ۲ ابن ماجہ ص ۱۰)

۱۔ حضرت انسؓ (ترمذی ص ۲۰۷ ۔ ج ۲)

۲۔ حضرت ابو جحیفہ رضؓ (ابن ماجہ ص ۱۱)

۳۔ حضرت جابرؓ (طبرانی فی الاوسط مجمع الزوائد ص ۵۳ ج ۹)

۴۔ حضرت ابن سعید خدریؓ (" " " مجمع الزوائد۔ ص ۵۳ ۔ ج ۹)

۵۔ حضرت ابن عمرؓ (بزار مجمع الزوائد ص ۵۳ ۔ ج ۹)

۶۔ حضرت ابن عباسؓ (امام ترمذی نے اس کا حوالہ دیا ہے ص ۲۰۷ ۔ ج ۲)

اس حدیث میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کہول (ادھیڑ عمر) اہل جنت کے سردار ہونے کے ساتھ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے استثناء کی تصریح ہے۔ ان دونوں احادیث کے پیش نظر یہ کہا جائے گا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ اہل جنت میں سے جن حضرات کا انتقال پختہ عمر میں ہوا ان کے سردار حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ہوں گے اور جن کا جوانی میں انتقال ہوا ان کے سردار حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ہوں گے۔ واللہ اعلم

تعویذ گنڈے اور جادو

تعویذ گنڈے کی شرعی حیثیت

س...... ہمارے خاندان میں تعویذ گنڈے کی بہت شہرت ہے اور اسی وجہ سے میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ کیا کسی کو تعویذ کرانے سے اس پر اثر ہو جاتا ہے؟

ج...... تعویذ گنڈے کا اثر ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے مگر ان کی تاثیر بھی باذن اللہ ہے۔ کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے جو تعویذ گنڈے کئے جاتے ہیں ان کا حکم تو وہی ہے جو جادو کا ہے کہ ان کا کرنا اور کرانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے بلکہ اس سے کفر کا اندیشہ ہے اور میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی پر گندگی پھینک دے تو ایسا کرنا تو حرام اور گناہ ہے اور یہ نہایت کمینہ حرکت ہے۔ مگر جس پر گندگی پھینکی گئی ہے اس کے کپڑے اور بدن ضرور خراب ہوں گے اور کی بدبو بھی ضرور آئے گی۔ پس کسی چیز کا حرام اور گناہ ہونا دوسری بات ہے اور اس گندگی کا اثر ہونا فطری چیز ہے۔ تعویذ اگر کسی جائز مقصد کے لئے کیا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ اور شرک کی بات نہ لکھی ہو۔ پس تعویذ گنڈے کے جواز کی تین شرطیں ہیں۔ اول...... کسی جائز مقصد کے لئے ہو' ناجائز مقاصد کے لئے نہ ہو۔ دوم...... اس کے الفاظ کفر و شرک پر مشتمل نہ ہوں اور اگر وہ ایسے الفاظ پر مشتمل ہو جن کا مفہوم معلوم نہیں تو وہ بھی ناجائز ہے۔ سوئم...... ان کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے۔

کیا حدیث پاک میں تعویذ لٹکانے کی ممانعت آئی ہے

س:۔ ایک دکان پر کچھ کلمات لکھے ہوئے دیکھے جو درج ذیل ہیں "جس نے گلے میں تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا" اور ساتھ ہی مذکورہ حدیث لکھی تھی۔ من علق تمیمۃ فقد اشرک (مسند احمد) گزارش یہ

ہے کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔ حدیث مذکورہ کا کیا درجہ ہے۔ اگر اس کا ذکر کہیں نہ ہو تو بھی درخواست ہے کہ گلے میں تعویذ پہننا کیسا ہے؟۔

ج:۔ یہ حدیث صحیح ہے مگر اس میں تعویذ سے مطلق تعویذ مراد نہیں بلکہ وہ تعویذ مراد ہیں جو جاہلیت کے زمانے میں کئے جاتے تھے اور جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوتے تھے۔ پوری حدیث پڑھنے سے یہ مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گروہ (بیعت کے لئے) حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو کو بیعت فرمالیا اور ایک کو نہیں فرمایا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ! آپ نے نو کو بیعت کرلیا اور ایک کو چھوڑ دیا؟ فرمایا اس نے تعویذ لٹکا رکھا ہے یہ سن کر اس شخص نے ہاتھ ڈالا اور تعویذ کو توڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیعت فرمالیا اور فرمایا: من علق تمیمة فقد اشرک (مجمع الزوائد ص۔ ۱۰۳ ج۔۵) ترجمہ: "جس نے تعویذ باندھا اس نے شرک کا ارتکاب کیا" اس سے معلوم ہوا کہ یہاں ہر تعویذ مراد نہیں۔ بلکہ جاہلیت کے تعویذ مراد ہیں اور دور جاہلیت میں کاہن لوگ شیطان کی مدد کے الفاظ لکھا کرتے تھے۔

تعویذ گنڈا صحیح مقصد کے لئے جائز ہے

س...... "تعویذ گنڈا شرک ہے" اس عنوان سے ایک کتابچہ کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے توحید روڈ کیاڑی کراچی سے شائع کیا ہے۔ انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے:

ان الرقی والتمائم والتولة شرک (رواہ ابو داؤد مشکوٰة ص ۳۸۹)

(ترجمہ) تعویذ اور ٹوٹکہ (یعنی ٹونا، منتر) سب شرک ہیں۔ انہوں نے بعض واقعات اور...... حدیث سے ثابت کیا ہے کہ قرآنی آیت بھی گلے میں نہیں لٹکانی چاہئے۔ پانی وغیرہ پر دم بھی نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ یہ کام عام طور پر سب کرتے ہیں۔ اگر یہ سب شرک ہے تو پھر یہ سب باتیں ہم کو چھوڑنی ہوں گی۔ آپ اپنی رائے سے جلد از جلد مطلع فرمائیں تاکہ عوام اس سے باخبر ہوں اور شرک جیسے عظیم گناہ سے بچ جائیں۔

ج...... ڈاکٹر صاحب نے غلط لکھا ہے قرآنی آیات کا تعویذ جائز ہے جبکہ غلط مقاصد کے لئے نہ کیا گیا ہو۔ حدیث میں جن ٹونوں ٹوٹکوں کو شرک فرمایا گیا ہے ان سے زمانہ جاہلیت میں رائج شدہ ٹونے ٹوٹکے مراد ہیں جن میں مشرکانہ الفاظ پائے جاتے تھے اور جنات وغیرہ سے استعانت حاصل کی جاتی تھی۔ قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت

ہے اور بزرگان دین کے معمولات میں شامل ہے۔

ناجائز کام کے لئے تعویذ بھی ناجائز ہے' لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہونگے

س :۔ ہمارے محلے میں ایک مولوی صاحب رہتے ہیں جو کسی زمانے میں امام مسجد ہوا کرتے تھے آج کل تعویذ گنڈوں کا کام کرتے ہیں اور ان کے پاس ہر وقت بہت بھیڑ بھاڑ رہتی ہے زیادہ تر عورتوں کا ہوتا ہے جن کی فرمائشیں کچھ اس طرح ہوتی ہیں مثلاً فلاں کا بچہ مرجائے' فلاں کا روبار بند ہو جائے' میرا خاوند مجھے طلاق دے دے' فلاں کی ساس مرجائے کیا اس طرح تعویذ کرانے صحیح ہیں اس میں کون گنہگار ہو گا۔

ج :۔ جائز کام کے لئے تعویذ جائز ہے اور ناجائز کام کے لئے ناجائز۔ ناجائز تعویذ کرنے اور کرانے والے دونوں برابر کے گنہگار ہیں۔

حق کام کے لئے تعویذ لکھنا دنیوی تدبیر ہے عبادت نہیں

س... ہمارے ایک بزرگ ہیں ان کا خیال ہے کہ تعویذ لکھنا از روئے شریعت جائز نہیں چاہے وہ کسی کام کے لئے ہوں۔ مثلاً حاجت روائی' ملازمت کے سلسلے میں وغیرہ وغیرہ۔ ان کا یہ بھی فرمانا ہے کہ قرآن پاک میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ فلاں آیت کو لکھ کر گلے میں لٹکانے سے یا بازو میں باندھنے سے آدمی کی کوئی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین رکھنا چاہئے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تعویذوں میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کی آیات لکھی جاتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ کئی لوگ ان کا غلط استعمال کرتے ہیں لیکن جائز کام کے لئے تو انہیں لکھا جاسکتا ہے۔

ج...... قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنے کا احادیث طیبہ میں ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرامؓ اور بعد کے صلحاء کا یہ معمول رہا ہے تعویذ بھی اسی کی ایک شکل ہے۔ اس لئے اس کے جواز میں تو شبہ نہیں البتہ تعویذ کی حیثیت کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ بعض لوگ تعویذ کی تاثیر کو قطعی یقینی سمجھتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ تعویذ بھی منجملہ اور تدابیر کے ایک علاج اور تدبیر ہے اور اس کا مفید ہونا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ بعض لوگ تعویذ کو "روحانی عمل" سمجھتے ہیں۔ یہ خیال بھی قابل اصلاح ہے روحانیت اور چیز ہے اور تعویذ وغیرہ محض دنیوی تدبیر و علاج ہے اس لئے جو شخص تعویذ کرتا ہو اس کو بزرگ سمجھ لینا غلطی ہے۔ بعض لوگ دعا پر اتنا یقین نہیں رکھتے جتنا کہ تعویذ پر۔ یہ بھی قابل اصلاح ہے۔ دعا عبادت ہے اور تعویذ کرنا کوئی عبادت نہیں اور کسی ناجائز مقصد کے لئے تعویذ کرانا حرام ہے۔

تعویذ کا معاوضہ جائز ہے

س...... کسی بھی جائز ضرورت کے لئے کسی بھی شخص کا بالعوض دعا تعویذ وغیرہ کچھ رقم طلب کرنے پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص جو بلحاظ عمر و بیماری ضرورت مند ہونے کے لئے دعا و تعویذ وغیرہ دینے کے بعد صرف معمولی معاوضہ اپنی حاجت کے لئے طلب کرے تو ایسی صورت میں اس کی دعائیں اور یہ عمل قابل قبول ہو گا یا نہیں؟

ج...... دعا تو عبادت ہے اور اس کا معاوضہ طلب کرنا غلط ہے۔ باقی وظیفہ و تعویذ جو کسی دنیوی مقصد کے لئے کیا جائے اس کی حیثیت عبادت کی نہیں بلکہ ایک دنیوی تدبیر اور علاج کی ہے۔ اس کا معاوضہ لینا دینا جائز ہے۔ باقی ایسے لوگوں کے وظیفے اور تعویذ کارگر بھی ہوا کرتے ہیں یا نہیں؟ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں جس کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے۔ البتہ تجربہ یہ ہے کہ ایسے لوگ اکثر دکاندار ہوتے ہیں۔

تعویذ پہن کر بیت الخلاء جانا

س:۔ اگر قرآن شریف کی آیات کو موم جامہ کر کے گلے میں ڈال لیا جائے تو کیا ان کو اتارے بغیر کسی ناپاک جگہ مثلاً باتھ روم میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟۔

ج:۔ ایسی انگوٹھی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا آیات قرآنی کندہ ہوں اس کو پہن کر بیت الخلاء میں جانا مکروہ لکھا ہے۔ (عالمگیری ص۔ ۵۰، ج۔ ۱ مطبوعہ مصر)

جادو کرنا گناہ کبیرہ ہے اس کا توڑ آیات قرآنی ہیں

س...... کیا قرآن و سنت کی رو سے جادو برحق ہے؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی جادو کے زور سے کسی کو برے راستے پر گامزن کر دے یا یہ کہ کوئی جادو کے ذریعے کسی کا برا چاہے اور دوسرے کو مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کر دے۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ جو لوگ جادو کے برحق ہونے کے حق میں دلائل دیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی چل گیا تھا تو ہم تو معمولی سے بندے ہیں اور اس سلسلے میں سورہ فلق کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ آپ برٰہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

ج...... جادو چل جاتا ہے اور اس کا اثر انداز ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے۔ مگر جادو کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جادو کرنے اور کرانے والے دونوں ملعون ہیں۔ قرآن کریم نے جادو کو کفر فرمایا ہے گویا ایسے لوگوں کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

س...... جو حضرات جن میں بزرگان دین بھی شامل ہوتے ہیں اور جو جادو کا اتار کرنے کی خاطر تعویذ

وغیرہ دیتے ہیں کیا ان کے پاس جا کر اپنی مشکلات بیان کرنا اور ان سے مدد چاہنا شرک کے زمرے میں آتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو نادانستگی میں ایسا کرنے والوں کے لئے کفارۂ گناہ کیا ہو سکتا ہے؟

ج..... جادو کا توڑ کرنے والوں کے لئے کسی ایسے شخص سے رجوع کرنا جو اس کا توڑ جانتا ہو جائز ہے بشرطیکہ وہ جادو کا توڑ جادو اور سفلی عمل سے نہ کرے بلکہ آیات قرآنی سے کرے۔ یہ شرک کے زمرے میں نہیں آتا۔

نقصان پہنچانے والے تعویذ جادو ٹوٹکے حرام ہیں

س..... کیا تعویذ جادو، ٹونا جائز ہے یا نہیں کیونکہ تعویذوں کا اثر ہمیشہ ہوتا ہے اور انسان کو نقصان پہنچتا ہے۔ تعویذ کرنے والے کے لئے کیا سزا اسلام نے تجویز کی ہے؟

ج..... کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے تعویذ جادو ٹوٹکے کرنا حرام ہے اور ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے تو اس کو سزائے موت ہو سکتی ہے۔

جو جادو یا سفلی عمل کو حلال سمجھ کر کرے وہ کافر ہے

س:۔ کوئی آدمی یا عورت کسی پر تعویذ دھاگہ سفلی عمل یا پھر جادو کا استعمال کرے اور اس کے اس عمل سے دوسرے آدمی کو تکلیف پہنچے یا پھر اگر وہ آدمی اس تکلیف سے انتقال کر جائے تو خداوند تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کا کیا درجہ ہو گا چاہے وہ تکلیف میں ہی مبتلا ہوں یا انتقال ہو جائے کیونکہ آج کل کالا عمل کا رواج زیادہ عروج کر رہا ہے لہٰذا مہربانی فرما کر تفصیل سے لکھنا تاکہ اس کالے دھندے کرنے اور کرانے والوں کو اپنا انجام معلوم ہو سکے اللہ ان لوگوں کو نیک ہدایت دے: آمین۔

ج:۔ جادو اور سفلی عمل کرنا اس کے بدترین کبیرہ گناہ ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جادو کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اگر اس کو حلال سمجھ کر کرے تو کافر ہے اور اگر حرام اور گناہ سمجھ کر کرے تو کافر نہیں۔ گنہگار اور فاسق ہے اس میں شک نہیں کہ ایسے سفلی اعمال سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس آفت سے بچائے۔ یہ بھی فقہائے امت نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے جادو اور سفلی عمل سے کسی کی موت واقع ہو جائے تو یہ شخص قاتل تصور کیا جائے گا۔

سفلی عملیات سے توبہ کرنی چاہئے

س..... میں نے نوجوانی کے عالم میں سفلی عملیات پڑھے تھے۔ اس گناہ کے ازالہ کے لئے کیا کرنا چاہئے۔

ج..... ان عملیات کو چھوڑ دیجئے اور اس گناہ سے توبہ کیجئے۔

جنات

جنات کا وجود قرآن وحدیث سے ثابت ہے

س..... کیا جنات انسانی اجسام میں محلول ہوسکتے ہیں جب کہ جنات ناری مخلوق ہیں اور وہ آگ میں رہتے ہیں اور انسان خاکی مخلوق ہے۔ جس طرح انسان آگ میں نہیں رہ سکتا تو جنات کس طرح خاک میں رہ سکتے ہیں۔ بہت سے مفکرین اور ماہر نفسیات جنات کے وجود کے بارے میں اختلافات رکھتے ہیں اس لئے یہ مسئلہ توجہ طلب ہے۔

ج..... جنات کا وجود تو برحق ہے۔ قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں ان کا ذکر بہت سی جگہ موجود ہے اور کسی جن کا انسان کو تکلیف پہنچانا بھی قرآن کریم، احادیث شریفہ نیز انسانی تجربات سے ثابت ہے جو لوگ جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں ان کی بات صحیح نہیں۔ باقی رہا جنات کا کسی آدمی میں حلول کرنا! سو اول تو وہ بغیر حلول کے بھی مسلط ہوسکتے ہیں پھر ان کے حلول کرنے میں کوئی استبعاد نہیں۔ ان کے آگ سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ خود بھی آگ ہیں بلکہ آگ ان کی تخلیق پر غالب ہے جیسے انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مگر وہ مٹی نہیں۔

اہل ایمان کو جنات کا وجود تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں

س..... آج کل ہمارے یہاں جنات کے وجود کے بارے میں بحث چل رہی ہے اور اب تک اس سلسلہ میں مذہبی، سائنسی، منطقی اور عقلی نظریات سامنے آئے ہیں۔ یہ سب نظریات نوعیت کے اعتبار سے جدا جدا ہیں لہٰذا ماسوائے مذہبی نظریات کے دوسروں پر یقین یا غور کرنا بہت سی ذہنی کشمکشوں کو جنم دیتا ہے جبکہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ اپنے مذہبی نظریات پر ہی یقین کامل کرنے کا

ہے۔ لہٰذا آپ براہ مہربانی قرآنی دلائل یا سچے اور حقیقی واقعات کی روشنی میں یا اگر احادیث کی روشنی میں جنوں کا وجود ثابت ہو تو اس بارے میں صحیح صورتحال اور نظریہ سامنے لائیں تاکہ لوگوں کے اذہان کو اس بارے میں پیدا ہو جانے والی کشمکش اور تذبذب سے نجات دلائی جاسکے۔

ج..... قرآن کریم میں ۲۹ جگہ جنوں کا ذکر آیا ہے اور احادیث میں بھی بہت سے مقامات پر ان کا تذکرہ آیا ہے اس لئے جو لوگ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تو جنات کا وجود تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں اور جو لوگ اس کے منکر ہیں ان کے پاس نفی کی کوئی دلیل اس کے سوا نہیں کہ یہ مخلوق ان کی نظر سے اوجھل ہے۔

جنات کا انسان پر آنا حدیث سے ثابت ہے

س..... قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا جن انسان پر آسکتا ہے۔ اگر آسکتا ہے تو کیا انسانی جسم میں حلول ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

ج..... "آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان" کے باب ۵۱ میں لکھا ہے کہ بعض معتزلہ نے اس سے انکار کیا ہے لیکن امام اہلسنت ابوالحسن اشعریؒ نے مقالہ "اہل السنۃ والجماعۃ" میں اہلسنت کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ وہ "جنات کے مریض کے بدن میں داخل ہونے کے قائل ہیں"۔ اس کے بعد متعدد احادیث سے اس کا ثبوت دیا ہے۔

جنات کا آدمی پر مسلط ہو جانا

س..... کیا کسی انسان کے جسم میں کوئی جن داخل ہو کر اسے پریشان کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا تو پھر آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک شخص جس پر جن کا سایہ ہوتا ہے (لوگوں کے مطابق) وہ ایسی جگہ کی نشاندہی کرتا ہے جہاں وہ کبھی گیا نہیں ہوتا اور ایسی زبان بولتا ہے جو اس نے کبھی سیکھی نہیں یا پھر ایک اجنبی شخص کے پوچھنے پر اس کے ماضی کے بالکل صحیح حالات اور واقعات بتاتا ہے۔ اس نے قرآن شریف پڑھنا سیکھا ہی نہیں ہوتا مگر بڑی روانی سے تلاوت کرتا ہے آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

ج..... جنات کا آدمیوں پر مسلط ہونا ممکن ہے اور اس کے واقعات متواتر ہیں۔

"جن" عورتوں کا انسان مردوں سے تعلق

س..... میرے گاؤں کے نزدیک ایک شخص رہتا ہے جب وہ چھوٹا تھا تو اس پر دورے پڑتے تھے یہاں تک کہ سارا جسم خون سے تر ہو جاتا تھا۔ ہوتے ہوتے جب وہ جوان ہوا تو دورے پڑنے بند ہو گئے چند

سالوں بعد اس شخص نے بتایا کہ اس کے پاس ایک مادہ جن آئی جو کہ انتہائی خوبصورت لڑکی تھی اور مجھے تعویذ دیا کہ اس تعویذ کو چاندی میں بند کر کے اپنے جسم کے ساتھ باندھ لو اور جب بھی میری ضرورت پڑے تو اس تعویذ کو ماچس جلا کر تپش دو میں حاضر ہو جایا کروں گی۔

اب ہمارے گاؤں اور گردونواح میں جب کوئی بیمار ہو جاتا ہے یا کوئی اور مشکل پیش آتی ہے تو اس آدمی کو بلا لاتے ہیں وہ ماچس کی تیلی جلا کر اس تعویذ کو گرم کر لیتا ہے چند منٹوں کے بعد حقہ طلب کر لیتا ہے اور اس کی آنکھیں بہت زیادہ سرخ ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کی آواز عورت جیسی ہو جاتی ہے اور پوچھنے لگتی ہے کہ میرے معشوق کو کیوں تکلیف دی ہے۔ کیا تکلیف ہے تم کو۔

مولانا صاحب آپ یقین نہیں کریں گے کہ بڑے بڑے اسپیشلسٹ ڈاکٹر جس مرض کی تشخیص نہیں کر سکتے یہ مادہ جن (بقول اس کے) چند منٹوں میں اس مرض کے بارے میں بتا دیتی ہے کہ یہ فلاں مرض ہے اور اس کا علاج بھی بتا دیتی ہے۔ اکثر لوگ شفایاب ہوتے ہیں۔ یہ شخص انتہائی سادہ انسان ہے اور اس کو ان دوائیوں کے بارے میں یقیناً کچھ علم نہیں ہے جب وہ اس مخصوص وقت میں اپنی زبان سے (جو اس وقت عورت کی طرح بولتا ہے) کہہ دیتا ہے بہت سے مرضوں کا علاج ہو جاتا ہے۔ مولانا صاحب! میں ایک تعلیم یافتہ آدمی ہوں اور ان توہمات پر یقین نہیں کرتا لیکن اپنی آنکھوں سے میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ برائے کرام قرآن حکیم اور احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں کہ مندرجہ بالا واقعات کس حد تک درست ہیں۔

ج..... انسانوں پر جنات کے اثرات برحق ہیں۔ قرآن وحدیث دونوں میں اس کا ذکر ہے اور جن عورتوں کے انسان مردوں پر عاشق ہونے کے بھی بہت سے واقعات کتابوں میں لکھے ہیں اس لئے آپ نے جو کہانی لکھی ہے وہ ذرا بھی لائق تعجب نہیں۔

ابلیس کی حقیقت کیا ہے

س..... سب سے پہلا سوال عرض ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے ہے یا جنات کی نسل سے۔ کیونکہ ہمارے ہاں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ابلیس اللہ کے مقرب فرشتوں میں سے تھا مگر حکم عدولی کی وجہ سے اللہ نے اسے اپنی بارگاہ سے نکال دیا جبکہ جہاں تک میرا خیال ہے ابلیس جنات میں سے ہے اور عبادت کی وجہ سے فرشتوں کے برابر کھڑا ہو گیا۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے دھتکار دیا گیا۔

ج..... قرآن مجید میں ہے کہ "کان من الجن" یعنی شیطان جنات میں سے تھا مگر کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں میں شمار کیا جاتا تھا کہ تکبر کی وجہ سے مردود ہوا۔

کیا ابلیس کی اولاد ہے

س...... کیا ابلیس کی اولاد بھی ہے۔ اگر اکیلا ہے تو وہ اتنی بڑی مخلوق کو ایک ہی وقت میں گمراہ کیسے کر لیتا ہے؟ اس کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں؟

ج...... قرآن مجید میں ہے کہ اس کی آل اولاد بھی ہے اور اس کے اعوان و انصار بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ شیطان پانی کی سطح پر اپنا تخت بچھاتا ہے اور اپنے ماتحتوں کو روزانہ کی ہدایات دیتا ہے اور پھر روزانہ کی کارگزاری بھی سنتا ہے۔

ہمزاد کی حقیقت کیا ہے

س...... ہمزاد کی شرعی حقیقت کیا ہے کیا یہ واقعی اپنا وجود رکھتا ہے؟

ج...... حدیث میں ہے کہ "ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان مقرر ہے۔ فرشتہ اس کو خیر کا مشورہ دیتا ہے اور شیطان شر کا حکم کرتا ہے۔" ممکن ہے اسی شیطان کو "ہمزاد" کہہ دیا جاتا ہو ورنہ اس کے علاوہ ہمزاد کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔

توہم پرستی

اسلام میں بدشگونی کا کوئی تصور نہیں

س...... عام خیال یہ ہے کہ اگر کبھی دودھ وغیرہ گر جائے یا پھر طاق اعداد مثلاً ۳، ۵، ۷ وغیرہ یا پھر اسی طرح دنوں کے بارے میں جن میں منگل، بدھ، ہفتہ وغیرہ آتے ہیں انہیں مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ عام زبان میں بدشگونی کہا جاتا ہے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں بدشگونی کی کیا حیثیت ہے۔

ج...... اسلام میں نحوست اور بدشگونی کا کوئی تصور نہیں۔ یہ محض توہم پرستی ہے۔ حدیث شریف میں بدشگونی کے عقیدہ کی تردید فرمائی گئی ہے۔ سب سے بڑی نحوست انسان کی اپنی بدعملیاں اور فسق و فجور ہے۔ جو آج مختلف طریقوں سے گھر گھر میں ہو رہا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ یہ بدعملیاں اور نافرمانیاں خدا کے

قہر اور لعنت کی موجب ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے۔

اسلام نحوست کا قائل نہیں، نحوست انسان کی بدعملی میں ہے

س...... ہمارے مذہب اسلام میں نحوست کی کیا اہمیت ہے۔ بعض لوگ پاؤں پر پاؤں رکھنے کو نحوست سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ انگلیاں چٹخانے کو نحوست سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ جمائیاں لینے کو نحوست سمجھتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ فلاں کام کے لئے فلاں دن منحوس ہے۔

ج...... اسلام نحوست کا قائل نہیں۔ اس لئے کسی کام یا دن کو منحوس سمجھنا غلط ہے۔ نحوست اگر ہے تو انسان کی اپنی بدعملی میں ہے۔ پاؤں پر پاؤں رکھنا جائز ہے۔ انگلیاں چٹخانا نامناسب ہے اور اگر جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے۔

لڑکیوں کی پیدائش کو منحوس سمجھنا

س:۔ جن گھروں میں لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں وہاں زیادہ لوگ خوش نہیں ہوتے بلکہ رسمًا ہی خوش ہوتے ہیں لڑکوں کی پیدائش پر بہت خوشیاں منائی جاتی ہیں کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ کیونکہ لڑکی ہو یا لڑکا یہ تو اللہ ہی کی مرضی ہے لیکن جس نے لڑکی کو جنا اس کی تو گویا مصیبت ہی آگئی اور وہ "منحوس" ٹھہرتی ہے کیا ہم واپس جاہلیت کی طرف نہیں لوٹ رہے ہیں؟۔ جبکہ لڑکی کو دفن کر دیا جاتا تھا۔

ج:۔ لڑکوں کی پیدائش پر زیادہ خوشی تو ایک طبعی امر ہے لیکن لڑکیوں کو یا ان کی ماں کو منحوس سمجھنا یا ان کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرنا گناہ ہے۔

عورتوں کو مختلف رنگوں کے کپڑے پہننا جائز ہے؟

س:۔ ہمارے بزرگ چند رنگوں کے کپڑے اور چوڑیاں (مثلاً کالے، نیلے) رنگ کی پہننے سے منع کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ فلاں رنگ کے کپڑے پہننے سے مصیبت آجاتی ہے یہ کہاں تک درست ہے؟۔

ج:۔ مختلف رنگ کی چوڑیاں اور کپڑے پہننا جائز ہے اور یہ خیال کہ فلاں رنگ سے مصیبت آئے گی محض توہم پرستی ہے۔ رنگوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اعمال سے انسان اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول یا مردود ہوتا ہے۔

مہینوں کی نحوست

س...... اسلام میں نحوست منحوس وغیرہ نہیں جبکہ ایک حدیث ماہ صفر کو منحوس قرار دے رہی ہے۔

حدیث کا ثبوت اس کاغذ سے معلوم ہوا جو کہ کراچی میں بہت تعداد کے ساتھ بانٹے گئے ہیں۔

ج..... ماہ صفر منحوس نہیں اسے تو "صفر المظفر" اور "صفر الخیر" کہا جاتا ہے۔ یعنی کامیابی اور خیر و برکت کا مہینہ۔ ماہ صفر کی نحوست کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں۔ اس سلسلہ میں جو پرچے بعض لوگوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں وہ بالکل غلط ہیں۔

محرم، صفر، رمضان و شعبان میں شادی کرنا

س..... ہماری برادری کا کہنا ہے کہ چند مہینے ایسے ہیں جن میں شادی کرنا منع ہے۔ جیسے محرم، صفر، رمضان، شعبان وغیرہ۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ان مہینوں میں شریعت نے شادی کو جائز قرار دیا ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو کرنے والا کیا گناہ گار ہوگا؟

ج..... شریعت میں کوئی مہینہ ایسا نہیں جس میں شادی سے منع کیا گیا ہو۔

ماہ صفر کو منحوس سمجھنا کیسا ہے

س..... کیا صفر کا مہینہ خصوصی طور پر ابتدائی تیرہ دن جس کو عرف میں تیرہ تیزی کہا جاتا ہے یہ منحوس ہے؟

ج..... صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا جاہلیت کی رسم ہے۔ مسلمان تو اس کو "صفر المظفر" اور "صفر الخیر" سمجھتے ہیں۔ یعنی خیر اور کامیابی کا مہینہ۔

شعبان میں شادی جائز ہے

س..... ہمارے بزرگوں اور عام لوگوں کا کہنا ہے کہ شعبان المعظم چونکہ شب برات کا مہینہ ہے اس لئے شعبان میں نکاح جائز نہیں اور شادی بیاہ منع ہے؟

ج..... قطعاً غلط اور بیہودہ خیال ہے۔ اسلام نے کوئی مہینہ ایسا نہیں بتایا جس میں نکاح ناجائز ہو۔

کیا محرم، صفر میں شادیاں رنج و غم کا باعث ہوتی ہیں

س..... محرم، صفر، شعبان میں چونکہ شہادت حسینؓ اور اس کے علاوہ بڑے سانحات ہوئے ان کے اندر شادی کرنا نامناسب ہے اس لئے کہ شادی ایک خوشی کا سبب ہے اور ان سانحات کا غم تمام مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے اور مشاہدات سے ثابت ہے کہ ان مہینوں میں کی جانے والی شادیاں کسی

نہ کسی سبب سے رنج و غم کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس میں کسی عقیدے کا کیا سوال۔

ج..... ان مہینوں میں شادی نہ کرنا اس عقیدے پر مبنی ہے کہ یہ مہینے منحوس ہیں۔ اسلام اس نظریہ کا قائل نہیں۔ محرم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مہینے میں عقد نکاح ممنوع ہو گیا ورنہ ہر مہینے میں کسی نہ کسی شخصیت کا وصال ہوا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بھی بزرگ تر تھے اس سے یہ لازم آئے گا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے کسی میں بھی نکاح نہ کیا جائے۔ پھر شہادت کے مہینے کو سوگ اور نحوست کا مہینہ سمجھنا بھی غلط ہے۔

عیدالفطر و عیدالاضحیٰ کے درمیان شادی کرنا

س:۔ میں نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ عیدالفطر اور بقرعید کے درمیان شادی نہیں کرنی چاہئے بلکہ بقرعید کے بعد شادی کرنی چاہئے اگر شادی ہو جائے تو دولہا دلہن سکھ سے نہیں رہتے آپ یہ بتائیں کہ یہ درست ہے یا غلط؟۔

ج:۔ بالکل غلط عقیدہ ہے۔

کیا منگل، بدھ کو سرمہ لگانا جائز ہے

س..... میں نے سنا ہے کہ ہفتہ میں صرف پانچ دن سرمہ لگانا جائز ہے اور دو دن لگانا جائز نہیں۔ مثلاً منگل اور بدھ کے دن۔ کیا یہ صحیح ہے؟

ج..... ہفتہ کے سارے دنوں میں سرمہ لگانے کی اجازت ہے۔ جو خیال آپ نے لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

نوروز کے تہوار کا اسلام سے کچھ تعلق نہیں

س..... 21 مارچ کو جو "نوروز" منایا جاتا ہے کیا اسلامی نقطہ نظر سے اس کی کوئی حقیقت ہے؟ کراچی سے شائع ہونے والے روزنامے "ڈان گجراتی" میں نوروز کی بڑی دینی اہمیت بیان کی گئی ہے قرآن کریم کے حوالے سے اس میں بتایا گیا ہے کہ ازل سے اب تک جتنے اہم واقعات رونما ہوئے ہیں وہ سب اسی روز ہوئے۔ اسی روز سورج کو روشنی ملی، اسی روز ہوا چلائی گئی، اسی روز حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی، اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت شکنی کی، وغیرہ وغیرہ۔ از روئے حدیث نوروز کے اعمال بھی بتائے گئے کہ اس روز روزہ رکھنا چاہئے، نہانا چاہئے، نئے کپڑے پہننے چاہئیں، خوشبو لگانی چاہئے اور بعد نماز ظہر چار رکعت نماز نوروز دو دو رکعت کی نیت سے ادا کرنی چاہئے۔ پہلی دو

رکعت کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس بار سورہ القدر اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنی چاہئے۔ دوسری دو رکعت میں سے پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۃ الناس اور دس مرتبہ سورۃ الفلق پڑھنی چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ آخر دو رکعت کی پہلی رکعت میں ایک ہی سورت دس بار اور دوسری رکعت میں دو سورتیں دس دس بار اور وہ بھی الٹی ترتیب سے یعنی سورۃ الناس پہلے اور سورۃ الفلق بعد میں' کیا یہ درست ہے؟ چونکہ یہ باتیں قرآن و حدیث کے حوالے کے ساتھ بیان کی گئی ہیں للذا آپ کو زحمت دے رہا ہوں برائے کرم بذریعہ "جنگ" کی آئندہ اشاعت میں اس مسئلے کی وضاحت فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں۔ شکریہ۔

ج...... ہماری شریعت میں نوروز کی کوئی اہمیت نہیں اور "ڈان گجراتی" کے حوالے سے جو لکھا ہے وہ صحیح نہیں۔ نوروز کی تعظیم مجوسیوں اور شیعوں کا شعار ہے۔

رات کو جھاڑو دینا

س...... سنا ہے کہ رات کو جھاڑو دینا گناہ ہے کیا کاروباری لحاظ سے شریعت کے مطابق رات کو جھاڑو دینا اور جھاڑو سے فرش دھونا جائز ہے؟

ج...... رات کو جھاڑو دینے کا گناہ میں نے کہیں نہیں پڑھا۔

عصر کے بعد جھاڑو دینا۔ چپل کے اوپر چپل رکھنا کیسا ہے

س...... ہمارے بزرگ کہتے ہیں کہ (۱) عصر کی اذان کے تھوڑی دیر بعد جھاڑو نہیں دینا چاہئے۔ یعنی اس کے بعد کسی بھی وقت جھاڑو نہیں دینی چاہئے اس طرح کرنے سے مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ (۲) چپل کے اوپر چپل نہیں رکھنی چاہئے۔ (۳) جھاڑو کھڑی نہیں کرنی چاہئے۔ (۴) چارپائی پر چادر لمبائی والی جانب کھڑے ہو کر نہیں بچھانی چاہئے۔

ج...... یہ ساری باتیں شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتیں ان کی حیثیت توہم پرستی کی ہے۔

توہم پرستی کی چند مثالیں

س...... میں نے اکثر اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ رات کے وقت چوٹی نہ کرو' جھاڑو نہ دو' ناخن نہ کاٹو' منگل کو بال اور ناخن جسم سے الگ نہ کرو' ان سب باتوں سے نیستی آتی ہے۔ کھانا کھا کر جھاڑو نہ

دو، رزق اڑتا ہے۔ میری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔

ج...... یہ محض توہمات ہیں۔ شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں۔

الٹی چپل کو سیدھی کرنا

س...... ہم نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ راستے میں جو چپل الٹی پڑی ہو اسے سیدھی کر دینی چاہئے کیونکہ "نعوذ باللہ" اس سے اوپر لعنت جاتی ہے تو کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ کیا الٹی چپل سیدھی کرنی چاہئے؟

ج...... الٹی چیز کو سیدھا کرنا تو اچھی بات ہے لیکن آگے آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کی کوئی اصل نہیں محض لغویات ہے۔

استخارہ کرنا حق ہے لیکن فال کھلوانا ناجائز ہے

س...... کیا استخارہ لینا کسی بھی کام کرنے سے پہلے اور فال کھلوانا شرعی نقطۂ نظر سے درست ہے؟

ج..... سنت طریقے کے مطابق استخارہ تو مسنون ہے حدیث میں اس کی ترغیب آئی ہے اور فال کھلوانا ناجائز ہے۔

قرآن مجید سے فال نکالنا حرام اور گناہ ہے اس فال کو اللہ کا حکم سمجھنا غلط ہے

س:۔ ہم چار بہنیں ہیں، والد چار سال پہلے انتقال کر چکے ہیں، والدہ حیات ہیں، میں سب سے چھوٹی ہوں، مجھ سے بڑی تینوں بہنیں غیر شادی شدہ ہیں، ایک اہم بات یہ ہے کہ ہم سنی (مسلمان) گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں ہمارے کچھ دور کے رشتہ دار ہیں جو کہ قادیانیوں میں سے ہیں، ہمارا ان کے ساتھ کوئی خاص میل جول نہیں ہے، میرے والد کی وفات کے بعد ان لوگوں نے میری بڑی بہن کے لئے اپنے بیٹے کا رشتہ بھیجا، امی نے انکار تو نہ کیا (اقرار بھی نہ کیا) لیکن سوچنے کے لئے کچھ وقت مانگا، میری امی کو میری نانی نے مشورہ دیا کہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے پوچھا جائے، آپ کو ایک بات بتاؤں کہ میرے ابو میں چند ایسی عادتیں تھیں جن کی وجہ سے نہ صرف امی بلکہ ہم چاروں بھی بہت پریشان تھیں۔ امی نے قرآن مجید سے ابو کے بارے میں سوال پوچھا تو اس میں واضح طور پر جواب تھا کہ "بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے سو ایک خاص وقت (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس کی

حالت کا انتظار کرلو"۔ (سورۃ المومنون کی ۲۵ ویں آیت) سو میرا باپ مرنے تک صحیح نہ ہوسکا قرآن میں واضح طور پر جواب مل گیا تھا اس لئے ہم سب کو پختہ یقین تھا کہ ہم کو قرآن پاک ہی صحیح مشورہ دے گا' اس لئے جب یہ رشتہ آیا تو امی نے بہت ہی پریشانی کے عالم میں یہ سوال پوچھا کہ "ہم مسلمان ہیں اور لڑکا غیر مسلم ماں باپ کا بیٹا ہے۔ اس لئے تھوڑی سی خلش ہے کیا ہم وہاں ہاں کردیں؟ تو قرآن پاک میں یہ جواب آیا تھا کہ "اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی' کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے"۔ (سورۃ التوبہ کی ۲۱ ویں آیت) سب کو یہ جواب پڑھ کر کچھ تسلی ہوئی لیکن بعض رشتہ دار اور خود میری بہن صرف اس وجہ سے انکاری تھے کہ وہ غیر مسلم ہیں اس لئے امی مزید پریشان ہوگئی ہیں اور بیمار پڑگئی ہیں امی نے ایک مرتبہ پھر قرآن مجید میں پوچھا تو آپ یقین نہیں کریں گے کہ اس میں واضح طور پر یہ الفاظ تھے کہ "آپ کی مدد اس وقت کرچکا ہے"۔ سورۃ التوبہ کی چالیسویں آیت) چونکہ قرآن مجید چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اور ہمارا قرآن پاک چھوٹا ہے اس لئے صفحہ جب شروع ہوتا ہے تو یہی الفاظ جو میں نے بیان کئے ہیں الگ الگ صفحات پر درج ہیں' یہ میں آپ کو اس لئے بتارہی ہوں کہ جب آپ ان آیات کا ترجمہ پڑھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ آپ کے قرآن مجید میں وہ آگے پیچھے ہوں۔

آپ بھی مسلمان ہیں اور قرآن مجید کے ایک ایک حرف پر یقین رکھتے ہیں' مجھے احساس ہے کہ آپ دوسرے علماء کی طرح غیر مسلموں کو برا سمجھتے ہیں' ہم بہت پریشان ہیں 'اب انکار بھی نہیں کرسکتے کیونکہ ہم نے قرآن سے پوچھ لیا تو سمجھیں کہ اللہ سے پوچھ لیا اور اگر ہم نے نہ کردی تو اللہ تعالیٰ نہ جانے ہمارے لئے کون سی سزائیں منتخب کرے گا؟۔ مجھے احساس ہے کہ آپ کا کیا جواب ہوگا لیکن بس آپ میری یہ مشکل حل کردیں ـــ آیا ہم قرآن مجید سے پوچھنے کے باوجود "نہ" کرسکتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں جو الفاظ آئے ہیں وہ اوپر بیان کئے جاچکے ہیں۔

ج:۔ آپ کے سوال میں چند امور توجہ طلب ہیں ان کو الگ الگ لکھتا ہوں:

اول:...... قادیانی با جماع امت مرتد اور زندیق ہیں' کسی مسلمان لڑکی کا' کسی کافر سے نکاح نہیں ہوسکتا اس لئے اپنی بچی کافر کے حوالے ہرگز نہ کیجئے ورنہ ساری عمر زنا اور بدکاری کا وبال ہوگا اور اس گناہ میں آپ دونوں ماں بیٹی بھی شریک ہوں گی۔

دوم:...... قرآن مجید سے فال دیکھنا حرام اور گناہ ہے اور اس فال کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھنا نادانی ہے کیونکہ قرآن مجید کے صفحے مختلف ہوسکتے ہیں ایک شخص فال کھولے گا تو کوئی آیت نکلے گی اور دوسرا کھولے گا تو دوسری آیت نکلے گی۔ جو مضمون میں پہلی آیت سے مختلف ہوگی پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم

سے فال نکال کر کسی شخص نے کوئی کام کیا اور اس کا انجام اچھا نہ نکلا تو قرآن کریم سے بد عقیدگی پیدا ہو گی جس کا نتیجہ کفر تک نکل سکتا ہے۔ بہر حال علمائے امت نے اس کو ناجائز اور گناہ فرمایا ہے چنانچہ مفتی کفایت اللہ کے مجموعہ فتاویٰ "کفایۃ المفتی" میں ہے۔

"س:۔ ایک لڑکی کے کچھ زیورات کسی نے اتار لئے لوگوں کا خیال ایک شخص کی طرف گیا اور فال کلام مجید سے نکالی گئی اور اسی شخص کا نام نکلا جس کی طرف خیال گیا تھا اس کو جب معلوم ہوا تو اس نے مسجد میں جاکر قرآن مجید کے چند ورق پھاڑ لئے اور ان پر پیشاب کر دیا۔ (نعوذ باللہ) اور کہنے لگا کہ قرآن مجید بھی جھوٹا اور مولوی سالا بھی جھوٹا۔ آیا یہ شخص اسلام میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور ہو سکتا ہے تو کیسے؟"۔

"ج:۔ شریعت میں فال نکالنا منع ہے اور اس کے منع ہونے کی دو وجہیں ہیں اول تو یہ کہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ممکن ہے کہ نام غلط نکلے اور پھر جس کا نام نکلے خدانخواستہ کہیں وہ ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جیسی کہ اس شخص نے کی۔ شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے جو آپ نے دیکھا جس شخص نے کلام مجید اور مولویوں کے ساتھ ایسی گستاخیاں کی ہیں وہ کافر ہے لیکن نہ ایسا کافر کہ کبھی اسلام میں داخل نہ ہو سکے بلکہ جدید توبہ سے وہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔ آئندہ فال نکالنے سے احتراز چاہئے تاکہ فال نکال کر نام نکالنے والے اس شخص کی طرح خود بھی اور جس کا نام نکلا تھا اسے بھی گناہ گار نہ کریں۔ اس شخص سے توبہ کرانے کے بعد اس کی بیوی سے تجدید نکاح لازم ہے"۔

(کفایۃ المفتی ص۔ ۱۲۹' ج۔ ۹)

ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"ج:۔ قرآن مجید سے فال نکالنی ناجائز ہے فال نکالنی اور اس پر عقیدہ کرنا کسی اور کتاب (مثلاً دیوان حافظ یا گلستان وغیرہ) سے بھی ناجائز ہے مگر قرآن مجید سے نکالنی تو سخت گناہ ہے کہ اس سے بسا اوقات قرآن مجید کی توہین یا اس کی جانب سے بد عقیدگی پیدا ہو جاتی ہے"۔ (کفایۃ المفتی ص۔ ۲۲۱' ج۔ ۹)

ایک اور جگہ مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

"چور کا نام نکالنے کے لئے قرآن مجید سے فال لینا ناجائز ہے اور اس کو یہ سمجھنا کہ یہ قرآن مجید کو ماننا یا نہ ماننا ہے' غلط ہے۔ اس لئے حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ تم قرآن مجید کو مانتے ہو تو زید کے دس روپے دے دو کیونکہ قرآن مجید نے تمہیں چور بتایا ہے یہ بھی صحیح نہیں تھا"۔ (ایضاً ص۔۲۲۳)

پس آپ کا اور آپ کی والدہ کا اس ناجائز فعل کو حجت سمجھنا قطعاً غلط اور گناہ ہے' اس سے توبہ کرنی

چاہئے۔

سوم:...... آپ کی والدہ نے آپ کے والد صاحب کے بارے میں سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۲۵ کی جو یہ فال نکالی تھی!

"بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے۔ سو ایک خاص وقت (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس کی حالت کا انتظار کر لو"۔

قرآن مجید کھول کر اس سے آگے پیچھے پڑھ لیجئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کا قول نقل کیا ہے جو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ اب اگر یہ قول صحیح ہے تو آپ کے والد صاحب کی مثال نوح علیہ السلام کی ہوئی اور آپ کی والدہ کی مثال قوم نوح کے کافروں کی ہوئی' کیا آپ اور آپ کی والدہ اس مثال کو اپنے لئے پسند کریں گی؟ فرمان خدا (جس کا آپ حوالہ دے رہی ہیں) تو یہ ہے کہ اس فقرہ کے کہنے والے کافر ہیں اور جس شخص کے بارے میں یہ فقرہ کہا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ ہے۔ میں تو قرآن کریم کے لفظ لفظ پر ایمان رکھتا ہوں کیا آپ بھی اس فرمان خدا پر ایمان رکھیں گی؟۔

چہارم:...... ایک فرلڑکے کے بارے میں آپ کی والدہ نے سورۂ توبہ کی جو فال نکالی اس کو دیکھئے اس سے اوپر کی آیت میں ان اہل ایمان کا ذکر ہے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا' چنانچہ ارشاد ہے "جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا"۔ انہی کے بارے میں فرمایا ہے:

"ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے' اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی' کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی اور ان میں یہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے"۔

کیا دنیا کا کوئی عقل مند ان آیات کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کامل اہل ایمان اور مہاجرین و مجاہدین کے بارے میں نازل ہوئیں فال کھول کر فاسقوں' بدکاروں اور کافروں' مرتدوں پر چسپاں کرنے لگے گا اور اس کو فرمان الٰہی سمجھ کر لوگوں کے سامنے کرے گا؟ اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو' (اپنا) رفیق مت بناؤ' اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے (ایسا) عزیز رکھیں کہ ان کے ایمان لانے کی امید نہ

رہے) اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا' سوایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں"۔ (التوبہ: ۲۳)

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ جو کافر' کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں' خواہ وہ تمہارے کیسے ہی عزیز ہوں' خواہ باپ' بھائی اور بیٹے ہی کیوں نہ ہوں' ان کو اپنا دوست و رفیق نہ بناؤ اور ان سے محبت و مودت کا کوئی رشتہ نہ رکھو اور تنبیہ فرمائی گئی۔ ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا اس کا نام ظالموں اور خدا کے نافرمانوں میں لکھا جائے گا۔ اب بتایئے کہ جن قادیانی مرتدوں نے ایمان پر کفر کو ترجیح دے رکھی ہے اور جنھوں نے قادیان کے غلام احمد کو (نعوذ باللہ) "محمد رسول اللہ" بنا رکھا ہے' ایسے کافروں کو اپنی بیٹی اور بہن دے کر آپ کس زمرے میں شمار ہوں گی؟ اللہ تعالیٰ تو ایسے لوگوں کا نام ظالم رکھتا ہے' آپ اپنے لئے کون سا نام پسند کریں گی؟۔

پنجم:...... آپ کی امی نے تیسری فال قادیانیوں کے کافر قرار دیئے جانے پر نکالی اور اس میں یہ الفاظ نکلے۔

"آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے"۔

ذرا اس پوری آیت کو پڑھ کر دیکھئے کہ یہ کس کے بارے میں ہے؟ یہ آیت مقدسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے' مکہ کے کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دیا تھا اس کا حوالہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو فرماتے ہیں۔

> "اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اس وقت کر چکا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے' جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم کچھ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے"۔

مکہ سے نکالنے والے مکہ کے کافر تھے اور جن کو نکالا گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یار غار حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ آپ کی امی فال کے ذریعہ قادیانیوں پر اس آیت کو چسپاں کر کے قادیانیوں کو نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل بنا رہی ہیں اور تمام امت مسلمہ کو' جس نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے مکہ کے کافر بنا رہی ہیں یہ ہیں آپ کی امی کی کھولی ہوئی فال کے کرشمے اور لطف یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کے معنی و مفہوم سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان کرشموں کو خدا کا فرمان بتا رہی ہیں۔ خدا کے لئے ان باتوں سے توبہ کیجئے اور اپنا ایمان برباد نہ کیجئے۔ اس قادیانی مرتد کو ہرگز

لڑکی نہ دیجئے کیونکہ میں اوپر فرمان خداوندی نقل کر چکا ہوں کہ ایسے کافروں سے دوستی اور رشتہ ناطہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالم اور نافرمان ٹھہرایا ہے۔ اگر آپ نے اس فرمان الٰہی کی پروانہ کی اور لڑکی قادیانی مرتد کو دے دی تو اس ظلم کی ایسی سزا دنیا و آخرت میں ملے گی کہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی اسے یاد رکھیں گی۔

دست شناسی اور اسلام

س...... اسلام کی رو سے دست شناسی جائز ہے یا نہیں اس کا سیکھنا اور ہاتھ دیکھ کر مستقبل کا حال بتانا جائز ہے یا نہیں؟

ج...... ان چیزوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔

دست شناسی کی کمائی کھانا

س...... علم نجوم پر لکھی ہوئی کتابیں (پامسٹری) وغیرہ پڑھ کر لوگوں کے ہاتھ دیکھ کر حالات بتانا یعنی پیش گوئیاں کرنا اور اس پیشہ سے کمائی کرنا ایک مسلمان کے لئے جائز ہے؟

ج...... جائز نہیں۔

ستاروں کا علم

س...... کیا ستاروں کے علم کو درست اور صحیح سمجھا جاسکتا ہے اور کیا اس پر یقین کرنے سے ایمان پر کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

ج...... ستاروں کا علم یقینی نہیں اور پھر ستارے بذات خود موثر بھی نہیں اس لئے اس پر یقین کرنے کی ممانعت ہے۔

نجوم پر اعتقاد کفر ہے

س...... میں نے اپنے لڑکے کی شادی کا پیغام ایک عزیز کے ہاں دیا انہوں نے کچھ دن بعد جواب دیا کہ میں نے علم الاعداد اور ستاروں کا حساب نکلوایا ہے میں مجبور ہوں کہ بچوں کے ستارے آپس میں نہیں ملتے۔ اس لئے میری طرف سے انکار سمجھیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ از روئے شرع ان کا یہ فعل کہاں تک درست ہے؟

ج...... جوم پر اعتقاد تو کفر ہے۔

اہل نجوم پر اعتماد درست نہیں

س...... اکثر اہل نجوم کہتے ہیں کہ سال میں ایک دن ایک مقررہ وقت ایسا آتا ہے کہ اس مقررہ وقت میں جو دعا بھی مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے اور ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس مقررہ وقت میں ان پڑھ لوگوں کی اکثریت دعائیں مانگنے میں مصروف رہتی ہے۔ مہربانی فرما کر بتائیے کہ کیا دعائیں صرف ایک مقررہ وقت میں اور وہ بھی سال میں ایک دن قبول ہوتی ہیں؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سال کے باقی دنوں میں دعائیں نہ مانگی جائیں؟

ج...... اسلام کے نقطۂ نظر سے تو چوبیس گھنٹے میں ایک وقت (جس کی تعیین نہیں کی گئی) ایسا آتا ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ باقی نجوم پر مجھے نہ عقیدہ ہے۔ نہ عقیدہ رکھنے کو صحیح سمجھتا ہوں۔

برجوں اور ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں

س...... اپنی قسمت کا حال دریافت کرنا یا اخبارات وغیرہ میں جو کیفیات یا حالات درج کئے جاتے ہیں کہ فلاں برج والے کے ساتھ یہ ہوگا وہ ہوگا پڑھنا یا معلوم کرنا درست ہے اور اس بات پر یقین رکھنا کہ فلاں تاریخ کو پیدا ہونے والے کا برج فلاں ہے گناہ ہے؟

ج...... اہل اسلام کے نزدیک نہ تو کوئی شخص کسی کی قسمت کا صحیح صحیح حال بتا سکتا ہے نہ برجوں اور ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر ہے۔ ان باتوں پر یقین کرنا گناہ ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ پریشان رہتے اور توہم پرست بن جاتے ہیں۔

نجومی کو ہاتھ دکھانا

س...... جناب مولانا صاحب ہمیں ہاتھ دکھانے کا بہت شوق ہے۔ ہر دیکھنے والے کو دکھاتے ہیں۔ بتائیے کہ یہ باتیں ماننی چاہئیں یا نہیں؟

ج...... ہاتھ دکھانے کا شوق بڑا غلط ہے۔ اور ایک بے مقصد کام بھی اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔ جس شخص کو اس کی لت پڑ جائے وہ ہمیشہ پریشان رہے گا اور ان لوگوں کی انٹ شنٹ باتوں میں الجھا رہے گا۔

جو منجم سے مستقبل کا حال پوچھے اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی

س:۔ میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ستاروں کے علم پڑھنے سے یعنی جس طرح اخبارات اور

رسالوں میں دیا ہوا ہوتا ہے کہ "یہ ہفتہ آپ کا کیسا رہے گا" پڑھنے سے خداتعالیٰ اس شخص کی ۴۰ دن تک دعا قبول نہیں کرتا جب میں نے یہ بات اپنے ایک عزیز دوست کو بتائی تو وہ کہنے لگا کہ یہ سب فضول باتیں ہیں کہ خداوند تعالیٰ ۴۰ دن تک دعا قبول نہیں کرتا ویسے ستاروں کے علم پر تو میں یقین نہیں رکھتا کیونکہ ایسی باتوں پر یقین رکھنے سے ایمان پر دیمک لگ جاتی ہے تو اس سلسلے میں بتایئے کہ کس کا نظریہ درست ہے۔

ج:۔ اس سوال کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم اور مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ "جو شخص کسی "عراف" کے پاس گیا پس اس سے کوئی بات دریافت کی تو ۴۰ دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی"۔ (صحیح مسلم ص ۲۳۳ ج ۲)

ستاروں کے ذریعہ فال نکالنا

س...... ایک لڑکے کا رشتہ طے ہوا۔ لڑکی والوں نے تمام معلومات بھی کرلیں کہ لڑکا ٹھیک ٹھاک اور نیک ہے۔ پھر لڑکی والوں نے کہا کہ ہم تین دن بعد جواب دیں گے۔ ان کے گھرانے کے کوئی بزرگ ہیں جو امام مسجد بھی ہیں اور لڑکی والے ہر کام ان کے مشورے سے کرتے ہیں۔ جمعرات کے دن رات کو امام صاحب نے کوئی وظیفہ کیا اور جمعہ کو لڑکی والوں کو کہا کہ اس لڑکے اور لڑکی کا ستارہ آپس میں نہیں ملتا یہاں شادی نہ کی جائے۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے آگاہ فرمائیں۔

ج...... اسلام ستارہ شناسی کا قائل نہیں نہ اس پر یقین رکھتا ہے۔ بلکہ حدیث میں اس پر بہت سخت مذمت آئی ہے۔ وہ بزرگ اگر نیک اور باشرع ہیں تو ان کو استخارہ کے ذریعہ معلوم ہوا ہوگا جو یقینی اور قطعی نہیں اور اگر وہ کسی عمل کے ذریعہ معلوم کرتے ہیں تو یہ جائز نہیں۔

علم الاعداد پر یقین رکھنا گناہ ہے

س:۔ آپ نے اخبار جنگ میں ایک صاحب کے ہاتھ دکھا کر قسمت معلوم کرنے پر جو کچھ لکھا ہے میں اس سے بالکل مطمئن ہوں مگر علم الاعداد اور علم نجوم میں بڑا فرق ہوتا ہے اس علم میں یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ شخص کے نام کو بحساب ابجد ایک عدد کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے اور پھر جب "عدد" سامنے آجاتا ہے تو علم الاعداد کا جاننے والا اس شخص کو اس کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ کرسکتا ہے۔ ویسے بنیادی بات تو یہ ہے کہ اگر اس علم کو محض علم جاننے تک لیا جائے اور اگر اس میں کچھ غلط باتیں لکھی ہوں تو ان پر یقین نہ کیا جائے تو کیا یہ گناہ ہی ہوگا؟۔

ج:۔ علم نجوم اور علم الاعداد میں مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ وہاں ستاروں کی گردش اور ان کے اوضاع (اجتماع و افتراق) سے قسمت پر استدلال کیا جاتا ہے اور یہاں بحساب جمل اعداد نکال کر ان اعداد سے قسمت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ گویا علم نجوم میں ستاروں کو انسانی قسمت پر اثر انداز سمجھا جاتا ہے اور علم الاعداد میں نام کے اعداد کی تاثیرات کے نظریہ پر ایمان رکھا جاتا ہے' اول تو یہ ان چیزوں کو مؤثر حقیقی سمجھنا ہی کفر ہے۔ علاوہ ازیں محض انکل پچو اتفاقی امور کو قطعی و یقینی سمجھنا بھی غلط ہے لہٰذا اس علم پر یقین رکھنا گناہ ہے اگر فرض کیجئے کہ اس سے اعتقاد کی خرابی کا اندیشہ نہ ہو' نہ اس سے کسی مسلمان کو ضرر پہنچے' نہ اس کو یقینی اور قطعی سمجھا جائے تب بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا سیکھنا گناہ نہیں مگر ان شرائط کے باوجود اس کے فعل عبث ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ ان چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے آدمی دین و دنیا کی ضروری چیزوں پر توجہ نہیں دے سکتا۔

ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا درست نہیں

س...... قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا چاہئے یا نہیں؟
ج...... قرآن وحدیث کی روشنی میں ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا درست نہیں۔

الّو بولنا اور نحوست

س...... اگر کسی مکان کی چھت پر الّو بیٹھ جائے یا کوئی شخص الّو دیکھ لے تو اس پر تباہیاں اور مصیبتیں آنا شروع ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ ایک منحوس جانور ہے۔ اس کے برعکس مغرب کے لوگ اسے گھروں میں پالتے ہیں' مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

ج...... نحوست کا تصور اسلام میں نہیں ہے' البتہ یہ بات ضرور ہے کہ الّو ویرانہ چاہتا ہے جب کوئی قوم یا فرد اپنی بد عملیوں کے سبب اس کا مستحق ہو کہ اس پر تباہی نازل ہو تو الّو کا بولنا اس کی علامت ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ الّو کا بولنا تباہی و مصیبت کا سبب نہیں بلکہ انسان کی بد عملیاں اس کا سبب ہیں۔

شادی پر دروازے میں تیل ڈالنے کی رسم

س...... یوں تو ہمارے معاشرے میں بہت سی سماجی برائیاں ہیں۔ لیکن شادی بیاہ کے معاملوں میں ہمارے توہم پرست لوگ حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ شادی والے دن جب دولہا میاں دلہن کو لے کر گھر آتا ہے تو دلہا اور دلہن اس وقت تک گھر کے دروازے کے اندر نہیں آسکتے جب تک گھر کے دروازے کے

دونوں طرف تیل نہ پھینک دیا جائے۔ بعد ازاں دلہن اس وقت تک کسی کام کو ہاتھ نہیں لگا سکتی جب تک ایک خاص قسم کا کھانا جس میں بہت سی اجناس شامل ہوتی ہیں پکا نہیں لیتی۔ میرے خیال میں یہ سراسر توہم پرستی اور فضول رسمیں ہیں کیونکہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں ایسے کسی رسم ورواج کا پتہ نہیں ملتا۔ برائے مہربانی آپ شریعت کی رو سے بتائیں کہ اسلامی معاشرے میں ایسی رسوم کی کیا حیثیت ہے؟

ج...... آپ نے جن رسموں کا ذکر کیا ہے وہ بلاشبہ توہم پرستی ہے غالباً یہ اور اس قسم کی دوسری رسمیں ہندو معاشرے سے لی گئی ہیں۔

نظرِ بد سے بچانے کے لئے بچے کے سیاہ دھاگا باندھنا

س...... بچے کی پیدائش پر مائیں اپنے بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لئے اس کے گلے یا ہاتھ کی کلائی میں کالے رنگ کی ڈوری باندھ دیتی ہیں یا بچے کے سینے یا سر پر کاجل سے سیاہ رنگ کا نشان لگا دیا جاتا ہے تاکہ بچے کو بری نظر نہ لگے۔ کیا یہ فعل درست ہے؟

ج...... محض توہم پرستی ہے۔

غروبِ آفتاب کے فوراً بعد بتی جلانا

س...... بعد غروب آفتاب فوراً بتی یا چراغ جلانا ضروری ہے یا نہیں اگرچہ کچھ کچھ اجالا رہتا ہی ہو۔ بعض لوگ بغیر بتی جلائے مغرب کی نماز پڑھنا درست نہیں سمجھتے اس سلسلے میں شرعی حکم کیا ہے۔

ج...... یہ توہم پرستی ہے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

منگل اور جمعہ کے دن کپڑے دھونا

س...... اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ اور منگل کو کپڑے نہیں دھونا چاہئیں۔ ایسا کرنے سے رزق (آمدنی) میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

ج...... بالکل غلط توہم پرستی ہے۔

ہاتھ دکھا کر قسمت معلوم کرنا گناہ ہے اور اس پر یقین کرنا کفر ہے

س...... ہاتھ دیکھ کر جو لوگ باتیں بتاتے ہیں وہ کہاں تک صحیح ہوتی ہیں؟ اور کیا ان پر یقین کرنا چاہئے؟

ج...... ایسے لوگوں کے پاس جانا گناہ اور ان کی باتوں پر یقین کرنا کفر ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی پنڈت نجومی یا قیافہ شناس کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات دریافت کی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ مسند احمد اور ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کے بارے میں فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین سے بری ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے۔

آنکھوں کا پھڑکنا

س...... میں نے سنا ہے کہ سیدھی آنکھ پھڑکے تو کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے اور بائیں پھڑکے تو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا جواب دیں؟

ج...... قرآن و حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ محض بے اصل بات ہے۔

کیا عصر و مغرب کے درمیان مُردے کھانا کھاتے ہیں

س:۔ کیا عصر کی نماز سے مغرب کی نماز کے دوران کھانا نہیں کھانا چاہئے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس وقت مردے کھانا کھاتے ہیں۔

ج:۔ عصر و مغرب کے درمیان کھانا پینا جائز ہے اور اس وقت مُردوں کا کھانا جو آپ نے لکھا ہے وہ فضول بات ہے۔

توہم پرستی کی باتیں

س...... عام طور پر ہمارے گھروں میں یہ توہم پرستی ہے اگر دیوار پر کوا آکر بیٹھے تو کوئی آنے والا ہوتا ہے۔ پاؤں پر جھاڑو لگنا یا لگانا برا فعل ہے۔ شام کے وقت جھاڑو دینے سے گھر کی نیکیاں بھی چلی جاتی ہیں۔ دودھ گرنا بری بات ہے۔ کیونکہ دودھ پوت (بیٹے) سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔

مثال...... ایک عورت بیٹھی ہوئی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ قریب ہی دودھ چولہے یا انگیٹھی پر گرم ہو رہا ہے۔ اگر وہ ابل کر گرنے لگے تو بیٹے کو تو دور پھینک دے گی اور پہلے دودھ کو بچائے گی۔

اگر کوئی اتفاق سے کنگھی کر کے اس میں جو بال لگ جاتے ہیں وہ گھر میں کسی ایک کونے میں ڈال دے اور پھر کسی خاتون کی اس پر نظر پڑ جائے تو وہ کہے گی کہ کسی نے ہم پر جادو ٹونہ کرایا ہے۔

ایسی ہی ہزاروں توہم پرستیاں ہمارے معاشرے میں داخل ہوچکی ہیں۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد قدیم زمانے سے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ رہے ہیں۔ ان ہی کی رسومات بھی ہمارے ماحول میں داخل ہوگئی ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی اصلاح فرمائیں

ج...... ہمارے دین میں توہم پرستی اور بدشگونی کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ نے جتنی مثالیں لکھی ہیں یہ سب غلط ہیں۔ البتہ دودھ خدا کی نعمت ہے اس کو ضائع ہونے سے بچانا اور اس کے لئے جلدی سے دوڑنا بالکل درست ہے۔ عورت کے سر کے بالوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو پھینکا نہ جائے تاکہ کسی نامحرم کی نظر ان پر نہ پڑے۔ باقی یہ بھی صحیح ہے کہ بعض لوگ عورت کے بالوں کے ذریعہ جادو کرتے ہیں مگر ہر ایک کے بارے میں یہ بدگمانی کرنا بالکل غلط ہے۔

شیطان کو نماز سے روکنے کیلئے جائے نماز کا کونا اُلٹنا غلط ہے

س:۔ شیطان مسلمانوں کو عبادت سے روکنے کے لئے وسوسوں کے ذریعے بہکاتا ہے اور خود عبادت کرتا ہے اس کو عبادت سے روکنے کے لئے ہم نماز کے بعد جائے نماز کا کونا الٹ دیتے ہیں۔ اس طرح عبادت سے روک دینے کے عمل کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔

ج:۔ اس سوال میں آپ کو دو غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ شیطان دوسروں کو عبادت سے روکتا ہے مگر خود عبادت کرتا ہے۔ شیطان کا عبادت کرنا غلط ہے ٗ عبادت تو حکم الٰہی بجالانے کا نام ہے جبکہ شیطان حکم الٰہی کا سب سے بڑا نافرمان ہے اس لئے یہ خیال کہ شیطان عبادت کرتا ہے بالکل غلط ہے۔

دوسری غلط فہمی یہ کہ مصلّٰی کا کونا الٹنا شیطان کو عبادت سے روکنے کے لئے ہے ٗ یہ قطعاً غلط ہے۔ مصلّٰی کا کونا الٹنے کا رواج تو اس لئے ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلاضرورت جانماز بچھی نہ رہے اور وہ خراب نہ ہو۔ عوام جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر جانماز نہ الٹی جائے تو شیطان نماز پڑھتا ہے یہ بالکل مہمل اور لایعنی بات ہے۔

نقصان ہونے پر کہنا کہ کوئی منحوس صبح ملا ہوگا

س...... جب کسی شخص کو کسی کام میں نقصان ہوتا ہے یا کسی مقصد میں ناکامی ہوتی ہے تو وہ یہ جملہ کہتا ہے کہ "آج صبح سویرے نہ جانے کس منحوس کی شکل دیکھی تھی" جبکہ انسان صبح سویرے بستر پر آنکھ کھلنے کے بعد سب سے پہلے اپنے ہی گھر کے کسی فرد کی شکل دیکھتا ہے تو کیا گھر کا کوئی آدمی اس قدر منحوس ہوسکتا

ہے کہ صرف اس کی شکل دیکھ لینے سے سارا دن نحوست میں گزرتا ہے؟

ج..... اسلام میں نحوست کا تصور نہیں۔ یہ محض توہم پرستی ہے۔

الٹے دانت نکلنے پر بدشگونی توہم پرستی ہے

س..... بچے کے دانت اگر الٹے نکلتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ ننھیال یا ماموؤں پر بھاری پڑتے ہیں۔ اس کی اصل کیا ہے؟

ج..... اس کی کوئی اصل نہیں محض توہم پرستی ہے۔

چاند گرہن یا سورج گرہن سے چاند یا سورج کو کوئی اذیت نہیں ہوتی

س:۔ میں نے سنا ہے کہ جب چاند گرہن یا سورج گرہن ہوتا ہے تو ان کو اذیت پہنچتی ہے۔ کیا یہ بات درست ہے۔

ج:۔ درست نہیں، محض غلط خیال ہے۔

عورت کا روٹی پکاتے ہوئے کھالینا جائز ہے

س..... میری امی کہتی ہیں کہ جب عورت روٹی پکاتی ہے تو اسے حکم ہے کہ تمام روٹیاں پکا کر ہاتھ سے لگا ہوا آٹا اتار کر روٹی کھائے۔ عورت کو جائز نہیں کہ وہ روٹیاں پکاتے پکاتے کھانے لگے۔ یعنی آدھی روٹیاں پکائیں اور کھانا شروع کر دیا تو ایسا کرنے والی عورت جنت میں داخل نہ ہوسکے گی۔ آپ بتائیے کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

ج..... آپ کی امی کی نصیحت تو ٹھیک ہے مگر مسئلہ غلط ہے۔ عورت کو روٹی پکانے کے دوران بھی کھانا کھالینا شرعاً جائز ہے۔

جمعہ کے دن کپڑے دھونا

س..... میں نے سنا ہے کہ جمعہ اور منگل کے دن کپڑے دھونا نہیں چاہئے اور بہت سے لوگ جمعہ کے دن نماز ہو جانے کے بعد کپڑے دھوتے ہیں اور کہاں تک یہ طریقہ درست ہے اور اس طرح بہت سے لوگ جو پردیس میں ہوتے ہیں اور ان کی جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے تو وہ لوگ کپڑے دھوتے ہیں اس لئے کہ جمعہ کے علاوہ ان کو ٹائم نہیں ملتا اور یہ بھی سنا ہے کہ وہ لوگ جمعہ اور منگل کو کپڑے دھونے کی اجازت دیتے

ہیں جو لوگ نماز پڑھتے ہیں کیا قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے یا نہیں۔

ج..... جمعہ اور منگل کے دن کپڑے نہ دھونے کی بات بالکل غلط ہے۔

عصر اور مغرب کے درمیان کھانا پینا

س..... اکثر لوگ کہتے ہیں کہ عصر اور مغرب کے درمیان کچھ کھانا پینا نہیں چاہئے کیونکہ نزع کے وقت انسان کو ایسا محسوس ہوگا کہ عصر و مغرب کا درمیانہ وقت ہے اور شیطان شراب کا پیالہ پینے کو دے گا تو جن لوگوں کو عصر و مغرب کے درمیان کھانے پینے کی عادت ہوگی وہ شراب کا پیالہ پی لیں گے اور جن کو عادت نہ ہوگی وہ شراب پینے سے پرہیز کریں گے (نیز اس وقفہ عصر و مغرب کے درمیان کچھ نہ کھانے پینے سے روزے کا ثواب ملتا ہے) برائے مہربانی اس سوال کا جواب قرآن و سنت کی بروشنی میں دے کر ایک الجھن سے نجات دلائیں۔

ج..... یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ عصر و مغرب کے درمیان کھانے پینے میں کوئی کراہت نہیں۔

کٹے ہوئے ناخن کا پاؤں کے نیچے آنا پتلیوں کا پھڑکنا، کالی بلی کا راستہ کاٹنا

س..... ۱۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ کہ اگر کاٹا ہوا ناخن کسی کے پاؤں کے نیچے آ جائے تو وہ شخص اس شخص کا (جس نے ناخن کاٹا ہے) دشمن بن جاتا ہے؟

۲۔ جناب کیا پتلیوں کا پھڑکنا کسی خوشی یا غمی کا سبب بنتا ہے؟

۳۔ اگر کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو کیا آگے جانا خطرے کا باعث بن جائیگا؟

ج..... یہ تینوں باتیں محض توہم پرستی کی مد میں آتی ہیں۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

زمین پر گرم پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا

س:۔ زمین پر گرم پانی وغیرہ گرانا منع ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ گناہ ہے زمین کو تکلیف ہوتی ہے۔

ج:۔ محض غلط خیال ہے۔

نمک زمین پر گرنے سے کچھ نہیں ہوتا لیکن قصداً گرانا برا ہے

س:۔ کیا نمک اگر زمین پر گر جائے (یعنی پیروں کے نیچے آئے) تو روز قیامت پلکوں سے اٹھانا

پڑے گا۔؟

ج:۔ نمک بھی خدا کی نعمت ہے اس کو زمین پر نہیں گرانا چاہئے۔ لیکن جو سزا آپ نے لکھی ہے وہ قطعاً غلط ہے۔

پتھروں کا انسان کی زندگی پر اثر ہونا

س...... ہم جو انگوٹھی وغیرہ پہنتے ہیں اور اس میں اپنے نام کے ستارے کے حساب سے پتھر لگواتے ہیں۔ مثال کے طور پر عقیق 'فیروزہ' وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ اسلام کی رو سے جائز ہے اور کیا کوئی پتھر کا پہننا بھی سنت ہے؟

ج...... پتھر انسان کی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ انسان کے اعمال اثر انداز ہوتے ہیں۔

فیروزہ پتھر حضرت عمرؓ کے قاتل فیروز کے نام پر ہے

س...... لعل' یاقوت' زمرد' عقیق اور سب سے بڑھ کر فیروزہ کے نگ کو انگوٹھی میں پہننے سے کیا حالات میں تبدیلی رونما ہوتی ہے اور اس کا پہننا اور اس پر یقین رکھنا جائز ہے؟

ج...... پتھروں کو کامیابی و ناکامی میں کوئی دخل نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام فیروز تھا۔ اس کے نام کو عام کرنے کے لئے سبائیوں نے "فیروزہ" کو متبرک پتھر کی حیثیت سے پیش کیا۔ پتھروں کے بارے میں نحس و سعد کا تصور سبائی افکار کا شاخسانہ ہے۔

پتھروں کی اصلیت

س...... میری خالہ جان چاندی کی انگوٹھی میں فیروزہ کا پتھر پہننا چاہتی ہیں۔ آپ برائے مہربانی ذرا پتھروں کی اصلیت کے بارے میں وضاحت کریں۔ ان کا واقعی کوئی فائدہ ہوتا ہے یا یہ سب داستانیں ہیں۔ اگر ان کا وجود ہے تو فیروزہ پتھر کس وقت' کس دن اور کس دھات میں پہننا مبارک ہے؟

ج...... پتھروں سے آدمی مبارک نہیں ہوتا۔ انسان کے اعمال اس کو مبارک یا ملعون بناتے ہیں۔ پتھروں کو مبارک و نامبارک سمجھنا عقیدے کا فساد ہے جس سے توبہ کرنی چاہئے۔

پتھروں کے اثرات کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

س...... اکثر لوگ مختلف ناموں کے پتھروں کی انگوٹھیاں ڈالتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں

پتھر میری زندگی پر اچھے اور برے اثرات ڈالتا ہے اور ساتھ ساتھ ان پتھروں کو اپنے حالات اچھے اور برے کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ بتائیں کہ شرعی لحاظ سے ان پتھروں پر ایسا یقین رکھنا اور سونے میں ڈالنا کیسا ہے؟

ج ...... پتھر انسان کی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے اس کے نیک یا بد عمل اس کی زندگی کے بننے یا بگڑنے کے ذمہ دار ہیں۔ پتھروں کو اثر انداز سمجھنا مشرک قوموں کا عقیدہ ہے، مسلمانوں کا نہیں اور سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام ہے۔

متفرق مسائل

نظر لگنے کی حقیقت

س...... بڑے بوڑھوں سے اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص کو نظر لگ گئی اور اس طرح اس کی آمدنی کم ہوگئی یا کاروبار میں نقصان ہوگیا یا ملازمت ختم ہوگئی وغیرہ۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ نظر لگنے کی حقیقت کیا ہے؟

ج...... صحیح بخاری شریف (کتاب الطب، باب العین حق) کی حدیث میں ہے کہ "العین حق" یعنی نظر لگنا برحق ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج۔ ۱۰ ص۔ ۲۰۴) میں اسکے ذیل میں مسند بزار سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قضا وقدر کے بعد اکثر لوگ نظر لگنے سے مرتے ہیں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ نظر لگنے سے بعض دفعہ آدمی بیمار بھی ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں یہ بیماری موت کا پیش خیمہ بھی بن جاتی ہے۔ دوسرے نقصانات کو اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی چیز کو دیکھے اور وہ اسے بہت ہی اچھی لگے تو اگر وہ "ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ" کہہ دے تو اس کو نظر نہیں لگے گی۔

اسلامی مملکت میں غیر مذہب کی تبلیغ پر پابندی تنگ نظری نہیں

س...... پہلے آپ میرے اس سوال کا جواب دیں کہ ہمارا اسلام تنگ نظر مذہب ہے اگر آپ کا

جواب نہیں میں ہے جو یقیناً نہیں میں ہو گا تو پھر اس "نہیں" کی روشنی میں میرے ذہن میں موجود اصل مسئلے کا جواب دیں کہ جب اسلام اپنی تبلیغ کا حکم دیتا ہے تو پھر دوسرے مذاہب پر کیوں پابندی لگا دیتا ہے۔ کیا اسلام کے پیروکاروں کو استقلال اور ثابت قدمی پر شک ہے جو ان کے اولین اصولوں میں ایک ہے۔ پھر یہ کہ جب اسلامی مملکتوں میں دوسرے مذاہب کی تبلیغ قانوناً ممنوع ہے تو کیا یہ خطرہ تو نہیں کہ غیر مسلم مملکتیں اسلام کی تبلیغ کے بارے میں ایسے ہی قوانین بنا ڈالیں۔ اگر کہیں ایسا ہو گیا تو اسلام کی تبلیغ کہاں اور کیونکر ہو گی اور کیا موجودہ طریقہ کار سے دوسرے مذاہب کی سرگرمیوں کو خفیہ فروغ تو حاصل نہیں ہو رہا؟ امید ہے میرے ان سوالات کا تفصیلی جواب دے کر آپ میرے اور میرے حوالے سے کئی نوجوانوں کے ذہن میں موجود اس الجھن اور تشویش کو دور کریں گے؟

ج..... اپنے حریم میں کسی کو گھسنے نہ دینا تنگ نظری نہیں کہلاتی، حمیت و غیرت کہلاتی ہے۔ اسلام اگر تنگ نظر نہیں ہے تو بے غیرت بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کی بیوی کو اپنی طرف علانیہ دعوت دینے لگے تو کیا شوہر اس کو برداشت کرے گا؟ اور کیا کوئی عقل مند اس کو تنگ نظری کا طعنہ دے گا اور کیا یہ کہا جائے گا کہ اس کو اپنی بیوی پر اعتماد نہیں اس لئے برا مناتا ہے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے زیادہ باغیرت ہے اور اس کا دین انسانی ناموس سے زیادہ مقدس ہے۔

رہا آپ کا یہ اشکال کہ اگر اسلامی مملکت میں غیر مذاہب کو اپنی تبلیغ کرنے پر پابندی ہو گی تو غیر مسلم مملکتیں اپنے یہاں بھی مسلمانوں پر پابندی عائد کر دیں گی کہ وہ تبلیغ نہ کریں۔ تو جناب حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی عیسائی مملکتیں جنہیں عام طور پر نہایت فراخ دل "لبرل" تصور کیا جاتا ہے مسلمانوں کی تبلیغ کے معاملہ میں انتہائی متعصب ہوتی ہیں۔ ان کے ملکوں میں عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دینا تو درکنار ذرا آپ مسلمانوں ہی کو اسلام کی تعلیم دینے کیلئے کوئی مسجد یا مدرسہ تعمیر کر لیں تو دیکھیں۔ یہ جو آپ سنتے ہیں کہ انگلینڈ میں اتنی سو مساجد ہیں' بیشتر زیادہ تر خفیہ طور پر گھروں میں ہوتی ہیں جن کے اندر دروازے بند کر کے اذان دی جاتی ہے۔ وہ بھی بغیر مائک کے اور ہلکی آواز سے۔ اور جو آپ لندن یا دوسرے شہروں میں کوئی اعلانیہ مسجد دیکھتے ہیں تو اس کے پیچھے کئی سالوں پر محیط صبر آزما جدوجہد کارفرما ہوتی ہے آپ کو دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ لندن دنیا کا بڑا مرکز ہے مسلمانوں کی بڑی آبادی کے علاوہ وہاں چالیس پچاس مسلم ممالک کے سفیر اور ان کے متعلقین رہتے ہیں سالوں کی جدوجہد اور عرب سربراہان کے زور ڈالنے پر ریجنٹ پارک میں مسجد بنانے کی اجازت ملی اس کا مینار کہیں لندن کے سینٹ پال ـــــ چرچ کے مینار سے زیادہ بلند ہو رہا تھا فوراً شرط عائد ہوئی کہ مسجد کا مینار اس چرچ سے اونچا نہ ہو جبکہ وہ چرچ ریجنٹ پارک سے دور واقع ہے اور اذانوں کی آواز پر بھی ایک نوع کی پابندی ہے اب نئے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ

کے قیام کے لئے مانچسٹر بولٹن کے نزدیک پانچ سال کی تھکا دینے والی جدوجہد کے بعد اجازت ملی کہ آپ مسلمان بچوں کے لئے اسلامی دینی مدرسہ بناسکتے ہیں یہ کراچی یا پاکستان کی فراخ دل، لبرل، مشنری مشنوں کے رموز سے بے نیاز حکومت تھوڑی ہی ہے کہ کہیں تو عیسائیوں کی "سیلویشن آرمی" ــــ نجات کی فوج ہے اور کہیں بہترین علاقوں جیسے کہ صدر میں بلند سے بلند ترین گرجا گھر ہیں جو سونے جیسی زمین میں وسیع و عریض رقبوں پر محیط ہیں۔ یہ سب اس کے علاوہ ہے کہ مشنری اسکول کالج روز افزوں ہیں جو اگر مرتد نہیں بناسکتے تو راسخ العقیدہ مسلمان بھی نہیں رہنے دیتے امریکہ کی " وسعت نظری " کی مثال ایک پاکستانی دردمند مسلمان نے بیان کی۔ وہ شکاگو میں رہتے ہیں جب انہوں نے یہاں عیسائیوں کی یہ ہمہ گیری مشنری اسکول، مشنری اسپتال، گرجا گھروں اور عیسائی نمائندوں کی دیکھی جو قومی و صوبائی اسمبلی میں براجمان ہوتے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ امریکہ میں تو ایک مسلمان " سنڈے اسکول " کھولنے کیلئے بھی برسوں لگ جاتے ہیں۔ پہلے تو جس محلّہ میں " سنڈے اسکول " کھولنا ہوتا ہے وہاں کی آبادی کی " پبلک ہیرنگ " کرائی جاتی ہے باقاعدہ ووٹنگ ہوتی ہے کہ کتنے باشندے اسکول / یا مسجد کی تعمیر کے حق میں ہیں تو ظاہر ہے کہ عیسائی آبادی اپنی اکثریت کی بناء پر اس کو رد کر دیتی ہے پھر ضلعی کورٹ ہائی کورٹ میں مقدمہ پیش ہوتا ہے۔ ہر جگہ سے ہار ہار کر انجام کار سپریم کورٹ سے .... مسلمان اسکول کے حق میں فیصلہ ہوتا ہے اس میں دس سال گزر جاتے ہیں امریکی کورٹ کے زبردست اخراجات میں مسلمانوں کا فنڈ کنگال ہو چکا ہوتا ہے اور مسلمان " سنڈے اسکول " کا خواب اس "لبرل" ملک میں شرمندہ تعبیر نہیں ہوتا۔ رہا یہ کہ کوئی مسلمان محض اقلیت کی بنا پر پارلیمنٹ یا صوبائی اسمبلی کا ممبر بن جائے یہ ناممکنات میں سے ہے ان "لبرل، فراخ دل، وسیع النظر" حکومتوں نے اقلیتوں کے نمائندوں کو پارلیمنٹ اور اسمبلی میں پہنچانے کا مُنّا نہیں پالا۔

کافر کو کافر کہنا حق ہے

س...... کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں "کسی کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے" چنانچہ قادیانیوں کو کافر کہنا درست نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی صرف زبان سے کلمہ پڑھ لے اور اپنے کو مسلمان ہونے کا اقرار کرے جبکہ حقیقت میں اس کا تعلق قادیانیت یا کسی اور عقیدے سے ہو تو کیا وہ شخص صرف زبانی کلمہ پڑھ لینے سے مسلمان کہلائے گا؟ ازراہ کرم مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت تفصیل سے بتایئے۔

ج...... یہ تو کوئی حدیث نہیں کہ کافر کو کافر نہ کہا جائے۔ قرآن کریم میں بار بار "ان الذین کفرو" "والکافرون" "لقد کفر الذین قالوا" کے الفاظ موجود ہیں۔ جو اس نظریہ کی تردید کے لئے کافی وشافی

ہیں اور یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھ لے (خواہ مرزا غلام احمد قادیانی کو "محمد رسول اللہ" ہی مانتا ہو) اس کو بھی مسلمان ہی سمجھو۔ اس طرح یہ اصول بھی غلط ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو خواہ خدا اور رسول کو گالیاں ہی بکتا ہو، اس کو بھی مسلمان ہی سمجھو۔

صحیح اصول یہ ہے کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دین کو مانتا ہو اور "ضروریاتِ دین" میں سے کسی بات کا انکار نہ کرتا ہو۔ نہ توڑ مروڑ کر ان کو غلط معانی پہناتا ہو وہ مسلمان ہے کیونکہ "ضروریاتِ دین" میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس کے معنی و مفہوم کو بگاڑنا کفر ہے۔ قادیانیوں کے کفر و ارتداد اور زندقہ و الحاد کی تفصیلات اہلِ علم بہت سی کتابوں میں بیان کر چکے ہیں۔ جس شخص کو مزید اطمینان حاصل کرنا ہو وہ میرے رسالے "قادیانی جنازہ" "قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین" اور "قادیانیوں اور دوسرے غیر مسلموں میں کیا فرق ہے" ملاحظہ کرلیں۔ "دفترِ ختمِ نبوت مسجد باب الرحمت پرانی نمائش محمد علی جناح روڈ کراچی" سے یہ رسائل مل جائیں گے۔

خنّاس کا قصہ من گھڑت ہے

س..... آج کل میلاد شریف میں پڑھنے والی عورتیں کچھ اس قسم کی باتیں سناتی ہیں کہ حضرت حوا علیہا السلام کے پاس شیطان آیا کہ میرے بچہ کو ذرا رکھ لو۔ انہوں نے بٹھالیا تو حضرت آدمؑ تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ خنّاس بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے اس کو کاٹا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیئے۔ شیطان آیا اور پوچھا کہ بچہ کہاں ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔ وہ آواز دیتا ہے خناس خناس۔ تمام ٹکڑے جمع ہو کر بچہ بن کر تیار ہو جاتا ہے۔ وہ پھر موقع دیکھ کر حضرت حوا کے حوالے کر جاتا ہے۔ پھر حضرت آدمؑ تشریف لاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ خناس بیٹھا ہے۔ وہ اس کو کاٹ کر جلاتے ہیں اور راکھ کر کے ہوا میں اڑا دیتے ہیں۔ شیطان حسبِ سابق آکر آواز دے کر بچہ زندہ کر کے لے جاتا ہے پھر موقع پاکر حضرت حوا کے حوالے کر جاتا ہے۔ اس مرتبہ حضرت آدم اور حوا اس کو کاٹ کر بھون کر دونوں کھالیتے ہیں۔ پھر میلاد شریف پڑھنے والی فرماتی ہیں کہ انسان کے اندر یہ وہی خناس ہے جو رگ و ریشہ میں پیوست ہو گیا اور اس کو حدیث کہہ کر بیان فرماتی ہیں۔ میں نے یہ حدیث اپنے محترم بھائی مولانا مفتی محمود صاحب سے کبھی نہیں سنی۔ ذرا وضاحت فرما دیجئے کہ آیا یہ صحیح ہے یا من گھڑت قصہ ہے۔

ج..... یہ قصہ بالکل من گھڑت ہے افسوس ہے کہ اکثر واعظین خصوصاً میلاد پڑھنے والے اسی قسم کے واہی تباہی بیان کرتے ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں ایسے بے سروپا

قصے بیان کرنا بہت ہی سنگین گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو شخص میری طرف کوئی غلط بات جان بوجھ کر منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنائے"۔ اس لئے واعظین کو چاہئے کہ ایسے لغو اور بیہودہ قصے نہ بیان کیا کریں۔

بے علمی اور بے عملی کے وبال کا موازنہ

س...... ایک مسلمان ایسے فعل کو جانتا ہے کہ جس کے کرنے کا حکم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور ایک کام ایسا ہے جس کے کرنے کی ممانعت کی گئی ہے لیکن مسلمان جانتے بوجھتے ہوئے بھی ان پر عمل نہیں کرتا۔ سوال کا منشا یہ ہے کہ کیا ایک ایسا شخص زیادہ گناہ گار ہوگا جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ فلاں کام گناہ ہے کسی وجہ سے پھر بھی اس کا مرتکب ہو یا وہ شخص بہتر ہے جو گناہ والے کام کو انجانے دینے میں مگر بڑے شوق و ذوق کے ساتھ انجام دیتا ہو۔

ج...... اللہ تعالیٰ نے ہمیں کن باتوں کے کرنے کا اور کن باتوں سے باز رہنے کا حکم دیا ان کا جاننا مستقل فرض ہے اور ان پر عمل کرنا مستقل فرض ہے۔ جس نے جانا ہی نہیں اور نہ جاننے کی کوشش ہی کی (وہ دوہرا مجرم ہے اور جس نے شریعت کا حکم معلوم کرنے کی کوشش کی اس نے ایک فرض ادا کرلیا۔ ایک اس کے ذمہ رہا۔ الغرض بے علمی مستقل جرم ہے اور بے عملی مستقل۔ اس لئے اس شخص کی حالت بدتر ہے جو شرعی حکم جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔ دوم یہ کہ جو شخص اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو جانتا ہو گا وہ اگر حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو کم از کم اپنے آپ کو مجرم اور گناہ گار تو سمجھے گا۔ گناہ کو گناہ اور حرام کو حرام جانے گا اور جو شخص جانتا ہی نہیں کہ میں حکم الٰہی کو توڑ رہا ہوں اور اپنے جہل اور نادانی کی وجہ سے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھے گا۔ نہ وہ اپنے آپ کو گناہ گار اور قصور وار تصور کرے گا۔ ظاہر ہے کہ جو مجرم اپنے جرم کو جرم ہی نہ سمجھے اس کی حالت اس شخص سے بدتر ہے جو اپنے آپ کو قصور وار سمجھے اور اپنے جرم کا معترف ہو۔ سوم یہ کہ جو شخص گناہ کو گناہ سمجھے کم از کم اس کو توبہ و استغفار کی توفیق تو ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اس کو اپنی حالت پر ندامت ہو اور وہ گناہ سے تائب ہو جائے۔ لیکن جس جاہل کو یہی معلوم نہیں کہ وہ گناہ کر رہا ہے وہ کبھی توبہ استغفار نہیں کرے گا اور نہ اس کے بارے میں یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اس گناہ سے باز آجائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ حالت پہلی حالت سے زیادہ خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔

متبرک قطعات

س...... کچھ مسلمان بھائیوں نے اپنے گھروں کے کمروں میں چاروں طرف اسلامی کیلنڈر

کے قطعات لگا رکھے ہیں ان کا لگانا کیسا ہے۔

ج...... متبرک قطعات اگر برکت کے لئے لگائے جائیں تو جائز ہے ' زینت کے لئے ہوں تو جائز نہیں۔ کیونکہ اسمائے مقدسہ اور آیات شریفہ کو محض گھر کی زینت کے لئے استعمال کرنا خلاف ادب ہے۔

کیا زمین پر جبرئیلؑ کی آمد بند ہو گئی ہے

س...... بیان القرآن میں سورۂ قدر کے ترجمہ میں ناچیز نے پڑھا ہے کہ لیلۃ القدر میں سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مع لشکر زمین پر اترتے ہیں اور ساتھ حاشیہ میں بیہقی کی حضرت انسؓ کی روایت بھی درج ہے کہ روح الامین آتے ہیں جبکہ موت کا منظر میں حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ سرکار نے جب فانی دنیا سے پردہ فرمایا اور حضرت عزرائیل علیہ السلام اجازت لے کر حجرۂ مبارک میں داخل ہوئے تو جبرئیلؑ بھی آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر گفتگو کے علاوہ کہ اب میرا زمین پر یہ آنا آخری بار آنا ہے اور میں قیامت تک زمین پر نہیں آؤں گا تو عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں یہ تضاد کیسا؟

ج...... ان دونوں باتوں میں تضاد نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام کا وحی لے کر آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے بند ہو گیا۔ دوسری مہمات کے لئے ان کا آنا بند نہیں ہوا۔

کیا دنیا و مافیہا ملعون ہے

س...... کراچی سے شائع ہونے والے ایک روزنامہ میں ایک مضمون " بعنوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات " میں حدیث تحریر کی گئی جس کے الفاظ درج ذیل تھے۔

" دنیا ملعون ہے اور دنیا میں موجود تمام چیزیں بھی ملعون ہیں "

حدیث کے ساتھ یہ نہیں بتایا گیا کہ کونسی حدیث سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ میری ناقص رائے کے مطابق دنیا میں بہت سی واجب الاحترام چیزیں ہیں۔ مثلاً قرآن پاک ' خانہ کعبہ ' بیت المقدس ' مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قابل احترام ہستیاں بھی ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مبارک الفاظ ارشاد فرمائے ان کا مفہوم کیا ہے کیا یہ الفاظ حقیقتاً اسی طرح ہیں۔

ج...... یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے۔ حدیث پوری نقل نہیں کی گئی اس لئے آپ کو اشکال ہوا۔ پوری حدیث یہ ہے۔ " دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جو چیزیں ذکر الٰہی سے تعلق رکھتی ہیں یا عالم یا طالب علم کے " اس سے معلوم ہوا کہ یہ تمام

چیزیں جو ذکر الٰہی کا ذریعہ ہیں وہ دنیائے مذموم کے تحت داخل نہیں۔

کیا "خدا تعالیٰ فرماتے ہیں" کہنا جائز ہے

س:۔ ایک پیر صاحب کے سامنے ذکر ہوا کہ "خدا تعالیٰ فرماتے ہیں" تو وہ بہت غصے میں آگئے اور کہنے لگے کہ یوں کہنا چاہئے "خدا تعالیٰ فرماتا ہے" کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک ذات ہے اور "فرماتے ہیں" ہم نے تعظیماً کہا تھا اور ہم کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرماویں

ج:۔ تعظیم کے لئے "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" کہنا جائز ہے۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے جمع کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔

اللہ کی جگہ لفظ "خدا" کا استعمال کرنا

س:۔ صورتحال یہ ہے کہ میرے ایک چچا انڈیا میں رہتے ہیں کچھ عرصہ پہلے میں نے اپنے ایک خط میں لفظ "خدا" کا استعمال کیا تھا۔ (میرا خیال ہے خدا حافظ لکھا تھا) جس پر انہوں نے مجھے لکھا کہ لفظ خدا کا استعمال غلط ہے۔ اللہ کے لئے لفظ خدا استعمال نہیں ہو سکتا۔ جس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ میرے خیال میں خدا لکھنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے۔ بس ہمارے ذہن میں اللہ کا تصور پختہ ہونا چاہئے اور اگر لفظ خدا غلط ہے تو تاج کمپنی جس کے قرآن پاک تمام دنیا میں پڑھے جاتے ہیں کے ترجموں میں لفظ "خدا" استعمال نہ ہوتا۔ آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ قرآن و سنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ کیا لفظ خدا کا استعمال غلط ہے؟۔

ج:۔ اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ خدا کا استعمال جائز ہے اور صدیوں سے اکابرین اس کو استعمال کرتے آئے ہیں اور کبھی کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ اب کچھ لوگ پیدا ہوئے ہیں جن کے ذہن پر عجمیت کا وہم سوار ہے انہیں بالکل سیدھی سادی چیزوں میں "عجمی سازش" نظر آتی ہے یہ ذہن غلام احمد پرویز اور اس کے ہمنواؤں نے پیدا کیا اور بہت سے پڑھے لکھے شعوری و غیر شعوری طور پر اس کا شکار ہو گئے۔ اسی کا شاخسانہ یہ بحث ہے جو آپ نے کی ہے۔ عربی میں لفظ رب مالک اور صاحب کے معنی میں ہے اسی کا ترجمہ فارسی میں لفظ خدا کے ساتھ کیا گیا ہے چنانچہ جس طرح لفظ رب کا اطلاق بغیر اضافت کے غیر اللہ پر نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح لفظ خدا بھی جب مطلق بولا جائے تو اس کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے کسی دوسرے کو خدا کہنا جائز نہیں۔ غیاث اللغات میں ہے۔

"خدا بالضم بمعنی مالک، صاحب چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالیٰ اطلاق نکنند مگر در صورتیکہ بچیزے مضاف شود، چوں کد خدا، وده خدا" ٹھیک یہی مفہوم اور یہی استعمال عربی میں لفظ رب کا ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ "اللہ" تو حق تعالیٰ شانہ کا ذاتی نام ہے جس کا نہ کوئی ترجمہ ہو سکتا ہے نہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے اسمائے الٰہیہ صفاتی نام ہیں جن کا ترجمہ دوسری زبانوں میں ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے اب اگر اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے کسی بابرکت نام کا ترجمہ غیر عربی میں کر دیا جائے اور اہل زبان اس کو استعمال کرنے لگیں تو اس کے جائز نہ ہونے اور اس کے استعمال کے ممنوع ہونے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے ؟ اور جب لفظ "خدا" صاحب اور مالک کے معنی میں ہے اور لفظ "رب" کے مفہوم کی ترجمانی کرتا ہے تو آپ ہی بتائیے کہ اس میں مجوسیت یا عجمیت کا کیا دخل ہوا کیا انگریزی میں لفظ "رب" کا کوئی اور ترجمہ نہیں کیا جائے گا؟ اور کیا اس ترجمے کا استعمال یہودیت یا نصرانیت بن جائے گی؟ افسوس ہے کہ لوگ اپنی ناقص معلومات کے بل بوتے پر خود رائی میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ انہیں اسلام کی پوری تاریخ سیاہ نظر آنے لگتی ہے اور وہ چودہ صدیوں کے تمام اکابر کو گمراہ یا کم سے کم فریب خوردہ تصور کرنے لگتے ہیں یہی خود رائی انہیں جہنم کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

س..... ہر مسلمان حضرت محمدؐ کا نام بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ لیتا ہے یعنی نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کی نسبت اللہ کا نام اتنے ادب و تعظیم کے ساتھ نہیں لیتے۔ فقط خدا یا اللہ کیوں کہتے ہیں۔

ج..... اللہ تعالیٰ کا نام بھی عظمت سے لینا چاہئے مثلاً خدا تعالیٰ، اللہ جل شانہ،

س..... ہمارا ایک دوست جمال، خداوند کریم کا ذکر ہو تو اللہ میاں کہتا ہے ہمارا ایک اور دوست کہتا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے (جس کا نام اسے یاد نہیں ہے) کہ اللہ میاں نہیں کہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ یا اور جو خداوند تعالیٰ کے نام ہیں لینے چاہئیں۔ کیونکہ میاں کے معنی کچھ اور ہیں یہ آپ بتائیں کہ کیا ٹھیک ہے کہ اللہ میاں کہیں یا نہ کہیں ذرا وضاحت فرما کر مشکور فرماویں کیونکہ ہم نے پرائمری اسکولوں میں اللہ میاں پڑھا ہے۔

ج..... "میاں" کا لفظ تعظیم کا ہے۔ اس کے معنی آقا، سردار، مالک اور حاکم کے بھی آتے ہیں۔ اس لئے اللہ میاں کہنا جائز ہے۔

یہ کہنا کہ "تمام بنی نوع انسان اللہ کے بچے ہیں" غلط ہے

س..... کتاب..... جس کے مؤلف..... ایم اے ہیں اس کے صفحہ ۱۸۳ پر لکھا ہے "تمام بنی نوع

انسان اللہ تعالیٰ کے بچے ہیں" کیا یہ صحیح تحریر کیا گیا ہے؟

ج...... جی نہیں! یہ تعبیر بالکل غلط ہے۔ حدیث میں مخلوق کو عیال اللہ فرمایا گیا ہے۔ "عیال" بچوں کو نہیں کہتے بلکہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کی کفالت کسی کے ذمہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بیٹے اور بیٹیوں کی تقسیم کیوں کی ہے

س:۔ سورۂ نجم آیت ۲۲ میں ہے "تم اللہ کے لئے بیٹیوں کو اور اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو کیسی بری تقسیم ہے جو تم لوگ کر رہے ہو" لیکن اللہ تعالیٰ خود ایسی تقسیم کرتا ہے کیا یہ تقسیم بری ہے۔ واضح جواب دیں۔

ج:۔ مشرکین مکہ، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں مختلف دلائل سے ان کی تردید کی گئی ہے۔ سورہ النجم کی اس آیت میں ان کی تردیدیوں کی گئی ہے کہ "جس صنف کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے اس کو خدا کے لئے تجویز کرتے ہو یہ کیسی بری تقسیم ہے؟ حق تعالیٰ شانہ کا بعض کو بیٹے، بعض کو بیٹیاں اور بعض کو دونوں دینا اور بعض کو بانجھ کر دینا اس کی کمال قدرت کی دلیل ہے اور اس میں گہری حکمت کار فرما ہے کہ جس کے حال کے جو مناسب تھا وہ معاملہ اس سے کیا۔

زلزلہ کے کیا اسباب ہیں اور مسلمان کو کیا کرنا چاہئے

س:۔ کراچی میں زلزلہ آیا زلزلہ اسلامی عقائد کے مطابق سنا ہے کہ اللہ کا عذاب ہے۔ براہ کرم اطلاع دیں کہ زلزلہ کیا ہے؟ واقعی عذاب ہے یا زمین کی گیس خارج ہوتی ہے یا ایک اتفاقی حادثہ ہے؟۔ اگر یہ اللہ کا عذاب ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟۔

ج:۔ زلزلہ کے کچھ طبعی اسباب بھی ہیں جن کو طبقات ارض کے ماہرین بیان کرتے ہیں مگر ان اسباب کو مہیا کرنے والا ارادۂ خداوندی ہے اور بعض دفعہ طبعی اسباب کے بغیر بھی زلزلہ آتا ہے۔ بہرحال ان زلزلوں سے ایک مسلمان کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور دعا و استغفار، صدقہ و خیرات اور ترک معاصی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اجتماعی اور انفرادی اصلاح کی اہمیت

س...... پچھلے چند سالوں میں ہمارے پڑوسی ملک میں ایک بیرونی طاقت نے قبضہ جمایا ہوا ہے اور

وقتاً فوقتاً ہمارے ملک پاکستان پر بھی جارحیت کرتا رہتا ہے۔ اس کے عزائم بتاتے ہیں کہ یہ طاقت اور آگے بڑھنے کی کوشش کرے گی اور ہم خدانخواستہ اپنی آزادی سے محروم ہو جائیں گے۔ چاہیے تو یہ تھا ہم اپنے پڑوسی کی تبدیلیوں سے کچھ سبق سیکھتے اور متوقع خطرے کی بو سونگھتے ہی اپنے اعمال کی طرف توجہ دیتے ہیں اور خدا کے حکموں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر ان کو ڈھال دیتے۔ اس میں ہی ہمارے لئے دنیا و آخرت کی خیر تھی لیکن عام طور پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بالکل الٹ ہے۔

میں یہاں سعودی عرب میں مقیم ہوں۔ ہمارے ساتھ ہندوستان کے ہندو بھی کام کرتے ہیں۔ کبھی ان کے ساتھ ان کے ملک میں رشوت' چور بازاری' ڈکیتی' اسمگلنگ'' ملاوٹ اور غنڈہ گردی کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ اپنے ملک کے حالات بتا کر پاکستان کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ یقین جانئے سچ بات کہتے ہوئے میرے دل کا جو حال ہوتا ہے وہ خدا ہی جانتا ہے۔ یہ سب برائیاں ہمارے یہاں بہت ہی عام ہیں۔ حالانکہ مسلمان مملکت اور کافروں کے ملک کے حالات میں واضح فرق ہونا چاہئے تھا لیکن افسوس ایسا نہیں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی مسلمان اپنے مقصد سے ہٹے ہیں' تباہی ان کا مقدر بنی ہے اور آج بھی ہمارے اعمال پکار پکار کر دشمن کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔

مولانا محترم میرے ذہن میں یہ سوال ہے کہ اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک عام مسلمان کے کیا فرائض ہیں اور اگر ایک عام مسلمان اپنے اطراف کی برائیوں کی طرف سے آنکھ بند کرتے ہوئے صرف عاقبت کی فکر میں لگا رہے تو کیا یہ اس کی نجات کے لئے کافی ہے؟

ج...... آپ کا سوال بہت نفیس ہے اور اہم بھی...... افسوس ہے کہ اس کالم میں اس پر مفصل گفتگو کی گنجائش نہیں۔ مختصراً چند نکات پیش کرتا ہوں۔ اگر غور توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ اطمینان ہو جائے گا۔

اول...... فرد اور معاشرہ لازم و ملزوم ہیں۔ نہ فرد معاشرے کے بغیر جی سکتا ہے اور نہ معاشرہ افراد کے بغیر تشکیل پاتا ہے۔

دوم...... فرد پر کچھ انفرادی فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں اور کچھ اجتماعی و معاشرتی۔

سوم...... تمام فرائض اور ذمہ داریوں کے لئے' خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی' قدرت و استطاعت شرط ہے۔ جو چیز آدمی کی قدرت و استطاعت سے خارج ہو اس کا وہ مکلف نہیں ہے۔

چہارم...... سب سے پہلے آدمی کو اپنے انفرادی فرائض بجالانے کی طرف توجہ کرنی چاہئے (جس کو آپ نے اپنی عاقبت کی فکر کرنے سے تعبیر فرمایا ہے) ان فرائض میں عقائد کی درستگی' اعمال کی بجا آوری' اخلاق کی اصلاح' معاشرتی حقوق کی ادائیگی سبھی کچھ آجاتا ہے۔ اگر اسلامی معاشرے کے افراد اپنی اپنی جگہ

انفرادی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائیں تو مجھے یقین ہے کہ نوے فیصد معاشرتی برائیاں از خود ختم جائیں گی۔

پنجم...... اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی استطاعت کے بقدر معاشرہ کی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہئے جسے شریعت کی اصطلاح میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہتے ہیں اور اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ طاقت اور قوت کے ذریعہ برائی کو روکنا ہے۔ یہ حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ مگر آج کل حکومتیں افراد کے ووٹ سے بنتی ہیں' اس لئے ایسے افراد کو منتخب کرنا جو خود برائیوں سے بچتے ہوں اور حکومتی سطح پر برائیوں کو روکنے اور بھلائیوں کو پھیلانے کی صلاحیت رکھتے ہوں عوام کا فریضہ ہے۔ گروہ اس فریضہ میں کوتاہی کریں گے تو دنیا و آخرت میں اس کی سزا بھگتیں گے۔

دوسرا درجہ زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہے۔ اس کی شرائط و تفصیلات بہت ہیں مگر ان کا خلاصہ یہ ہے کہ زبان سے کہنے کی قدرت ہو اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو وہاں زبان سے دعوت و تذکیر' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے مگر دنگا فساد نہ کیا جائے نہ کسی کی تحقیر و تذلیل کی جائے۔ ہمارے دور میں "تبلیغی جماعت" کا طریقہ کار اس کی بہترین مثال ہے اور انفرادی و اجتماعی اصلاح کا نسخہ کیمیا ہے۔

تیسرا درجہ برائی کو دل سے برا سمجھنا ہے۔ جبکہ آدمی نہ تو ہاتھ سے اصلاح کر سکتا ہو' نہ زبان سے اصلاح کرنے پر قادر ہو تو آخری درجہ میں اس پر یہ فرض ہے کہ برائی کو دیکھ کر دل سے کڑھے' اس سے بیزاری اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی اصلاح کی دعا کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی طاقت و وسعت کے دائرے میں رہ کر مندرجہ بالا دستور العمل پر عمل پیرا ہے۔ انشاء اللہ وہ آخرت میں مطالبہ سے بری ہو گا اور جو شخص اس دستور العمل میں کوتاہی کرتا ہے اس پر اس کی کوتاہی کے بقدر مطالبہ کا اندیشہ ہے۔ اب دیکھ لیجئے کہ ہم اس دستور العمل پر کہاں تک عمل پیرا ہیں۔

سکھوں کا ایک سکھاشاہی استدلال

س:۔ پردیس میں سکھ لوگ ہمیں تنگ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس سوال کا جواب اپنے علماء سے لے کر دو۔ سوال یہ ہے کہ ہر شخص پیدائشی طور پر سکھ ہوتا ہے ہندو یا مسلم بعد میں بنایا جاتا ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ اوپر والے نے جس حالت میں تمہیں بھیجا ہے تمہیں وہ اچھی کیوں نہیں لگتی مختلف تبدیلیاں کیوں کرتے ہو یعنی بال کٹوانا یا سنت کروانا وغیرہ وغیرہ کیا اس نے غلط بنا بھیجا ہے۔

ج:۔ ان لوگوں کو یہ جواب دیجئے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اس کے دانت بھی نہیں ہوتے ان کو بھی

نکال دیا کرو اور اگر کسی کے پیدائشی طور پر ایسا نقص ہو جس کے لئے آپریشن کی ضرورت ہو تو کیا وہ بھی نہیں کرایا جائے گا؟۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد

س...... خدا کا بندہ حق اللہ تو ادا کرتا ہے لیکن حق العباد سے کوتاہی برت رہا ہے۔ اس کی مغفرت ہوگی کہ نہیں؟ حق العباد اگر پورا کر رہا ہے کسی قسم کی اپنی دانست میں کوتاہی نہیں کر رہا ہے مگر حق اللہ سے کوتاہی کر رہا ہے کیا اس کی مغفرت ممکن ہے؟

ج...... سچی توبہ سے تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں (اور سچی توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کا حق تلف کیا ہو ان کو ادا کرے یا ان سے معافی مانگ لے) اور جو شخص بغیر توبہ کے مرا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہ خواہ اپنی رحمت سے بغیر سزا کے بخش دے یا گناہوں کی سزا دے۔ حق العباد کا معاملہ اس اعتبار سے زیادہ سنگین ہے کہ ان کو ادا کئے بغیر آخرت میں معافی نہیں ملے گی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائیں اور اہل حقوق کو اپنے پاس سے معاوضہ دے کر راضی کرا دیں یا اہل حقوق خود معاف کر دیں تو دوسری بات ہے۔

مایوسی کفر ہے

س...... مذہب اسلام میں مایوسی کفر ہے۔ ہم نے ایسا سنا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ خداوند نے ہر بیماری کا علاج پیدا کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ بیماریاں لاعلاج ہیں۔ ایک ایسا مریض جس کو ڈاکٹر لوگ لاعلاج قرار دیں تو ظاہر ہے وہ پھر مایوس ہو جائے گا۔ جب وہ مایوس ہو جائے گا تو اسلام میں وہ کافر ہو جائیگا؟

ج...... خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے، صحت سے مایوسی کفر نہیں اور اللہ تعالیٰ نے واقعی ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے مگر موت کا کوئی علاج نہیں، اب ظاہر ہے کہ مرض الموت تو لاعلاج ہی ہو گا۔

صبر اور بے صبری کا معیار

س...... "بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبتہ" سے کیا مراد ہے؟ آج کل علمائے کرام یا مشائخ کی وفات پر رسائل میں جو مرثیے آتے ہیں۔ "کیا نخل تمنا کو میرے آگ لگی ہے"۔ یا "کیا دکھاتا ہے کرشمے چرخ گردوں ہائے ہائے" وغیرہ الفاظ صحیح ہیں۔ خیر القرون میں اس کی مثال ہے؟

ج...... قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں صبر کا مامور بہ ہونا اور جزع فزع کا ممنوع ہونا تو بالکل

بدیہی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مصائب پر رنج و غم کا ہونا ایک طبعی امر ہے اور اس رنج کے اظہار کے طور پر بعض الفاظ بھی آدمی کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ صبر اور بے صبری کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں کتاب و سنت اور اکابر کے ارشادات سے جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی حادثہ کے موقع پر ایسے الفاظ کہے جائیں جس میں حق تعالیٰ کی شکایت پائی جائے (نعوذ باللہ) یا اس حادثہ کی وجہ سے ماموراتِ شرعیہ چھوٹ جائیں مثلاً نماز قضا کر دے۔ یا کسی ممنوع شرعی کا ارتکاب ہو جائے، مثلاً بال نوچنا، چہرہ پیٹنا تو یہ بے صبری ہے اور اگر ایسی کوئی بات نہ ہو تو خلافِ صبر نہیں۔ خیر القرون میں بھی مرثیے کہے جاتے تھے مگر اسی معیار پر۔ اس اصول کو آج کل کے مرثیوں پر خود منطبق کر لیجئے۔

مردہ جنم شدہ بچہ آخرت میں اٹھایا جائیگا

س..... ایک ماں سے جنم شدہ مردہ بچہ کیا جنت یا آخرت میں اٹھے گا کیونکہ زندہ بچے تو ضرور آخرت میں اٹھیں گے۔ ذرا وضاحت فرمائیے۔

ج..... جو بچہ مردہ پیدا ہوا۔ وہ بھی اٹھایا جائے گا اور اپنے والدین کی شفاعت کرے گا۔

والدین پر ہاتھ اٹھانے والے کی سزا

س:۔ اگر کسی کے .... لڑکا یا لڑکی میں سے کوئی اپنے ماں باپ پر ہاتھ اٹھائے تو شرعاً دنیا میں اور آخرت میں کیا سزا ہو گی۔؟

ج:۔ اولاد کا اپنے ماں باپ پر ہاتھ اٹھانا کبیرہ گناہ اور انتہائی کمینہ پن ہے۔ دنیا میں اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا۔ رزق کی تنگی، ذہنی پریشانی اور جان کنی کی سختی میں مبتلا رہے گا اور آخرت میں اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا جب تک کہ اپنے کیے کی سزا نہ بھگت لے یا والدین اسے معاف نہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ والدین کی گستاخی اور اس کے انجام بد سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھیں۔

والدہ کی بے جا ناراضی پر مواخذہ نہیں ہو گا

س:۔ میری شادی ۱۴ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ آج ۲۷ سال ہو گئے ہیں والد شادی سے پہلے فوت ہو گئے تھے صرف والدہ اور ایک بھائی ہیں۔ شروع میں کم عمری کے سبب اپنی والدہ کے کہنے میں آ کر

شوہر کی نافرمانی کی' شادی کے ۱۰ سال بعد میں نے اپنے کو یکدم بدل دیا اور اپنے شوہر کے تابع ہو گئی میرے چھ بچے ہیں' ایک لڑکا اور دو بچیاں جوان' باقی تین چھوٹے ہیں۔ میں نے اپنی اولاد کو مذہبی ماحول میں پالا ہے۔ وی سی آر جیسی لعنت نہ میں نے اور نہ میری بچیوں نے دیکھی ہے۔ میرے شوہر آج کل ایک سرکاری عہدے پر سعودیہ میں ہیں۔ میں نماز کی پابند ہوں۔ مجھے خدا سے بہت ڈر لگتا ہے۔ نماز کے لئے کھڑی ہوتی ہوں تو خوف خدا سے کانپنے لگتی ہوں' بس ڈر یہ لگتا ہے کہیں مجھے سزا نہ دی جائے۔ کیونکہ جب سے میں اپنے شوہر کے ہر فرمان پر چلنے لگی تو والدہ ناراض رہتی ہیں میں اور میرے شوہر ہر وقت ان کی ہر قسم کی مدد کرتے رہتے ہیں لیکن وہ معمولی بات پر یعنی اپنے بیٹے یا بہو یا کسی اور رشتہ دار کی باتوں پر ناراض ہو کر کوسنے پیٹنے لگ جاتی ہیں۔ مجھے تو ان کو جواب دیتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ بچے بھی کبھی بول پڑتے ہیں تو وہ مجھے بے بھاؤ سناتی ہیں۔

ج:۔ ماں کی تو خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بچی اپنے گھر میں خوش و خرم رہے۔ تعجب ہے کہ آپ کی والدہ کا رویہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ بہرحال آپ کی والدہ کی ناراضی بے جا ہے۔ آپ اپنی والدہ کی جتنی خدمت بدنی' مالی ممکن ہو کرتی رہیں اور اس کی گستاخی و بے ادبی ہرگز نہ کریں۔ اس کے باوجود اگر وہ ناراض رہتی ہیں تو آپ کا قصور نہیں آپ سے انشاء اللہ اس پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔

والدین کے مرنے کے بعد نافرمان اولاد ان کیلئے کیا کرے

س:۔ ماں باپ کے انتقال کے بعد وہ کون سے طریقے ہیں جس سے ان کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچایا جا سکے؟۔

ج:۔ عبادات بدنی و مالی سے ایصال ثواب کرنا مثلاً نفلی نماز' روزہ' صدقہ' حج' تلاوت' درود شریف' تسبیحات' دعا و استغفار۔

س:۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بہت سے احکامات ہیں لیکن اگر ماں باپ کی حیات کے دوران اولاد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک نہ کرتی ہو اور ماں باپ کا انتقال ہو جائے اور پھر اولاد کو اس بات کا احساس ہو اور ان کا ضمیر ان کو ملامت کرے کہ ان سے بہت بڑی غلطی سرزد ہو چکی ہے تو پھر وہ کون سے طریقے ہیں کہ اولاد کا یہ کفارہ ادا ہو جائے اور ضمیر بھی مطمئن ہو جائے اور ماں باپ اور خدا تعالیٰ دونوں اولاد سے خوش ہو جائیں اور معاف کر دیں۔

ج:۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص والدین کی زندگی میں والدین کا نافرمان ہوتا ہے۔ مگر والدین کے مرنے کے بعد اسے اپنی حماقت پر ندامت ہوتی ہے اور وہ والدین کے حقوق کا بدلہ ادا کرنے کے لئے

ان کے حق میں برابر دعاو استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک اللہ تعالیٰ اسے "والدین کا فرمانبردار" لکھ دیتے ہیں۔

س...... جناب والا آپ نے جنگ میں ایک سوال کا جواب دیا ہے کہ "ایک شخص والدین کی زندگی میں والدین کا نافرمان ہوتا ہے لیکن والدین کے مرنے کے بعد اسے اپنی حماقت پر ندامت ہوتی ہے اور وہ والدین کے حقوق کا بدلہ ادا کرنے کے لئے ان کے حق میں دعاو استغفار کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے والدین کا فرمانبردار لکھ دیتا ہے"۔ آپ نے ایک آسان سوال کا جواب آسان دے دیا اور ساتھ یہ بھی کہ یہ حدیث کے مطابق ہے یہ تو ایسا ہے کہ ایک دولت مند ایک غریب آدمی کو جان سے مار دے اور مقتول کے وارثوں کو قصاص ادا کر دے اور جان چھڑا لے، لیکن قصاص ادا کرنے کا بھی کوئی شرعی قانون ہے۔ زندگی میں سکھ کا چین نہ لینے دیا اور مر گیا تو لگے قبر پر دیا جلانے، ایسے سجدوں سے اللہ ملتا نہیں۔ والدین کو ان کی حیات میں تنگ رکھا اور ان کی نافرمانی کی، ان کو ٹھوکریں ماریں، ان کے حقوق پورے نہ کئے، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر والدین بے گور و کفن مر گئے اور اولاد لگی پکانے دیگیں پلاؤ تو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی بخشش کر دی۔ مولانا صاحب یہ کون سی حدیث میں ہے۔ آپ ذرا مکمل تشریح فرما دیں تاکہ ہم بھی اس پر عمل کر سکیں۔ حضرت امام حسینؓ کو شہید کروا کر یزید نادم ہوا کیا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ اگر والدین کے حقوق بس یہاں تک ہیں تو پھر والدین کو یہ دعا نہیں مانگنی چاہئے کہ اللہ ہماری اولاد کو نیک اور فرمانبردار بنا دے۔

ج:۔ وہ حدیث جو میں نے اپنے جواب میں درج کی تھی، مشکوٰۃ شریف میں ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد لیموت والداہ او احدھما وانہ لھما لعاق فلا یزال یدعو لھما ویستغفر لھما حتی یکتبہ اللہ بارا (مشکوٰۃ باب البر والصلۃ صفحہ ۴۲۱) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک بندے کے والدین دونوں یا ان میں سے ایک ایسی حالت میں انتقال کر جاتے ہیں کہ وہ ان کا نافرمان تھا۔ پس وہ ہمیشہ ان کے لئے دعاو استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے والدین کو فرمانبردار لکھ دیتا ہے"۔

حدیث کا حوالہ دینے کے بعد میری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اور آنجناب نے اپنی عقل خداداد سے

جن شبہات کا اظہار کیا ہے اس کی جوابدہی میرے ذمہ نہیں۔ مگر جناب کی خیر خواہی کے لئے چند امور عرض کر دینا مناسب ہے۔

اول:۔ فرض کیجئے ایک لڑکا اپنے والدین کا نافرمان ہے انہیں بے حد ستاتا ہے، ان کی گستاخی و بے حرمتی کرتا ہے اور والدین اس کے حق میں موت کی دعائیں کرتے ہیں۔ دس بیس سال بعد کسی نیک بندے کی صحبت سے یا کسی اور وجہ سے اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس روش سے باز آجاتا ہے اور بصد توبہ وندامت والدین سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے اور پھر ان کی ایسی خدمت واطاعت کرتا ہے کہ گزشتہ زندگی کی بھی تلافی کر دیتا ہے۔ والدین اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اس کی بقیہ زندگی اسی نیک حالت پر گزرتی ہے۔ فرمایئے کیا یہ شخص اپنی سابقہ حالت کی وجہ سے "والدین کا نافرمان" کہلائے گا؟ یا اس کو والدین کا فرمانبردار کہا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی عاقل اس کو "والدین کا نافرمان" نہیں کہے گا، بلکہ اس کی گزشتہ غلطیوں کو لائق معافی سمجھا جائے گا۔

دوم:۔ عام انسانوں کی نظر تو دنیوی زندگی تک ہی محدود ہے۔ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کی نظر میں دنیوی زندگی ہی زندگی نہیں بلکہ زندگی کے تسلسل کا ایک مرحلہ ہے۔ موت زندگی کی آخری حد نہیں بلکہ زندگی کے ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہو جانے کا نام ہے۔

سوم:۔ والدین زندگی کے پہلے مرحلے میں اگر اولاد کی خدمت کے محتاج ہیں تو موت کے بعد بھی اپنی مغفرت یا ترقی درجات کے لئے انہیں اولاد کی احتیاج ہے اور یہ احتیاج دنیاوی احتیاج سے کہیں بڑھ کر ہے۔ دنیوی زندگی میں تو آدمی اپنی ضرورتیں کسی نہ کسی طرح خود بھی پوری کر سکتا ہے کسی سے مدد بھی لے سکتا ہے اور کسی کو اپنا دکھڑا سنا کر کم از کم دل کا بوجھ ہلکا کر سکتا ہے۔ لیکن قبر میں خدانخواستہ کوئی تکلیف ہو اسے نہ خود دفع کر سکتا ہے نہ کسی کو اپنی مدد کے لئے پکار سکتا ہے، اگر کوئی اس کی مدد ہو سکتی ہے تو اس کے لئے دعا و استغفار اور ایصال ثواب ہے جس کا راستہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے کھلا رکھا ہے۔

ان تین مقدموں کے بعد میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو لڑکا دس بیس برس تک والدین کو ستا کر توبہ کرلے اور والدین کی خدمت واطاعت میں لگ جائے اس کا فرمانبردار ہونا تو آپ کی عقل میں آتا ہے۔ لیکن جو شخص والدین کی وفات کے بعد اپنے گنہگار والدین کے لئے دعا و استغفار، صدقہ وخیرات اور ایصال ثواب کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی دعا و استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے گنہگار والدین کی بخشش فرما دیتے ہیں، والدین اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ والدین کے راضی ہو جانے کی وجہ سے اس کو والدین کا فرمانبردار لکھ دیتے ہیں اس کا فرمانبردار ہونا آپ کی خداداد ذہانت میں نہیں آتا۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ آپ کی نظر صرف اسی زندگی تک محدود ہے اور موت کی سرحد کے پار جھانکنے

سے معذور ہے۔ چلئے! اس کا بھی مضائقہ نہ تھا۔ مگر تعجب بالائے تعجب تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ اطلاعِ الٰہی عالم غیب کی ایک خبر دیتے ہیں (جو عقل و معرفت کی کسوٹی پر سو فیصد پوری اترتی ہے) مگر آپ کو اپنی عقل محدود پر اتنا ناز ہے کہ بلا تکلف ارشاد نبویؐ پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دیتے ہیں۔ کیا ایک امتی کو اپنے نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہی سلوک کرنا چاہئے؟۔

چہارم:۔ آنجناب نے اپنی ذہانت سے اس حدیث سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ گویا اس حدیث میں اولاد کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ خوب پیٹ بھر کر والدین کو ستایا کریں اور ان کے مرنے کے بعد دعا و استغفار کر لیا کریں۔ حالانکہ اس کے بالکل برعکس حدیث میں والدین کی اطاعت و خدمت کی تعلیم دی گئی ہے، یہاں تک کہ جو لوگ اپنی حماقت کی وجہ سے والدین کی زندگی میں یہ سعادت حاصل نہیں کر پائے ان کو بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ابھی تک ان کے لئے والدین کی خدمت اور وفاشعاری کا راستہ کھلا ہے وہ یہ کہ والدین کی جو نافرمانیاں انہوں نے کی ہیں اس سے توبہ کریں، خود نیک بنیں اور دعا و استغفار کے ذریعہ والدین کی بخشش کی سفارشیں بارگاہ الٰہی میں پیش کریں۔ ان کی اس توبہ، نیکی و پارسائی اور والدین کے لئے دعا و استغفار کی برکت سے خود ان کی بھی بخشش ہو جائے گی اور ان کے والدین کی بھی۔ گویا دونوں حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا مورد بن کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ الغرض حدیث میں اولاد کو والدین کی فرمانبرداری کی ایک ایسی تدبیر بتلائی گئی ہے جو ان کے انتقال کے بعد بھی ان کی رضامندی کا ذریعہ بن سکتی ہے تاکہ اس قسم کے لوگ بھی مایوس نہ ہوں۔ بلکہ زندگی کے جس مرحلہ میں بھی ان کو ہوش آ جائے والدین کو راضی کرنے اور ان کی خدمت بجالانے میں کوتاہی نہ کریں۔

پنجم:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد مقدس سمجھ میں نہ آئے اس کے بارے میں طالب علم کی حیثیت سے ملتجیانہ سوال کرنے کا مضائقہ نہیں مگر سوال کا لب و لہجہ مودبانہ ہونا چاہئے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جارحانہ انداز میں سوال کرنا، جیسا کہ آپ کے خط سے ظاہر ہو رہا ہے، بڑی گستاخی ہے اور یہ ناکارہ ایسے سوالات کا جواب نہیں دیا کرتا مگر آپ کی رعایت سے جواب لکھ دیا ہے۔ میری مخلصانہ و مشفقانہ نصیحت ہے کہ آئندہ ایسے انداز سوال سے گریز کیجئے۔

زمین و آسمان کی تخلیق میں تدریج کی حکمت

س:۔ لائق صد احترام جناب یوسف لدھیانوی صاحب السلام علیکم!

"اللہ نے دو دن میں زمین بنائی، دو دن میں اس کے اندر قوتیں اور برکت رکھی اور دو دن میں آسمان بنائے۔ (حٰم سجدہ آیت ۹ تا ۱۲) (حوالہ: تفسیر عثمانیؒ)

"اللہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس سے کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا پس وہ چیز ہو جاتی ہے۔" (آل عمران۔ آیت نمبر ۴۷) (حوالہ: تفسیر مولانا اشرف علی تھانویؒ)

ان آیات کے بارے میں ایک "شیطانی خیال" مجھے ایک عرصے سے پریشان کر رہا ہے۔ زمین و آسمان کے وجود میں آنے میں ۶ دن کیوں لگے جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے کے لئے اللہ کا ایک اشارہ کافی ہوتا۔ اور وہ آناً فاناً وجود میں آجاتے۔ مہربانی فرما کر اس اشکال کو دور کرنے میں میری مدد کیجئے تاکہ میں اس شیطانی خیال سے چھٹکارا پا سکوں۔

ج:۔ کسی چیز کا تدریجاً (آہستہ آہستہ) وجود میں آنا اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ فاعل اس کو دفعتاً وجود میں لانے پر قادر نہ ہو۔ اس لئے وہ مجبور ہے کہ وہ اس چیز کو آہستہ آہستہ وجود میں لائے اور دوسری صورت یہ کہ فاعل تو اس چیز کو دفعتاً وجود میں لانے پر قادر ہے مگر کسی حکمت کی بنا پر وہ اس کو آناً فاناً وجود میں نہیں لاتا بلکہ آہستہ آہستہ ایک خاص معین مدت کے اندر اسے وجود میں لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو آسمان و زمین کو دو دو دن میں پیدا فرمایا اس کی وجہ پہلی نہیں تھی بلکہ دوسری تھی۔ اس لئے آپ کا اشکال تو ختم ہو جاتا ہے البتہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ وہ کیا حکمت تھی جس کی بنا پر آسمان و زمین کی تخلیق تدریجاً ہوئی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ افعال الٰہیہ کی حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔ اس میں جو حکمتیں بھی ملحوظ ہوں وہ سراپا خیر ہوں گی۔ مثلاً ایک حکمت بندوں کو آہستگی اور تدریج کی تعلیم دینا ہو سکتی ہے کہ جب ہم نے قادر مطلق ہونے کے باوجود اپنی تخلیق میں تدریج ملحوظ فرمائی ہے تو تمہیں تو کوئی کام کرتے ہوئے بدرجۂ اولیٰ تدریج سے کام لینا چاہئے یا مثلاً یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ اس دنیا کا نظام اسباب و مسببات کے تدریجی سلسلہ کے تحت چلے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ انسان کو ایک لمحہ میں پیدا فرما کر جیتا جاگتا کھڑا کر دیں مگر نہیں، اس کی حکمت ایک خاص نظام کے تحت تدریجاً اس کی نشو و نما کرتی ہے۔ یہی حال نباتات وغیرہ کا بھی ہے اور اگر غور کیا جائے تو اس عالم کی تمام ترقیات تدریج ہی کے تحت چل رہی ہیں کیا عجب ہے کہ آسمان و زمین کی تدریجی تخلیق میں یہ حکمت بھی ملحوظ ہو۔

رحمت للعالمین اور بددعا

س۔ روزنامہ جنگ کے اسلامی صفحہ پر ایک مضمون نگار لکھتے ہیں کہ " بئر معونہ میں دھوکے سے شہید کئے جانے والے 70 معلم تمام کے تمام اصحاب صفہؓ تھے ان کی جدائی کا حضورؐ کو اس درجہ صدمہ ہوا کہ آپؐ متواتر ایک مہینے تک نماز فجر میں ان کے قاتلوں کے حق میں بددعا فرماتے رہے۔ "

یہ تو وہ الفاظ ہیں جنہیں میں نے لفظ بہ لفظ آپ کے اخبار سے اتار دیا ہے۔ آپ کے اور ہم سب کے علم میں یہ بات تو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین اور رحمت للعالمین جیسے القاب سے قرآن کریم میں مخاطب کیا ہے وہ کبھی کسی کے حق میں بددعا کیلئے ہاتھ اٹھا سکتے تھے؟ کیا یہ بات کوئی ذی شعور باور کر سکتا ہے؟

میں سعودیہ گرلز کالج کی بی اے کی طالبہ ہوں۔ میری نظروں سے بھی مختلف اسلامی کتابیں گزری ہیں میرا ذہن اس بات کو قبول نہیں کر سکتا اور جو بات غلط ہو اسے کسی کا ذہن قبول کر ہی نہیں سکتا کہ آنحضرتؐ کبھی کسی کے حق میں بددعا فرمائیں؟ آپؐ کے ساتھ لوگوں نے کیا کیا سلوک نہ کیا' آپؐ جس راستے سے گزرتے لوگ آپؐ پر غلاظت پھینکتے اور آپؐ کو طائف کی گلیوں میں گھسیٹتے۔ ایک دفعہ تو لوگوں نے یہاں تک کیا کہ آپؐ پر اتنے پتھر برسائے کہ آپؐ لہولہان ہوگئے اور آپؐ کے پائے مبارک جوتوں میں خون کے بھر جانے سے چپک گئے۔

جب بھی آپؐ نے بدبختوں کے حق میں بددعا نہ کی بلکہ جب بھی لوگ آپ کو تکلیف پہنچاتے آپؐ فرماتے۔

"اے اللہ انہیں نیک راہ دکھا اور بتا کہ میں کون ہوں۔ "

ایک طرف تو شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ۷۰ معلموں کو دھوکے سے شہید کیا گیا اور آگے کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ان قاتلوں کے حق میں بددعا فرمائی۔ کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ جو لوگ شہید ہوتے ہیں وہ کبھی مرتے نہیں بلکہ زندہ جاوید ہو جاتے ہیں تو جن کو شہادت کا درجہ ملا ہو ان کے قاتل تو خود بخود دوزخ کی آگ میں پھینکے جائیں گے۔ ان کے لئے بددعا کیا ضروری؟ اور وہ بھی رحمت للعالمین نے فجر کی نماز میں ایک مہینہ تک کی۔ کیا شاہ صاحب نے (نعوذ باللہ) حضورؐ کو نماز فجر کے بعد مسلسل ایک مہینہ تک بددعا کرتے دیکھا یا کسی کتاب سے پڑھا کونسی حدیث ان کی نظروں سے گزری ذرا حوالہ تو دیں کہ میں خود بھی پڑھوں۔ میرا بھی مضمون اسلامیات ہے' میں نے کبھی ایسا نہیں پڑھا۔

ج۔ بئر معونہ میں ستر قراء کی شہادت کا واقعہ حدیث و تاریخ اور سیرت کی تمام کتابوں میں موجود ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا اور ان کافروں پر جنہوں نے ان حضرات کو دھوکے سے شہید کیا تھا بددعا کرنا صحیح بخاری' صحیح مسلم' ابو داؤد' نسائی اور حدیث کی دوسری کتابوں میں موجود ہے۔ اس لئے آپ کا انکار کرنا غلط ہے۔ رہا آپ کا یہ شبہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت للعالمین تھے آپ کیسے بددعا کر سکتے تھے۔؟ آپ کا خیال بھی سطحی قیاس کی پیداوار ہے۔ کیا موذیوں کو قتل کرنا' ان کو سزا دینا اور ان کو سرزنش کرنا رحمت نہیں؟ کیا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے رحیم و شفیق قلب مبارک کو ان مظلوم شہداء کی مظلومانہ شہادت پر صدمہ نہیں پہنچا ہوگا؟ اور جن موذیوں نے غداری و عہد شکنی کر کے ان کو شہید کر ڈالا کیا قلب مبارک میں ان کے لئے بددعا کا داعیہ پیدا نہیں ہوا ہوگا؟ آپ ماشاء اللہ بی اے کی طالبہ ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ چوروں' ڈاکوؤں' غنڈوں اور بدمعاشوں پر سختی کرنا عین رحمت ہے۔ اور ان پر ترس کھانا خلاف رحمت ہے۔ شیخ سعدیؒ کے بقول۔

نیکوئی با بداں کردن چناں است
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

اور آپ کا یہ کہنا بھی عجیب ہے کہ شہداء کے قاتل خود ہی دوزخ میں جائیں گے ان کے لئے بد دعا کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ قاتل کے خلاف کسی عدالت میں استغاثہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ بقول آپ کے خود ہی کیفر کردار کو پہنچے گا اور اگر آپ کے نزدیک کسی قاتل کے خلاف عدالت میں استغاثہ جائز ہے اور یہ خلاف رحمت نہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر بارگاہ الٰہی میں ان قاتلوں کے خلاف استغاثہ فرماتے ہیں تو یہ آپ کو کیوں غلط نظر آتا ہے؟ شہید بلاشبہ جنت میں زندہ ہیں اور مراتب عالیہ پر فائز ہیں۔ مگر اس کے یہ معنی تو نہیں کہ کسی شہید کی مظلومانہ شہادت پر ہمیں رنج و صدمہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اس واقعہ کا تو آپ اپنی ناواقفی کی وجہ سے انکار کر رہی ہیں لیکن اس کا کیا کیا جائے گا کہ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی بد دعائیں نقل کی گئی ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سراپا رحمت ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود کافروں، بے ایمانوں اور موذیوں کے خلاف بارگاہ الٰہی میں استغاثہ کرتے ہیں۔ آپ نے طائف کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے مگر آپ نے بد دعا نہ فرمائی۔ آپ نے شاید حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پڑھی ہوگی کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا لیکن جب حدود اللہ کو توڑا جاتا تو آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا۔" طائف کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق تھا۔ وہاں صبر کی مجسم تصویر بنے رہے اور بئر معونہ کا واقعہ حدود اللہ کو توڑنے، عہد شکنی کرنے اور مسلمانوں کو ظلماً شہید کرنے کا واقعہ تھا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی و بے قراری اور حق تعالیٰ شانہ سے والہانہ استغاثہ و فریاد طلبی اپنی ذات کے لئے نہیں تھی کہ آپ اس کے لئے طائف کی مثال پیش کریں۔ یہاں جو کچھ تھا وہ دینی غیرت اور ان مظلوموں پر شفقت کا اظہار تھا۔

الغرض بئر معونہ کا جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اور ایسے موذیوں کیلئے بد دعا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت للعالمین کے خلاف نہیں بلکہ اپنے رنگ میں یہ بھی رحمت و شفقت کا مظہر ہے۔

مباہلہ اور خدائی فیصلہ

سوال..... مباہلے کی کیا حقیقت ہے؟ اس بارے میں کلام مجید کی کون کون سی آیات کا نزول ہوا ہے؟

جواب..... مباہلہ کا ذکر سورہ آل عمران (آیت 61) میں آیا ہے جس میں نجران کے نصاریٰ کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

"پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے آؤ! بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اور اپنی جان، اور تمہاری جان۔ پھر التجا کریں ہم سب، اور لعنت کریں اللہ کی ان پر جو جھوٹے ہیں" (ترجمہ شیخ الہند)

اس آیت کریمہ سے مباہلہ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جب کوئی فریق حق واضح ہو جانے کے باوجود اس کو جھٹلاتا ہو اس کو دعوت دی جائے کہ آؤ! ہم دونوں فریق اپنی عورتوں اور بچوں سمیت ایک میدان میں جمع ہوں اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر اپنی لعنت بھیجے..... رہا یہ کہ اس مباہلہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ مندرجہ ذیل

احادیث سے معلوم ہو جاتا ہے۔

(1) مستدرک حاکم (2-594) میں ہے کہ نصاریٰ کے سید نے کہا کہ ان صاحب سے (یعنی آنحضرتؐ سے) مباہلہ نہ کرو اللہ کی قسم اگر تم نے مباہلہ کیا تو دونوں میں سے ایک فریق زمین میں دفنا دیا جائے گا۔

(2) حافظ ابو نعیم کی دلائل النبوہ میں ہے کہ سید نے عاقب سے کہا! "اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ یہ صاحب نبی برحق ہیں اور اگر تم نے اس سے مباہلہ کیا تو تمہاری جڑ کٹ جائے گی۔ کبھی کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ نہیں کیا کہ پھر ان کا کوئی بڑا باقی رہا ہو یا ان کے بچے بڑے ہوئے ہوں۔"

(3) ابن جریر، عبد بن حمید اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت قتادہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "اہل نجران پر عذاب نازل ہوا چاہتا تھا اور اگر وہ مباہلہ کر لیتے تو زمین سے ان کا صفایا کر دیا جاتا۔"

(4) ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید ابن جریر اور حافظ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں امام شعبیؒ کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "میرے پاس فرشتہ اہل نجران کی ہلاکت کی خوشخبری لے کر آیا تھا اگر وہ مباہلہ کر لیتے تو ان کے درختوں پر پرندے تک باقی نہ رہتے۔"

(5) صحیح بخاری، ترمذی، نسائی اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ "اگر اہل نجران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کر لیتے تو اس حالت میں واپس جاتے کہ اپنے اہل وعیال اور مال میں سے کسی کو نہ پاتے" (یہ تمام روایات درمنثور ج ۲ ص ۳۹ میں ہیں)

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ سچے نبی کے ساتھ مباہلہ کرنے والے عذاب الٰہی میں اس طرح مبتلا ہو جاتے کہ ان کے گھر بار کا بھی صفایا ہو جاتا اور ان کا ایک فرد بھی زندہ نہیں رہتا۔

یہ تو تھا سچے نبی کے ساتھ مباہلہ کرنے کا نتیجہ اب اس کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مباہلہ کا نتیجہ بھی سن لیجئے۔

10 ذیقعد 1310 مطابق 27 مئی 1893ء کو مولانا عبدالحق غزنوی مرحوم سے ایک دفعہ مرزا صاحب کا عید گاہ امرتسر کے میدان میں مباہلہ ہوا (مجموعہ اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی ج ۱ ص 427-428) مباہلہ کے نتیجے میں مرزا صاحب کا مولانا مرحوم کی زندگی میں انتقال ہو گیا مرزا صاحب نے 26 مئی 1908ء کو انتقال کیا اور مولانا عبدالحق مرحوم مرزا صاحب کے نو سال بعد تک زندہ رہے ان کا انتقال 16 مئی 1917ء کو ہوا۔ (رئیس قادیان ج ۲ ص ۱۹۲)

مرزا صاحب نے اپنی وفات سے سات مہینے چوبیس دن پہلے (2 اکتوبر 1907ء کو) فرمایا تھا:

مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے" (ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی ج ۹ ص 440)

مرزا صاحب نے مولانا مرحوم سے پہلے مر کر اپنے مندرجہ بالا قول کی تصدیق کر دی اور دو اور دو چار کی طرح واضح ہو گیا کہ کون سچا تھا اور کون جھوٹا تھا۔

"اپریل فُول" کا شرعی حکم

سوال..... آپ سے ایک اہم مسئلہ کی بابت دریافت کرنا ہے مسلمانوں کے لئے نصاریٰ کی پیروی اپریل فول منانا یعنی لوگوں

کو جھوٹ بول کر فریب دینا یا ہنسنا ہنسانا جائز ہے کہ نہیں جبکہ سرور کائنات ؐ کا ارشاد ہے " ویل للذی یحدث فیکذب یضحک بہ القوم ویل لہ۔ ویل لہ۔ "

(ابو داؤد ج 2 ص 333)

"یعنی ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اس مقصد کے لئے جھوٹی بات کرے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے، اس کے لئے ہلاکت ہے اس کے لئے ہلاکت ہے۔ "

نیز ارشاد ہے۔

"لا یومن العبد الایمان کل حتی یترک الکذب فی المزاحہ و یترک المراء وان کان صادقا"

(کنزالعمال حدیث نمبر 8229)

یعنی " بندہ اس وقت تک پورا ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک مزاح میں بھی غلط بیان نہ چھوڑ دے اور سچا ہونے کے باوجود جھگڑانہ چھوڑ دے " گزشتہ سال " اپریل فول " کے طور پر فائر بریگیڈ کو ٹیلی فون کئے گئے کہ فلاں فلاں جگہ آگ لگ گئی ہے جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو کچھ بھی نہیں تھا معلوم ہوا کہ یہ محض مذاق تھا اس کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یکم اپریل کو واقعتاً کوئی حادثہ ہو جائے اور خبر سننے والا اس کو مذاق سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہ دے۔

جواب..... جناب نے ایک اہم ترین مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں آج کل بہت لوگ مبتلا ہیں، " اپریل فول " کی رسم مغرب سے ہمارے یہاں آئی ہے اور یہ بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔

اول: اس دن صریح جھوٹ بولنے کو لوگ جائز سمجھتے ہیں جھوٹ کو اگر گناہ سمجھ کر بولا جائے تو گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس کو حلال اور جائز سمجھ کر بولا جائے تو اندیشہ کفر ہے جھوٹ کی برائی اور مذمت کے لئے یہی کافی ہے کہ قرآن کریم نے لعنۃ اللہ علی الکاذبین " فرمایا ہے گویا جو لوگ " اپریل فول " مناتے ہیں وہ قرآن میں ملعون ٹھہرائے گئے ہیں اور ان پر خدا تعالیٰ کی، رسولوں کی، فرشتوں کی، انسانوں کی اور ساری مخلوق کی لعنت ہے۔

دوم: اس میں خیانت کا بھی گناہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

" کبرت خیانۃ ان تحدث اخاک حدیثا ہولک مصدق وانت بہ کاذب "

(رواہ ابو داؤد۔ مشکوٰۃ ص 413)

ترجمہ۔ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو جس میں وہ تمہیں سچا سمجھے۔ حالانکہ تم جھوٹ بول رہے ہو " اور خیانت کا کبیرہ گناہ ہونا بالکل ظاہر ہے۔

سوم۔ اس میں دوسرے کو دھوکا دینا ہے یہ بھی گناہ کبیرہ ہے حدیث میں ہے۔

" من غشنا فلیس منا " (مشکوٰۃ ص 305)

" جو شخص ہمیں (یعنی مسلمانوں کو) دھوکا دے وہ ہم سے نہیں۔ "

چہارم۔ اس میں مسلمانوں کو ایذا پہنچانا ہے یہ بھی گناہ کبیرہ ہے قرآن کریم میں ہے۔

" بے شک جو لوگ ناحق ایذا پہنچاتے ہیں مومن مردوں اور عورتوں کو، انہوں نے بہتان اور بڑا گناہ اٹھایا۔ "

پنجم۔ اپریل فول منانا گمراہ اور بے دین قوموں کی مشابہت ہے اور آنحضرت ؐ کا ارشاد ہے۔ من تشبہ بقوم فہو منہم

"جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہوگا" پس جو لوگ فیشن کے طور پر اپریل فول مناتے ہیں ان کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کی صف میں اٹھائے جائیں۔ جب یہ اتنے بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے معمولی عقل بھی دی ہو وہ انگریزوں کی اندھی تقلید میں اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ اس لئے تمام مسلمان بھائیوں کو نہ صرف اس سے توبہ کرنی چاہئے بلکہ مسلمانوں کے مقتدا لوگوں کا فرض ہے کہ "اپریل فول" پر قانونی پابندی کا مطالبہ کریں اور ہمارے مسلمان حکام کا فرض ہے کہ اس باطل رسم کو سختی سے روکیں۔

انسان کا چاند پر پہنچنا

سوال..... ہمارے دوستوں کے درمیان آج کل ایک بحث ہو رہی ہے اور وہ یہ کہ انسان چاند پر گیا ہے یا نہیں۔ اور زمین گردش کرتی ہے یا نہیں جبکہ میرا خیال ہے کہ انسان چاند پر گیا ہے اور زمین بھی گردش کرتی ہے۔ موجودہ دور، جدید ٹیکنالوجی کا دور کہلاتا ہے اور اس دور میں کوئی بات ناممکن نہیں رہی جب خلاء میں مصنوعی سیارے چھوڑے جاسکتے ہیں تو پھر چاند پر جانا کیونکر ممکن نہیں اس سلسلے میں جب ہم نے اپنی مسجد کے موذن صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے اور زمین گردش کرتی ہے آپ برائے کرم قرآن سنت کی روشنی میں ہماری معلومات میں اضافہ کریں کہ یہ بات کہاں تک تسلیم کی جائے کہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے اور یہ کہ زمین گردش کرتی ہے؟

جواب..... انسان چاند پر تو پہنچ چکا ہے اور تحقیق جدید کے مطابق زمین بھی گردش کر رہی ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ کے دوست اس نکتہ پر مجلس مذاکرہ کیوں منعقد فرما رہے ہیں اور اس بحث کا حاصل کیا ہے آپ کے موذن صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں انسان کا چاند پر پہنچنا ناممکن ہے بالکل غلط ہے۔ **حضور صلی اللہ علیہ وسلم** تو چاند نہیں بلکہ عرش تک پہنچ کر آئے تھے چاند پر پہنچنا کیوں ناممکن ہوا۔

○

شہید اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی چند تصانیف

آپ کے مسائل اور ان کا حل

جلد اول: عقائد، اجتہاد و تقلید، محاسن اسلام، غیر مسلم سے تعلقات، غلط عقائد رکھنے والے فرقے، جنت و دوزخ، توہم پرستی

جلد دوم: وضو کے مسائل، غسل و تیمم، پاکی سے متعلق، عورتوں کے مسائل، نماز کے مسائل، جمعہ و عیدین کے مسائل

جلد سوم: نماز تراویح، نفل نمازیں، میت کے احکام، قبروں کی زیارت، ایصال ثواب، قرآن کریم، روزے کے مسائل، زکوٰۃ کے مسائل، منت، صدقہ

جلد چہارم: حج و عمرہ کے مسائل، قربانی، عقیقہ، حلال و حرام جانور، قسم کھانے کے مسائل

جلد پنجم: شادی بیاہ کے مسائل، طلاق، خلع، عدت، نان و نفقہ، عائلی قوانین

جلد ششم: تجارت، بیع، خرید و فروخت، محنت و اجرت کے مسائل، شرکت کا کاروبار، قرض کے مسائل، وراثت اور وصیت

جلد ہفتم: اسلام اور تصویر، مولاداری، وضع قطع، لباس، کھانے پینے کے شرعی احکام، والدین، اولاد اور پڑوسیوں کے حقوق، تبلیغ دین، کھیل، موسیقی، داڑھی، خاندانی منصوبہ بندی، تصوف

جلد ہشتم: پردہ، اخلاقیات، رسومات، معاملات، سیاست، تعلیم اور وظائف، دعا، تعویذ و جادو، جہاد اور شہید کے احکام

جلد نہم: متفرق مسائل

ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ (بڑی)	سیرت عمر بن عبدالعزیز
ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ (چھوٹی)	رسائل یوسفی
حسن یوسف (مقالات کا مجموعہ)	شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم
اختلاف امت اور صراط مستقیم مکمل	عہد نبوت کے ماہ و سال
عصر حاضر احادیث نبوی ﷺ کے آئینے میں	انبیاء کرام
شخصیات و تأثرات (دو جلدیں)	رجم کی شرعی حیثیت
دور حاضر کے تجدد پسندوں کے افکار	دنیا کی حقیقت (دو جلدیں) — فتنہ گوہر شاہی
تحفہ قادیانیت (۳ جلدیں)	اصلاحی مواعظ — خاتم النبیین ﷺ

مکتبہ لدھیانوی

18 سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی 5

دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 7780337 فیکس: 7780340